پیغام محمدی

خرید کردہ وقف منصبیہ میرٹھ

زمانہ تولیت جناب خان بہادر مولوی سید محمد حسن صاحب

شوق زیدی متولی وقف منصبیہ میرٹھ

محمد علی رضوی حسن صاحب

قیمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا
مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

بنام آنکہ آن نامش ندارد ٭ بہر نامی کہ خوانی سر بر آرد ٭ تعریف کے لائق وہی یکتا و بے ہمتا ہی جسکی
ذات تربیع و تثلیث سے منزہ اور ہر طرحکے شرک سے مبرا ہی ٭ اوسکے باپ ہی نہ بیٹا ہی ٭ وہ کسی
مین سما سکتا ہی نہ کسی سے جدا ہی ٭ نہ انسان مین ہی ٭ وہ سنگ مین ٭ دیکن چمکتا ہی ہر رنگ مین
نہ وہ آنکھون سے دکھائی دیتا ہی نہ کسی سے چھپا ہی کیا خوب کسی نے کہا ہی ع تو رہا نظرون مین
اور نظرون سے پنہان ہی رہا ٭ نہ اوسکے قہر کا کچھ ٹھکانا ہی ٭ اوسکی رحمت کی انتہا ہی اوسکی شان
رحمت نے دستگیری کی جو ہمارے لیے انبیای کرام کو مبعوث فرمایا اوسکی صفت ہدایت نے
کبھی جلال موسوی مین ظہور کیا اور کبھی جمال عیسوی مین جلوہ دکھایا انجام کار کمال محمدی مین اپنا
کمال ظاہر کرکے تعلیم کا خاتمہ فرمایا - خدا تعالے ہمارے تمام ہادیون پر رحمت کا مینہ برسائے خصوصًا
افضل المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبی محمد مصطفی علیہ الصلوۃ والثنا پر جنکی ذات بابرکات انبیاء کرام

۱ اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہی جو کچھ آسمانون مین ہی اور زمین مین ہی ایسا وہ کہ بادشاہ ہی قدوس ہی زبردست ہی حکمت والا
ہی وہی ہی جسنے بے پڑھون مین انھین مین کا ایک رسول ایسا بھیجا جو انکے پاس اسکی آیتین پڑھتا اور انکو سنوارتا
ہی اور کتاب اور دانشمندی سکھاتا ہی حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی مین پڑے تھے ۱۲

کے لیے شرف و عزت اور تمام عالم کے لیے ہدایت و رحمت ہے جسکے دل مین خدا تعالیٰ نے کمال
انصاف دیا ہے وہ آپ کی سیرت کاملہ کو ملاحظہ کرکے بے تامل کہہ سکتا ہے کہ آدم سے لیکر اسوقت تک
آپکے مثل نہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے سچ ہے ع مثال محمد جہان مین نہین ٭ ہوا ہے نہ ایسا نہوگا کہین
ع بعد بتیکیہ تو بی کمتر آفرید خدا ٭ ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا ٭ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ
اجمعین بعد حمد و صلوۃ کے خاکسار **محمد علی** عرض کرتا ہے - اے اسلام کے خیرخواہو اے ملت کے محبین
کے جان نثارو اگر کوئی ہے تو سنے اور متوجہ ہو تمہین تو تھے کہ مقدس مذہب اسلام پر جان و مال فدا
کرتے تھے تمہین تو تھے کہ اگر کہین اسلام کا پسینا گرے تو تم خون کی ندیان بہا دیتے تھے تمہارے بزرگان
ہی باپ دادون نے اس پاک مذہب کا پھریرہ مشرق سے مغرب تک اوڑا دیا تمہارے ہی بزرگون
کی کوششون اور جانبازیون نے ایک عالم کو خدا کی راہ پر چلا دیا کیا تم اونہین خدا پرستون کی
اولاد نہین ہو جنھون نے نونہال اسلام کو اپنے پسینون سے سینچا ہے اور اوسکے سایہ مین بیٹھنے کو دنیا
کی بادشاہت سے بہتر سمجھا ہے کیا تم اونہین راستبازون کے نام لیوا نہین ہو جنھون نے سچائی
اور راستی پھیلانے مین اپنے جان و مال کو بیدریغ قربان کر دیا اور اپنی عزت و آبرو کو اوسپر فدا
کرنا فخر سمجھا اور پیارے عزیزون کو اوسپر نثار کر دینا کلیجے کی ٹھنڈک خیال کیا پھر کیا اسلام کی
دردناک آواز تمہارے کانون تک نہین پہنچتی کہ کن کن ظالمون کے پنجون مین پھنسکر وہ فریاد
کر رہا ہے کیا اوسکی مظلومانہ اور افسوسناک حالت تم نہین دیکھتے کہ کیسے کیسے بیرحمون اور ناخدا ترسون
کے اوسپر ہاتھ صاف ہو رہے ہین اور ہر لحظہ کن کن عنوان سے اوسکے نیست و نابود کرنیکی کوشش کرتے
ہین کہین دنیاوی شوکت و سطوت دکھا کر ضعیف الایمانون کو لغزش دیجاتی ہے کہین مال و زر کی جگمگاہٹ سے
کوتاہ بینون کی نظر خیرہ کیجاتی ہے کہین سیمین جبینان دلفریب کا دام حسن پھیلا کر طائر دل کو پھنسایا جاتا ہے کہین
وعظ و نصیحت کے بہانے جھوٹی تہمتین لگا کر سیدھے راستے سے پھیرا جاتا ہے کہین غلط بیانیون کے طومار اور جھوٹ
دفتر کے دفتر سیاہ کیے جاتے ہین تاکہ اسلام کے چہرہ پر نور کو کسیطور داغدار دکھائین ایسی دفترون مین پادری
صفدر علی صاحب کا رسالہ **نیاز نامہ** ہے جو ہندوستان کے عیسائیون مین نہایت محترم سمجھا جاتا ہے اور اول

قال اللہ تعالیٰ

ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی ولیکن تھا خالص مسلمان (آل عمران)

الحمد للہ کہ

حصہ اول

پیغامِ محمدی

یعنی

جواب نیاز نامہ پادری صفدر علی صاحب و جواب عدم ضرورتِ قرآن پادری ٹھاکر داس جسمین نہایت عمدگی اور تحقیق سے مقدس مذہب اسلام کی حقانیت و ضرورت اور دین موسوی اور عیسوی پر اوسکی افضلیت ثابت کی گئی ہے

مؤلفہ

عمدۃ المحققین فخر المتکلمین مصنف تصنیفات لاثانی حضرت مولانا سید محمد علی صاحب کانپوری دامت برکاتہم

محمد رحمت اللہ رعد کے نامی پریس کانپور میں چھپا

سنہ ۱۳۰۸ ہجری

تو اوسکے مصنف ہی نے اوسپر بہت کچھ ناز و فخر ظاہر کیا ہی اور لاجوابی کا اعلان دیا ہی پھر مکرر اور
عیسائیون نے اوسے جواب کے لیے پیش کیا ہی مگر ہمارے علما کی بے اعتنائی اور ناعاقبت اندیشی پر افسوس ہی
کہ اسطرف توجہ نہین فرماتے البتہ باہمی جھگڑون کے لیے جلد مستعد ہو جاتے ہین اب اف ان آنکھیں کھول کر
اوسکے مصنف کی لن ترانیان ملاحظہ کرین - پادری صاحب نے پرچہ مواعظ عقبے کی جلد سوم نمبر ۹
مطبوعہ یکم ستمبر ۱۸۹۶ء مطابق ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۱۴ ہجری مین ایک عرلفیہ نیاز شائع کیا ہی اوس مین
تحریر کرتے ہین کہ تین برس سے یہ کتاب نیاز نامہ باثبات حقیقت دین مسیحی و ابطال حقیت اسلام مین نے
تصنیف کی اور کوئی علماے اسلام مین سے ہندوستان سے عرب و عجم وغیرہ تک اسکا جواب لکھ سکا
لیکن افسوس اونپر جو باوجودیکہ چارون طرف سے آواز الصلا الصلا سنتے ہین اور الٰہی دعوت (یعنی
انجیل کی منادی) کا غل جگہ جگہ پاتے ہین تو بھی خواب غفلت مین پانون پسارے سوتے ہین اور
صرف اتنا کہکر ٹال دیتے ہین کہ ہمارا طریق تو تقلید ہی جس مین ہین اوسی مین رہینگے اور خوب جانتے
ہین کہ خدا کے قہر کی بھڑکتی ہوئی آگ مین جس مین تمام تودے طوفان اور ناراستی اور بطالت کے
جلینگے پس وہ جنکا جنپر اعتقاد رکھتے کہان باقی بچیگا وہان تو اوسکا نام و نشان بھی نہو گا پس اوسپر
بھروسا کرنا نہایت نادانی ہی اس سے زیادہ اون مولوی صاحبون پر افسوس ہوتا ہی کہ جو اپنے دل مین
تو یہ جانتے ہین کہ دین محمدی حق نہین کتاب مقدس اور دین مسیحی بیشک حق اور خدا کی طرف سے
ہی لیکن دنیا کے مارے نہ آپ قبول کرتے نہ دوسرونکو قبول کرنے دیتے ہین اکثر تو اون مین سے یہی
بات پر ٹال دیتے ہین کہ مسیحیون کے اعتراض بآسانی دفع ہو سکتے ہین اور دین محمدی کی حقیت کے
ثبوت بہت ہین مگر ہمکو فرصت نہین کہ اپنا وقت اسمین صرف کرین حالانکہ ہدایت اور حق کا دعوے کرتے
بلکہ اکثر اونکی وجہ معاش اسی پر ہی جلسون مین مولویصاحبونکا ہجوم رہتا ہی جو حج کو جاتے یا وہان سے واپس آتے
ہین جب کوئی صاحب وارد ہوتے ہین بہت سے مسلمان بھائی نیاز نامہ اونکی خدمت مین لیجاتے اور التجا
جواب باصواب کرتے ہین مگر اوسکے سب اسی لیت و لعل مین چھوڑ جاتے ہین مولوی عبد الحکیم صاحب
حیدرآباد سے جواب لکھنے کا وعدہ کر گئے مولوی عنایت علی مجتہد جو ملک عرب مین تنہا ہی مدینہ

فہرست مضامین پیغام محمدی

تحصیل و تکمیل علوم دینیہ کرکے آئے الہ آباد یا پنجاب سے جواب تحریر کرنیکا وعدہ کر گئے مدت ہو چکی اعلیٰ طور سے کسی
ایک صاحب تلاش کرکے فقیر کے پاس آئے اور نیاز نامہ لیکر گئے مدینہ سے کسیکی مکہ سے کسی نے بغداد
کسیکے کربلا سے جواب بھیجنے کا وعدہ کیا مگر ہنوز روز اول ہی ایک صاحب جو بمبئی الہ آباد مین مشہور کرتے ہین
کہ جواب تیار ہی نظر ثانی کی کسر ہی ایک صاحب نے بنارس مین پادری لیپول صاحب سے کئی بار وعدہ کیا کہ جواب
جلد دیتا ہون ایک مشہور معروف واعظ و عالم پشاور نے پادری ڈیڈ صاحب سے بدین تحریر مباحثہ بابت
کہ نیاز نامہ و پادری عماد الدین صاحب کی کتابونکا جواب دیکھا اسیطرح مولوی سید محمد عبد العزیز
صاحب کشمیر سے تشریف لائے بہت لوگون کو مرید کیا عمائد مین سے بھی کئی لوگون نے بیعت
کی اور جگہ جگہ اونکا شہرہ پھیلا اور فرمایا کہ مین نے روم و شام و عرب وغیرہ مین مدتون سیر کی بمبئی مین
چالیس بڑے بڑے پادری جمع ہوئے آخر اون چالیسون کو لاجواب کر دیا جب لوگون نے روز روز
(جواب نیاز نامہ) کا اصرار کرکے قائل کیا تو ٹالکر اندور کو سدھارے مولوی برکت اللہ (یا برکت علی)
مکہ سے آئے جو مدت مکہ مین ہجرت کرکے وہان رہتے ہین سبکے روبرو آپ ہی شرمندہ ہوئے اور گھبرا گئے اور بیعت
مین نہ آئے بلکہ مولوی سید مقصود احسن صاحب تحصیلدار و منشی لطافت علیخان سررشتہ دار وغیرہ عمائد شہر نے
خود اونکو قائل کیا آخر کو اونکی اور دوسرے لوگونکی صلاح اور صوابدید سے مولوی برکت اللہ قاضی ولی محمد کو اپنے ساتھ
مکہ لیگئے کہ جواب نیاز نامہ لاؤ وہان مولوی رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خان موجود ہین لیکن بیچارہ ولی محمد محنت
و مشقت اوٹھا کر مکہ بھی پہونچا اور ایک عرصہ تک اون صاحبون کیخدمت مین رہا پھر بھی بے نیل مقصود
واپس آیا اور سارے مشتاقون اور منتظرون کے دلونکو سرد کر دیا - یہ حال محمدی علما کا ہی کہ ہر حیلہ و ہر بہانہ سے چاہتے
ہین کہ امر حق لوگون سے پوشیدہ رہے اور کوئی خدا کی راہ پر نہ پہونچے مرید کرنے دعوت کھانے فتوح یعنی اردیہ مارنے کو
تو اتنی فرصت کہ سیکڑون کوس دوڑتے پھرتے سارے ہندوستان کا دورہ کرتے ہین کہ وہ محمد صاحب کی
سنت ہی مگر حق و باطل کی تمیز اور دین و ایمان کی بابت سوچنا سمجھانا تعلیم کرنا فرض نہین اسکے لیے فرصت نہین ہی
اسلام کے غیرت مند حامیو اے علماے امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا خطاب حاصل کرنے والو کیا حمیت اسلامی
کا یہی مقتضا ہی کہ تثلیث پرستونکی اسقدر زبان درازیان اور اسلام کی اہانت سنین اور دیکھین اور کانون

میں تیل و الکر تھے رہیں ذرا ان کی حالت کو دیکھو اور مستعد ہو جاؤ۔ اب میں اس عریضۂ نیاز پر کچھ بحث کر
کیا چاہتا ہوں اور چند باتیں لکھنا چاہتا ہوں **اوّل** کہ ہمارے مخاطب دعوی کرتے ہیں کہ تمام دنیا
میں کوئی مسلمان ہماری کتابوں کا جواب نہیں لکھ سکا میں کہتا ہوں کہ ذرا خدا کو علام الغیوب جانکر دیکھیں غور فرمائیے
کہ نیاز نامہ رسالہ **شہادت قرآنی** اور **میزان الحق** وغیرہ چند رسالوں کا انتخاب کیا اور کچھ بے
پھر کیا ان رسالوں کے مستقل اور ضمنی جوابات متعددہ ہماری طرف سے نہیں ہوئے (ہماری آخر کتاب
کی فہرست ملاحظہ ہو) کیا مولانا رحمت اللہ صاحب نے اپنی نادر اور مبسوط کتابوں میں کامل طور سے جوابات
تقویت اسلام اور ابطال مذہب تثلیث نہیں کیا جسنے نہ دیکھا ہو وہ آنکھیں کھولے اور انصاف کی عینک لگا کر
اظہار الحق اور **ازالۃ الشکوک** اور **ازالۃ الاوہام** وغیرہا کو ملاحظہ کرے اور کہے کہ وہ کون
اہم اعتراض ہے جسکا جواب ان کتابوں میں نہیں ہے اور ہند سے لیکر یورپ تک کسنے ان کتابوں کا جواب
لکھا ہے پھر کیوں نیاز نامہ پر اسقدر ناز کیا جاتا ہے رومیوں کا باب ۱۲ درس ۲ اور فلپیوں کا باب ۲ درس ۳ ملاحظہ
کرکے جھوٹی شیخی سے توبہ کرنا چاہیے۔ ہاں پرانی باتوں کو نئے لباس میں ظاہر کیا ہے جسکی وجہ سے ناواقف
دھوکا کھاتے ہیں اسی وجہ سے مجھے جواب لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ **دوم** آپکے عریضہ میں یہ بھی دعوی
ہے کہ بہت سے مولوی دین محمدی کو حق نہیں جانتے بلکہ دین مسیحی کو سچا جانتے ہیں مگر دنیا کے مارے قبول
نہیں کرتے۔ یہ دعوی ایسا صریح غلط ہے جسکی غلطی میں کسی منصف کو ذرا بھی شبہہ نہیں ہو سکتا کوئی یہ خیال کر سکتا
ہے کہ اگر کوئی دین مسیحی اختیار کرے تو اوسے دنیاوی نقصان ہوگا مال و دولت چھن جائیگی یا نوکری جاتی
رہیگی ہرگز نہیں البتہ مسلمان ہونے میں ان نقصانوں کی نظیریں مل سکتی ہیں کیا ہر ایک ادنی اور اعلی کے پیش نظر
نہیں ہے کہ بعض وہ شخص جنہیں دس روپیہ کی نوکری کی لیاقت نہیں ہے وہ عیسائی ہو کر پچاس پچاس
اور سو سو روپیہ کی تنخواہ مشن سے پاتے ہیں اور تمام کنبے کی تنخواہیں معین ہیں وہ علاوہ ہیں پادری عماد الدین
کے حال کو ملاحظہ کیجیے کہ انکی لیاقت علمی اور تہذیب و شایستگی جو انکی تصانیف سے ظاہر ہے اور خود عیسائیوں
نے مجبور ہو کر اوسکا اعتراف کیا ہے ڈیڑھ سو روپیہ کی تنخواہ پاتے ہیں اور ڈاکٹر آف ڈیونٹی کا خطاب ہے ہمارے
مخاطب پادری صفدر علی صاحب ہی انصاف سے فرمائیں کہ جنکی علمی لیاقت کا وہ حال ہو جسکا نمونہ میں نے

مرآۃ الیقین میں لکھا ہے (اور تہذیب شائستگی کا یہ حال ہو جاوے کی کتاب تاریخ محمدی آج
ہی ہے گویا دماغ کیا ہی ناپاک خیالات کا گھونا ہی پھر بھی اونکو سقدر تنخواہ دیتے اور یہ اعزاز ہو یا اشتہار دیا جسے
یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے مارے بہت سے مولوی دین مسیحی قبول نہیں کرتے خدا خدا سے ڈرین اور راستی کو ہاتھ
سے مدین ہم یہ ہے کہ اسوقت کی حالت دیکھا اسلام پر قائم رہنا بڑی بیچ خدا پرستون کا کام ہے اسلام میں
دیا ہی دقت ہے جیسا کسی مانیمین عیسائیت پر قائم ہے میرے یہ کہ میں مولوی صاحبون سے تمام پادری
صاحب نے لکھے ہیں اون میں کوئی مشہور اور مشکل میں سے نہیں ہے جسکا جواب ساکت نہ ہو قابل لحاظ ہو ورنہ
لاجواب خیال کیا جاتا پھر بھی نہیں معلوم کہ کس وجہ سے اونھون نے سکوت کیا آیا اس وجہ سے کہ جو مباحث
نیاز نامہ میں لکھے گئے ہیں وہ پیشتر طے ہو چکے ہیں پھر اون بحثون کو بیفائدہ اوقات ضائع کرنا ہی یا بوجہ عالی نظر
ہونیکے نیاز نامہ کی باتون کو قابل جواب نہیں خیال کیا اگرچہ بعض نے جواب دینے کا وعدہ بھی کیا ہو مگر جب تفصیل
اور پیر فطرتی اور اوس فن کی کتابون کو دیکھا تو جواب کی ضرورت نہ سمجھی اور اس امر پر نظر کی کہ عوام بسبب
اپنی کوتاہ نظری و پست ہمتی کے دھوکے میں پڑینگے - اب ذرا پادری صاحب ہی دل میں انصاف فرمائیں کہ
سیکڑون ولایتی پادری اور پرچر لاکھون روپیہ پنشن کا کھاتے ہیں اور بہت سے عمدہ عمدہ ہوادار بنگلون میں عیش کرتے
ہیں اور ایک ایک کو سیکڑون روپیہ ماہانہ صرف اس غرض سے ملتا ہی کہ دین کی اعانت و ہدایت کریں مگر آج
وقت تک بہت کتابیں علماء اسلام کی تصانیف سے رد نصاری میں موجود ہیں جنکے جواب میں کسی نے بھی
قلم نہیں اوٹھایا باوجود یکہ بعض بعض کو چھپے ہوئے عرصہ دراز ہو گیا مثلاً کسیکو اٹھائیس برس کسیکو اڑتیس
برس کسیکو کچھہ کم و بیش - اب فرمایئے کہ یہ سیکڑون پادری جو لاکھون روپیہ اسی کام کا پاتے ہیں اور
فارغ البال ہو کر لطف زندگی اوٹھاتے ہیں کیون اونکا جواب نہیں لکھتے محمدی عالم تو ایک بھی ایسا

ل اخبار نور الانوار نمبر ٣ جلد ٣ مطبوعہ ٢٢ اگست ١٨٦٨ء قابل ہی کہ ہندوستان میں دو سو ولایتی پادری صاحبونکی
تعداد ہی جو اسی کام میں مصروف ہیں یعنی لوگونکو عیسائی بنانیکی کوشش کرتے ہیں علاوہ ازین ملکی قوم کے اسی دو
ہین اونکا کام بھی ایسا ہی ہو انتہی - اب یہی پادری اور پرچرون کو قیاس کرنا چاہیے کہ کس قدر ہونگے کیونکہ متعدد دیسی پرچر اور
پادری ایک ایک ولایتی پادری کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ١٢
ل چند کتابونکی فہرست مع ... اس کتاب کے پہلے حصہ کے آخر میں دی ہے اور رسالہ اصلاحات مذہبی میں بہت سی اس قسم کی کتابونکی

نہین ہے جسے سو پچاس ہی روپیہ اس کام کے لیے ملتا ہو پہر سمجہیے کہ تمام اسلام کی کتابین لاجواب خیال کیجائین
یا علماے مسیحی کی اور ہمارے علما قابل الزام کے ہین یا آپ کے خدا انصاف سے فرمائیے گا —
پہر یہی نہین کہ کتابون کے جواب نہین لکہے بلکہ جب کسی پادری صاحب سے مناظرے کو کہیے اور یہ بعید
یہ جان لین کہ یہ شخص ماہر ہے تو سو حیلہ و بہانہ کر کے ٹالدینگے اور ہرگز سامنا نکرینگے تاکہ امر حق لوگون سے پوشیدہ
رہے اور کوئی خدا کی راہ پر نہ ہووے ہان جہان یہ معلوم کر لینگے کہ مقابل ماہر نہین ہے وہان آستین
چڑہا کر مستعد ہوجاینگے بلکہ اوسکے گہر پر جا کر اوسے تنگ کرینگے۔ ملاحظہ کیجیے کہ پادری عماد الدین صاحب
صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہو گئے اور جب مینے بذریعہ اخبار اونکی خواستگاری کی تو دم بہی نہ مارا۔ پادری
صفدر علی صاحب خود ہی ملاحظہ کرین کہ کس آرزو سے مینے مناظرہ تحریری کی خواہش کی اور لکہا کہ
نیاز نامہ کی ہر ایک بحث کو علٰحدہ علٰحدہ طے کر لیجیے تاکہ کامل طور سے ہر ایک امر کی تحقیق ہو جاے اور بعد ختم
مناظرہ کے کتاب مرتب کر کے چہپوا دیجاے جس سے ہر ایک کو کامل فائدہ ہو۔ مینے یہ بہی کہا کہ اگر آپ کو
فرصت کم ہو تو بہت سے پادری صاحب فارغ البال ہین اونمین سے ایک کو دو کو دس کو شریک کر لیجیے
اور مناظرہ کیجیے مگر جناب نے مجہے کچہہ جواب ہی نہ دیا نور افشان مین طبع کرایا کہ مین تو تو مین مین نہین
پڑتا۔ اب انصاف کیجیے کہ جس امر سے دوسرون کو الزام دیا جاتا ہے اوسے خود ہی اختیار کرتے ہین
کیا اظہار حق کا یہ طریقہ نہین ہے کہ ہر ایک اختلافی امر مین جداگانہ بحث کر کے طے کیا جاے بیشک ہے اور عمدہ
طریقہ ہے پہر باوجود ماہر ہونے کے کیون اس سے گریز کیا گیا۔ مینے نیاز نامہ کے بہت مضامین کا جواب تفصیلی
منشور محمدی مین طبع کرایا مگر آج تک پادری صاحب نے یا اونکے دوسرے حامیون نے ایک کا بہی جواب دیا
اور اظہار حق نہ فرمایا ہان عوام کے فریب دینے کو یہ کہدیتے ہین کہ نیاز نامہ کا جواب قیامت تک ہوگا
یہ حال یہی علما کا ہے کہ اپنے مریدون اور ہم مشربون مین سرخروئی حاصل کرنے اور مشن کا روپیہ مارنے
کے لیے ہزارون کوس جائین اور تمام تمام دن اور رات مہینون ناواقفون اور فریب خوردون سے باتین
بنائین مگر ایسے مقام پر دین و ایمان کی بابت سوچنے اور بیان کرنیکی فرصت نہین ہے جہان کامل
طور سے حق و باطل مین تمیز ہو جاے اور پورے طور سے مغالطہ دہی یا غلط فہمی کہل جاے —

دوستانہ التماس

اے میرے مخاطب مینے عریضہ نیاز کے جواب مین جو کچھہ لکھا ہی وہ محض الزام دینے کی غرض سے نہین لکھا بلکہ اس غرض سے لکھا ہی کہ آپ موازنہ فرماوین اور نیاز نامہ کا جواب ہو نہ سکے تو اوسے لاجواب سمجھ لین مین اپنے علما بلکہ تمام اہل اسلام کی دین کیجانب سے غفلت اور بے توجہی کا اقرار کرتا ہون اگر یہ غافل نہ ہوتے تو دنیا مین تثلیث پرستی کا وجود تلاش کرنے سے ملتا مجھے یہ بھی معلوم ہی کہ آپنے جو یہ مقدس اور سچا مذہب چھوڑا اور تثلیث پرستی اختیار کی اسکی وجہ بھی ہمارے علما کی بے توجہی ہوئی ادھر تو اونکی بے توجہی نے آپکو غصہ دلایا ادھر اوس طرف پادری صاحبان نے سرفروئی کا موقع پایا اور بعد فریب مین آجانیکے تعریفین کر کے ایسا نفس کو موٹا کیا کہ اوس جال سے نکلنا دشوار ہوگیا افسوس صد افسوس کہ آپ سے دانا اور ہوشیار کو شیطان نے ایسا دھوکا دیا آپنے خیال نہین فرمایا کہ یہ جاہ و منصب اور دنیا کے لوگونکی تعریفین کے روز تک ہین پھر ایکدن خداتعالی کو منھہ دکھانا ہی اگر حیات چندروزہ مین کسینے تعریف نکی تو کسینے سر پر نہ چڑھایا تو کیا یہ دانشمندی کی بات ہی کہ حیات فانی کے لطف کے لیے حیات جاودانی کو تباہ کر دے اور غور و تامل نکرے ہرگز نہین ہرگز نہین اے پیارے سوچو اور مجھہ کسیکی بے توجہی اور کج خلقی پر خیال نکرو بلکہ میری کتاب مین غور کرو اور دیکھو مینے تمھاری خیرخواہی کیوجہ سے نہایت محنت کر کے امر حق اظہر من الشمس کیا ہی اور تمھارے شبہونکا کیا تسکین بخش جواب دیا ہی —

اس کتاب مین نیاز نامہ و عدم ضرورت قرآن مولفہ پادری ٹھاکر داس کا جواب ہی مگر پہلے اور دوسرے حصہ مین زیادہ خیال و توجہ نیاز نامہ کیطرف کی گئی ہی اور عدم ضرورت کا جواب ضمناً ہوا ہی اور اسکے بعد جہان عدم ضرورت کی فصل نہم کا جواب دیا گیا ہی وہان پادری ٹھاکر داس صاحب کی طرف پوری توجہ کی گئی ہی کیونکہ وہان پادری صاحب نے بہت زبان درازی کی ہی پہلے حصے مین اگرچہ بظاہر پورے نیاز نامہ کا جواب نہین ہی مگر تامل سے دیکھنے کے بعد بخوبی معلوم ہو سکتا ہی کہ اسی حصہ مین سارے نیاز نامہ کا جواب ہی اتنا ہی فرق ہی کہ بعض امر کا تفصیلی جواب ہے اور بعض کا اجمالی اور مقدمہ کتاب تو ہر ایک اعتراض کے متعدد جواب نکلتے ہین ذرا انصاف سے دیکھنا چاہیے

واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین — اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واجعلنا منھم —

آمدم برسر مطلب

ناظرین با تمکین پر واضح ہو کہ محرر سطور قبل جواب تفصیلی کے تمہید لکھتا ہی جسمین دو مقدمے چند تحقیقات پر مشتمل ہین یہ وہ تمہید ہی جس سے تمام اعتراضات پادریصاحب کے درہم و برہم ہو جاتے ہین اور تمام نیاز نامے کے متعدد جوابات نکل آتے ہین —

پہلا مقدمہ

واضح ہو کہ خلاصہ اعتراض مصنف نیاز نامہ کا صرف اسقدر ہے جو خود اونھون نے صفحہ ۲ و ۳ مین اسطرح بیان کیا ہی کہ باوجودیکہ قرآن و احادیث مین کتب مقدسہ یعنی توریت و انجیل و صحف انبیا کرام کو سچا اور کلام اللہ بتایا ہی اور جا بجا اونکی تصدیق اس درجے پر کی ہے اور اس مرتبہ اونکے فضل و کمال و ہدایت و تعلیم و تکمیل کی تعریف و توصیف مرقوم ہی جس سے زیادہ خیال مین نہین آسکتی مگر باانہمہ پھر وہی قرآن و حدیث اونھی کتاب کے مخالف و مباین و معارض ہین نہ صرف فروعات مین بلکہ خاص مطالب اور عمدہ مقاصد اصول ایمانیہ اور ارکان دین مین بھی بکثرت تمام لہذا ناممکن ہی کہ قرآن و حدیث منجانب اللہ ہون ۔۔ پادری صاحب کے اس اعتراض پر کلام مقدس کی ایک آیت مجھے یاد آئی وہ یہ ہی یَا اَہْلَ الْکِتَابِ ہَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اے اہل کتاب تم ہمسے بیزار نہین مگر اسوجہ سے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ اوتارا گیا ہمپر اور جو کچھ اوتارا گیا ہمسے پیشتر اور تم مین اکثر نافرمان اور سرکش ہین ۔ پادریصاحب کے قول سے اس آیت کی خوب تصدیق ہوتی ہی ۔ یہ اعتراض بعینہ ایسا ہی کہ کوئی یہودی بہ نسبت انجیل کے یون کہے کہ باوجودیکہ انجیل مین کتب مقدسہ یعنی توریت و صحف انبیاے کرام کو سچا اور کلام اللہ بتایا ہی اور جا بجا اونکی تصدیق کی ہی اور اوسپر عمل کرنیکو ضروری بتایا ہی مگر باانہمہ پھر وہی انجیل اونھین کتابون کے مخالف و مباین ہی نہ صرف فروعات مین بلکہ خاص مطالب اور عمدہ مقاصد اصول ایمانیہ اور ارکان دین مین جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا لہذا ناممکن ہی کہ انجیل منجانب اللہ ہو جسطرح

یہودی کا یہ اعتراض محض غلط و خیال خام ہی اسیطرح پادری صاحب کا اعتراض بالکل بیجا اور تمام
ہو اونکی نافہمی ہی او نہیں ایسا دھوکا لگا ہی دیکھیے ایک بہت بڑے فاضل عیسائی گاڈفری ہیگنس
اپنی کتاب اپالوجی مین جہان مذہب اسلام کے شیوع کے وجوہ بیان کیے ہین لکھتے ہین —

در دفعہ ۱۳۲ یہودی یا عیسائی قیدی کے لیے علاوہ خوشی زندگی آیندہ کے آزاد ہوجانا انعام
سر دست تھا پس جس شخص کی آزادی بموجب قواعد جنگ کے جاتی رہی ہو اور وہ اپنی شمشیر کے
یہودی یا عیسائی تعصبات کے چھوڑنے کے بدون بھی ایمان لا سکتا ہو اسوجہ سے کہ محمد اوسکے
مذہب کے کمل کرنیکے لیے خاص مقرر ہوے تھے نہ اوسکے دور کرنیکو۔ پھر دفعہ ۱۵۴ مین لکھتے ہین
جس شخص کو دین محمدی کیطرف تھوڑی سی بھی رغبت ہو وہ بآسانی مان لیگا کہ اونکے مسائل مین
کوئی ایسی بات نہ تھی جو دین عیسوی او موسوی کے مخالف ہو " ہمارے مخاطب ملاحظہ کرین کہ
اونکے مذہب کے فہمیدہ اور محقق عالم کیا کہتے ہین قطع نظر اسکے کہ اس عالم کے قول کا سچا ہونا
اس کتاب مین بخوبی ثابت کر دیا گیا ہی اسوجہ سے بھی اسکا قول لائق قبول ہو سکتا ہے کہ
منشی صفدر علی صاحب سے مرتبا لائق ہی اور طرفداری کا احتمال بھی کسیطرح نہین ہو سکتا
کیونکہ اس اقرار مین فاضل مذکور کو دنیاوی نقصان کے سوا کوئی نفع دنیاوی متصور نہین ہے
بجز اسکے کہ تحقیق کے بعد انصاف ولی کے جوش مین اس عالم نے ایسا لکھا اور کیا ہو سکتا
ہی۔ اب ہم محققانہ طور پر اس اعتراض کا جواب لکھتے ہین ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ فرمائین
واضح ہو کہ یہ اعتراض تین باتون پر موقوف ہی جب تک اونکا ثبوت کما حقہ نہولے اوس
وقت تک یہ اعتراض ہرگز قابل توجہ نہین ہو سکتا۔

اوّل قرآن مجید و احادیث صحیحہ مین جو توریت و انجیل کی تصدیق ہی اوس سے بعینہ یہ مجموعہ بائبل تمام مراد ہو
دوم۔ کسی کتاب کی تصدیق و توصیف کے لیے یہ ضرور ہو کہ تعریف کرنیوالا اوس کتاب کے جمیع مقاصد
کی تصدیق کرتا ہی اور من اولہ الی آخرہ اوسکے تمام مطالب کو تسلیم کرتا ہی اور صحیح جانتا ہے —
سوم جو منافات و مخالفت دونون کتابون مین بیان کی گئی ہو وہ واقعی و نفس الامری ہو محض

معترض کو قصور فہم و عدم تحقیق ہو ۔ ظاہر ہی کہ بغیر اثبات ان تینون امرون کے پادری صاحب کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا اب ہم ان تینون امور کی تحقیق کرتے ہون تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ معترض نے بغیر ثابت کیے ان تینون باتون کے جنکا ثابت کرنا اونکو ضرور تھا تمام اعتراض کیا اسمین کوئی شک نہیں کہ بغیر قیام بنیاد تعمیر بلند اوٹھانا شروع کر دی ۔

پہلی بات کی تحقیق

قرآن مجید مین جس مقام پر توریت کا لفظ بولا گیا ہی اوس سے وہ کتاب آلہی مراد ہی جو خدا کیطرف سے موسیٰؑ کو دیگئی چنانچہ سورۂ سجدہ مین ہی وَلَقَدْ آتَیْنَا مُوسَی الْکِتَابَ بیشک ہمنے موسیٰ کو کتاب دی یہان گرچہ مطلق کتاب کہا گیا ہی لفظ توریت نہین بولا گیا مگر یہ امر بالاتفاق ثابت ہی کہ جو کتاب حضرت موسیٰ کو دی گئی وہ توریت ہی تھی اس سے ظاہر ہی کہ کتاب سے مراد توریت ہی پس لامحالہ توریت وہ کتاب ہوئی جو حضرت موسیٰ کو دیگئی تھی ۔ اور سورۂ اعراف مین ہی وَکَتَبْنَا لَہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً الخ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ لکھا ہمنے موسیٰ کے لیے لوحون پر ہر ایک امر نصیحت کے لیے اور بیان ہر ایک ضروری چیز کا پس (اے موسیٰ) مضبوط پکڑ اونکو اور حکم کر اپنی قوم کو کہ عمل کرین اونکی عمدہ ترین تو تفسیر اس آیت سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ الواح سے مراد پوری توریت ہی نہ صرف وہ دو لوحین پتھر کی جنکے ملنے کا ذکر خروج کے باب ۳۱ و ۳۲ و استثنا کے باب ۴ و ۵ و ۱۰ مین ہی کیونکہ اون لوحون پر فقط دس حکم لکھے ہوے تھے نہ کل شریعت موسیٰؑ اسکی وجہ یہ ہی کہ ۔

اوّل تو اونکے بیان مین دو وصف ذکر ہوے ایک یہ کہ اونمین ہر قسم کی باتین نصیحت کے لیے ذکر کی گئین ہین دوسرے یہ کہ ہر ضروری چیز کا اونمین بیان ہی اور ظاہر ہی کہ اون دو لوحون مین یہ دونون باتین نہ تھین بلکہ صرف دس حکم تھے البتہ تمام توریت مین ہر طرح کی نصیحت بھی تھی اور ہر ضروری چیز کا بیان بھی تھا اس وجہ سے ضرور ہی کہ یہان الواح سے مراد وہ ساری کتاب لیجاے جو حضرت موسےؑ کو دی گئی ؂

دوم یہ کہ حضرت موسی کو یہ حکم ہوا کہ اپنی قوم سے کہین کہ اونکی عمدہ ترین باتون پر عمل کرو اس حکم سے صاف ظاہر ہو کہ اونمین ایسی باتین بھی ہین جنپر عمل نکرنا چاہیے یا عمل کرنا ضرور نہین ہو اور وہ تو مین جنپر وقتی حکم لکھے تھے اونمین کوئی حکم ایسا نہین ہو جسپر عمل کرنا ضرور نہو البتہ اس تمام کتاب مین ایسی باتین بھی ہین جنپر عمل کرنا موسی کی قوم کو نچاہیے تھا مثلاً شریعت ابراہیمی اور شریعت نوحی کے وہ احکام بھی توریت مین مذکور ہین جو شریعت موسوی مین منسوخ کردیے گئے تھے اسوجہ سے یہ حکم ہوا کہ اوس کتاب کی عمدہ باتون پر عمل کیا جائے یعنی جو احکام منسوخ نہین ہین اونپر عمل کیا جائے اور جو منسوخ ہوگئے ہین اونپر عمل نکیا جائے کیونکہ وہ زمانہ موسوی کے لحاظ سے عمدہ نرہے تھے غرضکہ قرآن شریف نے جس توریت کی تصدیق کی ہو اور متعدد طور سے اوسکا نام لیا ہو کہین تو الکتاب کہا ہو کہین الواح سے تعبیر کیا ہو کہین صحف موسی کہا ہو وہ کتاب وہ ہو جو حضرت موسی کو دیگئی اوسمین سے دس حکم تو لوحون پر ید قدرت سے لکھے ہوے ملے تھے اور باقی بطریق وحی مرحمت ہوے ؛

اب یہ امر غور طلب ہو کہ وہ کتاب کونسی ہو اور کہان ہو کیونکہ قرآن شریف نے کوئی صاف تعین نہین کردی جسکے سبب سے ہم بالیقین یہ کہدین کہ یہ موسی علیہ السلام کی کتاب ہو البتہ توریت کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ اوسمین حکم الہی ہی نعمت ہو حضرت محمد مصطفے علیہ الصلوۃ والثنا کی بشارت ہو بنی اسرائیل کے لیے نور ہدایت ہو اور یہ بھی فرمایا ہو کہ اہل کتاب کے پاس ہو یہ نشانات حضرت موسی کی کتاب کے قرآن مجید مین مذکور ہوے ہین اب انصاف اسکا مقتضی ہو کہ جو کتاب یہود و نصارے کے پاس ہو اور اوسمین اوصاف مذکورہ پائی جاتے ہین اوسکو یون کہہ سکتے ہین کہ یہ توریت کے مضامین ہین اسکے یہ ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ بالتخصیص یہ پانچ کتابین جنکو عیسائی موسی کی کتاب کہتے ہین من اولہا الی آخرہ لفظ بلفظ توریت ہو کیونکہ اوس وقت یہود کے پاس اور بھی کتابین تھین جنمین متفرق طور پر یہ اوصاف پائی جاتے تھے مثلاً طالمود کہ یہ کتاب صرف اونکے پاس تھی ہی نہین بلکہ ایسی معزز اور متبرک تھی جیسے یہ کتب خمسہ اسکے روایات اور احکامات کو وہ بالکل الہامی اور حضرت موسی سے بیان کیے ہوے یقین کرتے تھے اگرچہ عیسائی اوسے تسلیم نہین کرتے علاوہ اسکے اور بھی بعض کتابین حضرت موسی کی طرف منسوب تھین جنکا ذکر آنے والا ہو مثلاً کتاب

پیدایش صفحہ پر کیا پادری صاحب قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت کر سکتے ہین کہ یہ کتاب پیدایش توریت کا جز نہین ہی اور وہ کتاب پیدایش جسے آپ جز قرار دے رکھا ہی اوسکا جزو ہی- آپ طرح اگر ان پانچون کتابون مین سے کسی جزو کو کم کر دیا جائے تو بھی اوصاف مذکورہ قرآن اوسمین پائے جائینگے الغرض یہ کسیطرح ثابت نہین ہو سکتا کہ قرآن مجید نے ان پوری پانچ کتابون کی تصدیق کی ہی جنھین اہل کتاب اب توریت کہتے ہین بلکہ انصاف اسکا مقتضی ہی کہ اس توریت کے جو احکام اور جو نصائح اور جو اخبار قرآن مجید کے مطابق ہین اونکی تصدیق بالیقین ہی اور جنکا ذکر قرآن مجید مین نہین ہی اونکی تصدیق محتمل ہی اور اگر کوئی امر مخالف قرآن ہی تو کسیطرح اوسکی تصدیق کا احتمال بھی نہین ہو سکتا- یہان سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ پادری صاحب کا صفحہ ۱۲ مین یہ کہنا کہ ہم کچھ حاجت نہین کہ ہم اون آیات قرآنی کو اس جگہ نقل کرون جنمین صاف صاف اقرار کیا ہی اور علانیہ شہادت دی ہی کہ کتاب مقدس تمام و کمال کلام اللہ ہی" کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا آیات قرآنی کا منشا تو اسیقدر ہی جو اوپر ذکر کیا گیا افسوس ہی کہ پادریصاحب غور نہین فرماتے ہین یہ امر بھی غور کے لائق ہی کہ جس طرح توریت کی نسبت یہ فرمایا ہی کہ اہل کتاب کے پاس ہی اسی طرح یہ بھی کہا ہی کہ اہل کتاب اپنی طرف سے کتاب لکھتے ہین اور کہدیتے ہین کہ یہ اللہ کیطرف سے ہی پھر جب بانی اسلام نے اہل کتاب سے ایسا ڈرا دیا ہی تو ہم کیونکر اونکی بات کا یقین کرلین اور جسکو وہ کتاب الٰہی بتائین ہم اوسیکو کتاب الٰہی اعتقاد کرلین اور یہ سمجھنے لگین کہ جس کتاب کا ذکر قرآن مجید مین ہی وہ بعینہ وہی ہی جسے اہل کتاب کہہ رہے ہین اسلیے ہمین ضرور ہوا کہ توریت کی تحقیق کے لیے پہلے اون کتابون کو دریافت کرین جو حضرت موسی کیطرف منسوب ہین اور پھر اون کتابون مین غور کرین کہ اونسے کیا ثابت ہوتا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ کتابین جو آجتک یہود و نصاریٰ مین مسلّم اور مشہور ہین پانچ ہین (۱) پیدایش (۲) خروج (۳) احبار (۴) گنتی (۵) استثنا ان پانچون کتابون کے دیکھنے سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتابین اول سے آخر تک حضرت موسی کی نہین ہین بعض مقامات نقل کرتا ہون ناظرین ملاحظہ کرین **اول** استثنا کا باب ۳۴ یہ کل باب حضرت موسی کا لکھا ہوا نہین معلوم ہوتا

مضمون صاف ورس ۵ و ۶ و ۱۰ اسکا مضمون یہ ہی ؎ سو خداکا بندہ موسی خداوند کے حکم کے موافق مواب کی
سرزمین مین مرگیا اور اوسنے اوسے مواب کی ایک وادی مین بیت فغور کے مقابل گاڑا پر آجکے دن تک کوئی اوسکی
قبر کو نہین جانتا ؎ اور دسوین ورس مین ہی کہ ؎ اب تک بنی اسرائیل مین موسی کی مانند کوئی نبی نہین اوٹھا الخ
غرضکہ اس باب کے مضمون کو دیکھکر ہر شخص یقین کر سکتا ہی کہ حضرت موسی کا لکھا ہوا نہین ہی کسی اور نے
لکھا ہی اور وہ بھی حضرت موسی کے بہت عرصے کے بعد لکھکر ملا دیا گیا ہی چنانچہ ان الفاظ سے ظاہر ہی کہ آج
کے دن تک کوئی اوسکی قبر کو نہین جانتا۔ اور اب تک بنی اسرائیل مین موسی کے مانند کوئی نبی نہین ہوا
چونکہ اس امر کے انکار کرنیکی گنجایش کسیطرح نہین ہی اسلیے علماے مسیحیہ کو بھی مجبوراً ماننا پڑا کہ یہ باب حضرت
موسی نے نہین لکھا ہی چنانچہ ڈاکٹر آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد اول مین لکھتے ہین کہ ؎ موسی کا کلام
پہلے باب پر تمام ہوگیا اور یہ باب موسی کا کلام نہین ہی اس مقام پر بعض علماے یہود نے ایک عمدہ
حاشیہ لکھا ہی جو قبول کرنے کے لایق ہی اونے لکھا ہی کہ اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ کتاب استثنا اوس الہامی
دعا پر تمام ہوئی جو موسی نے بارہ گروہون کے لیے کی ہی اور یہ باب ستر مشایخون نے موسی کے
مرنے کے بعد لکھا انتہی ؎ اور تفسیر ہنری اسکاٹ مین ہی ؎ موسی کا کلام پہلے باب پر تمام ہوگیا اور یہ
باب کسیکا ملایا ہوا ہی اب وہ ملانے والا یوشع ہو یا صموئیل یا عزرا یا اور کوئی نبی بعد انکے ٹھیک دریافت
نہین ہوتا شاید پچھلی آیتین اس باب کی بعد رہائی کے قید بابل سے عزرا کے عہد مین لکھی گئی ہونگی ؎
آب ناظرین ملاحظہ کرین کہ آدم کلارک تو مشایخ کو اسکا مصنف قرار دیتا ہی جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ
غیر الہامی لوگون نے بھی ان کتابون مین تصرف کیا اور تفسیر ہنری والے کسیکو متعین نہین کرتے
اب مجھے زیادہ بحث کرنیکی ضرورت نہین ہی اس قدر کہتا ہون کہ جب یہ متعین نہین ہی کہ یہ کسنے ملایا
تو اسکی تعیین کیسے ہو سکتی ہی کہ وہ ملانے والا نبی ہی یہ محض اونکا حسن ظن ہی جسپر کوئی دلیل نہین ہی
پھر تحقیق کے وقت ایسے بے دلیل گمانون کی کیا وقعت ہو سکتی ہی اور اگر مان لیا جائے کہ یہ کسی نبی
کا ملایا ہوا ہی تو اسکا ثبوت کیسے ہو سکتا ہی کہ اوس نبی نے الہام سے لکھا ہی کیونکہ علماے مسیحیہ کے نزدیک
یہ امر مسلم ہی کہ نبی کی کل تحریر الہامی نہین ہوتی چنانچہ اسکا ذکر آیندہ آنے والا ہی پس جب اسکا الہامی ہو

ثابت نہوا تو ثابت ہوگیا کہ موسیٰ کی کتابون مین غیر الہامی کلام بھی ہی جسکو خدا کا کلام نہین کہہ سکتے ۞

دوم استثنا کے باب ۳۳ ورس ۱ مین ہی "اور یہ وہ برکت ہی جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی" اور ورس ۴ مین ہی "موسیٰ نے ہمکو ایک شریعت فرمائی جو یعقوب کی جماعت کی میراث ہوئی" اب ناظرین فرمائین کہ وہ کون ہی جو کہتا ہی کہ موسیٰ نے ہمکو ایک شریعت فرمائی کیا یہ قول موسیٰ کا ہو سکتا ہی ہرگز نہین بلکہ کسی دوسرے شخص نے اپنا کلام موسیٰ کی کتاب مین ملا دیا ہی۔

سوم پیدائش کے باب ۳۶ ورس ۳۱ مین ہی "اور بادشاہ جو ملک ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اوس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو یہ ہین الخ" اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتاب اوس وقت لکھی گئی ہی جس وقت بنی اسرائیل مین سلطنت قائم ہوئی ہی اور اول سموئیل باب ۹ و ۱۰ وغیرہ سے ظاہر ہی کہ اول بادشاہ بنی اسرائیل مین ساؤل ہوا جو ۳۵۶ برس بعد حضرت موسیٰ کے تھا آدم کلارک نے تفسیر کی پہلی جلد مین اس ورس کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ "غالب گمان میرا یہ ہی کہ یہ آیت اور اوسکے بعد کی آیتین ۳۹ تک موسیٰ نے نہین لکھین" غرضکہ یہ مفسر مقر ہی کہ نو آیتین جو موسیٰ کی کتاب مین تھین دوسرے شخص نے داخل کردین ۞

چہارم خروج کے ۱۶ باب ۳۵ و ۳۶ ورس مین ہی "اور بنی اسرائیل چالیس برس جب تک کہ وے زمین کنعان کے نواحی مین آئے من کھاتے رہے اور ایک اومر ایفہ کا دسوان حصہ ہی" ۞ یہ فقرہ بھی حضرت موسیٰ کے بعد داخل کتاب کیا گیا ہی کیونکہ اسکے مضمون سے ظاہر ہی کہ یہ فقرہ اوس وقت لکھا گیا ہی جس وقت من کا کھانا موقوف ہو چکا تھا اور من کی موقوفی حضرت موسیٰ کے بعد ہوئی ہی چنانچہ کتاب یشوع کے باب ۵ ورس ۱۱ و ۱۲ سے ظاہر ہی اور ایفہ کا وزن بھی موسیٰ کے بعد نکلا ہی اسی طرح گنتی کے باب ۲۱ ورس ۳ اور باب ۳۲ ورس ۴۱ کا حال ہی اور سوا انکے اور بھی مقامات ہین جنسے یقینی ثابت ہوتا ہی کہ یہ کل کتابین توریت کی حضرت موسیٰ کے عہد مین نہین لکھی گئین اظہار الحق مین تیرہ مقام اس طرح کے نقل کیے ہین مینے سب کا نقل کرنا ضروری نہین سمجھا ناظرین وہان ملاحظہ کرلین ۞

الغرض توریت خود اس بات کی شہادت دیتی ہی کہ اوسمین خالص الہامی کلام حضرت موسیٰ کا
نہین ہی بلکہ دوسرا کلام بھی خلط ہو گیا ہی بیان سے یہی بات ثابت نہین ہوتی کہ یہ چند مقامات
توریت مین الہامی نہین ہین بلکہ بنظر انصاف یہ امر بھی ثابت ہوتا ہی کہ تمام کتاب مشتبہ ہو گئی
کیونکہ جب کسی تحریر مین ایک لفظ بھی مشکوک ہو جاتا ہی تو کل تحریر سے اطمینان اوٹھہ جاتا ہی اور جس وقت
کہ متعدد مقامات پر بالیقین غلط کا ثبوت ہو تو کون عاقل کہہ سکتا ہی کہ یہ تمام تحریر مشتبہ نہین ہی
میری غرض اس سے صرف اس قدر ہی کہ اس خلط ملط سے توریت کی تمام باتون پر ایسا اطمینان
نہین رہا جیسا کہ کلام الٰہی پر ہونا چاہیے اب ضرور ہی کہ اوسکی صحت دریافت کرنے کے لیے کوئی
کسوٹی ہو جس سے ہم اوسکو کلام الٰہی ہونے کا یقین کرین ان پانچ کتابون کے سوا اور بھی کتابین
حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہین مگر اہل کتاب نے اونہین غیر الہامی قرار دیکر اس مجموعے
سے خارج کر رکھا ہی جسے وہ الہامی کہتے ہین مثلاً (۱) کتاب مشاہدات موسیٰ (۲)
کتاب قیاس موسیٰ (۳) کتاب وصیت موسیٰ (۴) کتاب اسرار (۵)
کتاب معراج موسیٰ (۶) کتاب پیدایش صغیر ان کتابون کو علماے مسیحیہ الہامی
کتابون سے خارج بتاتے ہین مگر کوئی کافی دلیل اس امر کی پیش نہین کرتے کہ وہ پانچ کتابین
جنکا ذکر پہلے کیا گیا حضرت موسیٰ کی ہین اور الہامی ہین اور یہ کتابین الہامی نہین ہین اور پادری
صفدر علی صاحب کو علاوہ اسکے یہ بھی ثابت کرنا پڑیگا کہ قرآن مجید اونہین پہلی پانچ کتابون کی
تصدیق کرتا ہی نہ انکی کیونکہ اونکے اعتراض کی بنا تو فقط اسی پر ہے کہ قرآن مجید اس مجموعہ بائبل
کا مصدق ہی اگر یہ بات ثابت نہو تو پادری صاحب کا اعتراض بالکل لغو ہو جائیگا اور پادری صاحب
کا سارا زور اسپر ہی کہ قرآن مجید اوسی کتاب کا مصدق ہی جو اہل کتاب کے پاس تھی اور ظاہر
ہی کہ یہ کتابین بھی اونکے پاس تھین پھر تخصیص کی کیا دلیل ہی —
الغرض ہمین اسوقت اس سے بحث نہین کہ علماے مسیحیہ نے اپنے گمان مین کن کو کتب الہامی
قرار دے رکھا ہی بلکہ یہ گفتگو ہی کہ اسکا ثبوت نہین ہوتا کہ قرآن مجید خاص اونہین پانچ کتابون کی

حضرت موسی کی کتاب کہتا ہی جنھین اب عیسائی الہامی کہتے ہین اس تقریر سے ان پانچون کتابون
مین ایک دوسرا شبہہ پیدا ہو گیا کیونکہ معلوم ہوا کہ کون سی کتاب حضرت موسی کی ہی اس مختصر
تقریر سے دو باتین ثابت ہوئین ایک یہ کہ حضرت موسی کی الہامی تحریر خالص نرہی بلکہ اوسمین
غیرالہامی تحریر بھی مخلوط ہو گئی دوسرے یہ امر قطعی نہین کہ حضرت موسی کی الہامی تحریر انہین پانچ
کتابون مین منحصر ہی — ان پانچ کتابون کے سوا ۳۴ کتابین اور ہین جنھین عیسائی الہامی
کہتے ہین اور ان ۳۹ کتابون کے مجموعہ کو عہد عتیق نام رکھتے ہین وہ کتابین یہ ہین ۔

(۱) کتاب یشوع یا یوشع — اسمین حضرت یوشع کے حالات ہین - اس کتاب مین بھی بہت سے
فقرے ہین جنسے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ یہ کتاب بھی الحاق سے خالی نہین ہی چنانچہ باب ۲۴
ورس ۲۹ و ۳۰ وغیرہ مین ہی " اور ایسا ہوا کہ بعد ان باتون کے نون کا بیٹا یشوع خداوند کا
بندہ جو ایک سو دس برس کا بوڑھا تھا رحلت کر گیا - اور اونھون نے اوسکی میراث کے سوانے مین
تمنت سرہ مین جو کوہستان افرائیم مین کوہ جعس کے اوتر طرف کو ہی اوسے دفن کیا الخ " —
اسمین تو کسی طرح کا شک نہین ہو سکتا کہ ۲۹ ورس سے آخر باب تک یوشع کا لکھا ہوا نہین ہی بلکہ
کسی دوسرے کا ہی اور یہ معلوم نہین کہ وہ دوسرا شخص کون ہی جسنے یہ ورس ملا دیے ہین چنانچہ پادری
ٹھاکر داس صاحب اظہار عیسوی کے صفحہ ۱۹۴ مین لکھتے ہین " رہا بارہوان فقرہ سو اوسکی نسبت
معلوم ہو کہ بیان ہی ایسا ہی کہ یشوع خود نہین لکھ سکتا تھا لیکن جس طرح موسی کی وفات کا ذکر غالباً
یشوع نے آخر کتاب استثنا مین لکھا اوسی طرح یشوع کی وفات کا ذکر کسی ہم عہد نے درج کیا ہوگا "
یہان یہ امر پادری صاحب کے اقرار سے ثابت ہی کہ یہ ورس الحاقی ہین اور الحاق کرنے والا کوئی
متعین نہین ہی ایسی باتون سے اہل انصاف کے نزدیک تمام کتاب مشتبہ ہو جاتی ہی اور یہ
جو کہا ہی کہ استثنا کا آخری باب غالباً یشوع نے لکھا محض زبردستی ہی اس غالب کے لیے بھی کوئی
دلیل چاہیے اس بارے مین مفسرین کا اختلاف اوپر بیان کیا گیا ہی +

ہنری اسکاٹ مقام مذکور کی تفسیر مین لکھتے ہین " کہ پانچ ورس اخیر اس باب کے بلاشبہہ یوشع

کی تصنیف نہین فنحاس یا سموئل نے الحاق کیے ہونگی اور ایسا الحاق قدما مین بہت رائج تھا ،، کا-
ٹھاکر داس صاحب توکسیکا نام نہ لے سکے اٹکل سے کسی ہم عہد کیطرف منسوب کر دیا ہنری صاحب نے
دو کے نام بھی لے دیے مگر افسوس ہی کہ مفسرین کو کچھہ پتا نہین لگتا محض اٹکل سے کسیکا نام لیدیتے ہین
ہنری کا یہ مقولہ لائق یاد رکھنے کے ہی کہ ایسا الحاق قدما مین بہت رائج تھا ہمارا بھی جاہی کہ اون لوگون
مین کتب الہامیہ مین الحاق کا بہت رواج تھا یہ الحاق کچھہ شرارت اور بددینی پر موقوف نہین ہے
بلکہ محض سادگی سے بغرض تفصیل وغیرہ الحاق ہو مگر جس طرح ہوا الحاق ہوا اور بہت ہوا اور جب الحاق
ہوا تو یہ کتابین الہامی اور غیر الہامی کلام کا مجموعہ ہوگئین اس حالت مین انکے ہر لفظ یا ہر جملہ کو الہامی
سمجھنا جیساکہ پادری صاحب سمجھتے ہین سراسر غلط ہی

(۲) کتاب القضات - اسمین بنی اسرائیل کے اون لڑائی جھگڑون کا ذکر ہی جو حضرت یوشع کے
بعد ہوے اسکے مصنف اور زمانہ تصنیف مین بہت اختلاف ہی بعض فنحاس کی تصنیف بعض حزقیا
کی بعض یرمیا کی بعض حزقیل بعض عزرا کی بتاتے ہین اگر فنحاس یا حزقیا کی تصنیف ہی تو الہامی نہین
ہوسکتی کیونکہ انکی نبوت ثابت نہین ؂

(۳) کتاب راعوث یا روت اسمین ایک عورت راعوث کا حال ہی جو مواب کی اولاد مین سے تھی
اس امر مین اختلاف ہی کہ یہ کسکی تصنیف ہی بعض کہتے ہین کہ حزقیا کی ہی بعض عزرا کی بتاتے ہین
بعض سموئیل کی حزقیا کوئی الہامی شخص نہین ہی اگر یہ کتاب اسکی تصنیف ہی تو اسکے الہامی ہونیکا گمان نہین ہوسکتا

(۴) اول سموئیل اسمین حضرت سموئیل کا حال اور ساؤل کا بادشاہ ہونا بنی اسرائیل کے لیے مذکور ہی
یہ بنی اسرائیل مین اول بادشاہ ہی حضرت داؤد اسکے نوکر اور داماد تھے ؂

(۵) دوم سموئیل - اسمین ساؤل کے خاندان سے سلطنت جانیکا اور داؤد علیہ السلام کے بادشاہ
ہونیکا اور اونکے زمانہ سلطنت کا ذکر ہی - ان دونون کتابون کے مصنف کا پتہ بھی یقینی طور پر
نہین معلوم ہوتا مفتاح الکتاب کے صفحہ ۸۰ مین ہی کہ ود اون دونون کتابون کا نام سموئیل
اس لیے رکھا گیا کہ اس مشہور نبی نے پہلی کتاب کے اکثر باب تصنیف کیے چنانچہ ربیون کی روایت ہے

معلوم ہوا کہ پہلے چوبیس باب جن مین صموئیل کی پیدائش اور اعمال اور احوال کا بیان ہی خود اوسی
نبی سے لکھے گئے اور اوسکے باقی باب اور دوسری کتاب بالکل جاد اور ناتن نبیون سے ،، یہ بات جو
کہی گئی کہ اوّل صموئیل کے ۲۴ باب حضرت صموئیل کے لکھے ہین اور باقی سات باب جاد و ناتن
نے اس کہنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ اوّل صموئیل کے ۲۵ باب مین صموئیل کی وفات کا ذکر ہی پھر تمام
کتاب کو صموئیل کیطرف منسوب کیا جاے تو خود اوسی کتاب سے اوسکی تکذیب ہوجائگی اسلیے
دوسرون کا نام لے دیا اور اگر یہ بات نہوتی تو صموئیل کا نام تو اوپر لکھی دیا تھا۔ الغرض کوئی کچھی
ثبوت نہین ہی کہ یہ دونون کتابین کسی نبی کی تصنیف ہین اور بالفرض اگر کسی نبی نے لکھی ہون تو
الہام سے لکھنا ثابت نہین ہوتا اور یہ امر عیسائیون کے نزدیک مسلم ہی کہ نبی کی تمام تحریر الہام سے
نہین ہوتی اور ظاہر ہی کہ تاریخی واقعات لکھنے کے لیے الہام کی کیا ضرورت ہی اسیواسطے محققین
عیسائی اس بات کے قائل ہین کہ بیبل مین تواریخی امور اور علمی باتین الہام سے نہین لکھی گئین ؛
(۶) اوّل سلاطین (۷) دوم سلاطین۔ ان دونون کتابون مین حضرت سلیمان اور اخریا
وغیرہما بادشاہون کے حالات ہین۔ مفتاح الکتاب کے صفحہ ۳۰ مین ان دونون کتابون کی
نسبت لکھا ہی ،، اکثر لوگ سمجھتے ہین کہ داؤد سلیمان حزقیا بادشاہون نے اپنے اپنے عہد کا بیان کیا ،،
اور پادری ٹھاکرداس صاحب اظہار عیسوی مطبوعہ ۱۸۸۱ع کے صفحہ ۱۸ مین لکھتے ہین ،، ان
کتابون کا احوال لکھنے والے ناتن جد یشعیاہ یرمیا وغیرہ ہین جو سلطنت یہوداہ و اسرائیل مین
ہوے ،، پھر صفحہ ۱۹ مین لکھتے ہین ،، یہودی کہتے ہین کہ یرمیا نے لکھین بعض یشعیاہ کو منسوب
کرتے ہین لیکن ہمارے مروجہ عزرا کو مصنف قرار دیتی ہی ،، یہان سے ناظرین بخوبی دریافت کرسکتے ہین
کہ ان کتابون کا مصنف یقینی طور پر دریافت نہین ہوتا ہر ایک اپنے گمان سے کہتا ہی اگر مصنف
کی تعیین ہوتی تو باہم اختلاف نہوتا اور جب مصنف کی تعیین نہوئی تو طالب تحقیق خود کہہ سکتے ہین
کہ کس قدر اوس کتاب کے الہامی ہونے مین شک ہوگیا پھر ٹھاکرداس صاحب لکھتے ہین۔
،، کتب سلاطین و تواریخ سے معلوم ہوتا ہی کہ نبی اپنے زمانے کے بادشاہون کا حال لکھا کرتے تھے

۲ تواریخ ۹ – ۲۹ و ۱۲ – ۱۵ و ۲۰ – ۳۴ – ۳۲ الخ ان حوالون سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ سلاطین وغیرہ مین بعینہ وہی حال ہو جو اون نبیون نے قلمبند کیا تھا دیکھیے ٹھاکر داس صاحب جو ۲ تواریخ باب ۱۲ درس ۱۵ کا حوالہ دیتے ہین وہ یہ ہو ” اور رحبعام کا احوال اول و آخر جو ہو سو سمعیاہ نبی کی کتاب مین اور عیدو غیب بین کی کتاب مین نسب نامون کی بابت لکھا ہو “ ٹھاکر داس صاحب فرماتین کہ سمعیاہ نبی کی کتاب کہان ہو جب اسکا پتہ نہین تو یہ کیونکر یقین ہو کہ جادو ناتن نے جو کچھ لکھا تھا وہ موجود ہے ہو سکتا ہو کہ جس طرح سمعیاہ کی کتاب موجود نہین ہو جادو ناتن کی بھی موجود نہو اور کتاب سلاطین وغیرہ اوہ مورخون نے لکھی ہو اور پادری صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ ” ان حوالون سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کتابون کے مصنف دو قسم کے ہین - ایک وہ جنھون نے اول واردانون کو شاہی دفاتر مین قلمبند کیا - دوسرے وہ جنھون نے ان دفترون سے ضروری حکایات نکال کر یہ کتب سلاطین تالیف کین “ ؛

اس تحریر سے اس امر کا تصفیہ ہو گیا کہ کتب سلاطین مذکورہ الہامی نہین ہین بلکہ شاہی دفترون سے انتخاب کی ہوئی حکایتین ہین - اب ہمین زیادہ بحث کی حاجت نہین ہمارا مقصود اتنا ہی ہو کہ یہ الہامی کتاب نہین ہو قرآن مجید ان کتابون کی تصدیق نہین کرتا ؛

(۸) اول تواریخ - اسمین پہلے تو بنی اسرائیل کے فرقون کا نسب نامہ مذکور ہو پھر مجمل کچھ حال ساؤل کا ہے اسکے بعد حضرت داؤد کا ذکر ہے ؛

(۹) دوم تواریخ - اسمین حضرت سلیمان کی بادشاہت سے لیکر بخت نصر کی بادشاہت تک کے واقعات مجمل طور پر بیان ہوئے ہین - ان دونون کتابون کی نسبت پادری ٹھاکر داس صاحب اظہار عیسوی کے صفحہ ۱۹ و ۲۰ مین لکھتے ہین ” عبرانیون کا گمان ہو کہ عزرا اسکا مصنف تھا جسنے بمدد حجی اور زکریاہ بابل کی اسیری کے بعد لکھا - اگرچہ بعض باتین ان کتابون مین ایسی ہین جنسے عزرا کا مصنف ہونا محال معلوم ہوتا ہو جیسے مصنف زروبابل کا نسب نامہ بارھوین پشت تک لکھتا ہے حالانکہ اوس وقت تک زندہ نہ تھا پھر یہ نسب نامہ کیونکر لکھ سکتا تھا - مگر خیال رکھنا چاہیے کہ

یہ نسب نامہ اوسکے مصنف ہونیکا مانع نہیں ہوسکتا کیونکہ عبادتخانہ کے ممبر یہ نسب نامہ درج کرسکتے تھے
ٹھاکر صاحب کی تقریر سے کئی باتیں ثابت ہوئیں اوّل یہ کہ دونون کتابین الہامی نہیں ہین کیونکہ
بموجب اونکی تحریر کے عزرانے نحمیا اور ذکریا کی مدد سے لکھا ہی اور یہی راے جمہور اہل کتاب کی ہی
اور ظاہر ہی کہ الہام کے لیے کسیکی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہی بات پادری صاحب کے اوس
قول سے ثابت ہوتی ہی جو اونھون نے صفحہ ۱۸۵ مین لکھا ہی وہ یہ ہی " واضح ہو کہ یہ غیب مین بھی
اپنے زمانیکا احوال علحدہ لکھتے رہے اور غالبًا عزرانے اونکی کتاب سے تواریخ کی کتاب لکھی "
پس جب عزرانے تواریخ کو اونکی کتاب سے انتخاب کیا تو ثابت ہوگیا کہ الہام سے نہیں لکھا
دوسرے یہ کہ اس کتاب مین بھی بالیقین الحاق ہوا ہی اور الحاق کرنے والے کا پتہ نہیں ہی
تیسرے یہ کہ عبادت خانہ کے ممبر بھی کتب سماوی مین دخل در معقولات کیا کرتے تھے اور حسب موقع
اپنی طرف سے کچھ ملا دیا کرتے تھے یہ بات بہت صحیح ہی بیشک اوس وقت کے لوگون کا یہ دستور
معلوم ہوتا ہی اسی وجہ سے تمام بیبل قابل اطمینان نہیں رہی اوسکے مضامین الہامیہ بھی عدم تمیز کے
باعث سے مشکوک ہوگئے اور کسی دوسری کتاب کی حاجت پڑی جو ہمین مضامین الہامیہ کو علحدہ
کرکے بتادے اور وہ کتاب قرآن مجید ہی *

(۱۰) کتاب عزرا - اس کتاب مین یہ قصہ مذکور ہی کہ بادشاہ ایران کے حکم سے بنی اسرائیل بابل کی
قید سے چھوٹ کر اپنے ملک مین آئے اور برے کامون سے توبہ کی اور بیت المقدس دوبارہ بنایا گیا
اسکی نسبت ٹھاکرداس صاحب اظہار عیسوی کے صفحہ ۲۰ مین لکھتے ہین " یہودی اور اکثر مسیحی علماے
عزرا کی تصنیف بتاتے ہین لیکن باب ۵ آیت ۴ سے معلوم ہوتا ہی کہ مصنف پہلے ۶ باب کا -
دارا گشتاسپ کے عہد مین یروشلم مین تھا اور عزرا ساٹھہ برس کی عمر تک یروشلم مین نہ گیا تھا
اسلیے بعض یہ گمان لیجاتے ہین کہ پہلے ۶ باب کسی سابق مصنف کی تصنیف ہین الخ " -
اور اس کتاب کا ۷ باب اس بات کی کامل شہادت دیتا ہی کہ یہ کتاب عزرا کی نہیں اور اگر بہت
کمی کیجاے تو اس کہنے مین کسی طرح کا شک نہیں کہ یہ باب الحاقی ہی اس باب کا ورس ۲۷ سے

"یہی عزرا بابل سے اوٹھ چلا اور وہ فقیہ تھا جو موسیٰ کی شریعت مین جسے خداوند اسرائیل کے خدا نے دیا تھا ماہر تھا اور اسلیے کہ خداوند اوسکے خدا کا ہاتھ اوسپر تھا بادشاہ نے اوسکی درخواست کے مطابق اوسکی ساری مراد پوری کی تھی" اور ورس ۱۱ یہ ہے "اوس پروانے کی نقل جو ارتخششتا بادشاہ نے عزرا کو جو کاہن اور فقیہ تھا بلکہ خداوند کے حکمون کی باتون اور اسرائیل پر کے فرضون کا مفسر تھا عنایت کیا" یہ ورس کھلی کھلی گواہی اس بات کی دے رہے ہین کہ یہ باب الحاقی ہے۔ غرضکہ جس کتاب کو دیکھیے اوسی مین خلط ملط اور اختلاف ہے ؛

(۱۱) کتاب نحمیا۔ اسمین نحمیا کا یروشلم مین آنا اور اوسکی شہر پناہ بنانا اور اپنی قوم کو فہمائش کرنا وغیرہ مرقوم ہے۔ اسکی نسبت اظہار عیسوی کے صفحہ ۱۲۶ مین لکھا ہے کہ "اوسکو اتھانے سیس اپلی فائنز۔ کریسا سٹم وغیرہ عزرا کی تصنیف سمجھتے ہین۔ لیکن چونکہ صیغہ متکلم مین لکھی ہے جو سابق مورخون کا دستور تھا[1] پس کچھ شک نہین کہ نحمیا کتاب ہذا کا مصنف ہے اور باب ۱۲ آیت پہلی سے ۲۶ تک کسی دوسرے کی تصنیف ہے جو بعد زمانہ نحمیا کے ہوا"

اس تحریر سے دو امر بخوبی ظاہر ہین ایک تو اختلاف کتب مقدسہ کے مصنفون مین دوسرے الحاق یعنی وہ کتابین جنھین عیسائی کتاب الہامی قرار دیتے ہین وہ کتاب خالص نہین رہی بلکہ اونکے اقرار کے موافق ایسے لوگون نے بھی اپنا کلام اوسمین داخل کر دیا جنکا نام تک معلوم نہین۔

اب اہل انصاف ملاحظہ کرین کہ جب ایک تحریر مین بعض جگہ غیر کا تصرف بالیقین ثابت ہو گیا تو باقی تحریر پر کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے یہ شبہہ کیونکر اوٹھ سکتا ہے کہ اور جگہ بھی اسی طرح الحاقات بعد ہوے مگر یہ ضرور نہین کہ ہر جگہ الحاق ایسا ہی ہو کہ اوسکے مضمون سے ہم دریافت کر لین کہ یہ بڑھایا گیا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسی نے تفصیل وغیرہ کے لیے لفظ یا جملہ زیادہ کیا اور ہمکو معلوم نہوا اسوجہ سے تمام کتاب مشتبہ ہے اور یہ جو شاکر صاحب ضمیر متکلم کیوجہ سے بلا شک نحمیا کی تصنیف بتاتے ہین محض تعصب ہے۔ مقام انصاف ہے کہ جس مقام سے کسی غیر کی تصنیف ثابت ہوتی ہے وہان تو صرف وہی ٹکڑا غیر کیطرف منسوب کیا جاے جسقدر اوس مصنف مفروضہ کا نہین ہو سکتا اور جس جگہ سے دیکی

[1] یہ غلط فقرہ ہے شاید نون نفی کا غلطی سے لکھا گیا ۱۲

تصنیف ثابت ہو وہان اوتنے ہی ٹکڑے کو اوسکی تصنیف کہین جسقدر غیر کیطرف منسوب نہین ہو سکتا بلکہ
تمام کتاب کو کہدین انصاف تو یہی کہ وہان بھی اوتنے ہی ٹکڑے کو اوسکی طرف منسوب کرین جسقدر غیر کیطرف نہین ہو سکتا
(۱۲) کتاب استیر۔ اس کتاب مین ایک بت پرست بادشاہ فارس کا ذکر ہو احکام الٰہی کا کچھ ذکر اول سے
آخر تک کسی مقام پر خدا کا نام بھی نہین ہو اس کتاب مین متقدمین علمای مسیحیہ کو کلام رہا مگر بعد کو سب کے
نزدیک الہامی کتاب مین داخل کی گئی البتہ اس قدر اختلاف اب بھی باقی ہو کہ رومن کا تھلک تو
پوری کتاب یعنی ۱۶ باب جو پہلے سے تھے سبکو مانتے ہین اور پروٹسٹنٹ صرف دس باب کو اور دسوین
باب مین سے بھی تین ورس چھوڑ دیتے ہین یعنی اونکے نزدیک چھ باب اور تین ورس اس کتاب
مین الحاقی ہین مگر افسوس ہو کہ بہت بڑا گروہ عیسائیون کا اون الحاقی بابون کو کلام الٰہی مان رہا ہے
اور سیکڑون برس تک تو کل عیسائی اونکو الہامی مانا کیے دس بارہ صدی کے بعد اوسکا الحاق ایک
فرقہ کے نزدیک ثابت ہوا پادری عماد الدین نے ہدایت المسلمین مین اس کتاب کا کتب اختلافیہ مین
ہونے سے انکار کیا ہو مگر ہمنے مرآۃ الیقین مین ڈاکٹر مرانگس کے ہنڈبک سے اسکو ثابت کر دیا ہو۔
پادری ٹھاکر داس صاحب جو آجکل بڑے محققون مین شمار کیے جاتے ہین اس کتاب کی نسبت بدگمان
معلوم ہوتے ہین کیونکہ اظہار عیسوی کے مقدمہ کی فصل ۲ مین کتاب استیر اور کتاب باروخ وغیرہ
کا نام لکھکر صفحہ ۴۲ مین لکھتے ہین "ان کتابون کو کلیسیا نے کبھی الہامی اور قانونی تسلیم نہین کیا
اور انکا کتب مقدسہ مین شامل نہونا دلائل ذیل کا باعث ہو" اگرچہ دلائل ذیل مین کتاب استیر کا
کہین ذکر نہین مگر عبارت منقولہ سے ظاہر ہے کہ مثل کتاب باروخ وغیرہ کے کتاب استیر بھی کتب
الہامیہ سے خارج ہو پھر صفحہ ۴۶ مین ان کتابون کے خارج ہونے کی ایک دلیل لکھتے ہین اوس سے
بھی یہی ثابت ہوتا ہو اونکی عبارت یہ ہو "دلیل پنجم ان کتابون نے پہلے چار صدیون مین کتب
قانونی اور الہامیہ مین دخل نپایا چنانچہ میلیٹو بشپ ساردس نے دوسری صدی مین ایک دفتر
کتب الہامیہ کا بنایا اوسمین ان کتابون مین سے کسیکا نام تک نہین ہو مخفی نرہے کہ میلیٹو نے بڑی
کوشش اور محنت سے کتب قانونی کا شمار دریافت کیا تھا" اس مقام پر بالتخصیص میلیٹو کے حوالہ سے

بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ کتاب استیر کو کتب الہامیہ سے خارج کرتے ہیں کیونکہ میلیٹو نے کتب الہامیہ کی
فہرست میں اسے داخل نہیں کیا ہے چنانچہ ڈاکٹر لکس اپنی کتاب ہنڈبک اور یوسی بیس اپنی تاریخ میں
اسکی تصریح کرتا ہے۔ غرضکہ پادری صاحب کی رائے ہے کہ یہ کتاب جو اس وقت باتفاق مسیحیہ الہامی
کتاب میں داخل ہے قابل خارج کرنے کے ہے اور یہ مجموعہ عہد عتیق کا ایک غیر الہامی کتاب پر مشتمل ہے
مگر چونکہ یہ بات تمام عیسائیوں کے خلاف ہے اسلیے صاف صاف نہیں کہتے ہیں اب عماد الدین صاحب
ٹھاکرداس صاحب سے اسکی کیفیت دریافت کر کے اونکی دلیل کا جواب دیں ۞

(۱۳) کتاب ایوب اسمیں حضرت ایوب کا قصہ بشرح وبسط مذکور ہے اس کتاب کا عجیب حال ہے اول
تو بعض معتبر اور مشہور علمای یہود و نصاری کا یہ قول ہے کہ یہ کتاب محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی
ہے مثلاً ربی مامی نڈیز جو بہت بڑا عالم مشہور یہود کا ہے اور لیکلارک اور میکائلیس اور سملر اور سٹاک ہاس
وغیرہم مشہور علما اس کتاب کو جھوٹی کہانی کہتے ہیں اسکے جواب میں جو اظہار عیسوی میں کچھ بائبل
کے بعض رسائل سے حوالے دیے ہیں وہ محض ناکافی ہیں کیا ان مشہور علما نے جنکا نام ابھی لیا گیا
یہ مقامات بائبل کے نہیں دیکھے تھے کیا یہ ممتاز علما بائبل پر ایمان نہیں رکھتے تھے مگر یہ مقامات ہرگز
اس کتاب کے وجود کی قطعی دلیل نہیں ہیں اس وجہ سے وہ اسکے وجود کے قائل نہیں ہیں۔
پادری صاحب جنھیں جعلی کتابیں قرار دیتے ہیں اونکے حوالے بھی ان کتابوں میں ملتے ہیں پس
جس طرح وہ کتابیں ایسے حوالوں سے الہامی نہیں ہو سکتیں اسیطرح ایوب کی کتاب کو سمجھنا چاہیے
دوسرے یہ کہ جو اس کتاب کی صحت کے قائل ہیں وہ اوسکے مصنف میں بڑا اختلاف کرتے ہیں
چنانچہ اظہار عیسوی کے صفحہ ۲۶ میں ہے کہ "ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ مصنف اس کتاب میں
اختلاف ہے چنانچہ لوتھر گروشش ڈوڈرلین اسے سلیمان کی تصنیف بتاتے ہیں اور گریگری اور
سپانہم اور ہارڈ ڈرلین کی بھی یہی رائے ہے اور ڈاکٹر آدم کلارک صاحب کہتے ہیں کہ اسکا مصنف
نہ سلیمان ہے نہ موسی بلکہ کوئی اور آدمی ہے جو مذہب یہودی سے خوب واقف تھا۔ پھر یوول صاحب
موسی کو مصنف قرار دیتے ہیں اور کینے کاٹ اور بعض یہودی ربی بھی یہی کہتے ہیں۔

ہنری مفسر کہتا ہو کہ الیہو کی تصنیف ہی آرچ بشپ ماجی کے نزدیک خود ایوب یا کوئی اوسکا ہم عہد مصنف ہو" اس اختلاف سے یہ امر تو بخوبی ثابت ہوتا ہو کہ اس کتاب کی کوئی سند نہین ہو ہر شخص اپنی رائے سے ایک مصنف قرار دیتا ہو پھر بعض تو الہامی شخص کو مصنف کہتے ہین بعض غیر الہامی کو۔ افسوس ہو کہ باانیہمہ اوسکو الہامی کتاب مین شامل کر رکھا ہو اور ایسی مشکوک اور بے سند کتاب پر ایمان رکھتے ہین وائے بر نافہمی ایشان —

(۱۴) زبور۔ یہ امر تو مشہور ہو کہ یہ حضرت داؤد کی کتاب ہو اور قرآن مجید اور انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہو (دیکھو انجیل متی باب ۲۲ ورس ۴۳) مگر جب اوس کتاب کو دیکھا جاتا ہے جسے یہود و نصاریٰ نے زبور قرار دے رکھا ہو تو عجب خلط ملط معلوم ہوتا ہو اور کچھ پتہ نہین لگتا کہ کس کس صاحب نے اسمین تصرف کیا ہو اور کس کس وقت مین اسکے اجزا تصنیف ہوے ہین۔ موافق دستور کے اہل کتاب نے اپنے قیاس دوڑائے ہین کیونکہ کوئی قطعی دلیل نہین ہو ورنہ سب اوسکے تابع ہوتے۔ ۱۵ زبوردن کے مصنف تو معلوم نہین ہوتے اور باقی کو کسی کسی کیطرف منسوب کیا ہو انجام کار ہارن صاحب نے یہ لکھا ہو کہ مختار علمای متاخرین یہود اور تمام مفسرین عیسائیون کا یہ ہو کہ یہ کتاب تصنیف ان شخصون کی ہو موسیٰ داؤد سلیمان اساف ہمان ایتھان جدوتھن اور تین بیٹے قورح کے۔ پادری ٹھاکرداس صاحب اظہار عیسوی کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ مین لکھتے ہین " عبرانی مین ۳، زبورون پر داؤد کا نام لگا ہو اور سپٹواجنٹ ورشن مین علاوہ انکے گیارہ اور اسکے نام پر ہین لیکن ان گیارہ مین سے بعض داؤد کی تصنیف نہین ہو سکتے خاص کر زبور ۱۰۲ کیونکہ اوسکے مضمون سے معلوم ہوتا ہو کہ کسی خدا پرست یہودی نے بابل کی اسیری کے بعد لکھا اور ۱۳۸ زبور بھی جو ورشن مذکور مین داؤد کے نام پر ہو اوسکی تصنیف نہین ہو سکتا اسلیے کہ اوسمین ہیکل کیطرف اشارہ ہو جو داؤد کے وفات کے بعد سلیمان نے تعمیر کی"۔

پادری صاحب کی تقریر سے تین باتین ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ یہود نے ترجمہ سپٹواجنٹ مین ایسی صریح غلطی کی جسکا دریافت ہو جانا کچھ بھی دشوار نہ تھا حالانکہ یہ ترجمہ ایسے اہتمام سے کیا گیا

اوراس قدر معتبر ہوا کہ اکثر اسے الہامی اعتقاد کرتے تھے - دوسرے یہ کہ اس کتاب مین غیر الہامی
لوگون کا کلام بھی مخلوط ہی کیونکہ ۱۰۲ زبور کو کسی خداپرست یہودی کی تالیف بتاتے ہین کسی نبی کا نہین
کہتے اور ظاہر ہی کہ خداپرست ہونا اور بات ہی اور نبی ہونا اور بات ہی تیسرے یہ کہ بعض غیر معلوم شخصون
کا کلام بھی اسمین ہی - الغرض یہ بات ثابت ہوئی کہ غیر الہامی شخصون کو بھی کتب الہامیہ اہل کتاب
مین مجاز تھا اور ایسے لوگون نے اپنا کلام اسمین داخل کر دیا - پھر صفحہ ۲۹ مین لکھتے ہین کہ —
” آساف کے نام بارہ زبور ہین یعنی پچاسوان اور زبور ۷۳ - ۸۳ - قرح کے بیٹون کے نام پر
یہ ہین ۴۲ ۔ ۴۹ ۔ ۸۴ ۔ ۸۵ و ۸۷ و ۸۸ - پھر زبور ۳۳ اور ۶۶ اور ۷۱ کے مصنف نامعلوم
ہین سرنامی یدوتھن کے نام ہین زبور ۸۸ ہیمان کو منسوب کرتے ہین اور زبور ۸۹ ایتان کو
کئی ایک گیت سلیمان کے عہد مین لکھے گئے زبور ۷۲ اور ۱۲۷ اونکے نام ہین عبرانی مین تیس بد
مخفی الاسم ہین “ نہایت حیرت کی بات ہی کہ پادری صاحب اسکے بعد ہی لکھتے ہین کہ ” اس بیان
سے بڑا اختلاف اونکے مصنفون مین حل ہوا اور معلوم ہوا کہ کون کون مصنف مزامیر کے تھے “
اہل انصاف خود اس بات کو ملاحظہ کرسکتے ہین کہ پادری صاحب نے اختلاف کا کیا حل کیا ہے
بعض زبورون کی نسبت تو خود لکھا ہی کہ مصنف نامعلوم ہین اور جنکو نامزد کیا ہے اوسپر کیا دلیل
اونھون نے پیش کی اور یون اٹکل سے نام لینے کو اورون نے بھی نام لیے ہین اس نام لینے سے
کیا اختلاف حل ہوسکتا ہی ناظرین خود اسمین انصاف کرسکتے ہین مجھے اس مقام پر اس اختلاف کے
حل اور عدم حل سے بحث نہین ہی بلکہ یہ امر بیان کرنا چاہتا ہون کہ اس کتاب کی حالت سے اس بات کا
یقین ہوتا ہے کہ اس مجموعہ عہد عتیق مین نہایت خلط ملط ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ اس خلط کا اوسوقت
رواج تھا کوئی معیوب امر نہین شمار کیا جاتا تھا اسمین یہ بات نہین کی گئی کہ ایک کلام کو دوسرے کا
ضمیمہ قرار دیا ہو یعنی مثلاً داؤد کی زبورین اول ہوتین اونکے بعد سلیمان ع کی اونکے بعد اور کسیکی تاکہ فی الجملہ
علیحدگی بھی رہتی بلکہ ایسا خلط ہی کہ بالکل کھچڑی کر دیا ہی اور پھر یہ بھی نہین کہ وہ خلط کرنے والے
نبی ہون بلکہ سواے نبی کے اور شخصون نے بھی خلط کیا چنانچہ پادری صاحب کے اقرار سے ظاہر ہی

کے پاس نہین ہی صرف غیر یقینی قرینون پر مدار ہے اگر کوئی قطعی سند ہوتی تو بھلا کیسے ممکن تھا کہ جو
شخص بیبل کو کلام خدا جانتا ہی اور اوسپر ایمان لایا ہی وہ اوسکے کسی جزو پر شبہہ کرے اختلاف کا باعث
یہی ہی کہ سند کا مدار اٹکل اور قرینون پر ہی اور اوسکا مرجع صرف عقل پر ہی اور عقول مختلف ہین کسیکی
عقل نے ایک امر کو قرینہ ایک امر کا قرار دیا دوسرے کی عقل نے نہ مانا ایسے قرینون سے کوئی قطعی بات ثابت نہین ہوتی

(۱۹) کتاب یرمیا۔ اس کتاب مین بھی بالنون باب ۵۲ الحاقی ہی ہارن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴
صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ ۱۸۲۲ء مین لکھتے ہین کہ "یہ باب یرمیا کے بعد جب یہود کو بابل کی قید سے رہائی ملی جسکا
تھوڑا سا بیان اوس باب مین پایا جاتا ہی ملایا گیا ہے" اور جامعین ہنری و اسکاٹ کہتے ہین کہ
یہ باب عزرا یا کسی دوسرے شخص نے لاحق کیا ہے۔ پادری ٹھاکر داس صاحب اظہار عیسوی کے صفحہ
۱۹۶ مین لکھتے ہین کہ "یہ باب عزرا نے کتاب سلاطین باب ۲۴ اور غیرہ نکے دفاتر سے لیکر لکھا اور
بطور ضمیمہ کے آخر کتاب یرمیاہ کے لگا یا گیا لیکن یہ باب یرمیا کی ساری کتاب پر اثر نہین کرتا"
اس بیان سے یہ تو ثابت ہوتا ہی کہ عزرا نے الہام سے نہین لکھا بلکہ نبیون کے دفتر سے نقل کیا ہی اور
اون دفاتر کا الہامی ہونا ثابت نہین بلکہ دفتر کے الہامی ہونیکی کوئی وجہ نہین ہی اور یہ عقیدہ عیسائیون
کے نزدیک صحیح اور مسلم ہی کہ نبی کی سب تحریرین الہامی نہین ہوتین اس سے ظاہر ہی کہ یہ ضمیمہ غیر الہامی
ہی اور الہامی تحریر کے ساتھ غیر الہامی کا خلط ہی۔ علاوہ اسکے پادری صاحب کے پاس اسپر کوئی دلیل
نہین ہی کہ یہ ضمیمہ خواہ مخواہ عزرا کا ملایا ہوا ہے مفسرین کے بیان مین صاف تردد ہے۔ اور یہ کہنا
کہ یہ باب یرمیا کی ساری کتاب پر اثر نہین کرتا عجب حیرت انگیز بات ہی جب الحاق کا ثبوت ہر کتاب مین
ہوتا چلا آتا ہی کہین درمیان مین کہین اخیر مین (جس سے الحاق کی عام عادت معلوم ہوتی ہی) پھر
کیونکر اس امر کا یقین ہو سکتا ہی کہ کتاب یرمیا مین سوا اس باب کے اور کہین الحاق نہین ہی تمام
عقلا کے نزدیک یہ امر مسلم ہی کہ جب نوشتہ مین ایک جگہ غیر کا تصرف ثابت ہو جاے تو کل نوشتہ مشکوک
ہو جاتا ہی اگر اخیر کے جملہ مین تصرف ثابت ہو جاے تو کوئی یہ نہین کہتا کہ یہ جملہ ساری تحریر پر اثر نہین کرتا
دیکھو تمام عقلاے فرنگ دنیاوی معاملات مین اسکو برتتے ہین پھر کیا دینی معاملہ دنیاوی معاملہ سے بھی بدتر ہے کہ

اوسمین اس قدر احتیاط بھی برتی نہین جاتی جس قدر دنیا کے معاملون مین ÷

(۲۰) نوحہ یرمیا - اس کتاب مین یروشلم کے غارت ہونے پر رنج و غم کا اظہار ہے ÷

(۲۱) کتاب حزقیل (۲۲) کتاب دانیل - یہ کتاب دانیال کی تصنیف بتاتے ہین مگر حضرت مسیح کے ہم عہد اور متاخر یہودی دانیال کو نبی نہین کہتے تھے (۲۳) کتاب ہوسیع - (۲۴) کتاب یوئیل اسمین بنی اسرائیل کو کچھ وعظ و پند ہی (۲۵) کتاب عموس (۲۶) کتاب عبدیاہ - (۲۷) کتاب یوناہ (۲۸) میکاہ (۲۹) ناحوم (۳۰) کتاب حبقوق (۳۱) کتاب صفنیاہ (۳۲) حجی (۳۳) ذکریاہ - (۳۴) ملاخیا - ۲۰ نمبر سے لیکر آخر تک جو نام لکھے گئے یہ چھوٹے رسالے ہین ان مین سے کسی مین کچھ وعظ و پند ہی کسی مین زجر و توبیخ ہی کسی مین بنی اسرائیل کو قید سے رہائی پانے کی بشارت ہی کسی مین بیت المقدس کی تیاری کا ذکر ہے ÷

ان چونتیس کتابون مین سے صرف زبور کا ذکر قرآن شریف مین آیا ہی اور اوسمین بھی اونھین زبور کا ذکا ہو حضرت داؤد کو دی گئین نہ یہ زبور جو اہل کتاب کے پاس ہی یہ تو کشکول ہی جسمین کئی شخصون کی نظم ہی چنانچہ اوپر ذکر کیا گیا جب قرآن شریف مین ان کتابون کا ذکر ہی نہین ہی پھر ان کتابون کی تصدیق پادری صاحب کیونکر ثابت کر سکتے ہین پھر انکی مخالفت سے پادری صاحب نے ہمکو کیون الزام دیے ہین خصوصاً اون کتابون سے جنمین تواریخی امور بیان ہوے ہین کہ اون مین علاوہ عدم تصدیق قرآن کے خود محققین عیسائی بھی اونھین الہامی نہین کہتے یہ ہم مانتے ہین کہ حضرت موسیٰ اور حضرت علیے اور حضرت داؤد کے سوا اور انبیا پر بھی کلام الٰہی اوترا جیسا کہ قرآن مجید ہمکو ہدایت کرتا ہی مگر مخصوص ان چونتیس کتابون کا ذکر نہین کرتا جیسا کہ توریت و انجیل و زبور کا کرتا ہے بلکہ جن انبیا کیطرف یہ کتابین منسوب ہین اونمین سے بہتون کا تو نام ہی نہین ہی اور اگر کسیکا ہی تو یہ ذکر نہین ہوا کہ اس نبی کو کوئی کتاب یا صحیفہ دیا گیا ہی پھر ان ۳۴ کتابون سے ہمکو الزام دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ ظاہر ہی کہ قرآن مجید مین تین کتابون کے نام کی تصریح ہی توریت و زبور و انجیل - توریت کی نسبت تو ہم بیان کر چکے ہین کہ وہ حضرت موسیٰ کی کتاب کا نام ہی اور یہ امر خود انھین کتابون سے ثابت ہے

چنانچہ تواریخ دوم کے باب ۳۴ ورس ۱۴ مین ہی "خلقیاہ کاہن نے خداوند کی
توریت کی کتاب جو موسی کے ہاتھ سے ہوئی پائی" اسی طرح ۲ سلاطین باب ۲۲ ورس
۸ اور ۲ تواریخ باب ۱۷ ورس ۹ اور یوحنا باب ۱ ورس ۴۵ وغیرہ سے ثابت ہی کہ توریت صرف حضرت
موسی کی کتاب کا نام ہے پس جس طرح انجیل اور دوسری کتابون مین توریت سے حضرت موسی کی
کتاب مراد لی گئی ہی اسیطرح قرآن شریف مین لینا چاہیے دوسرے معنی بغیر کسی کافی دلیل کے نہین لیے جاسکتے
اور اگر یہ کہا جاے کہ انجیل وغیرہ مین گرچہ توریت خاص موسی کی کتاب کو کہا ہو مگر کسیوقت اہل کتاب
کے محاورہ مین عہد عتیق کی کل کتابون کو بھی توریت کہتے ہین پس جب یہ محاورہ اہل کتاب کا ہی
اور قرآن شریف مین انھین کے مقابلہ مین توریت کا لفظ بولا گیا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ یہ معنی بھی درست ہین لیے جاسکتے
اسکا جواب یہ ہی کہ اسکے ثبوت کے لیے اول تو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ جس وقت قرآن شریف نازل ہوا
اوس وقت توریت کا لفظ اس معنی مین رائج تھا پھر اسکا ثبوت چاہیے کہ قرآن مجید مین کسی مقام پر
توریت کے یہ معنی صحیح نہین ہوسکتے جب تک یہ دونون امر ثابت نہ کیے جائین اوس وقت تک
کیسے اون معنی کو چھوڑ سکتے ہین جو مشہور و معروف تھے اور اونکے کتب الہامیہ سے اونکا ثبوت ہے۔
علاوہ اسکے مجموعہ عہد عتیق مین تو اہل کتاب مختلف ہین سامریون کے نزدیک تو صرف وہی پانچ
کتابین موسی کی ہین اور چونتیس کتابون کو وہ الہامی مانتے ہی نہین - رومن کاتھلک اون ۳۹
کتابون کے سوا چند کتابین اور بھی شامل کرتے ہین (۱) کتاب باروق (۲) کتاب طوبیاس
(۳) کتاب جودیتہ (۴) کتاب وزڈم (۵) کتاب ایکلیزیاسٹکس (۶) کتاب اول مقابیس (۷)
کتاب دوم مقابیس (۸) کتاب استیر کا ایک حصہ (۹) کتاب دانیل کا ایک حصہ ان چھیالیس (۴۶)
کتابون کا مجموعہ کاتھلک کے نزدیک عہد عتیق ہی پروٹسٹنٹ کے نزدیک صرف ۳۹ کا مجموعہ پھر ان
۳۹ کے مجموعہ مین بھی بعض بعض کتاب مین اختلاف ہی پھر انمین سے کس مجموعہ کی تصدیق پادری صاحب
کراتے ہین کیا کوئی آیت قرآن شریف کی پادری صاحب کے پاس ہی جسمین سامری وکاتھلک کی
راے کو غلط قرار دیکر صرف پروٹسٹنٹ کی راے کو صحیح ٹھہرایا ہے اور جتنی کتابون کے مجموعہ کو اونھون نے

عہد عتیق قرار دیا ہی اوسکو قرآن نے توریت کہا ہی ہرگز نہین پھر کیسے پادری صاحب اپنی سب کتابون
کی تصدیق قرآن شریف سے نکالتے ہین **سوال** سورہ بقرہ کے آیت ۱۳۶ معلوم ہوتا ہی کہ توریت
وانجیل کے سوا اور بھی صحیفے انبیا پر نازل ہوے ہین اور اونپر ایمان لانا فرض ہی وہ آیت یہ ہی قولوا آمنا
باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم الآیہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اوترا ہمپر اور جو اوترا
ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اوسکی اولاد پر اور جو دیا گیا موسی اور عیسے کو اور جو دیا گیا نبیون
کو اپنے پروردگار سے اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ صرف حضرت موسی اور عیسے کی کتاب پر
ایمان لانا فرض نہین ہی بلکہ اور باقی انبیا پر جو کچھ اوترا ہی اوسکو بھی ماننا ضرور ہی اور دوسرے انبیا کے
صحیفے بھی ہین جواب مجموعہ عہد عتیق و جدید مین شامل ہین پس اس سے تمام صحیفون کی تصدیق ثابت
ہوئی **جواب** اس آیت سے کوئی امر ہمارے بیان کے مخالف ثابت نہین ہوتا ہمنے یہ بیان
کیا ہی کہ قرآن مجید سے تین کتابون کی تخصیص تو بلاشبہہ ثابت ہوتی ہی اور باقی صحیفون کی تعیین نہین
ہی اس آیت سے بھی اس دعوی کا ثبوت بخوبی ہوتا ہی کیونکہ اسمین چند صحیفون کے سوا باقی بالکل
مجمل طور سے ایمان لانیکا حکم ہوا اور یہ کہا گیا کہ ایمان لاؤ جو دیا گیا نبیون کو پس اس سے کسی صحیفے کی
تخصیص ثابت نہین ہوتی لہذا جس مجمل طور سے خداتعالے نے ہمکو ایمان لانیکا ارشاد کیا ہی ہم اوسی
طور سے لاتے ہین اگر تفصیل کی ضرورت ہوتی تو وہ حکیم مطلق علام الغیوب تفصیل فرما دیتا جب اوس
علام الغیوب نے تفصیل نکی تو ہمکو تفصیل کی حاجت نہین اور نہ ہوسکتی ہی کیونکہ اگر تفصیل چاہینگے تو
اہل کتاب کے اقوال کیطرف رجوع کرینگے اور دیکھین گے کہ کس کس کتاب کو یہ الہامی بتاتے ہین اور
اہل کتاب کی نسبت قرآن مجید مین یہ ارشاد ہو چکا ہی کہ یہ اپنی طرف سے کتاب لکھتے ہین اور کہدیتے
ہین کہ خدا کیطرف سے ہی پھر جب خداتعالی اونکی نسبت ایسا ارشاد کرے تو ہم انکے کہنے سے کیونکر کسی
صحیفے کو الہامی کہہ سکتے ہین علاوہ اسکے اونکے اقوال مین خود اختلاف ہی پھر کسکی بات کو معتبر مانا جاے
اگر سب باتون سے قطع نظر کیجاے تو جو اشتباہ حضرت موسی کی کتابون مین ہی وہ تو کہین نہین جاتا یہ امر
تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ قدیم زمانے مین الحاق کی عادت تھی اور کثرت سے ان کتابون مین الحاق ہوا

پھر اس تمام مجموعے کے ہر ایک باب کی تصدیق کیسے ہوسکتی ہی اگر ہوگی تو اوسی قدر کی ہوگی جو انبیا کا کلام تھا اور وہ اگرچہ اس مجموعہ مین پایا جاتا ہو مگر بسبب خلط ہوجانے کے ہمکو تمیز نہین ہوسکتی ہان جس علام الغیوب کا وہ کلام ہی وہ جانتا ہی کہ اتنا کلام ہمارا ہی اور اتنا دوسرے کا۔

یہ حالت تو وہ تھی جو ان کتابون کے دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہی اور جس وقت اہل کتاب کو دیکھا جاتا ہے اور انکے اقوال سے بھی خلط بخوبی ثابت ہوتا ہی عیسائی تو یہودیون کے عہد عتیق کو لائق اعتبار نہین کہتے اور یہودی عیسائیون کے مجموعہ کو چنانچہ ڈاکٹر مجالوزا اور افسی ہوس تھیہ کاملک نے اپنے اپنے اٹروڈکشن مین بہت دلائل سے ثابت کیا ہی کہ یہودیون کے عہد عتیق لائق اعتبار نہین پھر کتاب اسپرٹ آف ملل مطبوعہ امریکہ مین تو یہودیون اور عیسائیون کے اقوال نقل کرکے خوب ہی اختلاف باہمی ثابت کیا ہی چار جلدون مین یہ کتاب ہی اور صرف اسی امر کو بیان کیا ہی کہ عہد عتیق کے متن مین باہم اختلاف رہا۔ اس زور شور کے باہمی اختلاف کتاب کو نہایت مشتبہ کردیتے ہین البتہ قرآن مجید کی تصدیق سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ بیشک انمین کلام الٰہی ہی مگر یہ ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ مجموعہ عہد عتیق اول سے آخر تک تمام و کمال کلام الٰہی ہی پس پادری صاحب کا اعتراض بالکل بے بنیاد ہی یہان تک تو توریت کی تصدیق کا ذکر کیا گیا اب انجیل کا ذکر کیا جاتا ہے ÷

انجیل ۔ قرآن مجید مین جس مقام پر انجیل کا لفظ بولا گیا ہی اوس سے وہ کتاب الٰہی مراد ہی جو حضرت مسیح کو الہام کی گئی نہ وہ مجموعہ تواریخ وغیرہ کا جسے اب عیسائی انجیل کہتے ہین۔ سورہ حدید مین حضرت مسیح کی نسبت ارشاد ہوا وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ اور دی ہمنے اوسکو انجیل اور سورہ مائدہ مین اللہ تعالےٰ کا خطاب حضرت مسیح سے اس طرح پر ہی وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ جب سکھائی مینے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل یہان سے صاف ظاہر ہی کہ قرآن شریف اونھین تعلیمات کو انجیل کہتا ہی جو حضرت مسیح پر القا کیے گئی۔ اس دعوی کو علمای مسیحی بھی تسلیم کرتے ہین چنانچہ راڈویل صاحب ترجمہ قرآن مجید کے صفحہ ۵۲۰ مین لکھتے ہین کہ "انجیل کے لفظ سے یہ مجموعہ عہد جدید کا یا اوسکا کوئی حصہ نہ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ وحی سمجھنا چاہیے جو خدا کی طرف سے عیسے پر بھیجی گئی" جب

قرآن مجید صاف صاف خاص الہامات حضرت مسیح کو انجیل کہتا ہی تو پھر پادری صاحب اس تمام و
کمال مجموعہ عہد جدید کی تصدیق کیونکر ثابت کرتے ہین یہ امر بھی علماے مسیحیہ کے نزدیک مسلم ہی کہ ابتدا
مین خاص تعلیم مسیح انجیل کہلاتی تھی اور یہ مجموعہ جسے اب انجیل کہا جاتا ہی حواریون کی یادداشتین تھین
اونکو بہت دنون بعد انجیل کا لقب ملا ہی چنانچہ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ لندن ۱۸۷۶ء جلد چہارم
لفظ گاسپل کے بیان مین لکھا ہی کہ ”مسیح کی تعلیم یا پیغام انجیل کہلاتی تھی اور وہ الہامی نوشتہ جسکے ذریعہ سے
بعد مین ہمکو وہ تعلیم یا پیغام پہونچا اونکو بھی انجیل کا لقب ملا۔ مگر یہ ہم کہہ نہین سکتے کہ ان نوشتون
کا یہ نام کب سے پڑا۔ اسمین تو بہت جھگڑا ہی کہ اسکا نام دوسری صدی کے نصف مین جسٹن مارٹر
کے عہد مین پڑا البتہ تیسری صدی مین عام طور پر یہ نام استعمال کیا گیا“ اسکے بعد لکھا ہے کہ
”پہلے پہل جسٹن نے ایک مقام پر متی اور مرقس کا ذکر اس طرح کیا ہی کہ اونھون نے مسیح کے حالات و اعمال
و وعظ لکھے لیکن سوا اسکے کوئی ذکر گاسپل (یعنی انجیل) کا یا اونکے مصنفین کا اونکے نام سے اول زمانہ
عیسائیون مین نہین ہی یہان تک کہ جسٹن مارٹر ہمیشہ بجاے گاسپل متی یا لوقا یا یوحنا کے یادداشت
رسولون کی کہتا ہی“ اگر بنظر انصاف تقلید سے قطع نظر کرکے دیکھا جاے تو اسی مجموعہ عہد جدید سے ثابت ہوتا
ہی کہ مسیح کے وقت مین انجیل تھی چنانچہ مرقس کے باب ۱ ورس ۱۴ و ۱۵ مین ہی ”پھر یوحنا کی گرفتاری
کے بعد یسوع نے جلیل مین آکے منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آئی
توبہ کرو اور انجیل پر ایمان لاؤ“ پھر اوسی مرقس کے باب ۱۰ ورس ۲۹ مین حضرت مسیح کا قول اس طرح
منقول ہی ”یسوع نے جواب مین کہا مین تمسے سچ کہتا ہون ایسا کوئی نہین جسنے گھر یا بھائیون یا بہنون
یا باپ یا مان یا جورو یا لڑکے بالون یا کھیتون کو میرے اور انجیل کے لیے چھوڑ دیا ہی“ اسی طرح متی کے
باب ۲۶ ورس ۱۳ مین مسیح کا قول منقول ہی کہ ”جہان کہین اس انجیل کی منادی ہوگی“ الخ۔
ظاہر ہی کہ جس انجیل کیطرف حضرت مسیح اشارہ کرتے ہین وہ یہ مجموعہ نہین ہو سکتا کیونکہ اسکا وجود تو بعد
صعود حضرت مسیح کے ہوا ہی پھر اسکی طرف اشارہ کیسے ہو سکتا ہی پس لامحالہ اوس وقت کوئی انجیل تھی
جسکی طرف حضرت مسیح اشارہ کرتے ہین بعض علماے مسیحیہ کے اقوال سے بھی اس انجیل کا کچھ پتہ لگتا ہی

چنانچہ ہارن صاحب کے انٹروڈکشن کی چوتھی جلد مین لینگلارک کوپ میکالس اسنگ مارش وغیرہ
علمای متقدمین کی رای اس طرح منقول ہی کہ ”مرشاید متی اور مرقس اور لوقا کے پاس ایک کتاب
عبری زبان مین تھی جسمین حضرت مسیح کے حالات لکھے تھے اونمین سے متی نے زیادہ نقل کیا اور مرقس
اور لوقا نے کم“ گرچہ ہارن اس رای کو پسند نہین کرتا مگر مجھے ہارن صاحب کی پسندی اور ناپسندی
کا اظہار منظور نہین ہی بلکہ اس امر کا اظہار مقصود ہی کہ بعض قدیم علما کے نزدیک بھی ان انجیلون سے
پیشتر ایک انجیل تھی۔ فاضل نورٹن نے جو علم اسناد مین کتاب لکھی ہی اور یہ کتاب شہر بوسٹن مین ۱۸۳۷ء
مین چھپی ہی اوسکے دیباچہ مین اوسنے لکھا ہی کہ ”اکہارن نے اپنی کتاب مین کہا ہی کہ دین مسیحی کے
شروع مین ایک مختصر رسالہ تھا حضرت مسیح کے حالات مین ہوسکتا ہی کہ اسکو اصل انجیل کہا جاے اور گمان
غالب ہی کہ یہ انجیل اون مریدون کے لیے لکھی گئی تھی جنھون نے مسیح کی باتین نہ اپنے کانون سے سنی تھین
اور نہ اونکے حالات اپنی آنکھون سے دیکھے تھے یہ انجیل بمنزلہ قالب کے تھی اور اوسمین مسیح کے حالات ترتیب وار
نہین لکھے تھے الخ۔ پھر وہی فاضل نورٹن لکھتا ہی کہ کوئی یہ خیال نکرے کہ یہ رای صرف اکہارن کی ہے
اسواسطے کہ اکہارن کی کتاب سے بڑھکر کوئی کتاب ملک جرمن مین ابتک مقبول نہین ہوئی بلکہ بہت
علمای متاخرین جرمن نے انجیلون کے بارہ مین اور اون امور مین جنسے انجیل کی صحت پر الزام آتا ہی
اکہارن کی رای سے اتفاق کیا ہے“

پس جس انجیل کیطرف حضرت مسیح اشارہ کرتے ہین اور بہت سے علمای مسیحیہ بھی اوسکے قائل ہین قرآن مجید
اوسی کو انجیل کہتا ہی۔ خوب یاد رہے کہ پادری صاحب نے اعتراض کی بنیاد قرآن مجید کی تصدیق پر رکھی
ہی یعنی الزاما قرآن شریف کے مضمون کو مان لیا ہی تو وہ یہ بھی معلوم کرلین کہ جس طرح قرآن شریف
توریت و انجیل کی تصدیق کرتا ہی اسی طرح یہ بھی دعوی کرتا ہی کہ اہل کتاب کی اکثر مختلف فیہ باتون کا فیصلہ
کر دے اور واقعی امر کو بتا دے (دیکھو درہ نحل ع ۱۰) جو قول علماے مسیحیہ کے نقل کیے گئے اونسے ظاہر ہے
کہ مسیحی اس امر مین مختلف ہین اور تھے کہ اس مجموعہ عہد جدید کے سوا اور اسکے پیشتر کوئی انجیل بھی یا نہ تھی
گرچہ جمہور اسکے قائل نہین ہین مگر بہر حال اختلاف ہی لہذا قرآن مجید اسکا فیصلہ اس طرح کرتا ہی کہ ایک کتاب

الہی تھی جو حضرت مسیح کو الہام کی گئی تھی اور اوسیکا نام انجیل ہی اور جمہور کا انکار غلط ہی ٭

سوال جس انجیل کا ذکر ابھی کیا گیا اوسکا وجود گرچہ کسی زمانہ مین پایا جاتا ہو مگر نزول قرآن مجید کے وقت اوسکا کہین پتہ نہین لگتا اور قرآن مجید اوس کتاب کی تصدیق کرتا ہی جو اوس وقت اونکے پاس تھی چنانچہ فرمایا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والا اوسکی جو اونکے پاس ہی اس سے ظاہر ہوا کہ اوسکی تصدیق کرتا ہی جسے اوس زمانے مین عیسائی انجیل کہتے تھے کیونکہ وہی اونکے پاس تھی

جواب قرآن مجید مین لفظ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ اور مَعَكُمْ چار جگہ آیا ہی تین جگہ پہلے پارہ مین اور ایک جگہ پانچوین پارہ مین ان چارون مقام پر خاص یہود مخاطب ہین اور توریت کی تصدیق مراد ہی جسکا جی چاہے قرآن مجید کے قراین دیکھ لے تفاسیر کو ملاحظہ کرلے الغرض فقرہ مذکورہ کو انجیل کی تصدیق سے کچھ واسطہ نہین ہی پس معلوم ہوا کہ اس سوال کی بنیاد محض نافہمی پر ہی اور اگر ہم اس تخصیص سے قطع نظر کرین تو بھی ممکن نہین ہی کہ اس فقرہ سے تمام انجیل مروجہ کی تصدیق سمجھی جا ہم توریت کی بحث مین ثابت کر چکے ہین کہ اس قول سے تمام مجموعہ عہد عتیق یا کل کتب خمسہ کی تصدیق ثابت نہین ہو سکتی اسیطرح انجیل کو بھی سمجھنا چاہیے بلکہ انجیل مروجہ مین اون وجوہ کے سوا جو توریت مین پائی جاتی ہین ایک بہت بڑی قوی اور ظاہر وجہ یہ ہی کہ قرآن مجید متی اور مرقس وغیرہما کی تحریر کو انجیل کہتا ہی نہین وہ تو انجیل صرف اسیکو کہتا ہی جو حضرت مسیح کو الہام کی گئی چنانچہ ابھی ذکر کیا گیا اس تقدیر پر تصدیق صرف اوسی کی ہو سکتی ہی جسقدر تعلیم الہی حضرت مسیح کی زبان سے بیان ہوئی اور کتب مروجہ اہل کتاب مین مندرج ہے کیونکہ وہ تعلیم گرچہ کسی جداگانہ کتاب مین مستقل طور پر نہین پائی جاتی مگر جابجا متفرق طور پر اونکی کتابون مین موجود ہی پس اس وجہ سے اوس کلام کا اونکے پاس ہونا صحیح ہی حاصل یہ ہی کہ جس کلام کی تصدیق قرآن شریف کرتا ہی اوسمین دو وصف ہونا چاہیین ایک یہ کہ حضرت مسیح کو الہام کیا گیا ہو دوسرے یہ کہ اونکے پاس ہو اور یہ دونون وصف صرف اوسی کلام مین پائے جاتے ہین جو حضرت مسیح نے بالہام الہی بیان فرمایا اور کتب مروجہ اہل کتاب مین مندرج ہی اور اون کتابون مین جو حواری وغیرہ کا کلام ہے اوسکی تصدیق ہرگز ثابت نہین ہوتی اگر قرآن شریف تحریر متی و مرقس وغیرہ

کی تصدیق کرتا تو انجیل کو انھین کیطرف منسوب کرتا مگر اسکا تو کسی مقام پر اشارہ بھی نہین ہی پھر کیونکر کوئی سمجھدار شخص انجیل مروجہ کی تصدیق قرآن شریف سے نکال سکتا ہی ذرا مؤلف نیاز نامہ بھی انصاف سے غور فرمائین علاوہ اسکے اگر تصدیق کا مدار پادری صاحب کے نزدیک صرف اونکے پاس ہونا ہی تو اس مجموعہ عہد جدید کے سوا اور بھی انجیلین وغیرہ اونکے پاس تھین جنکو اپاکریفل کہتے ہین پھر یہ معترض کونسی انجیل کی تصدیق ثابت کرنا چاہتا ہی کیا یہ معترض قرآن مجید کے کسی آیت سے ثابت کرسکتا ہی کہ انجیل متی کی تو تصدیق کی ہی اور انجیل طفولیت کی نہین کی ہرگز نہین ۔ الغرض یہ کہنا کہ قرآن شریف پوری انجیل مروجہ کی تصدیق کرتا ہی محض غلط اور خیال خام ہے ؛

اب مین چاہتا ہون کہ اناجیل مروجہ کی کچھ کیفیت بیان کرون تاکہ اونکا کچھ حال ناظرین کو معلوم ہو اور یہ امر بھی زیادہ تر واضح ہو جائے کہ انجیل مروجہ کی تصدیق قرآن مجید نہین کرتا۔ عیسائیون کے نزدیک جو کتب الہامیہ حضرت مسیح کے بعد حواریون وغیرہ نے لکھی ہین وہ ۲۷ رسالے ہین جنکی تفصیل یہ ہے

(۱) انجیل متی۔ یعنی حضرت مسیح کے وہ ملفوظات اور تاریخی حالات جو حضرت متی حواری نے قلمبند کیے اس انجیل مین اول تو یہ اختلاف ہی کہ کس زبان مین لکھی گئی اکثر علمائے عیسائی اس بات کے قائل ہین کہ متی حواری نے عبرانی مین لکھی تھی مگر اوسکا وجود صفحہ عالم سے ناپید ہے اور اسکا ترجمہ یونانی مین ہی پھر تحقیق طور پر یہ معلوم نہوا کہ یہ ترجمہ کسنے کیا اور کب ہوا بعض کہتے ہین کہ یونانی مین لکھی تھی بعض قائل ہین کہ یونانی اور عبرانی دونون مین لکھی تھی مگر کوئی دلیل نہین ہی صرف اٹکل پر مدار ہے دوسرے اس امر مین اختلاف ہی کہ کب تصنیف ہوئی۔ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے حصہ دوم کے باب دوم مین لکھتے ہین کہ ”جو حالات ہمکو قدیم مورخون کلیسیائے انجیلون کی تصنیف کے بارے مین ملے ہین ایسے غیر معین اور ابتر ہین کہ کسی معین امر کیطرف نہین پہونچاتے اور پرانے ہی پرانے متقدمین نے اپنے وقت کی گپون کو صحیح خیال کرکے لکھدیا اور اونکے بعد کے لوگون نے ادب کی وجہ سے اونکے لکھے ہوئے کو قبول کرلیا اور یہ روایتین جھوٹی سچی ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہونچین اور بعد گذرجانے مدت دراز کے اونکا پرکھنا غیر ممکن ہوگیا“ ہارن صاحب

نے یہ نہایت سچی بات لکھی ہی اِسی باتون کی وجہ سے عہد عتیق و جدید دونون مین بہت کچھ تصرف
متقدمین نے حسب عادت کلام الٰہی کے ساتھ کہین تو اپنی راے لکھدی جو اپنی فہم کے مطابق اوس مقام
کی تفصیل سمجھے تھے پھر بعض کہین لفظ بڑھا یا کہین جملہ کہین زیادہ پھر جو اوسکے متعلق قصے تھے وہ
سن سنا کر دہین لکھدیے غرضکہ اسی طرح ہوتا رہا متاخرین نے جو اوس مجموعہ کو اپنے بزرگون سے پایا
اور یہ سنا کہ یہ کتاب مقدس ہی تو وہ یہ سمجھے کہ یہ تمام و کمال اوّل سے آخر تک سب کلام الٰہی ہے
اور اگر کوئی شبہہ بھی ہوا تو ادب کے خیال سے اوسپر نیک گمان کرکے چپ ہو رہے ؛

بارن صاحب پھر انجیل متی کی زمان تالیف کے اختلاف کو اسطرح بیان کرتے ہین کہ ڈاکٹر مل اور
میکائیلس اور بشپ پیرسی ۶۱ سنہ ع کی تصنیف بتاتے ہین اور مولڈان ہاور ۶۱ سنہ ع ۶۲ سنہ ع کی اور
ڈاکٹر ہیبلز ۶۳ سنہ ع اور ڈاکٹر لارڈنر اور مسٹر ٹیولیٹ ۶۴ سنہ ع کی اور برونی اس اور گریش اور وٹ
شٹاین اور جونس ۴۱ سنہ ع کی اور ڈاکٹر ہین سن ۴۸ سنہ ع کے اور ڈاکٹر کیو ۳۸ سنہ ع اور ڈاکٹر اووٹن
اور بشپ ٹاملن ۳۸ سنہ ع کی اور ڈاکٹر ٹونس ۳۷ سنہ ع کی بتاتے ہین - اس وقت پادری ٹھاکر داس صاحب
بڑی طرفداروں مین ہین مگر یہان وہ بھی کسیکو ترجیح نہین دیسکتے ۶۱ سنہ ع یا ۶۲ سنہ ع کی نسبت لکھتے ہین کہ صرف ملون کی
خیال بندی ہی اور ۳۸ سنہ ع اور ۳۷ سنہ ع کی نسبت کہتے ہین کہ کوئی تواریخی ثبوت نہین ہی (دیکھو ظہار عیسوی صفحہ ۷۶ و ۷۷)

(۲) انجیل مرقس یعنی وہ تاریخ مسیح علیہ السلام جو مرقس تابعی نے لکھی یہ شخص پطرس حواری کا شاگرد ہے
اس انجیل کی نسبت بعض علماء مسیحیہ کہتے ہین کہ لیٹن زبان مین لکھی گئی اور اکثر کا یہ قول ہے کہ یونانی
زبان مین — اس امر مین بھی اختلاف ہے کہ یہ انجیل کب لکھی گئی اسکاٹ صاحب رومن تفسیر کی انجیل
مرقس کے دیباچہ مین لکھتے ہین کہ وہ یہ بھی ٹھیک معلوم نہین کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب
ہی کہ اوسکی تصنیف ۵۶ سنہ ع اور ۶۵ سنہ ع کے درمیان مین ہوئی سب متفق کہتے ہین کہ روم شہر مین
اوسکی تصنیف ہوئی ۔۔ اس امر مین اختلاف ہی کہ مرقس کے اوستاد پطرس جنکے ہمراہ مرقس رہتے
تھے روم مین کب آئے علماء کاتھلک کہتے ہین کہ ۴۲ سنہ ع مین اور اکثر پروٹسٹنٹ اور بعض کاتھلک
کہتے ہین کہ ۶۳ سنہ ع یا ۶۴ سنہ ع مین اظہار عیسوی کے صفحہ ۷۵ و ۷۶ مین پہلے قول کے رد مین اچھی وجوہات

لکھے ہین پھر آخر مین لکھا ہے کہ "اس سے ظاہر ہی کہ نیرو کے نوین یا دسوین سال تک پطرس روم
مین نہ گیا یعنی ۶۳ سنہ ع و ۶۴ سنہ ع تک اور یہ کہ انجیل اس سنہ کے پیشتر نہین لکھی گئی لیکن اس سنہ و پطرس
اور پولوس کی شہادت کے درمیان جو ۶۵ سنہ ع و ۶۶ سنہ ع مین واقع ہوئی لکھی گئی"

غرضکہ اس تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ قول غلط ہی جو کہتے ہین کہ ۵۶ سنہ ع و ۶۳ ع کے درمیان لکھی گئی مگر مجھے اس مقام
پر اس اختلاف سے زیادہ بحث کرنی منظور نہین ہی مین یہ کہتا ہون کہ یہ انجیل الہامی کسی طرح نہین ہو سکتی
کیونکہ بالاتفاق اسکا کاتب الہامی شخص نہین ہی باقی رہا یہ امر کہ اس انجیل کو پطرس نے دیکھ لیا ہے
اور پطرس عیسائیون کے نزدیک رسول خدا ہی اسمین دو طرح سے کلام ہی اول یہ کہ اس انجیل کو پطرس
کا دیکھنا ثابت نہین کیونکہ سینٹ ارنی نیوس سا معتبر شخص ۱۷۸ سنہ ع مین لکھتا ہی کہ پطرس کے مرید و مترجم
مرقس نے بعد پطرس و پولوس کے وہ چیزین جو پطرس نے وعظ کی تھین لکھدین اور باسینج ارنی
نیوس کی موافقت کرکے کہتا ہی کہ "مرقس کی انجیل ۶۶ سنہ ع مین بعد پطرس اور پولوس کے لکھی گئی اور
انکی شہادت اوسکے نزدیک ۶۵ سنہ ع مین واقع ہوئی ہی" اس قول کے بموجب تو یقیناً مرقس نے
بعد انتقال پطرس کے یہ انجیل لکھی ہی مگر پادری ٹھاکر داس صاحب بغیر دلیل کے کہتے ہین کہ پطرس کی
شہادت ۶۵ سنہ ع مین نہین ہوئی بلکہ ۶۶ سنہ ع یا ۶۷ سنہ ع مین ہوئی (دیکھو اظہار عیسوی جلد ۲ صفحہ ۴۷)
ظاہر ہے کہ جس طرح ۶۶ سنہ ع یا ۶۷ سنہ ع مین شہید ہونا ایک قول ہی اسی طرح ۶۵ سنہ ع مین شہید ہونا
ایک قول ہی کیا ٹھاکر داس صاحب کی محض خاطر سے اونکی بات تسلیم کر لین — پادری صاحب انجیل کے
الہامی ہونے کے ثبوت مین یوسی بیس کے سوا دو قول پیش کرتے ہین اول پے پی اس کہتا ہی
کہ مرقس نے جو پطرس کا مترجم تھا جو کچھ اوسے یاد تھا ٹھیک ٹھیک لکھا مگر جس طرح مسیح نے کہا اور کیا
ترتیب وار بلحاظ زمانے کے نہین لکھا کیونکہ اوسنے نہ مسیح کو سنا اور نہ اوسکی پیروی کی تھی لیکن پطرس کا ساتھی تھا
اس قول سے صاف ظاہر ہی کہ مرقس نے الہام سے انجیل نہین لکھی بلکہ صرف مورخانہ طور پر بموجب اپنی یاد
کے تاریخ مسیح لکھی پھر اوسکے ترتیب وار نہ لکھنے کا یہ عذر کرتا ہے کہ اوسنے مسیح کی باتین خود دیکھکر نہین
لکھین تاکہ ترتیب سے یاد رکھتا بلکہ پطرس کا ساتھی تھا جس طرح اوس سے سنا مرتب غیر مرتب لکھ لیا یاد رکھا

اس سے بھی عدم الہام ظاہر ہی اس قول مین اس امر کا اشارہ بھی نہین ہی کہ مرقس نے پطرس کے سامنے انجیل لکھی۔ تعجب ہی کہ پادریصاحب اس قول سے اپنا مدعا کیونکر ثابت کرتے ہین۔

دوم ”جیروم کہتا ہے کہ پطرس کے شاگرد و مترجم مرقس نے رومی بھائیون کی درخوست پر ایک مختصر انجیل اوس بیان سے جو اوسنے پطرس سے سنا تھا لکھی اور جب پطرس نے جانا تو اوسے پسند کیا اور کلیسیا مین مشتہر کرکے اپنے اختیار سے اوسکے پڑہنے کا حکم دیا“ اس قول سے بھی ظاہر ہی کہ مرقس نے الہام سے نہین لکھا بلکہ محض سنی سنائی باتین قلمبند کین اب رہا پطرس کا پسند کرنا اور مشتہر کرنا اس امر کو ثابت نہین کرتا کہ وہ الہامی ہو گئی۔ ناظرین انصاف کر سکتے ہین کہ جب یہ امر تمام عیسائی تسلیم کرتے ہین کہ نبی کی کل تحریر الہامی نہین ہوتی اور نہ ہر امر مین اونکو الہام ہوتا ہے تو نبی کے صرف دیکھ لینے اور پسند کر لینے سے کیونکر کوئی تحریر الہامی بالیقین ہو سکتی ہے کیا اوسکا پسند کرنا خود اوسکی تحریر سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہی ہرگز نہین پھر کس وجہ سے پطرس کا پسند کرنا اوسکے الہامی ہونیکی دلیل ہو سکتا ہی حاصل یہ کہ اول تو پطرس کا دیکھنا انجیل مرقس کو ثابت نہین اور اگر دیکھا ہو تو اوس سے الہامی ہونیکا ثبوت نہین ہو سکتا قدیم کلیسیا کا اس انجیل کو مجموعہ عہد جدید مین شامل کرنا اگر مان لیا جاے تو اس سے بھی اوسکا الہامی ہونا ثابت نہین ہو سکتا بلکہ اوسکے شامل کرنے کی کئی وجہین ہو سکتی ہین۔ مثلاً یہ کہ جب اونہین یہ گمان غالب ہوا کہ یہ تاریخ مرقس نے لکھی ہی جو اعظم الحوارین پطرس کا شاگرد رشید اور بڑا رفیق تھا تو اونکے ادب نے یہ تقاضا نکیا کہ اسکو اس مجموعہ سے علیحدہ کر دیا جاے پھر بعض کو یہ بھی گمان ہوا کہ پطرس کی نظر سے یہ تاریخ گذری ہوئی ہی بلکہ پسند کی ہوئی ہے تو اور زیادہ ادب کو دخل دینا پڑا ان خیالات سے یہ مجموعہ مین داخل ہو گئی یہ ضرور نہین کہ اونھون نے الہامی خیال کرکے اس مجموعہ مین شامل کیا ہو متقدمین کی تحریر سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ مرقس کی تحریر الہامی نہین چنانچہ بعض اقوال ابھی گذرے اور علماے مسیحیہ اسکا بھی اقرار کرتے ہین کہ اس مجموعہ مین کل کلام الہامی نہین ہی پھر اگر مرقس کی تاریخ باوجود الہامی نہونے کے مجموعہ مین داخل کی گئی تو کیا عجب ہوا۔

(۳) انجیل لوقا۔ یہ حضرت مسیح کی وہ تاریخ ہی جسے پولوس کے مرید لوقا نے لکھا تھا یہ انطاکیہ کا رہنے والا

اور طبیب تھا۔ یہ انجیل بھی یونانی زبان مین لکھی گئی۔ رومن تفسیر اسکاٹ کے دیباچہ لوقا مین ہی کہ
"وہ خوب معلوم نہین کہ (یہ انجیل) کہان اور کس وقت لکھی گئی۔ جس مقام مین لوقا نے اس کتاب کو
لکھا یہ ٹھیک معلوم نہین جیروم ایک بزرگ کہتا ہی کہ اخایا مین جو یونان کا ایک صوبہ ہے اوسکی
تصنیف ہوئی اور چونکہ اوسنے یہ بات اپنے اگلون سے سنی ہوگی تو اوسے ماننا چاہیے۔

اوسکے لکھنے کا وقت بھی ٹھیک معلوم نہین مگر اتنا ثابت ہی (بلا دلیل) کہ پولوس کی وفات سے
پیشتر لکھی۔ ہم جانتے ہین کہ پولوس ۶۵ع مین مرگیا اور اغلب ہی کہ انجیل اوس سے تین چار برس پیشتر
لکھی گئی" اس حساب سے اسکی تصنیف ۶۱ یا ۶۲ع مین ہونا چاہیے ہارن صاحب لکھتے ہین کہ ۵۳ع
یا ۶۳ع مین تصنیف ہوئی۔ پادری ٹھاکر داس صاحب اظہار عیسوی کے صفحہ ۷۷ مین اس
اختلاف کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ بعض نے جیروم کے کلام کے سمجھنے مین غلطی کی اسلیے اونھون نے
۵۳ع زمان تصنیف قرار دیا صحیح یہ ہی کہ اس سن کے بعد لکھی گئی ہی پھر اوسی صفحہ مین لکھتے ہین۔
"اکثر متقدمین کی رائے ہی کہ لوقا نے اپنی انجیل مرقس کے بعد لکھی پس ۶۳ یا ۶۴ع صحیح ہی" مین کہتا ہون
کہ جب ۶۳ یا ۶۴ع مین لوقا کی انجیل کا لکھا جانا صحیح ہے تو مرقس کی انجیل اس سے پہلے ہونا چاہیے حالانکہ
صفحہ ۶۷ مین خود لکھ آئے ہین کہ یہ انجیل اس سن کے پیشتر نہین لکھی گئی۔ علاوہ اسکے معتبر علماء مسیحیہ
لکھتے ہین کہ ۶۸ع مین مرقس نے وفات پائی چنانچہ البرٹ بارنس اپنی انگلش تفسیر انجیل اور اسکاٹ اپنی
رومن تفسیر کے دیباچہ مرقس مین اسکی تصریح کرتے ہین اور پولوس کا انتقال ۶۵ع مین (دیکھو لوقا
کا دیباچہ دونون تفسیرون مین) الغرض پادری صاحب خود اپنے اور دوسرے علماء کے قول کی
مخالفت کرتے ہین۔ مگر مجھے یہان ایسی نکتہ چینی کرنا منظور نہین ہی مین یہ کہتا ہون کہ یہ انجیل الہام
سے نہین لکھی گئی کیونکہ لوقا کسی کے نزدیک رسول نہین تھا۔ اسکاٹ صاحب رومن تفسیر کے دیباچہ مین
لکھتے ہین "وہ جو لوقا نے لکھا وہ اوسنے اپنی آنکھون سے نہین دیکھا وہ خود کہتا ہی کہ مین نے اورون سے
سنا (لوقا ۱/۱ الخ) اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کے ستر شاگردون مین نہ تھا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ وہ رسول نہ تھا
البرٹ بارنس بھی اپنی تفسیر مین ایسا ہی کہتا ہے۔ اسکے علاوہ خود اس انجیل کا مصنف بھی یہی کہتا ہی

کہ یہ الہامی ہے کسپر یقین نہیں ہے۔ لوقا باب ۱ (۱) ”چونکہ بہتون نے کمر باندھی کہ اون کامون کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے بیان کرین (۲) جس طرح اونہون نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے ہم سے روایت کی (۳) مینے بھی مناسب جانا کہ سبکو شروع سے صحیح طور پر دریافت کرکے تیرے لیے اے بزرگ تھیوفلس ترتیب سے لکھون“ یہ دیباچہ ہے لوقا کی انجیل کا جو خود اوسکے مصنف نے لکھا ہے اسکے دیکھنے کے بعد کوئی منصف اسمین شک نہین کر سکتا کہ لوقا نے یہ انجیل الہام سے نہین لکھی بلکہ جو کچھ لوگون سے سنا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا اوسے قلمبند کیا باوجود اس تصریح کے پھر بھی اگر کوئی اوسے الہامی کہے تو مین نہین کہہ سکتا کہ اہل دانش انصاف پسند اوسے کیا کہینگے ؛

اسکاٹ صاحب باوجودیکہ پہلے لکھ چکے ہین کہ لوقا نے جو کچھ لکھا ہے وہ اورون سے سنکر لکھا اور یہ بھی صاف کہدیا کہ وہ رسول نہ تھا مگر پھر بھی اوسکی تحریر کو الہامی ثابت کرنا چاہتے ہین اور لکھتے ہین کہ ”پس جس حال مین کہ وہ رسول نہ تھا ہم کس طرح جانین کہ اوسنے الہام سے لکھا اور اوسکی تصنیفین یعنے یہ انجیل اور اعمال کی کتاب کو کس طرح خدا کا کلام کہین“ اسکے بعد اوسکے الہامی ہونے کی وجہ بیان کرتے ہین مین اختصار کے ساتھ اوسی بیان لکھتا ہون (۱) اول کلیسیا کا اوسے منظور کر لینا (۲) پطرس اور یوحنا کے جیتے جی اسکا مشہور ہو جانا اگر یہ رسول کچھ خلاف دیکھتے تو فوراً روک دیتے (۳) پولوس نے دیکھکر اوسے صحیح ٹھہرایا (۴) الہام کے نشان اوسمین ہین کیونکہ اوسکے مضمون خاص اور پاک اور خدا کے لائق ہین (۵) وہ دوسری انجیلون کے موافق ہے —

اول وجہ کی نسبت مین یہ کہتا ہون کہ اگر کلیسیا کی منظوری اوسکے الہامی ہونے کے بارے مین ہے تو کلیسیا پر بنظر انصاف سخت الزام آئیگا کہ اوس کتاب کا مصنف تو الہام کا مدعی نہین ہے بلکہ محض مورخانہ طور پر لکھنے کا دعوی کرتا ہے مگر یہ کلیسیا زبردستی الہام کا بار اوسکی گردن پر رکھتی ہے کلیسیا کی ایسی زبردستی کسی عاقل کے نزدیک لائق منظوری کے نہین ہو سکتی ہے ؛

میرے نزدیک کلیسیا پر ایسا اتہام اوسکی نادان دوستون کا کام ہے اصل یہ ہے کہ کلیسیا کی منظوری

اگر یہ تو فقط تاریخ مسیح سمجھکر ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ کلیسیا کیلیے ضرور تھا کہ مخالفت کے مقابل مین
نبوت اور تعلیمات مسیح کے شاہد پیش کرین اور ثابت کردین کہ یہ تعلیمات اور معجزات حضرت مسیح کے
ہین اور شریعت مین کم سے کم دو تین گواہ ثبوت مدعا کے لیے ہونا چاہئین اس وجہ سے کلیسیا
کیلیے ایسے گواہون کی ضرورت پڑی جب یہ معلوم ہوا کہ مرقس اور لوقا نے (جو حواریون کے پورے رفیق
تھے) حضرت مسیح کے حالات اور ملفوظات خوب تحقیق کے ساتھ عمدہ طور پر لکھے ہین تو کلیسیا نے انکو
دو گواہ سمجھکر انکی تحریر کو منظور کیا جنکو یہ گمان ہوا کہ یہ تحریرین پطرس اور پولوس کی منظور شدہ ہین
وہ تو انکو دو رسولون کی گواہی سمجھے اور جنکو یہ گمان نتھا اونھون نے بھی یہ خیال کیا کہ یہ گواہ
گرچہ اپنا مشاہدہ بیان نہین کرتے مگر اون دیکھنے والون سے سنکر کہتے ہین جو عرصہ تک مسیح کے
ہمراہ رہے ہین اسلیے انکی گواہی قابل اعتبار ہے اس وجہ سے کلیسیا نے منظور کی بیان الہامی ہونے
کو کچھہ دخل نہین ہے۔ ایک ہی حال کی چار تحریرین ہونا اور کلیسیا کا چارون کو منظور کرنا صاف
اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ ہر ایک نے مورخانہ طور پر مسیح کے حالات لکھے اور کلیسیا نے چار گواہ اونکو
خیال کرکے منظور کرلیا اگر الہامی ہوتے تو ایک تحریر کافی تھی چار کی کیا ضرورت تھی کیا خدا تعالی سے
کو ایک پر الہام کرکے اطمینان نہوا جو چار پر ایک ہی مضمون الہام کرنا پڑا یہ بالکل غلط خیال ہے جو
الہامی ہونیکو مانیگا اوسکے لیے ایک تحریر کافی ہے اور جو نمانیگا اوسکے لیے چار سو کی تحریر کافی نہین
ہو سکتی۔ رسولون کے الہام مین کسی طرح کے جھوٹ یا غلطی کا احتمال باقی نہین رہتا تاکہ دوسرے
الہام سے اوسکی تاکید کیجاے اس وجہ سے تمام انبیا رسابقین پر کوئی کتاب مکرر نہین نازل کی گئی

حاصل یہ کہ کلیسیا کی منظوری اوسکے الہامی ہونیکی دلیل نہین ہو سکتی ؀
دوسری دلیل سے بھی پادری صاحب کا مدعا ثابت نہین ہوتا کیونکہ اول تو پطرس اور یوحنا کے
جیتے جی اوسکا مشہور ہونا ثابت نہین اور بالفرض اگر مشہور ہوئین بھی تو بھی اونکے الہامی ہونیکا
ثبوت نہین ہو سکتا کیونکہ پطرس اور یوحنا نے یہ خیال کرلیا کہ مسیح کی تاریخ اونھون نے سن سنکر
اور دریافت کرکے لکھی پھر اوسکے مشتہر ہونے مین کیا برائی ہے رسول سکے لیے تو وہ ضرور نہین ہے کہ

الہامی کتاب کے سوا کسیکو مشتہر ہونے نہ دے ؎

تیسری دلیل یعنی پولوس کا صحیح ٹھہرانا محض ناکافی ہو اول تو اسکا ثبوت غیر ممکن ہو اور اگر مان
کہ پولوس نے اوسے دیکھا اور صحیح ٹھہرایا تو پادری صفدر علی صاحب کو پولوس کی رسالت
سے ثابت کرنا چاہیے اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیجاے تو اسپر کیا دلیل ہو کہ رسول جسے صحیح ٹھہرا
الہامی ہو جاے جب خود رسول کی سب تحریرین الہامی نہین ہوتین تو اوسکے دیکھنے اور صحیح کہدینے
کیونکر الہامی ہو جائنگی ؎

چوتھی دلیل کی بنیاد محض حسن اعتقاد ہی جو شخص جس کتاب کو کلام الٰہی مان لیتا ہی اوسکے
کو وہ ایسا ہی اعتقاد کرتا ہی جیساکہ پادری صاحب لوقا کے مضامین کو اعتقاد کر رہے ہین
علاوہ اسکے مضامین آپکے قول کے بموجب سولون کی زبان سے سنے ہوے ہین اور لامحالہ وہ
ایسے ہی ہونگے جو خدا کے لائق ہونگے پھر اوسمین الہام کی کیا ضرورت ہے ؎

پانچوین دلیل تو قابل تماشا ہے کیونکہ اوسکے معنی یہ ہونگے کہ جب ایک تاریخ دوسری تاریخ سے
ہو جاے تو الہامی قرار پائے اس تقدیر پر دنیا کی بہت سی تاریخین الہامی ہو جائنگی اسکے سوا
یہ ہی کہ لوقا کے الہامی ہونیکا ثبوت تو اس طرح دیا جاتا ہی کہ متی وغیرہ کے موافق ہی اور متی کا الہا
ہونا لوقا وغیرہ کی موافقت سے ثابت کرتے ہین حاصل یہ ہوا کہ لوقا کا الہامی ہونا متی کی موافقت
پر موقوف اور متی کا الہامی ہونا لوقا کی موافقت پر موقوف پھر کس عاقل کے نزدیک ایسی دلیل
دعوی ثابت ہو سکتا ہے اسکو تو عقلا کی اصطلاح مین دور کہا کرتے ہین ؎

(۴) انجیل یوحنا۔ اس انجیل کے مصنف یوحنا حضرت مسیح کے حواری اور رشتہ دار ہین بعض عی
کہتے ہین کہ بھانجے تھے (دیکھو ہورن تفسیر اسکاٹ دیباچہ یوحنا) پہلے مچھلی بیچا کرتے تھے انھو
حضرت مسیح کے سوانح عمری اور ملفوظات یونانی زبان مین لکھے بعض معتبر مسیحی عالمون نے اس انجیل
سے بالکل انکار کیا ہی چنانچہ اسٹاڈلن اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ انجیل یوحنا کی یقیناً کسی طالب ع
مدرسہ اسکندریہ نے لکھی ہی بارن صاحب گرچہ اس قول کو لکھکر اس امر کو بیان کرتے ہین کہ یہ انجیل

یوحنا حواری نے لکھی ہے مگر مجھے یہان طرفین کے دلائل کو تولنا مدنظر نہین ہی اوسکا دوسرا موقع ہی
بعض یہ بھی کہتے ہین کہ دوسری صدی مین جس وقت یہ کہا گیا کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف نہین ہے
اوس وقت ارینیوس پولیکارپ کا شاگرد موجود تھا اور پولیکارپ یوحنا کا شاگرد ہے اسنے منکرین
کے مقابلے مین بیان نکیا کہ پولیکارپ نے مجھسے خود کہا ہی کہ یہ انجیل یوحنا کی ہے ایسے مقام پر ارینیوس
کا چپ رہنا صاف اس بات کی دلیل ہی کہ پولیکارپ نے یہ خبر اوسے نہین دی اگر یہ انجیل یوحنا حواری
کی ہوتی تو پولیکارپ کو ضرور علم ہوتا اور پھر وہ اپنے شاگرد ارینیوس سے ضرور کہتا کیونکہ یہ وہ خبر تھی جسپر
دین کا مدار تھا پھر کیسے خیال مین آسکتا ہی کہ پولیکارپ اپنے شاگرد سے بیان نکرتا پھر جسطرح پولیکارپ کو اپنے
شاگرد سے بیان کرنا ضرور تھا اسی طرح یہ بھی ضرور تھا کہ اپنے وقت کے منکرون کو بند کرنیکو ارینیوس اسکو
بیان کرتا مگر نہین کیا جو عیسائی اسے یوحنا کی تصنیف بتاتے ہین وہ یقینی طور سے اسکی تالیف کا وقت
نہین بیان کرسکتے ہارن صاحب لکھتے ہین کہ سنہ ۶۸ء یا سنہ ۶۹ء یا سنہ ۹۷ء یا سنہ ۹۸ء مین تالیف ہوئی
پادری ٹھاکر داس صاحب انکے قولون کو معتبر نہین قرار دیتے جو سنہ ۶۹ یا ۹۶ء مین اسکی تالیف بتاتے ہین
اظہار عیسوی کے صفحہ ۷ مین لکھتے ہین "بس ظاہر ہی کہ انجیل یوحنا یروشلم کی بربادی کے بعد
سنہ ۹۸ء مین لکھی گئی" اور اسکاٹ صاحب دیباچہ یوحنا مین لکھتے ہین کہ وہ اکثرون کی رائے یہ ہے کہ
پتمس سے لوٹ آنے کی بعد افسوس مین یوحنا کی وفات سے تھوڑے دن پیشتر قریب سنہ ۹۸ء کی وہ
(یعنی صحیفہ یوحنا) تصنیف ہوا (ردمن تفسیر اسکاٹ صفحہ ۱۸۴) اب مین کہتا ہون کہ اگر یہ انجیل یوحنا
کی لکھی ہے تو بھی کل انجیل اوسکی نہین ہوسکتی ضرور دوسرے شخص کا کلام اسمین ملا ہی مثلاً اس انجیل
کے آخری باب کا ۲۴ درس یہ ہے کہ "یہ وہ شاگرد ہی جسنے ان کامون کی گواہی دی اور ان باتونکو
لکھا اور ہمکو یقین ہی کہ اوسکی گواہی سچ ہی" اس شاگرد سے مراد یوحنا ہی اب کون منصف کہہ سکتا ہی کہ قول
یوحنا کا ہے۔ اس قول کا متکلم اپنے تئین متکلم کے صیغہ سے اور یوحنا شاگرد کو غائب کے صیغہ سے تعبیر
کرتا ہی اور کہتا ہی کہ ہمکو یقین ہی کہ اوسکی (یعنے یوحنا کی) گواہی سچ ہی۔ افسوس ہی کہ ایسے صاف اور
صریح بات کا بھی بعض علماے مسیحیہ انکار کرتے ہین اور اس درس کو یوحنا حواری کا لکھا ہوا بتاتے ہین

مگر اس بیجا پاسداری کی نسبت ہم کچھ نہین کہتے ناظرین انصاف پسند خود ہی ورس مذکور کو دیکھکر حق امر کو دریافت کرسکتے ہین ؁

الغرض یہ چار کتابین ہین یعنی انجیل متی اور انجیل یوحنا اور انجیل مرقس اور انجیل لوقا عیسائیون کے محاورے مین ان مین سے ہر ایک کو بھی انجیل کہتے ہین اور چارون کے مجموعہ کو بھی انکا طرز تالیف بعینہ ایسا ہی ہے جیسے ہمارے یہان مریدین یا معتقدین اپنے مرشدون اور بزرگون کے حالات اور ملفوظات لکھا کرتے ہین جس طرح یہ مصنفین اپنے دیکھے بعضے سنکر بزرگون کے سوانح عمری اور تعلیمات اور ارشادات اور انکی کرامات اور خوبیون کا ذکر کرتے ہین اسی طرح ان چار صاحبون نے حضرت مسیح کے سوانح عمری اور تعلیمات اور معجزات کا ذکر اپنی کتابون مین کیا ہے ؁

(۵) اعمال اسمین پہلے باب سے ۱۲ باب تک پطرس حواری کا ذکر ہے اور تیرھوین باب سے آخر تک پولوس کے حالات ہین اسکا مصنف بھی وہی پولس کا رفیق لوقا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جس تہیوفلس کے لیے اس شخص نے حضرت مسیح کے حالات لکھے تھے اسی طرح اوسکے لیے اوسنے بعض حواریون کے حالات بھی لکھے مگر بجز اسکے کہ اوسے ایک تاریخ کہا جاے اور کچھ نہین کہہ سکتے جب اوسکی انجیل ہی الہامی نہین ہوسکتی تو یہ رسالہ کیونکر الہامی ہوسکتا ہے اسکے بعد پولوس کے خطوط ہین جو جابجا اوسنے لکھے ہین وہ یہ ہین

نمبر	نام مکتوب الیہ	کیفیت
۶	رومیون	بقول علماے کے کبھی سنہ ۵۵ء یا سنہ ۵۶ء یا سنہ ۵۷ء مین لکھا گیا سنہ ۵۷ء یا سنہ ۵۸ء یا سنہ ۵۶ء مین لکھا گیا ؁
۷	۱ قرنتیون	
۸	۲ قرنتیون	بقول علماء کی کبھی سنہ ۵۷ء یا سنہ ۵۸ء یا سنہ ۵۹ء مین لکھا گیا ؁
۹	گلتیون	یہ خط سنہ ۶۲ء یا سنہ ۵۸ء یا سنہ ۵۳ء یا سنہ ۵۲ء یا سنہ ۵۸ء یا سنہ ۵۹ء مین لکھا گیا
۱۰	افسیون	یہ سنہ ۵۸ء یا سنہ ۵۹ء یا سنہ ۶۰ء یا سنہ ۶۱ء یا سنہ ۶۲ء مین لکھا گیا ؁
۱۱	فلپیون	ایضاً
۱۲	قلسیون	ایضاً

نمبر	نام مکتوب الیہ	کیفیت
۱۳	تسلنیقیون ۱	یہ خط سنہ ۴۶ء یا سنہ ۵۱ء یا سنہ ۵۲ء مین لکھا گیا۔
۱۴	ایضاً ۲	یہ خط سنہ ۴۷ء یا دیگر سنین مذکورہ مین لکھا گیا۔
۱۵	تمطاوس ۱ [1]	یہ سنہ ۵۰ء یا سنہ ۵۵ء یا سنہ ۵۶ء یا سنہ ۵۸ء یا سنہ ۶۴ء یا سنہ ۶۵ء مین لکھا گیا
۱۶	ایضاً ۲	یہ بھی سنہ ۵۵ء یا سنہ ۵۶ء یا سنہ ۵۹ء یا سنہ ۶۱ء یا سنہ ۶۵ء یا سنہ ۶۶ء یا سنہ ۶۷ء مین لکھا گیا
۱۷	طیطس	یہ سنہ ۵۱ء یا سنہ ۵۲ء یا سنہ ۵۳ء یا سنہ ۵۵ء یا سنہ ۶۲ء یا سنہ ۶۴ء مین لکھا گیا۔
۱۸	فلیمون	یہ سنہ ۵۸ء یا سنہ ۶۰ء یا سنہ ۶۱ء یا سنہ ۶۲ء مین لکھا گیا جیروم کے وقت مین بعض عالم مسیحی کہتے تھے کہ یہ ایک خانگی چٹھی ہے عہد جدید سے نکال دینے کے لائق ہے۔
۱۹	عبرانیون	دوسری اور تیسری صدی کے معتبر علمای مسیحی نے اس نامہ سے انکار کیا ہے اور یہی حال اسکے بعد کے رسائل کا ہے سوای نامۂ اول پطرس و نامۂ اول یوحنا کے

یہ ۱۴ خط تو پولوس کیطرف منسوب ہین اور چند خطوط اور مشاہدات ہین جو حواریون کیطرف منسوب ہین ہ

نمبر	نام کاتب	کیفیت
۲۰	یعقوب کا خط	لوتھر صاحب اسے گھاس پھوس بتاتے ہین اور سنہ ۳۶۳ء تک غیر مقبول رہا اور جب سنہ مذکور مین کونسل لوڈیسیا مین جب یہ نامہ واجب التسلیم ٹھہرا۔
۲۱	پہلا خط پطرس کا	
۲۲	دوسرا خط پطرس کا	سریا کا کلیسیا ابتک اس خط کو نہین مانتا اور اسکا مجر کہتا ہے کہ جسنے اس خط کو لکھا ہے اوسنے ناحق اپنی وقت فرصت کو ضائع کیا ہے یوسے بیس اپنی تاریخ کلیسیا کے ۳ کتاب کے ۳ باب مین لکھتا ہے کہ یہ خط کبھی پاک کتاب مین شامل نہین کیا گیا لیکن پڑھا جاتا تھا
۲۳	یوحنا کا خط اول	جمہور محققین نے باب ۵ کے بعض ورسون کو غلط بتایا ہے ؛

[1] روز صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ مین لکھتا ہے کہ شلی میجر نے اول نامہ تمطاوس پر اور اکہارن نے دونون نامون تمطاوس اور نامہ طیطس پر حملہ کیا ہے (یعنے واجب التسلیم نہین جانا)

نمبر	نام کاتب	کیفیت
۲۴	یوحنا کا خط دوم	سریا کا کلیسیہ اب تک ان دونون خطون کو نہین مانتا اور یوسی بیس تاریخ کلیسیہ کے تیسری کتاب کے چبیسوین باب مین لکھتا ہی کہ ان دونون خطون کی نسبت گفتگو ہی کہ آیا یہ خط یوحنا نے لکھے ہین یا کسی اور شخص نے جسکا نام یوحنا تھا۔
۲۵	ایضاً سوم	
۲۶	یہودا کا خط	اسمین گفتگو ہی کہ اسکا کاتب خود یہودا حواری ہی یا اور کوئی شخص جسکا یہ نام تھا دیکھو تاریخ یوسی بیس کی کتاب ۳ باب ۲۵۔
۲۷	مشاہدات یوحنا	سرل اور تمام کلیسیا یروشلم اوسکے وقت مین اسکو واجب التسلیم نہین جانتے تھے اور ڈیونیسیس کہتا ہی کہ بعض نے ہمسے پیشتر مشاہدات کو علحدہ کردیا اور اوسکے رد مین کوشش کی ہی اور کہا ہی کہ یہ بے معنی اور بے عقلی اور بڑا بھاری جہالت کا حجاب ہی اور یوحنا کی طرف اوسکی نسبت جھوٹ ہی اوسکا مصنف نہ کوئی حواری ہی نہ پاک آدمی الخ

یہ ۲۷ رسالے ہین جو بالفعل عیسائیون کے نزدیک الہامی ہین اور اس مجموعہ کو عہد جدید کہتے ہین انمین سے چار انجیلون اور اعمال کا حال تو بیان کیا گیا خطوط باقی رہے مگر غور کا مقام ہی کہ جب انجیلون کا الہامی ہونا ثابت نہین ہوتا تو پھر خطون کا کیا ذکر خطون مین اگرچہ بعض باتین نصیحتانہ بھی ہین مگر اونکی تحریر خود اس بات کی شہادت دیتی ہی کہ یہ خانگی خطوط ہین جن مین کچھ نصیحت کی باتین بھی لکھی ہین ناظرین ملاحظہ کرین کہ پولوس تمطاؤس کو لکھتے ہین "آگے تو صرف پانی نہ پیا کر بلکہ اپنے ہاضمہ اور اکثر کمزوریون کے واسطے تھوڑی می پی" (طمطاؤس اول ۵ ۲۳) اب کوئی کہہ سکتا ہی کہ یہ الہامی بات ہی کیا خدا کو تمطاؤس کے شراب پینے کے لیے الہام کرنا ضرور تھا اور نامہ ۲ طمطاؤس باب ۴ ورس ۱۱ سے ۱۳ تک ہی "لوقا اکیلا میرے ساتھ ہی تو مرقس کو اپنے ساتھ لے آ کیونکہ وہ اس خدمت مین میرے اس کام کا ہی مینے تخکس کو افسس مین بھیجا اور وہ لبادہ جسے مینے

ترواَس مین قرپس کے یہان چھوڑا اور کتابین خاص کر رق کے طومار تو لیتا آئیو" اب ناظرین دیکھین کہ یہ خانگی خطوط نہین توکیا ہین کیا ایسے مضامین کو کوئی الہامی کہہ سکتا ہی ہرگز نہین پھر کیا ان مضامین کی تصدیق قرآن سے چاہتے ہین کیا قرآن نے کسی مقام پر پولوس کی تحریر کی تصدیق کی ہی حاشا وکلا ہرگز نہین قرآن مجید صرف تعلیم مسیح کو انجیل کہتا ہی چنانچہ اوپر ذکر کیا گیا پھر کیا وجہ ہی کہ یہ تمام مجموعہ لیکر قرآن سے مقابلہ کرنے بیٹھے ہین جب اونھون نے اعتراض کی بنیاد قرآن مجید کی تصدیق پر رکھی ہی تو اونھین ضرور ہی کہ اوسی کتاب سے مقابلہ کرین جسکی تصدیق قرآن مجید نے کی ہی ان خانگی خطونکو بحث سے خارج کرین باانیہمہ ان خطون مین جسقدر عمدہ مواعظ و پند ہین اونسے قرآن مجید کو ہرگز مخالفت نہین ہے البتہ ان باتونمین مخالفت ہی کہ قرآن مجید توریت کو نور وہدایت کہتا ہی اور پولوس اوسے کمزور وبیفائدہ اور عیب دار اور ظلمت بتاتا ہی (دیکھو نامہ عبرانیون ۷ و ۸) قرآن مجید ستھری اور پاک چیزونکو حلال فرماتا ہی اور پولوس مقدس ہر پاک و ناپاک کی حلت کا فتوی دیتا ہی (طیطس ۱) پولوس شراب نوشی کا حکم دیتا ہی (اول تمطاوس ۵/۲۳) قرآن مجید اس مضر شے سے منع کرتا ہی غرضکہ اگر اختلاف ہی تو اس قبیل کا ہی اب ناظرین خود انصاف کر سکتے ہین کہ کونسے حکم خدای قدوس کیطرف سے ہو سکتے ہین —

اس بیان کے بعد یہ سوال ہوگا کہ جس کتاب کو اس وقت انجیل کہا جاتا ہی وہ تو حواریون وغیرہ کی تاریخ اور مجموعہ خطوط ہین قرآن مجید اونکو انجیل نہین کہتا پھر وہ انجیل کہان ہی جسکی تصدیق قرآن مجید کرتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ قرآن مجید حضرت مسیح کی تعلیمات کو انجیل کہتا ہی پس اس مجموعۂ عہد جدید مین جو تعلیمات اور نصیحتین حضرت مسیح کی ہین وہ انجیل ہے قرآن مجید اوسکی تصدیق کرتا ہی ماسوا اسکے جس قدر تواریخی امور حواریون نے بچشم دید یا سنکر لکھے ہین یا جو باتین اپنی رای اور اجتہاد سے بیان کی ہین اوسے قرآن مجید ہرگز انجیل نہین کہتا — اس وقت گرچہ ہمین اس سے بحث نہین ہی کہ یہ بات عیسائیون کے اعتقاد کے موافق ہی یا مخالف ہمارا بیان تو صرف اس امر کو بیان کیا جاتا ہی کہ قرآن مجید کسکی تصدیق کرتا ہی مگر ہم نہایت مسرت سے بیان کرتے ہین کہ علماے محققین مسیحیہ کا قول بھی اسکے موید ہے حواری کی اجتہادی رای کی نسبت مارٹین لوتھر صاحب مقتدای فرقہ پراٹسٹنٹ اپنی کتاب کی دوسری جلد

ؔ البتہ وہ اختلاف اور شکوک جو مسیح کی تحقیق مین بیان کیے ہین وہ دونون تعلیمات مین بھی باقی ہین اسلیے ہم اوپر بھی پورا یقین نہین کر سکتے ۱۲ منہ

مین جہان ذکر ہی کہ بیمار مجلس کے قسیس تیل ملین وہان لکھتے ہین کہ "گو یہ نامہ یعقوب کا ہو لیکن حواریون کو نہین پہونچتا کہ اپنی طرف سے حکم شرعی بناوین یہ منصب صرف حضرت مسیح کو تھا - یہ قول بالکل ہمارے مطابق ہی - ہارن صاحب جلد اول صفحہ ۴۴۳ کے حاشیہ پر لکھتے ہین کہ "جب ہم کہین کہ کتب مقدسہ خدا کا کلام ہین ہماری یہ مراد نہین ہی کہ وہ سب خدا نے بولا ہی یا لکھوایا ہی یا ہر چیز جو اوسمین ہی کلام خدا ہی بلکہ انصاف اور رحم اور زندگی کے پاکی کے احکام کے بیان اور اون تاریخی حصون مین جنمین ایسی زندگی کا جو اون اصول و احکام کے برخلاف ہی نتیجہ دکھایا گیا ہے تفریق کرنا چاہیے پہلا تو پاک خدا کا کلام ہی اور دوسرا یعنی تاریخی حصہ اون مین بعض کلام نیک آدمیون اور بعض شریر کا اور بعض کلام شیطان کا ہی اور اس سبب اسکو کلام خدا نہین کہہ سکتے" پھر اوسی جلد کے پہلے ضمیمہ مین لکھتے ہین کہ "جب یہ کہا جا کہ کتب مقدسہ خدا کیطرف سے وحی کی گئی ہین تو ہم یہ نہ سمجھین کہ خدا نے ہر لفظ یا ساری عبارت بتلائی ہی - اور نہ یہ خیال کیا جا کہ ہر ایک معاملہ مین جو وہ بیان کرتے تھے یا ہر ایک کلام مین جو وہ دیتے تھے اونکو الہام ہوتا تھا" مختصراً - پھر لکھتے ہین کہ "عہد عتیق کے تاریخی کتابون کے مصنفون کو بھی کبھی الہام ہونا تحقیق ہی" پھر لکھتے ہین کہ "اونمین ہی بعض کتابین پیچھے سے اون پاک ملفوظات سے جنکے مصنف پیغمبر یا سیر لوگ تھے اور اون دفتر کے کاغذات یا اور پیچھے ملفوظون سے جمع کی گئین جو غیر الہامی لوگون کی تصنیف تھے"

ہارن صاحب کے بیان سے بخوبی واضح ہوگیا کہ بیبل مین کل کلام الہامی نہین ہی خصوصاً تاریخی حصہ بس یہی ہمارا مدعا ہی - اور سایکلوپیڈیا برٹینکا کی جلد ۱۱ الہام کے بیان مین لکھا ہی کہ "اس بات پر گفتگو ہی کہ آیا کتب مقدسہ کی ہر بات اور ہر معاملہ الہامی ہی یا نہین جیروم اور گروٹیس اور اراسمس اور پیروگوبیس اور بہت اور لوگ کہتے ہین کہ کتب مقدسہ کی سب باتین الہامی نہین ہین پھر اوسیکی ۱۹ جلد کے صفحہ مین ہی کہ "جو لوگ اس بات کے قائل ہوگئے ہین کہ کتب مقدسہ کا ہر معاملہ اور تمام گذارشات الہامی ہین وہ اپنے دعوی کو باسانی ثابت نہین کر سکینگے (پھر لکھا ہی کہ) اگر از راہ تحقیق ہمسے استفسار کیا جا کہ تم عہد جدید کے کونسے اجزا کو الہامی مانتے ہو تو ہم جواب دینگے کہ رسایل

اور احکام اور پیشین گوئیان ایسی چیزین ہین جو دین عیسوی کے اصل اصول ہین اونکے الہام کا خیال علحدہ نہین ہوسکتا گذارشات کے لیے حواریون کی یادداشت کافی تھی " اور ریس کی سائیکلو پیڈیا کی ۱۹ جلد مین لکھا ہی کہ لوگون نے کتب مقدسہ کے تمامہا الہامی ہونیکی نسبت گفتگو کی ہے اور وی کہتے ہین کہ اون لوگون یعنی مولفین کے افعال اور ملفوظات مین غلطیان اور اختلاف ہے متی کے باب ۱۰ ورس ۱۹ و ۲۰ اور مرقس کے ۱۳ باب ورس ۱۱ اعمال کے باب ۲۳ ورس ۱ سے ۵ تک مقابلہ کرکے دیکھو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہین سمجھتے تھے جیسا کہ یروشلم کی کونسل کے آپس کی بحث اور پولوس کے پیٹر کو الزام دینے سے ظاہر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ قدماے مسیحین اون لوگون کو خطاسے خالی نہین سمجھتے تھے کیونکہ بعض اوقات اونکے افعال پر روک ٹوک کی گئی ہے (دیکھو اعمال باب ۱۱ ورس ۲ و ۳ اور باب ۲۱ ورس ۲۰ سے ۲۴ تک) اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ پولوس مقدس جو اور حواریون سے اپنے تئین کمتر نہین سمجھتا (دیکھو ۲ کرنتھون کا باب ۱۱ ورس ۵ اور باب ۱۲ ورس ۱۱) خود اپنے حال مین ایسا بیان کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے تئین ہمیشہ اور ہر وقت الہامی نہین سمجھتا تھا اول کرنتھون کا باب ۷ ورس ۱۰ و ۱۲ و ۲۵ و ۴۰ اور دوم کرنتھون کا باب ۱۱ ورس ۱۷) اور ہم نہین پاتے ہین کہ حواری لوگ ایسی طور پر گفتگو شروع کرتے ہین جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے کہ گویا وے خدا کیطرف سے بولتے ہین پھر لکھا ہے۔ کہ میکالس صاحب نے اوس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے لیے ضرور تھا طرفین کے دلائل کو تول کر اس اعتراض کا یون فیصلہ کرنا مناسب جانا کہ ناموس کے لیے تو الہام البتہ مفید ہے لیکن تاریخی کتابون کے واسطے مثلاً انجیلین اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کیجاے تو کچھ نقصان نہین بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوگا اگر تاریخی معاملون مین حواریون کی گواہی صرف اور انسانون کی سی گواہی مانی جاے (جیسا حضرت عیسی نے بھی ورس ۲۷ باب ۱۵ یوحنا مین خود کہا ہی تم بھی میرے گواہ ہوگے اسلیے کہ تم میرے ساتھ شروع سے تھے) تو بھی کچھ نقصان نہین اور کوئی شخص منکر کے مقابلہ مین دین عیسوی کی صداقت کی بابت کسی مسئلہ کو اولاً فرض وتسلیم کرکے گفتگو نہین کریگا بلکہ مسیح کی موت اور

بھی اوٹھنے اور معجزات کی صداقت کی دلیلون کی بنا انجیل نویسون کے اعتبار پر رکھیگا یہ سمجھکر کہ گویا وے مورخ ہین اور وہ لوگ جو اپنے ایمان کی بنا کو جانچین اونکو لازم ہو کہ انجیل نویسون کی گواہی انسانون کی سی سمجھین کیونکہ انجیل کی گذارشات کو الہامی قرار دیکر سچا ٹھہرانے مین دور لازم آتا ہے اس لیے کہ انجیلین بلحاظ مضامین الہامی ٹھہرائی گئی ہین - پس حالات مذکورہ بالا مین بجز اسکے اور کچھ چارہ نہین کہ انجیل نویسون کی گواہی اور آدمیون کی سی گواہی سمجھی جاوے اور تمام تاریخی معاملون مین حواریون کو ایسا سمجھنے سے دین عیسوی مین کچھ نقصان لازم نہ آئیگا اور ہم کہین صراحتاً لکھا نہین پاتے کہ تمام معاملے جنھین حواریون نے اپنے تجربے سے اور لوقا نے اپنی تحقیقات سے دریافت کیا الہامی ہون بلکہ اگر ہمکو اس خیال کرنے کی اجازت حاصل ہووے کہ بعض انجیل نویسون نے کچھ کچھ غلطی کی اور پیچھے سے یوحنا نے اوسکو درست کیا تو انجیل کی تطبیق کے لیے بڑا فائدہ حاصل ہوگا مسٹر گڈل صاحب کی راے اپنے رسالۂ الہام کی دوسری فصل مین میکائلس کی راے کے ساتھ متفق ہو عہد جدید کی اون کتابون کے الہامی ہونیکی نسبت جنکو حواریون کے شاگردون نے لکھا یعنی انجیل مرقس اور لوقا اور اعمال حوارئین میکائلس تامل کرتا ہے" مختصراً یہ منصفانہ اور محققانہ تحریر ابراہام ریس کی قابل غور ہے یہ محقق ہمارے دعوی کو بالکل ثابت کرتا ہے ڈاکٹر ونسن کا بھی یہی قول ہو اسیواسطے یہی ریس سایکلوپیڈیا کی ۱۹ جلد مین ڈاکٹر مذکور کے حال مین اسکی راے کو بینظیر اور لاثانی بتاتا ہے -

رابرٹ جمبرس بھی سایکلوپیڈیا کی جلد ۵ مین لفظ الہام کے بیان مین اسیطرح کہتا ہے محصل اوسکا یہ ہے کہ بعض کہتے ہین کہ بیبل مین ہر لفظ الہامی ہو اور بعض صرف اوسکے مسائل مذہبی کو اس طور پر سمجھتے ہین اور دیگر حالات کو مثل تواریخ اور علوم کے انکو الہامی نہین سمجھتے اسکے بعد جمبرس لکھتا ہو کہ مین اس کتاب مین محض اقوال نقل کرتا ہون کسی قول کو ترجیح دینا اور فیصلہ کرنا منظور نہین ہو باایں‌ہمہ اوسنے کچھ اختلافات اور اغلاط بیبل کے بیان کرکے اس امر کو صحیح ٹھہرایا ہے کہ بیبل کل الہامی نہین ہے یہ امر بھی غور کے لائق ہے کہ محققین مسیحیہ نے جب قدیم نسخون کی تصحیح کی تو بہت سی آیتون کو داخل

خارج کیا مثلاً گریسباخ نے جو اپنے نسخہ سے آیات خارج کردی ہین اونھین تفسیر اسکاٹ انگلش مطبوعہ آکسفورڈ
جلد ۳ صفحہ ۲۵۱ خاتمہ تفسیر متی مین ناظرین ملاحظہ کرین کہ کتنی لمبی فہرست آیات خارج شدہ کی لکھی ہے۔
حاصل یہ کہ یہانتک جس قدر کتب عہد عتیق اور عہد جدید کا ذکر کیا گیا اوس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ
یہ کتابین خود شہادت دیتی ہین کہ انمین خالص الہامی کلام نہین بلکہ غیر الہامی کلام بہت کچھہ انمین
ملا ہی اور جب اون محققین کے کلام کو دیکھا جو اِن کتابون کے حامی اور مددگار اور معتقد ہین اوس سے
بھی اس دعوی کے ثبوت مین کچھہ شک نرہا محققین اہل کتاب نے خوب روشن کردیا کہ یہ تمام مجموعہ
ہرگز الہامی نہین ہی ہان الہامی کلام اسمین مخلوط ہے پس جسقدر کلام الہامی اِن کتابون مین مخلوط
ہے اوسی کی تصدیق وہ علام الغیوب قرآن مجید مین کرتا ہے کیونکہ وہ کلام اونکے پاس ہی گرچہ دوسرے
کلام کے ساتھہ ملا ہی مگر یہ خلط وملط ہماری نظر مین ہی وہ علام الغیوب خوب جانتا ہی کہ یہ کلام الہامی
ہے اور یہ انسانی ۔ پس قرآن مجید کی تصدیق صحیح ہی مگر اس تصدیق کے یہ معنی نہین ہین کہ اِن
کتابون مین تمام کلام الہامی ہی لہذا اس مجموعہ سے مخالفت ثابت کرنا بیکار ہے جو مضمون بیبل سے
پ مخالفت قرآن نکالینگے ہم اوسے غیر الہامی کہدینگے۔
واضح ہو کہ پادری صاحب نے صفحہ ۱۰۵ مین توریت کے الحاقی فقرون کی نسبت یہ جواب دیا کہ "جو
توریت زمانہ محمدی مین جاری تھی وہ یہی ہی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی پس اگر مسلمانون کو ان عبارتون
کی نسبت کچھہ شبہہ ہی تو اُن قدیمی نسخون کو ملاحظہ کرین جو قبل محمد صاحب کے دو سو تین سو برس پہلے
کے لکھے ہین اور اب تک موجود ہین" اب شاید پادری صاحب یا اور کوئی اسیطرح کا جواب تمام
مجموعہ بیبل کی نسبت دیوے اور کہے کہ یہ تمام صحیفے وہی ہین جو زمانہ محمدی مین جاری تھے جسکی تصدیق
قرآن کرتا ہی اسلیے مین ناظرین کو متنبہ کرتا ہون کہ یہ جواب ہرگز قابل توجہ نہین ہی کئی وجہ سے
اول یہ کہ قرآن مجید کی تصدیق کے لحاظ سے بیبل کے تین حصے کرنا ضرور ہین ایک توریت یعنی حضرت
موسی کی کتاب دوسری انجیل یعنی مجموعہ عہد جدید تیسری اور صحیفے تیسرے حصہ کی نسبت بجز زبور داؤد کے اور
کسی صحیفہ کا پتہ قرآن مجید سے نہین لگتا کہ وہ کونسے ہین جیسا کہ ذکر کیا گیا پھر ان خاص صحیفونکی تصدیق

قرآن مجید سے ثابت کرنا کسی محقق کا کام نہین دوسرے حصہ کی نسبت ہم انجیل کے بیان مین
لکھہ چکے ہین کہ جس انجیل کی تصدیق قرآن مین ہی وہ صرف الہامات مسیح ہین نہ یہ تمام مجموعہ
جو حواریونکی یادداشتین ہین اسکی تصدیق کا دعوی کرنا محض وہم کا ہی اب رہی موسی کی کتاب
اوسکی کچھہ علامتین قرآن مجید مین مذکور ہوئی ہین مگر اون علامتون سے اسکی تعیین ہرگز نہین
ہوتی کہ یہ پانچ کتابین موسی کی جو بالفعل رائج ہین یہی مراد ہین چنانچہ توریت کے بیان مین
اسکا ثبوت گذرا اب اگر یہ کہیے کہ قرآن مجید مین یہ دعوی نہین کیا گیا کہ ان کتابون مین خلط
ہی اگر یہ امر واقعی تھا تو جس طرح ان کتابون کی تعریف کی تھی اسی طرح اونکا مخلوط ہونا بھی
کرتا تاکہ خلقت اوس سے پرہیز کرتی یہ شبہہ بھی محض ناواقفی کی وجہ سے ہے کیونکہ اول تو یہ ضرور نہین
کہ جو امر واقعی ہو اوسے بیان ہی کر دیا جاوے دیکھیے حضرت مسیح اور حواریون نے سامریونکو کبھی
تحریف کا الزام نہین دیا حالانکہ جمہور مسیحیہ کے نزدیک ثابت ہی کہ اونھون نے عیبال کی جگہ گذرم
اور احکام عشرہ مین اپنی طرف سے ایک حکم داخل کر دیا پھر اگر اسکا قول صحیح ہو تو سامری کہ
ہین کہ ہماری کتاب صحیح ہی کیونکہ مسیح نے اونکی کتاب کو غلط نہین بتایا اور لطف یہ ہی کہ حضرت
مسیح کا سکوت ایسے محل پر ہے جہان بیان کرنا ضرور تھا کیونکہ سامریہ عورت نے اگر دریافت
کہ ہمارے باپ دادون نے اس پہاڑ پر سجدہ کیا اور تم کہتے ہو کہ وہ مقام جہان چاہیے کہ
سجدہ کرین یروشلم مین ہی اسکے جواب مین مسیح نے یہ نکہا کہ تمھارے نسخہ مین تحریف کی گئی ہی صحیح
کہ وہ مقام یروشلم مین ہی بلکہ یہ کہا کہ اے عورت میری بات کو سچ جان کہ وقت آتا ہی کہ تم نہ
پہاڑ مین اور نہ یروشلم مین سجدہ کروگے (دیکھو یوحنا باب ۴ ورس ۲۰ و ۲۱) پھر جب ایسے بھاری
سے سامریونکے نسخہ کی صحت ثابت نہین ہوئی تو قرآن مجید کے سکوت سے کتب سابقہ کا غیر
ہونا کس وجہ سے ثابت کیا جاتا ہی۔ دوم یہ کہ جب باقرار پادری صاحب قرآن مجید کے مضامین
کچھہ تو بیبل کے موافق اور کچھہ مخالف ہین اور بعض باتون کا تصریح رد بھی کیا ہے پھر اس
کیا معنی کہ قرآن مجید بیبل کو مخلوط نہین بتاتا اس طرز سے تو ثابت ہوا کہ قرآن مین خلط

کرنا کافی نہین سمجھا گیا بلکہ دکھا دیا گیا کہ یہ غلط ہے۔ الغرض یہ دعوی کرنا کہ قرآن مجید پہلے کے
ہر جملہ کی تصدیق کرتا ہے محض غلط ہیں استقدر پر مخالفت نکالکر قرآن کو اپنا آپ مکذب ٹھہرانا محض
نادانی یا دھوکا دہی ہے اور قدیم نسخونکے ملاحظہ کرنیکا حکم جو پادری صاحب دیتے ہین تو جناب اول تو
ہمین اسکی ضرورت نہین دوسرے کہین اونکا وجود واقعی نہین پاتے بجز ادعائی کے اس لیے
اونکی طرف رجوع کرنا فضول ہے۔ چونکہ پہلے کتب سماویہ مین خلط ملط ہونا یقیناً ثابت ہے اسی لیے ہمارے
علمانے لکھا ہے۔ قد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالی ورسولہ من
غیر انکار ولم یظہر نسخہ (در مختار) یعنی علم اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ اگلے نبیون کی شریعت ہمارے
لیے شریعت ہے (یعنی مسلمانون کو اوسپر عمل کرنا واجب ہے) بشرطیکہ اللہ تعالے نے یا اوسکے رسول نے
اوسے بیان کیا ہو بغیر انکار کے اور اوسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو۔

پادری صاحب نے آخر کتاب مین لکھا ہے کہ یہ قول حنفیہ کا ہے شافعیہ اسکے قائل نہین ہین۔
مین کہتا ہون کہ شافعیہ بھی کہتے ہین علامہ قسطلانی شافعی کا قول ارشاد الساری مین ملاحظہ کیجیے
اور قطع نظر اسکے شافعیہ اور حنفیہ کو رہنے دیجیے تحقیق کیجیے حق یہی ہے جو مینے بیان لکھا ہے جو حنفی
اور شافعی نہین ہین وہ لکھتے ہین قد اختلف اہل العلم فی شرع من قبلنا ہل یلزمنا ام لا فذہب الجمہور
الی انہ یلزمنا اذا لم ینسخ وہو الحق (فتح البیان) اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ اگلی شریعت ہمپر لازم
ہے یا نہین اکثر کا مذہب یہ ہے کہ لازم ہے جبکہ وہ منسوخ نہوئی ہوئی ہو اور یہی بات حق ہے۔
یہان یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ جب قرآن مجید نے توریت و انجیل کو نور و ہدایت فرمایا ہے تو اوسکو
ممتاز کیون نکر دیا تاکہ لوگ اوس سے نفع حاصل کرتے اور ہدایت پاتے۔ اسکا جواب تحقیقی یہ ہے
کہ جس قدر کلام نور و ہدایت تھا اوسکو بلاشبہہ جدا کر دیا اس طرح پر کہ قرآن مجید مین اوسے
بتکمیل بیان کر دیا تاکہ دین محمدی جامع ہدایات الٰہی ہو جائے اور کسی کتاب کیطرف عمل کرنے مین
حاجت نرہے چند آیات سے یہ مدعا ثابت ہے اول یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَہْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِکُمْ اللہ چاہتا ہے کہ واضح کردے تمھارے لیے اور بتادے تمکو طریقے اگلے لوگون کے۔ نساء آیت ۲۶

یعنی جو طریقے اور احکام شریعت اگلے نبیون کو دیے گئے تھے وہ اللہ تعالے نے امت محمدیہ کے لیے
قرآن مجید مین بیان کر دیے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری مین لکھتے ہین۔ ہذہ الآیۃ دلیل
علی ان شرائع من قبلنا مالم یظہر کونہا منسوخۃ فی شریعتنا واجب علینا اتباعہا اذا ثبت عندنا بالکتاب
او السنۃ یعنی یہ آیت ثابت کرتی ہے اس بات کو کہ پہلے انبیا کی شریعت پر عمل کرنا ہمپر واجب ہے
جس وقت تک اوسکا منسوخ ہونا ہماری شریعت مین معلوم نہو اور قرآن و حدیث سے اوسکا شریعت
ہونا ثابت ہوجاے دوم وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم
بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ اور اوتاری ہمنے تیری طرف کتاب سچی (یعنی قرآن مجید) سچ بتاتی ہوے پہلی کتاب
کو (یعنی توریت و انجیل کو) اور سب پر شامل[۱] پس حکم کر اون مین (یعنے اہل کتاب مین) ساتھ اوسکے جو اوتارا
اللہ نے پہر اس آیت مین اللہ نے قرآن مجید کو توریت و انجیل کا مہیمن فرمایا اور اس وصف پر یہ امر
متفرع کیا کہ محمد رسول اللہ اہل کتاب مین حکم کرین یعنی قرآن مین جب یہ وصف پایا گیا تو حضرت
اس امر کے مستحق ہین کہ اہل کتاب پر حکم کرین اب مہیمن کے معنی دریافت کرنا چاہیے یہ لفظ مشترک ہے
کئی معنی رکھتا ہے نگہبان۔ حافظ۔ گواہ۔ امین۔ غالب۔ بلند ان مین سے جو معنی اس مقام پر

[۱] شاہ عبد القادر صاحب نے مہیمن کا ترجمہ شامل کیا ہے اور یہی معنا بنظر غور و انصاف سورۂ لم یکن کی آیت
سے اور سورۂ انعام کی اوس آیت سے جسے پادری صاحب نے صفحہ ۲۵۶ مین نقل کیا ہے ثابت ہوتا ہے
اور چونکہ قرآن مجید ہدایات انبیا سابقین پر مشتمل ہے اسلیے اللہ تعالے نے سورۂ انعام مین فرمایا فبہداہم
اقتدہ یعنی اونکی ہدایت کی پیروی کر اگر اونکی ہدایتین قرآن مین مذکور نہوتین تو آنحضرت کو اتباع
کا حکم نہوتا کیونکہ حضرت امی تھے اور یہ بھی معلوم کرلینا چاہیے کہ سورۂ مائدہ مین اہل کتاب کو جس توریت
و انجیل پر عمل کرنا موجب فلاح ٹھرایا ہے وہ یہی ہے جسپر قرآن مجید مشتمل ہے پادری صاحب نے جو صفحہ ۱۲۲
۱۲۳ مین ان آیات سے انجیل پر عمل کرنا ثابت کیا ہے وہ محض نادانی ہے یہ آیات پادری صاحب کی
عمدہ دلیلین تہین جنسے اونھون نے انجیل کا صحیح موجود اور مشہور ہونا ثابت کیا ہے پس اونکا اجمالی جواب
یہان دیا گیا تفصیلی جواب دوسرے حصہ مین انشاء اللہ آئیگا اور وہ جو یہان بالکتاب سے بعض
اہل کتاب کی تعریف سمجہا اس سے کہ بعض صورتون مین اون سے دریافت کرنیکا حکم ہوا تمام مجموعہ
انجیل کا وجود اور صحت اور تسلیم ثابت کرنا تو عجب دانشمندی ہے ایسا صاحب کتاب الٰہی پر ایمان لانا

لیے جاوین وہ صحیح ہوسکتے ہین کیونکہ قرآن مجید ان کل اوصاف کا جامع ہی اور یہ سب معنی اوس مین
پائے جاتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ پہلے چار معنی کی جو علت ہی وہ قرآن مجید مین پائی جاتی ہی اوس ایک
وصف کا ہونا ان کل معانی کا ہونا ہی وہ وصف اور علت اشتمال ہی یعنی چونکہ قرآن مجید جمیع ہدایات
اور احکامات ضروریہ توریت و انجیل پر شامل ہے اسلیے اوسکو حافظ توریت و انجیل بھی کہہ سکتے ہین
اور گواہ و امین بھی کہہ سکتے ہین کیونکہ قرآن مجید تو بسبب وعدۂ خداوندی ہمیشہ تغیر و تبدل سے
محفوظ ہی پس جس چیز پر مشتمل ہوگا لامحالہ وہ بھی محفوظ رہیگا اور تغیر اور تبدل نہونے پائیگا اور یہی معنی امین
کے ہین کہ امانت کو بحفاظت رکھے اور شہادت تو ظاہر ہی کہ خود آئینہ بنکر اوسکی صورت دکھا رہا ہے
اس سے زیادہ اور کیا گواہی ہوگی غالب و بلند اسلیے ہی کہ احکام توریت و انجیل کی تکمیل کی ہی جسکا بیان
اختلاف چہارم مین آئیگا۔ اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید بسبب مشتمل ہونے کے توریت و انجیل کے
احکام کا جامع ہی پس اگر ان احکام کو محمد رسول اللہ اہل کتاب مین جاری کرین تو ہو سکتا ہی اونکو چاہیے
کہ بلا عذر اوسے قبول کرین کیونکہ یہی احکام تو اونکی کتاب مین ہین اگر کچھ تغیر ہوگا تو اونکی غلط فہمی
کا اظہار ہوگا یا اوسی حکم مذکور کی تکمیل ہوگی ہمارے بعض علما بھی ایسا لکھتے ہین چنانچہ علامہ ابو سعود نے
آیت مذکورہ کی تفسیر مین لکھا ہی۔ ای اذا کان شان القرآن کما ذکر فاحکم بین اہل الکتاب عند تحاکمہم
الیک بما انزل اللہ ای بما انزلہ الیک فانہ مشتمل علے جمیع الاحکام الشرعیۃ الباقیۃ فی الکتب الالٰہیۃ جب کہ
قرآن شریف کی شان ایسی ہی جیسی اس آیت مین مذکور ہی تو جو احکام خدا نے تجہپر اوتارے ہین اون سے

فرض ہی مگر یہ تو وہان نہین ہی کہ یہ کتاب وہی ہی جو پادری صاحب یا اونکے مرشدون کے
ہاتھ مین تھی اور تعریف اون اہل کتاب کی ہی جو پہلے مسلمان ہو گئے تھے یا اونکی جو حضرت سے
یا دیگر انبیا کے وقت مین تھے پھر اسے کتاب کی صحت سے کیا تعلق ہی اور سوال کرنیکا حال یہ ہے
کہ بمقابلہ مشرکین عرب کے اہل کتاب ذی علم اور بہت باتون سے واقف تھے اور خدا کی کتابین
بالکل ناپید تو نہین ہو گئی تھین البتہ کچھ غلط ملط تھا سب باتین صحیح صحیح بھی جانتے تھے اسوجہ سے
اونسے دریافت کرنیکا حکم بعض وقت ہوا اس سے تمام مجموعہ اناجیل کی صحت کیسے ثابت ہوئی یہ مختصر سا
اوس تمام تحریر کا جواب ہی جو پادری صاحب نے انجیل کی صحت اور کاملیت کے ثبوت مین
کی ہے ۱۲

فیصلہ کر اہل کتاب مین جب وہ تیرے پاس فیصلہ کے لیے آوین کیونکہ جو کتاب تجھپر اوتاری گئی ہی وہ
شامل ہی تمام شرعی احکام باقیہ کو جو خدا کی کتابون مین ہین۔ جب ناظرین نے قرآن کی حفاظت
کے معنی معلوم کر لیے تو یاد رکھنا چاہیے کہ اوس کتاب مین جو اہل کتاب کے ہاتھ مین ہی کیسا ہی تغیر و
تبدل ہو جاے مگر اسکی نگہبانی اور امانت مین کچھ فرق نہین آسکتا پادری صفدر علی صاحب صفحہ
۱۵۱ مین یہ آیت نقل کر کے بہت کچھ خوش ہوے ہین شاید وہ نگہبان کے معنی بسبب اپنے عہدے
کے کوتوال یا پیادہ کے سمجھے ہین کہ ڈنڈا لیے سر پر کھڑا رہے یا گشت کرے اور کسیکو دست اندازی نکر[نے]
دے بھلا یہ کونسی عقل کی بات ہی کہ قرآن مجید کی نگہبانی اون کتابون کے تغیر و تبدل سے مانع [ہو]
جو غیرون کے ہاتھ مین ہین ذرا پادری صاحب ہی انصاف کرین ؛
الحاصل آیات مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ توریت و انجیل کو خدا تعالے نے قرآن مجید مین تکمیل کے سات[ھ]
بیان کر دیا جسکے سبب وہ تعلیمات الٰہی جو نور اور ہدایت تھے کلام انسان سے ممتاز اور علحدہ ہو گ[ئے]
اسیواسطے فرمایا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس آیت کا یہ مطلب ہے
کہ جو دین حق اور وصول الی اللہ کا راستہ آدم کے وقت سے موافق استعداد اہل زمانہ یا کسی
مصلحت سے تعلیم ہوتا رہا آج اوسکی تکمیل ہو گئی اب کسی طرح کے تغیر و تبدل کی حاجت نرہی اور اللہ ت[عالے]
نے دین کی تعلیم کو پورا کر کے اپنی نعمت اور احسان کو اس انسان پر پورا کر دیا وہ دین حق اسلام [ہے]
اسی وجہ سے فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بیشک دین حق اللہ کے نزدیک اسلام ہے او[ر]
دوسری جگہ تاکیدا فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ جو کوئی اسلام کے سوا د[ین]

پادری صاحب نے نسخ کی بحث کو بہت طول دیا ہی اور یہ بات ثابت کرنا چاہی ہے کہ قرآن و حدیث سے توریت
و انجیل کا نسخ ثابت نہین ہوتا مگر اونکی نظر سے یہ دونون آیتین نہین گذرین جنسے تمام ادیان
ما سوا اللہ کا نسخ اظہر من الشمس ہی اگر توریت و انجیل قرآن مجید کے مخالف ہی جیسا پادری صاحب
گمان کرتے ہین تو قرآن شریف صاف صاف اوسے منسوخ بتاتا ہی کیونکہ جب یہ کہدیا کہ مذہب اسلام
کے سوا کوئی مذہب خدا کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ نہین ہی تو معلوم ہوا کہ تمام ادیان منسوخ
ہین پادری صاحب نے بحث نسخ کی بحث مین اس قدر دوسری کی ہی ۱۲ منہ

دین اختیار کرے سو ہرگز مقبول نہوگا الحاصل دین اسلام کو کامل اور جامع جمیع ہدایات کرکے باقی ادیان کو غیر مقبول قرار دیا اور اوسکی طرف توجہ کو منع فرمایا پس گویا دین موسوی ہی تو دین اسلام ہی اور دین عیسوی ہی تو یہی دین اسلام ہی اور دین محمدی ہی تو یہی ہی اب یہی معجون مرکب اوس حکیم مطلق نے کل بنی آدم کے لیے تجویز کی ہی اور ازالۂ مرض وشفا کو اسی پر منحصر کیا ہے۔

اے برادران کبھی بنظر انصاف اسمین غور کرو تعصب اور ہٹ دھرمی کو دخل مدو اور سچے عیسائی بن جاؤ ایسا نہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور پھر پچھتانا کام نہ آئے کسی نے ہندی مین خوب کہا ہی آگے کے دن پاچھے گئے ہر سے کیو نہ ہیت * اب پچھتانے کا ہوت ہے کہ چڑیان چگ گئین کھیت

جب یہ امر ثابت ہولیا کہ قرآن وحدیث جس توریت وانجیل کا مصدق ہی اوسکی ہدایات وغیرہ کو شامل ہی اور اسی لحاظ سے اوسکا نگہبان اور حافظ ہی تو اب توریت وانجیل کے احکام کی تصدیق اور اونکی صحت وغلطی کا معیار یہ ٹھہرا کہ قرآن مجید کے مطابق ہو پس جو احکام کہ مطابق قرآن ہین وہ صحیح ہین اور اونہیں کو اصلی توریت وانجیل کے مضامین کہنا چاہیے اور جو مطابق نہیں اونکا کچھ اعتبار نہیں بلکہ وہ توریت وانجیل کے احکام ہی نہیں اور جو امر کہ قرآن مجید مین مذکور نہیں اور مجموعہ بیبل وغیرہ مین ہی اوسکی نسبت حضرت نے فرمایا لاتصدقوا اہل الکتاب ولاتکذبوہم[1] بس اس تحریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر مجموعہ بیبل کو قرآن وحدیث سے مطابقت زیادہ ہوگی اوسی قدر اوسکا اعتبار زیادہ ہوگا اور جس قدر مخالفت ہوگی اوتنی ہی بے اعتباری بڑھیگی کیونکہ جو اوسکا نگہبان اور امین اور گواہ کہہ رہا ہے اوسکے خلاف ہی پادری صاحب نے یہ عجیب اولٹی بات نکالی کہ جب توریت وانجیل مخالف قرآن وحدیث ہو تو قرآن کی بے اعتباری پائی جائیگی یہ محض نادانی وجہالت ہے +

دوسری بات کی تحقیق

یہ امر ظاہر ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کتاب کی تعریف وتوصیف کرے تو یہ ضرور نہین کہ یہ شخص اوسکے

[1] یعنی جس امر کی تصدیق قرآن وحدیث نے نہین کی ہی اوسمین اہل کتاب کو نہ تو سچا جانو اور نہ جھٹلاؤ کیونکہ نہ اونکی بات پر اطمینان ہی نہ اونکی کتاب پر اور سچ ہونیکا بھی احتمال ہی اسلیے دونون امر سے سکوت چاہیے ۱۲

جمیع مقاصد کو اول سے آخر تک تسلیم کرتا ہے اور کسی امر مین مخالفت روا نہین رکھتا اول تو یہ دیکھا جائے
کہ تعریف کرنے والا کس نوع کی اور کس امر کی مدح کرتا ہے مثلاً قرآن مجید نے توریت کی اسطرح تعریف
کی کہ نور ہے ہدایت ہے نصیحت ہے اس سے اوسکی تعلیم کی خوبی نکلی اور وہ بھی اصول اور اہم امور کی
نہ کہ ہر ہر جزئی تعلیم کی کیونکہ عالی دماغ مضمون کا ہرگز یہ دستور نہین کہ اوسکی جزئیات پر نظر کرکے اوسکی
تعریف یا بحالی کرین بلکہ اونکی نظر اصول ہی پر رہتی ہے پس اسطرح کی تعریف سے جزئیات اور تمام
قصص و حکایات خارج ہین - اب مین اپنے مدعا کی تائید مین ایک معتبر عالم مسیحی کی رائے نقل کرتا ہون
ہیلی صاحب جو نہایت حامی دین مسیحی ہین اپنی کتاب کے تیسرے حصے کے تیسرے باب مین لکھتے ہین
کہ ہمارے شفیع نے بلاشبہ آئین موسوی کو منجانب اللہ کہا ہے اور بلاشبہ ہمارے شفیع نے اکثر اون
بزرگان لکھنے والون کی نبوت کو تسلیم کیا ہے اور اس حد تک ہم عیسائیون کو جاننا واجب ہے اور
سب عہد عتیق یا ہر فرقہ کی سچائی اور اصل ہونے ہر کتاب کے اور تحقیق پر لکھنے والیکے لیے دین عیسوی کو
مدعا علیہ کرنا بہت تو مین نہین کہتا لیکن بلا ضرورت تمام سلسلہ کو مشکل مین ڈالنا ہے یہ کتابین تمام
پڑھی جاتی تھین اور ہمارے شفیع کے ہمعصر یہودی مانتے تھے اور اوسنے اور اوسکے حواریون نے مع
تمام یہودیون کے اونکی طرف رجوع کیا ہے اور اشارہ کیا ہے اور استعمال مین لائے ہین پھر بھی
استعمال اور اشارے سے اور کچھ نتیجہ سوا اسکے نہین نکلتا کہ جہان حضرت عیسے نے کسی پیشین گوئی
کے حق مین صاف کہدیا ہے کہ من جانب اللہ ہے وہ تو الہامی ہے ورنہ فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ
اوس وقت مین یہ کتابین مشہور اور مسلم تھین الخ -

مقام انصاف ہے کہ یہ فاضل مسیحی کہتا ہے کہ مسیح یا حواری کا کسی مضمون کیطرف رجوع کرنا اور اوسکا
استعمال کرنا اوسکے الہامی ہونیکو ثابت نہین کرتا پھر اگر ہم یہ کہین کہ محمد رسول اللہ نے بلاشبہ
توریت وانجیل کی تصدیق کی ہے مگر اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جس مضمون کیطرف
حضرت نے رجوع کیا ہے اور اوسکا حوالہ دیا ہے وہ الہامی ہے اور جسکی طرف رجوع نہین کیا اوسکا الہامی
ہونا ثابت نہین ہوتا اور جس مضمون کا رد کیا ہے وہ بلاشبہ الہامی نہین پھر کیا ناانصافی ہے ہمارے

قول مین اور اس فاضل مسیحی کے قول مین کتنا فرق ہی ہم تو استعمال ور جوع سرور عالم سے الہامی ہونا
ثابت کرتے ہین اور یہ فاضل اوسکو بھی تسلیم نہین کرتا اور مسیح کی رجوع کو ثبوت الہام کے لیے کافی سبب
قرار نہین دیتا پھر پادری صاحب کیون اون مضامین کو مخالفت مین پیش کرتے ہین جنھین بالتصریح
قرآن مجید رد کرتا ہی اون مضامین کی اوسنے کب تصدیق کی تھی جنھین وہ رد کر رہا ہی جس وقت وہ
توریت و انجیل کو منزل من اللہ کہہ رہا ہے اوسی وقت تو وہ یہ بھی کہتا ہی کہ فلان امر منزل من اللہ
نہین ہے بھلا کون عاقل ایسی مخالفت کو موجب تکذیب کہہ سکتا ہی۔ الحاصل دوسرا امر جسپر پادری صاحب
کا اعتراض مبنی ہی پایہ ثبوت کو نہین پہونچا پس اعتراض محض بے بنیاد ٹھہرا۔ اب اگر ہمارے مخاطب
اس امر بدیہی کو تسلیم نکرین اور پہلی صاحب کے قول کو بھی غلط جانین تو ہم بحث کو زیادہ نہین بڑھاتے
صرف اس قدر کہتے ہین کہ توریت و انجیل کے بعض احکام مین بھی باہم اختلاف ہی اور اختلاف کیا
پولوس نے تو تمام شریعت موسوی کو گویا نیست و نابود کر دیا اور جتنی حرام شے تھین سب پر حلت کا
فتوی دیدیا ابدی احکام کو میٹ دیا اور توریت کو باعث ظلمت اور ضلالت بتایا پھر اب اس سے زیادہ
مخالفت اور کیا ہوگی اب اگر تصدیق کو یہ امر لازم ہے کہ مُصَدَّق کی کسیطرح مخالف نہو ورنہ خود اپنا
مکذب ہوگا تو چاہیے کہ پادری صاحب عہد جدید مین بھی یہ قاعدہ جاری کرین اور مخالفت توریت
سے انجیل کی تکذیب کرین اور اگر یہ کہین کہ فروعات مین مخالف ہونا موجب تکذیب نہین بلکہ اصول
ایمانیہ مین مخالفت باعث تکذیب و بطلان ہوتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر عیسائیون کا یہی عقیدہ
ہے کہ انجیل تثلیث کی تعلیم کرتی ہے اور حضرت مسیح کی ابنیت حقیقیہ ثابت کر رہی ہی اور کفارہ مسیح پر
ایمان لانیکو واجب بتاتی ہی تو ہم بالیقین کہہ سکتے ہین کہ یہ انجیل اصول ایمانیہ مین توریت سے مخالف ہے توریت مین تو
خدا کو وحدہ لاشریک بتایا ہی وہان نہ تثلیث کا ذکر ہے اور نہ تربیع کا نہ کسیکو اسطرح کا بیٹا بتایا ہی اور نہ کفارہ مسیح
پر ایمان لانیکو واجب کیا ہے یہ صرف کج فہمونکی گڑھنت ہی یا نا عاقبت اندیشونکی زبان درازیان ہین جنکا
ذکر کچھہ آنیوالا ہے توریت کو اول سے آخر تک بغور دیکھیے کہین انکا پتا نہین لگتا بھائیو ذرا غور
توکرو اگر توریت مین یہ امور ہوتے تو یہود کیون ان عقائد سے منحرف رہتے اگر بعد کے یہود نے

بسبب عداوت[1] مسیح اسکا انکار کیا تو اونکے اگلے عقائد اور دینیات کی کتابون مین دیکھنا چاہیے
کیا جتنے بنی اسرائیل توریت کے مطیع گذرے کوئی مؤمن نتھا ہرگز ایسا نہین ہو سکتا بلکہ کہین توریت
مین ان کفریات کا نشان نہین پایا اس وجہ سے کوئی اس عقیدے کا معتقد نہین ہوا۔

الغرض اگر عیسائیون کا یہ عقیدہ صحیح ہی تو انجیل توریت کی مخالفت کرکے اپنی آپ مکذب ٹھہرتی ہے
مگر ای بھائیو خوب یاد رکھو یہ سب شیطانی تعلیم کا اثر ہے نہ توریت مین یہ تعلیم ہی نہ انجیل مین خدا
وحدہ لاشریک کا دین ایک ہے اصول ایمان جو توریت مین ہین وہی انجیل مین اور وہی قرآن
مین سب ایک زبان ہوکر پکار رہے ہین کہ خدا یکتا اور بے ہمتا ہی نہ اوسکے باپ ہی نہ بیٹا ہے اسی طرح
تمام اصول ایمان اور کل وہ احکام جنکا ہونا ہر وقت مین ضروری ہے تینون کتابون مین متحد
ہین کسیطرح انکا اختلاف نہین اور پادری صاحب نے جو اس قسم کے اختلاف بیان کیے ہین وہ محض
فہم کا تقاضا ہی واقع مین مخالفت نہین ہی آیندہ بیان مخالفت مین یہ امر بخوبی ظاہر ہوجائیگا ؛

تیسری بات کی تحقیق

اہل علم خوب جانتے ہین کہ جب دو کتابون کا مقابلہ کرکے یہ دیکھنا چاہین کہ اونکے مقاصد مین باہم
مطابقت ہی یا مخالفت تو ضرور واجب ہے کہ دونون کتابون کو نہایت غور و تامل سے دیکھین اور نہایت
تحقیق اور تدقیق سے چند امور کا لحاظ رکھکر اس وادی مین قدم رکھین ورنہ ممکن نہین کہ مطابقت
یا مخالفت کو دریافت کرسکین بلکہ سچ یہ ہے کہ اس امر کو پورے طور سے دریافت کرلینا اور یہ کہنا
کہ بیان اختلاف واقعی ہی نہایت ہی دشوار ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہرا دو کلامون مین مخالفت
ہوتی ہی مگر جس وقت متکلم کے منشا و غرض یا طرز کلام یا فحوای مقام معلوم ہوجاتا ہی تو بالکل مخالفت
دفع ہوجاتی ہی اگر انصاف سے دیکھا جائے تو امور مذکورہ کا دریافت ہونا نہایت دشوار ہے ہر شخص مطابق

[1] اور عداوت حضرت مسیح ان عقائد سے انحراف کا باعث ہو ہی نہین سکتی کیونکہ جب وہ ابن اللہ قرار
دیتے اور تثلیث کا جز سمجھتے تو کوئی دوسرا شخص فرض کرتے چنانچہ وہ مسیح کے اب تک منتظر ہین اور
حضرت عیسی کو مسیح موعود نہین سمجھتے اگر یہ عقیدہ نہین ہی تو پھر کیا ایسے ضروری عقیدہ کو خداے تعالی نے اسی طور پر بیان کیا

اپنی فہم اور اپنی عادت اور اپنے مسلک کے متکلم کا منشا اور غرض بیان کر سکتا ہی پھر اوسمین امر وہمی
کو دریافت کرنا کیونکر نہ دشوار ہوگا پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ کوئی شخص بلا غور و فکر سرسری طور پر
ان کتابون کی ورق گردانی کرکے اونکے مطالب مین مخالفت ثابت کردے واے برحال اوس شخص
کے کہ پوری پوری ورق گردانی بھی نکرے صرف لوگون سے سن سناکے کچھ اپنے وہم کو دخل دیکے
دونون کتابون کا مطلب اپنے ذہن مین قرار دیلے اور کہے کہ یہ مطلب فلان کتاب کا ہی اور یہ فلان
کا ہی اور ان دونون مین مخالفت ہی ہمارے مخاطب مصنف نیاز نامہ کا بعینہ یہی حال ہے ؛
اب مین وہ امور بیان کرنا چاہتا ہون جنکا لحاظ رکھنا تحقیق مخالفت اور مطابقت کے لیے ضروری ہے
جنکی رعایت اور لحاظ کے بعد (اگر وہ پورے پورے لحاظ کیے گئے ہون) ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ ان
دونون کلام مین مخالفت ہے ؛

اول اون دونون کتابون یا کلامون مین اوس مدعا کا ہونا جسمین ہم مخالفت ثابت کرنا
چاہتے ہین اگر ایک کلام مین ایک مطلب مذکور ہے اور دوسرے مین اوسکا ذکر نہین تو کسی عاقل
کے نزدیک یہ مخالفت نہین ہو سکتی خواہ ایک امر ایک کلام مین بالکل مذکور ہو اور دوسرے مین نہو
یا ایک مین کم مذکور ہو اور دوسرے مین اوسپر کوئی بات زائد کردی ہو ان دونون قسم کی مثالین
عہد عتیق و جدید دونون مین بکثرت ملینگی مثلاً حضرت مریم کو ایک فرشتہ نظر آنا لوقا ۱ ۲۶ و ۳۸ مین ہے
اور یوحنا بپتسما دینے والیکی پیدایش لوقا کے باب ۱ ورس ۵۷ سے ۸۰ تک مذکور ہے اور کسی انجیل مین
نہین ہے اس سے یہ نہین کہہ سکتے کہ لوقا کی انجیل مین اور دوسری اناجیلون مین مخالفت ہی
اسیطرح نامہ عبرانیون کے باب ۱۲ ورس ۲۱ مین موسی کا قول کہ مین حیران ولرزان ہون کتب عہد عتیق مین
کہین مذکور نہین حالانکہ یہ قصہ خروج کے ۱۹ باب مین مذکور ہے اسیطرح وہ مضمون جو نامہ یہودا کے
۹ ورس مین ہے عہد عتیق مین کہین نہین ہے یا مثلاً طلاق کے قصہ مین کئی طور کے اختلاف ہین
متی کے باب ۵ ورس ۳۲ مین ہی جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب چھوڑ دے اوس سے
زنا کرواتا ہے اور اوسی انجیل کے ۱۹ باب مین یہ قصہ مذکور ہے مگر اوسمین زنا کروانا نہین ہی ؛

۲- متی کے ۱۹ باب مین ہی جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے باب ۵ ۳۲ مین دوسرے سے بیاہ کرنا اور خود مجرم زنا کا ہونا مذکور نہین پھر اس سے کیا ہمارے مخاطب یہ کہینگے کہ متی کے کلام مین تخالف ہے ؟

۳- متی کے دونون مقام مذکورہ مین ہی کہ جو کوئی اوس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے اور مرقس مین یہ نہین ہے بلکہ اوسکی جگہ یون ہی " اور اگر جورو اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہی جاے تو وہ بھی زنا کرتی ہی " پھر کیا اسکی وجہ مرقس اور متی کے کلام مین مخالفت ہو جائیگی ہرگز نہین ایسے ہی حضرت نوح کے قصہ کا حال ہے کہ توریت مین اولاد صالحہ اور نیک بیوی کا ذکر ہے کہ اونھون نے نجات پائی اور جو بیٹا کہ صالح نتھا اوسکا ذکر ہی نہین ہی قرآن مجید مین دونون کا ذکر ہی پھر تعجب ہی کہ پادری صاحب اس ذکر و عدم ذکر کی وجہ سے توریت و قرآن مین مخالفت قرار دیتے ہین اگر ایسی ہی مخالفت ہی تو سیکڑون مخالفتین خود توریت و انجیل مین نکلین گے -

دوم الفاظ کا متعین ہونا -

سوم معنی مقصود کا متعین ہونا یعنی پہلا امر بالیقین معلوم ہونا چاہیے کہ اون دو کلامون کے متکلم نے جن الفاظ کا استعمال کیا تھا تقریرًا یا تحریرًا وہ اب تک بلا تردد موجود ہین اور بالیقین معلوم ہی کہ جس کلام مین ہم مقابلہ کر رہے ہین وہ وہی الفاظ ہین جو متکلم نے تقریر یا تحریر مین ادا کیے تھے - دوسرے یہ دریافت ہونا چاہیے کہ جو معنی مخالفت بیان کرنے کے وقت لیے جاتے ہین وہی معنی متعین ہین دوسرا احتمال صحیح نہین ہو سکتا اگر ان دو امرون مین سے ایک بھی نپایا جائیگا تو جس طرح پہلے امر کے نہونے سے مخالفت ثابت نہین ہوتی تھی ویسے ہی اب بھی نہوگی بغیر تعیین لفظ و معنی ہرگز یہ دعوی قابل سماعت نہوگا کہ متکلم فلان کے دو کلامون مین مخالفت ہی اگر الفاظ پر اعتماد نہین توکیونکر یقین کر سکتے ہین کہ یہ مضمون جو ان ظاہر الفاظ سے سمجھ مین آتا ہے مصنف اور متکلم کا مطلب یہی ہی جب یہ امر ظاہر ہے کہ معنی کو ہم لفظون سے سمجھتے ہین اور لفظون کے تغیر سے معنی بھی متغیر ہو جاتے ہین تو پھر کون وجہ ہے کہ الفاظ کی صحت مین تو تردد ہو یا یقین ہو کہ مصنف کے الفاظ نہین اور اسپر اصرار کیا جاے

کہ بلاشک مصنف کا مطلب یہی ہے اس احتمال مین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکلیہ مصنف کا مطلب مفقود
ہو گیا ہو یا ایسا نہو بلکہ مصنف کا مقصود باقی ہو مگر بسبب تغیر الفاظ کے اوسکا سمجھنا دشوار ہو گیا ہو
مثلاً ایک لفظ مشترک کے ایسے قراین تھے کہ ایک معنی خاص اوس سے سمجھے جاتے تھے اب الفاظ کے
تغیر سے وہ قراین جاتے رہے یا پہلے لفظ خاص تھا اب عام ہو گیا پس ظاہر ہے کہ وہ معنی جو متکلم
کے مقصود تھے کیونکر سمجھے جاوینگے گرچہ وہ معنی بھی اس وقت اس کلام مین موجود ہین یا پہلے الفاظ
کے جو اصلی معنی تھے وہ اب بطور مجاز فہم مین آسکتے ہین مگر اونکے لیے قرینہ نہین ہے غرضکہ ایسی
صورتمین بھی بہت ہین کہ الفاظ متغیرہ مین مطلب اصلی موجود ہو مگر اوس طرف ذہن نجاوے اب
صورت مین جو کوئی مصنف کے مطلب کو کسی طور سے جانتا ہو وہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ مصنف کا یہ
مطلب ہے اور جو اس سے آگاہ نہین وہ ہرگز کہہ نہین سکتا کہ مصنف کی غرض کیا تھی ؛
اسی طرح اگر معنی متعین نہوے مثلاً مصنف نے لفظ مشترک یا مجمل کا استعمال کیا یا معنی حقیقی چھوڑکر
مجازی معنی مراد لیے یا بحسب ظاہر یا بطور فہم مخاطب کلام کیا اور کہین پر اسکی تفصیل نکی کہ فلان معنی
مراد ہین یا فلان وجہ سے ہمنے ایسا کلام کیا تو بغیر دلیل قوی اپنی اٹکل سے کوئی معنی لیکر مخالفت
ثابت کرنا ہرگز ذی شعور کا کام نہین اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو اہل عقل کے نزدیک قابل قبول
نہوگا جب یہ امور ذہن نشین ہولیے تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مصنف نیاز نامہ نے جو توریت و
انجیل کا قرآن وحدیث سے مقابلہ کیا ہی تو امور مذکورہ کی رعایت اور لحاظ کے ساتھہ کیا ہی یا بلا رعایت
کیا ہے ـ مین کہتا ہون کہ جو منصف اونکی تحریر کو دیکھکر قرآن وحدیث اور توریت و انجیل کو دیکھیگا
وہ بلا تامل کہدیگا کہ ہرگز نہین کیا ہرگز نہین کیا اور عبث دردسری کی ہے کیونکہ بسبب فقدان
تواتر لفظی کے توریت و انجیل کے الفاظ کی تعین دشوار بلکہ محال ہے مثلاً حضرت عیسے
جس زبان مین تعلیم فرماتے تھے بالاتفاق یونانی نتھی بلکہ عبری یا عبرانی اور سریانی ملی ہوئی تھی
اور یہی زبان فلسطین مین رائج تھی دیکھو (متی باب ۲۷ درس ۴۶ مرقس باب ۳ ورس ۱۷) اور اب تو
اون کلمات اور الفاظ کا کہین پتا بھی نہین ہے پس جسے ہم انجیل اور کلام الہی کہتے ہین اور

قران مجید جسکی تصدیق کرتا ہے اوسکے الفاظ مشکوک کیا عالم سے مفقود ہین پس اوسکے ترجمون
سے مخالفت ثابت کرنا عبث ہے کسی مقام پر ہم یقین نہین کر سکتے کہ جو مدعا ہم ان ترجمون سے
سمجھتے ہین بلا کم و بیش وہی مطلب حضرت مسیح کا تھا ۞

باقی رہا یہ امر کہ انجیل نویسون نے جو ترجمے یونانی زبان مین کیے وہ الہام سے کیے اور روح القدس
اونہین خطا سے محفوظ رکھتا تھا یہ محض اعتقادی اور گھر کی بنائی ہوئی بات ہے ہمارے مخاطب
اس بات پر کیا دلیل قائم کر سکتے ہین کہ حواری بیان احکام وغیرہ مین مثل انبیا کے خطا سے محفوظ
تھے صرف زبانی کہدینا کہ وہ اس مجموعہ بیبل مین خواہ قال اللہ ہو یا قال عیسے یا قال الحواری ہے
سب یکسان ہے کافی نہین اگر پادری صاحب کا صرف یہ اعتقاد ہے تو ہو ہم ہرگز نہین کہتے
اور ہم کیا محققین مسیحی بھی ایسا نہین کہتے چنانچہ تحقیق اول سے معلوم ہوا اور نہ ہمارا قرآن مجید
اس مجموعہ کی تصدیق کرتا ہے کیسے اعتقاد سے کوئی کلام واقع مین کلام الہی نہین ہو سکتا ۞

الحاصل اسمین تو کوئی شک نہین کہ اصل انجیل کے الفاظ تو بالکل مفقود ہین اب رہے ترجمے اونکا
حال بھی نہایت ابتر ہے الفاظ و جملونکے تواتر کا تو کیا ذکر ہے ساری بیبل کا بھی ایک سلسلہ سند
متصل ٹھیک نہین ملتا پھر کیونکر ان کتابون کے ہر مضمون پر صحت کا یقین ہو سکے اور اگر ہم اس سے
قطع نظر کرین تو بیبل کا اختلاف جسے انگریزی مین ویریوس ریڈنگ کہتے ہین فقدان تواتر لفظی
کو ثابت کرتا ہے اور الفاظ کے اعتماد کو کھوتا ہے اسکے بیان کے لیے اعجاز عیسوی کافی ہے مگر
مین اس مقام پر کسیقدر ایک فاضل جدید کی تحقیق بیان کرتا ہون جسکا حوالہ اعجاز مین نہین ہے
جوزف انگس جو بہت بڑا فاضل مسیحی ہے اپنی کتاب ہنڈبک کے حصہ اول باب ششم فصل دوم صفحہ ۳۱
مطبوعہ ۱۸۶۳ء مین لکھتا ہے کہ کبھی کبھی کلام الہی کی عبارت متعین کرنا مشکل ہوتی ہے چنانچہ کتاب
پیدائش کے باب ۴۹ ورس ۶ مین ہے دیوار کھود دی[1] اور بعض نسخون مین ہے کہ بیل کی کونچین

[1] بیبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء مین ہے کہ شہر پناہ ڈھا دی دیکھیے بظاہر ان دونون ترجمون مین فرق نہین معلوم ہوتا
مگر غور سے دیکھیے تو بڑا فرق ہے دیوار عام ہے اور شہر پناہ خاص ہے اتنے ہی تغیر سے بعض مقام پر بڑا فرق ہو جاتا ہے ۱۲

کاٹ ڈالیں" یہ ایک مثال ہی ہزاروں بلکہ لاکھوں اختلافات کی نہیں ہے کہ کسیکو قطعاً مصنف کا
لفظ نہیں کہہ سکتے۔ فاضل مذکور کے قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیبل کے اختلاف عبارت اور قرآن کے
اختلاف قرات سے کچھ نسبت نہیں ہی کیونکہ اختلاف قرات تو خود مصنف سے ہی منقول ہی وہان
تعیین میں کچھ اشکال ہی نہیں ہی بخلاف اختلاف بیبل کے کہ وہ اختلاف کاتبوں وغیروں کی اصلاح و تحریف سے ہوگئی
مقام غور ہے کہ مثال مذکور میں لفظ کے تغیر سے ایک خبر میں فرق آگیا اگر ایک صحیح ہی تو دوسری غلط ہے
جب ایسے اختلاف ہوں تو کیونکر اوسکی صحت پر اعتبار ہو سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے مخاطب
تارح اور آزر کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور قرآن کو مخالف توریت بتاتے ہیں اور اسکی خبر نہیں
رکھتے کہ ایسے ایسے ہزاروں اختلاف خود اوسی کتاب میں موجود ہیں پھر کیا وہ اپنی آپ مکذب
ٹھہریگی وائے بر بیخبری ایشان ؎

اور یہ امر کہ کن کن وجہوں سے ایسے اختلافات پڑگئے اہل تحقیق پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن ہم بطور
اختصار کسیقدر بیان کرتے ہیں اور شواہد اور مثالوں سے قطع نظر کرتے ہیں فاضل مذکور نے ہنڈبک
کے حصہ ۱ باب ۱ فصل ۵ میں وجوہ اختلافات اس طرح بیان کیے ہیں ؎

(دفعہ ۶، ۷) کتابت سے ان نسخوں میں بہت سی غلطیاں ہو سکتی تھیں جب یہ بات خیال کیجاتی ہے
کہ بڑی ہوشیاری سے چھپی ہوئی کتاب میں بہت سی غلطیاں رہجاتی ہیں تو اس امر سے کچھ تعجب
نہیں ہوتا بلکہ لکھنے میں بہ نسبت چھاپنے کے زیادہ خطرہ ہے اور اصلاح و تصحیح کم ہو سکتی ہے۔
کبھی کاتب نے خود نقل کیا اور کبھی کسی نے لکھوایا پہلی صورت میں تو اسکی آنکھ نے خطا کی اور
دوسری میں اسکے کان نے۔ اکثر مختلف لفظوں کے مقطع ایک ہی ہوتے ہیں یا مختلف جملوں
کے آخر کا لفظ ایک ہی ہوتا ہی اس سے غلطی کا وقوع اور بھی آسان ہو جاتا ہی اور کبھی کبھی منقول عنہ کو
غلط سمجھ جانے سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ کبھی تو کاتب بعض الفاظ کو غلط بیان کریگا اور کبھی ان
لفظوں کی جو بلا نشان وقف ہوتے ہیں (جیسا قدیمی نسخوں کا دستور تھا) غلط تقسیم کریگا یا منقول عنہ
بالکل یا بعض مقام پر چھوٹ گیا ہو یہ اسباب غلطی کے ہمیشہ جاری تھے ان وجوہ سے بلا قصد بھی

غلطی ہوتی تھی مگر ایسی غلطیون سے کتاب مین کچھہ برا اثر نہین ہوا (یہ دعوی بلا دلیل ہی جب تھوڑا اثر
ہوا تو بڑے اثر کو کون مانع تھا ممکن ہی کہ برا اثر ہوا ہو اور اوسپر اطلاع نہوئی ہو یا اطلاع ہوے مگر اوسکا اظہا
اور افشا نہوا بسبب کسی مصلحت کے جبتک اس احتمال کا جواب کافی نہ دیا جاے ہرگز یہ دعوی قابل سماعت نہین ہو سکتا
(دفعہ ۸۲) ایسا کہین واقع ہوگا کہ صورت کی مشابہت سے کاتب لاجرم ایک جھوٹی عبارت بنانے کا
(دفعہ ۹) ہے اختلاف عبارتونکی اصل مترادف مضامین کا استعمال کرنا ہی (دفعہ ۸۳) عہد عتیق کے
کاتبون کا یہ دستور تھا کہ وہ کسی لفظ کی تقسیم نہین کرتے تھے اور سطر کے آخر مین خالی جگہ نہین چھوڑتے
تھے اگر سطر کے آخر مین جگہ رہگئی تو کسی لفظ سے پورا کر دیتے تھے یا دوسرے لفظ کے حروف ابتدائی
لکھدیتے تھے اور پھر دوسری سطر مین اوسکو دوبارہ لکھتے تھے اور علاوہ اسکے جاہل کاتبون نے
کبھی آخری حرف کو اصطلاحی حافظ السطور سمجھکر چھوڑ دیا ہے (دفعہ ۸۴) کبھی حاشیہ کی عبارتین
اصل متن مین ہو گئین ہین تصحیح یا تشریح کی غرض سے (دفعہ ۸۵) اور اختلاف عبارات قصداً
بھی ہوا ہے خواہ نیک نیتی سے یا بدنیتی سے مثلاً ایک یونانی کاتب جو اپنی خالص زبان کو بلا
آمیزش مشرقی محاورات کے سننے کا عادی ہی وہ عبریت کو خلاف قاعدہ سمجھکر صحیح کر دیگا۔ اور کبھی کبھی
وہ یونانی لفظون کی جگہ اور الفاظ جنہین وہ زیادہ واضح اور آسان جانتا ہے رکھدیگا اور کبھی ایک
انجیل کو دوسری انجیل سے صحیح کریگا اور کبھی مختصر کو مطول سے پورا کر دیگا اور عہد عتیق کے حوالون کو خواہ
وہ عبری ہون یا یونانی ہون یا لاطینی اپنے نسخے کے موافق کر دیگا اور اصلی متن سے انحراف کرنے
کے اور بھی باعث ہو سکتے ہین (دفعہ ۸۶) کبھی کبھی کتب آلہیہ کے خاص نسخہ مین جو کوئی غلطی
کسی لفظ کی ہجی مین ہو گئی تو تمام نسخون مین اوسکی رعایت رکھی ہی (دفعہ ۸۷) کبھی اس غرض
سے بھی اصلاح کا قصد کیا گیا ہے کہ زبان زیادہ واضح اور آسان ہو جاے (مقام غور ہے کہ باوجو
ان اصلاحون کے کیونکر معنی کی صحت کا یقین ہو سکتا ہے اور کون عاقل کہہ سکتا ہی کہ باوجو
بالیقین مطلب مین تغیر نہین آیا) (دفعہ ۸۸) کبھی کبھی اس غرض سے بھی تغیرات واقع ہوئی ہین
تاکہ فقرات مقابل کو یکسان کر دین یا کہ جہان سے حوالہ ہے اوسکے موافق ہو جاے

(دفعہ ۹م) کبھی کبھی کسی فقرے کو اس غرض سے بھی بدلا ہے کہ فریق کے مقصد کی تائید ہو یا جو بات کہ باعث اشاعت حق معلوم ہوتی ہے اسکی تائید ہو جاے۔ مگر ایسے قصدی تغیرات عہد عتیق مین بہت ہی نادر ہین اور عہد جدید مین بھی بہت نہین ہین انتہے۔

اس فاضل مسیحی کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے قصدی تغیرات جو بسبب اثبات کسی مقصد اور اشاعت حق مظنون کے ہوے عہد جدید مین بہ نسبت عہد عتیق کے زائد ہین۔ واضح ہو کہ چیمبرس کی سائیکلو پیڈیا جلد دوم مین لفظ بیبل کے ذیل مین لکھا ہے کہ غلطی کے اسباب اس طریقہ پر ترتیب دیے گئے ہین اول ناقص نگاہ یا بے توجہی سے غلطیان پیدا ہوئین چنانچہ کاتبون نے ایک متشابہ حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھدیا اور حرف اور الفاظ اور جملون کو بدل دیا یا چھوڑ دیا اور اوسکی کئی مثالین ہین (الی قولہ) پنجم وہ غلطیان جو کاتب کی جانب سے قصداً متن کے واقعی یا خیالی الہام کی توضیح یا ترمیم کی غرض سے ہوئی ہین اس خاص امر مین سامریون پر الزام شدید ہے انتہی مختصراً۔

اب ناظرین انصاف فرمائین کہ باوجود ایسے ایسے تغیرات قصدی کے جسکے خود محققین مسیحی قائل ہین پھر بھی تثلیث اور ابنیت پر عہد جدید سے استدلال کیا جاتا ہے اے بھائیو ذرا غور کرو کہ جب ثبوت مطلب و اشاعت حق کے لیے بدل دینا صرف ممکن ہی نہین بلکہ وقوع پایا گیا تو کون امر ہمکو اس کہنے سے مانع ہے کہ کسی اہل تثلیث نے ازراہ دینداری اشاعت حق سمجھکر یا کسی بددین نے ازراہ شرارت اون الفاظ کو بدل دیا ہو جنسے تثلیث کی بو پائی جاتی ہے گو واقع مین یہ اشاعت حق نہو بلکہ امر باطل اور گمراہی کی اشاعت ہو مگر اس بیچارے نے بسبب اپنی غلط فہمی یا سادہ لوحی کے اس عقیدہ باطل کو حق سمجھکر اسکی اشاعت مین سعی کی اور سعی اوسکی کارگر ہو گئی یعنی اوس نسخے کی نقلین پھیل گئین اور اوسکے مخالف نسخے نابید ہونا شروع ہوے اور تثلیث کا عقیدہ خوب دلون مین محکم ہو گیا پس جب متاخرین نے مقابلہ اور تصحیح کا قصد کیا تو اول تو صحیح نسخے نابید ہو چکے تھے اور اگر کوئی نسخہ کسیقدر صحیح مخالف اس عقیدہ باطل کے پایا گیا وہ غلط ٹھیرایا گیا اور جس سے یہ عقیدہ باطل ثابت ہوتا تھا صحیح مانا گیا کیونکہ وقت مقابلہ جو قواعد تصحیح کے مقرر کیے گئے تھے اونمین سے یہ بھی قاعدہ تھا

کہ اپنے معتقدات کی تائید یعنی جس نسخہ سے اپنے اعتقاد کی تائید ہوتی تھی وہ صحیح سمجھا جاتا تھا اور مقابل اوسکا غلط اور مردود ہوتا تھا مثلاً یوحنا کی انجیل باب ۶ ورس ۶۹ مین حواریون کا قول مسیح کی نسبت یون ہے کہ "ہم ایمان لائے ہین اور جان گئے ہین کہ تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے"

یہان محقق گریسباخ کی تحقیق یہ ہے کہ اصل مین یون تھا کہ "تو خدا کا مقدس ہے" مگر تثلیث کی حمایت کرنے والے اس پہلی عبارت کو تسلیم کرتے ہین اور کوئی قوی وجہ بیان نہین کرتے بجز اسکے کہ اونکے گمان مین تثلیث کی تائید ہوتی ہے اسکے بعد جوزف انگس لکھتا ہے۔ جو عبارتین ان وجوہ سے پیدا ہوئی ہین کئی ہزار تک ہین مگر کوئی سی عبارت مختلف لے لو مضمون مین کچھ اثر نہوگا کیا خوب کہا گیا ہے کہ کتنا ہی غلط لکھا ہوا نسخہ ہو مگر اوسمین کتب الٰہیہ کی حقیقتین اصل مین کچھ بدلینگی نہین۔ مین کہتا ہون کہ اول تو یہ کہنا محض دل خوش کر لینا ہے مخالف اسے کب تسلیم کرتا ہے اور اگر مانا جائے کہ واقع مین ان اسباب کی جہت سے اصول ایمانیہ مین فرق نہین آیا مگر اسمین شک نہین کہ بعض وہ الفاظ داخل ہوگئے جنسے بظاہر عقیدہ باطلہ کی تائید ہونے لگی گو واقع مین غلط فہمی ہوا اور اون الفاظ کے وہ معانی مراد نہون جیسا اوسکے معتقدین سمجھے ہین ؀

ہماری غرض ان وجوہ کے بیان کرنے سے صرف یہ ہی کہ کتب مقدسہ کے الفاظ مین تغیر آگیا اور اعتماد کلی جاتا رہا کیونکہ انکی نسبت مصنف کیطرف قطعی اور یقینی نہین چنانچہ یہ امر ہارن صاحب کی تفسیر کے اوس مقام سے بھی ظاہر ہے جہان اونھون نے اختلاف عبارت اور سہو کاتب مین فرق بیان کیا ہے لکھتے ہین کہ "جب دو عبارتین یا زیادہ مختلف ہون تو اون مین سے سچی ایک ہی ہوتی ہی اور باقی قصداً التحریف ہی یا سہو کاتب اور اصل کو ساختہ سے پہچاننا اکثر دشوار ہوتا ہی پس جہان تھوڑا سا بھی شبہہ ہوتا ہی تو سبکو اختلاف عبارت کہتے ہین لیکن جب صریح معلوم ہو کہ کاتب نے جھوٹا لکھا ہے تو اوسکو غلطی کاتب شمار کرتے ہین" (جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

اس مفسر کے کلام سے ظاہر ہے کہ انجیل مین اسطرحکا اختلاف عبارت ہی جس سے الفاظ پر اطمینان باقی نہین رہتا گرچہ وٹیٹین کے مقابلے سے ایسے اختلافات کی تعداد دس لاکھ تک پائی جاتی ہے

مگر کوئی وجہ نہیں ہی کہ اس تعداد پر حصر کر دیا جاے کیونکہ سب نسخون کا مقابلہ نہیں کیا گیا اور جنکا مقابلہ کیا گیا ہی وہ بھی پورے نسخے نتھے اکثر ناقص اور بعض تو نہایت ہی ناقص تھے محض شمار بڑھانے کے لیے انکو نسخہ فرض کیا تھا چند نسخون کے نام ڈاکٹر انگس کی ہنڈبک سے نقشہ مین لکھے جاتے ہین ؛

نمبر	نام نسخہ	کیفیت
۱	برجیانوس	انجیل یوحنا کا ایک جز
۲	کوٹونیانوس	اسمین صرف متی کے ۱۸ ورس تو ۲۶ باب کے اور نو ۴ باب کے اور یوحنا کے سترہ ورس ۱۳ باب کے اور آٹھ ۱۵ باب کے تھے ۔
۳	وندوبونن سس	اسمین صرف انجیل لوک کا باب ۲۴ ورس ۱۳ سے ۲۱ تک
۴	لوٹین جن سس	اسمین انجیل یوحنا کا باب ورس ۳۸ سے ۵۰ تک یعنی کل ۱۳ ورس کا نسخہ تھا
۵	کواسلیانوس	اسمین پولوس کے خطوط کا ایک حصہ تھا
۶	لاڈیانوس	اسمین اعمال حوارین وہ بھی ناقص
۷	ریجیوس	اسمین لوک کا ایک حصہ تھا

پس جب الفاظ کی تعیین ثابت نہوئی تو مخالفت واقعی دریافت نہین ہو سکتی کیونکہ ممکن ہی کہ یہ مخالفت بسبب تغیر لفظ کے پیدا ہو گئی ہو اصل مین نہین ہی جب تک یہ احتمال رفع نہو کیونکر کوئی مخالفت کو قطعی کہہ سکتا ہے اور پادری صاحب یہ نہین کہہ سکتے کہ قرآن مجید نے انھین الفاظ کے ساتھ تصدیق کی ہو جواب موجود ہین پھر انکی بے اعتباری کیا مضر ہے اسواسطے کہ اول تو جو الفاظ وقت تصدیق قرآن کے تھے اونپر بھی یقین نہین کیونکہ ہزارون بلکہ لاکھون اختلافات بعد اسکے ظاہر ہوے ہین علاوہ اسکے ہمنے پہلے ہی اسکا جواب دیدیا ہے جہان بیان کیا ہے کہ باوجود تغیر الفاظ کے کسیقدر معنی محفوظ رہ سکتے ہین مگر ہر شخص اونپر مطلع نہین ہو سکتا البتہ جو شخص اوس مطلب سے کسی دوسرے طریق سے آگاہ ہے وہی جان سکتا ہے ۔

یہ مختصر بیان تو تعیین الفاظ کا کیا گیا اب تعیین معنی کا ذکر کیا جاتا ہے ؛

جب یہ امر ثابت ہوے کہ یہ الفاظ وہی ہین جو مصنف کی زبان سے نکلے ہین تو یہ بات دیکھی جائیگی کہ جو معنے اون الفاظ کے لیے جاتے ہین اونپر وہ الفاظ قطعًا دلالت کرتے ہین یا نہین اگر قطعًا دلالت نہین کرتے بلکہ دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو تو مخالفت کا ثبوت دشوار ہے ؛

اور قطعی الدلالۃ کی صورت یہ ہے کہ جو معنی مراد لیے جاتے ہین وہ صراحتًا اوس لفظ سے سمجھے جائین کسی تاویل یا تفسیر کی حاجت نہو بشرطیکہ کسی نقل صریح یا عقل صحیح کے مخالف نہون - کیونکہ اگر وہ معنی صراحتًا نہین سمجھے جاتے بلکہ تاویل کی حاجت ہو مثلاً لفظ مشترک ہو دو معنی یا زائد رکھتا ہے تو وہ اس معنی پر قطعی الدلالۃ ہرگز نہوگا بلکہ بسبب اشتراک کے دوسرے معنی کا احتمال رہیگا البتہ اگر قراین صحیحہ لفظیہ یا عقلیہ سے کسی معنی کو ترجیح دی گئی ہو تو وہ معنی بطور ظن اور گمان کے تسلیم کیے جائینگے نہ بطور قطع اور یقین کے مگر جہان قرائن سے قطعیت ہوجاے یعنی اون معنی پر کوئی امر یقینی ثابت نہوگا البتہ اگر ایسے قراین لفظیہ یا عقلیہ پائے جائین کہ دوسرے معنون کی نفی قطعًا ہوجاے تو وہ معنی بطور تعین تسلیم کیے جائینگے اور اگر تفسیر کی حاجت ہو مثلاً لفظ مجمل ہے تو بغیر بیان متکلم کوئی معنی اوسکے نہین لیسکتے وہان قطعی الدلالۃ ہونیکا کیا ذکر ہے اور اگر باوجود صراحت کے کسی دوسرے مقام کی تصریح یا بدیہۂ عقل کے مخالف ہو تو معلوم ہوگا کہ متکلم کی ہرگز یہ مراد نہین کیونکہ متکلم یہان اللہ تعالے عالم الغیب مانا گیا ہے اور یہ محال ہو کہ عالم الغیب کا کلام متعارض ہو یعنی کہین ایک امر بیان کرے اور دوسری جگہ اوسکے مخالف ظاہر کرے بشرطیکہ یہ تغیر اور مخالفت از قبیل نسخ نہو جسکا بیان آگے کیا جائیگا اور اسیطرح اگر بدیہۂ عقل یا برہان عقلی اوس معنی کے بطلان پر شاہد ہے تو بھی وہ معنی مراد نہین ہوسکتے -

الغرض قطعی الدلالۃ کے واسطے چار امر ضروری ہین اوّل یہ کہ تاویل کی حاجت نہو - دوسرے یہ کہ تفسیر کی ضرورت نہو تیسرے وہ معنی مخالف نص نہون - چوتھے مخالف برہان عقلی نہون - پس جب چارون شرطین پائی جائینگی تو بلا شبہہ وہ معنی متعین ہوجائینگے خواہ وہ معنی عام ہون یا خاص اگر وہ معنی عام ہین تو صرف اپنے عندیہ سے تخصیص کرلینا جائز نہین اور اگر کوئی تخصیص کریگا تو اوس لفظ کی دلالت اوس معنی خاص پر قطعی ہرگز نہوگی اور اسیطرح خاص سے عام مراد نہ لیا جائیگا مثال اول کی لفظ علمہ

ہی جسکے معنی مطلق جوان عورت کے ہین خواہ کنواری ہو یا بیاہی جیساکہ ولیم گزنیوس اور ولیم ویلمساحب
کی لغات عبرانی سے ظاہر ہی اب کنواری کے معنی لینا اور اوس عام کو خاص کر دینا جائز نہین ۔
اور اگر شرائط مذکورہ مین سے کوئی بھی شرط مفقود ہوگی تو معنی کی تعیین بطور قطع و یقین نہ ہوگی البتہ
بعض مقام پر بطور گمان اور ظن غالب تعیین ہوسکیگی مثلاً لفظ مشترک ہین کوئی قرینہ سیاق یا سباق ہی ایسا
پایا جاتا ہے جس سے ایک معنی راجح معلوم ہوتے ہین مثلاً لفظ نجات ہی کہ اسکے معنی مخلصی دینا کہین ہین
(دیکھو خروج باب ۱۴ ورس ۱۳) اور کہین شفاء مرض (نامہ یعقوب باب ۵ ورس ۱۵) کہین انجیل (نامہ
عبرانیان باب ۲ ورس ۳) مگر دلالت سیاق و سباق سے مقامات مذکورہ مین بطور ظن غالب یہ معنی متعین
کیے جاتے ہین اور اسی طرح اگر معنی اصلی جو کہ مخالف نص یا دلیل قطعی کے ہین تو ہرگز مراد نہ لیے جائینگے
بلکہ وہ معنی مجازی متعین کیے جائینگے جو اوس مقام پر چسپان ہون اور قرینہ لفظیہ یا عقلیہ اوسپر دلالت
کرتا ہو مثلاً وہ کلام جس سے خدا کا پچھتانا یا مجسم ہونا اور مکان مین رہنا ثابت ہوتا ہی (مثلاً سموئیل ۲
باب ۷ ورس ۵ کیا تو میرے لیے ایک گھر جسمین مین رہون بنایا چاہتا ہی الخ اور کتاب پیدائش کے باب ۶
ورس ۶ و ۷ تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور اسیطرح کا مضمون ارمیاہ کے باب
ورس ۳ مین ہی اسکے ظاہری معنی ہرگز مراد نہ لیے جائینگے کیونکہ سیکڑوں نصوص صریحہ اور دلائل عقلیہ کے
مخالف ہین اسپر تو مسیحی اتفاق کرتے ہین اور یہ نہین کہتے کہ عبل سے خدا کا پچھتانا اور نہ پچھتانا دونون ثابت
ہے یا یون کہین کہ نہ پچھتانا خالص نہین ہی بلکہ پچھتانے کے ساتھ ملا ہوا ہی بلکہ یہی کہتے ہین کہ خدا پچھتانے
سے بالکل منزہ ہی پشیمانی کا اصلاً شائبہ اوس مین نہین مگر افسوس یہ ہی کہ تثلیث مین جھک جاتے ہین
اور اس راہ کو اختیار نہین کرتے باوجودیکہ سیکڑوں نصوص صریحہ کے مخالف ہے مگر زبردستی محض
اشارون اور کنایون سے ثابت کرتے ہین اور اوس وحدہ لاشریک کی ذات مین شرک کا دھبا لگاتے
ہین تعالی اللہ عما یصفون مقام حیرت ہی کہ بعض مقامات پر مخالفت نص کے وجہ سے تاویل کرتے ہین
اور اوسکے معنی ظاہری پر عمل نہین کرتے مگر تثلیث کے اثبات پر اصرار ہے گو سیکڑوں نصوص صریحہ
اور دلائل عقلیہ کے خلاف ہی ای بھائیو ذرا غور کرو خدا کا پچھتانا جو نص صریح سے ثابت ہے مگر اسیوجہ سے

قبول نہین کرتے کہ مخالف دلائل عقلیہ اور نصوص صریحہ کے ہر اور باوجودیکہ تثلیث کسی قول صریح سے ثابت
نہین ہوتی پھر بھی اوسپر ایمان ہر اگر بالفرض تثلیث نص صریح سے نکلتی تو بھی چھپانے کے ثبوت سے زائد اوسکا ثبوت نہ
پھر کیا وجہ ہے کہ تثلیت پر تو اصرار ہے اور چھپانے سے انکار ہے او میرے پیارو کیون بہکے جاتے ہو وقار برگمراہی
اور لفظ ابن اللہ کا بھی یہی حال ہر کہ مقامات کثیرہ پر انبیا اور مومنین کی شان مین آیا ہی مگر چونکہ معنی حقیقی
اوسکے مخالف عقل و نقل ہین اسلیئے معنی مجازی اوسکے رسول مقرب یا برگزیدہ خدا وغیرہ کے لیے جاتے ہین
جو مطابق عقل او نقل ہین او ما مین کل عیسائی ہمارے متفق ہین مگر جہان حضرت مسیح کی شان مین
یہ لفظ آیا ہے وہان یہی بہکے جاتے ہین اور بلا وجہ اس راہ کو اختیار نہین کرتے عجب بات ہے کہ جب
لفظ ابن اور انبیا کی شان مین آئے تو معنی اسکے رسول خدا اور برگزیدہ خدا ہون اور جب مسیح کے اوپر
اطلاق کیا جاے تو وہ معنی لیے جاوین جو صراحۃً عقل اور نقل کے مخالف ہون۔ قل ہاتوا برہانکم ان کنتم
صادقین ۔ الحاصل قطعاً اور یقیناً تعیین معنی کی اوسی صورت مین ہر جو بیان کی گئی اور جن صورتون
مین تعیین معنی کی بطور ظن اور گمان غالب کے ہوتی ہے اوسکی شرائط بھی مجملاً اوپر کے کلام سے ظاہر ہین
محض اپنے عندیہ یا عقیدے سے کوئی معنی متعین نہین ہو سکتے جن مقامات سے کہ مسیحی تثلیث اور
ابنیت مسیح ثابت کرتے ہین وہ محض اونکے تراشے ہوے عندیہ کے معنی ہین پہلے یہ عقیدہ اپنے ذہن
مین مستحکم کرکے زبردستی کلام مقدس کو اپنے عقیدے کے مطابق کرتے ہین اونکی تعیین نہ بطور قطع و
یقین کے ہیں اور نہ بطور ظن و گمان غالب کے ۔ اب مین چند اقوال ڈاکٹر انگس کے نقل کرتا ہون ۔
جس سے میرے کلام کی تائید ہوتی ہے اور تعیین معنی کی صورتین اور تعیین لفظ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے
ڈاکٹر مذکور اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ مین لکھتا ہے قول اول کتب آیہ کے کسی فقرے کے حقیقی معنی وہ ہر ایک
مضمون نہین ہی جو کہ الفاظ سے نکلتا ہے اور نہ وہ ہر ایک مضمون ہر جو کہ فی نفسہ حق ہی بلکہ حقیقی معنی
وہی ہین جو الہام سے لکھنے والون کی مراد ہے یا بعض صورتون مین جو خود روح القدس کی مراد ہے
گو خود ان لکھنے والون نے اسے ناقص سمجھا ہو " ۔ ظاہراً اس عبارت سے تو یہ نکلتا ہے کہ لفظی
معنون کا اعتبار ہی نہین ہر معنی صحیح اور معتبر وہی ہین جو صاحب الہام یا روح القدس کے مراد ہین

له کہ دو الوالی دلیل اپنے پاس سے اگر سچے ہو ۱۲

اور جب تک وہ بیان نکرین ہم کوئی معنی نہین لے سکتے مگر یہ معنی عقلاً بہت بعید ہین اور کلام مابعد کے
مخالف ہین اسلیئے ہم اسکے معنی اسطرح کرتے ہین کہ بعض مقام پر الفاظ کے ظاہری معنی نہین لے سکتے
مثلاً ایسا انقلاب ہے کہ معنی اوسکے ظاہر ہین مگر اوس معنی مین کوئی قباحت عقلاً یا نقلاً پائی جاتی ہو اس
تقدیر پر وہ معنی ظاہری نہ لیے جاوینگے بلکہ کہا جاویگا کہ اسکے معنی وہ ہین جو صاحب الہام کی مراد ہین
خواہ اونسے بیان کر دیا ہو یا نکیا ہو اسکے بعد ڈاکٹر موصوف لکھتا ہی **قول دوم** "کتب مقدسہ کا مطلب
الفاظ سے تحقیق ہوسکتا ہی اسلیئے الفاظ کا حقیقی علم خود مضمون ہی کا علم ہو" یہان سے ثابت ہوا کہ
تعیین الفاظ ضرور ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین پس جسوقت ہم تعیین الفاظ نہین پاتے بلکہ مفقود
پاتے ہین تو نہایت افسوس کرتے ہین **قول سوم** "لفظون کے معنی زبان کے محاورہ استعمال سے
مقرر کیے جاتے ہین اور جب ممکن ہو تو محاورہ استعمال کو خود انھین کتب مقدسہ ہی سے دریافت کرنا
چاہیے" - افسوس ہی کہ باوجود اس قول کے پھر مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا جاتا ہی کیا کتب مقدسہ
کا یہ محاورہ نہین کہ سیکڑون مومنین و انبیا کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا ہے پھر کیون بہکتے ہو **قول
چہارم** "الفاظ کتب مقدسہ کے معنی معروف لیے جاتے ہین مگر یہ کہ ایسے معنی اس فقرے کے اور الفاظ
یا سیاق دلیل یا کتب مقدسہ کے اور مقامون کے مخالف ہون" یہی ہم بھی اوپر بیان کر آئے ہین
اب کوئی ڈاکٹر صاحب سے یہ دریافت کرے کہ جب آپ کا یہ قول ہی تو لفظ الوہیم سے تثلیث کا ثبوت
جو ہزارون نصوص صریحہ کے مخالف ہی کس طرح کیا جاتا ہی **قول پنجم** "جو معنی لفظون کو پہنائے جاوین
وہ ضرور ہے کہ قرائن کے ساتھ ہون یعنی ہمیشہ متن کے سیاق کے موافق ہون اور جب کہ معنی معروف
مخالف قرائن ہون تو ترک کیے جائین اور ایسے معنی لیے جائین کہ اس فقرے اور الفاظ کے تقاضے
کو پورا اور شرائط کو ادا کرتے ہون اور ثابت ہو سکین استعمال محاورہ خواہ کتب مقدسہ یا دیگر کتب عامہ مین
ایسا طرز کلام جائز ہے" یہان بھی مین بڑے افسوس سے کہتا ہون کہ تثلیث کے ثبوت مین
یہ قاعدہ بالکل چھوڑ دیا جاتا ہی اور برخلاف اسکے عمل کیا جاتا ہی مثلاً یوحنا کے باب دہم ورس ۳۰ مین
مسیح کا قول ہے - مین اور باپ ایک ہون یہان سے اتحاد حقیقی مراد لیا جاتا ہے حالانکہ مسیح کے اوس

اقوال اور محاورہ کتب مقدسہ اسکا مقتضی ہے کہ اتحاد مجازی مراد لیا جاے کیونکہ اسی بیبل مین بہت
مقامات ایسے ہین جنسے خدا اور مسیح مین مغایرت پائی جاتی ہی اور بعض مقام مسیح نے باپ کو اپنے
سے بزرگ بھی کہا ہے (یوحنا باب ۱۴ ورس ۲۸) پس واسطے مطابقت کلام کے ضرور ہوا کہ اتحاد مجازی
مراد لیا جاے یعنی وہ قرب اور نزدیکی جو انبیا علیہم السلام اور صلحاے مومنین کو ہوتی ہی اور یہ محاورہ خود
حضرت مسیح کے قول سے ثابت ہے کیونکہ مسیح نے حواریون کے حق مین فرمایا کہ وے بھی جس طرح ہم ایک ہین
ایک ہون (یوحنا باب ۱۷ ورس ۲۲ و ۲۳) اس مقام پر کوئی اتحاد حقیقی نہین لیتا بلکہ اتحاد مجازی مراد لیتے ہین
پھر کیا وجہ ہے کہ وہان خلاف محاورہ اتحاد حقیقی مراد لیا جاتا ہے۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ ہمارے مخاطب نے نہ تعیین الفاظ کی رعایت کی نہ تعیین معنی کا لحاظ رکھا اور نہ
دوسرے امور مذکورہ کی پابندی کی حالانکہ یہ امور اثبات مخالفت کے لیے ضرور تھے پھر کس بھروسے
پر مخالفت کے اثبات مین اس قدر زور و شور ہے اور اپنے اعتراض کو حجر اصم اور لاجواب کہہ رہے ہین
تنبیہ مصنف نیاز نامہ خوب غور سے ملاحظہ کرین کہ اس ایک مقدمہ سے چار جواب نیاز نامہ کے ظاہر
ہوتے ہین **پہلا جواب** تحقیق اول سے یعنی قرآن مجید اس مجموعہ بیبل کا تمامہ مصدق نہین جس سے
ہمارے مخاطب مخالفت ثابت کر رہے ہین پھر قرآن شریف پر کیا اعتراض ہے **دوسرا جواب**
تحقیق دوم سے یعنی کسی کتاب کی تصدیق و تعریف سے یہ لازم نہین آتا کہ تصدیق کرنے والا اوس
کتاب کو تمامہ تسلیم کرتا ہی اور واجب العمل کہتا ہی اور پیلی صاحب کا قول اسکی شہادت مین نقل کیا گیا
پس جب یہ ضرور نہین تو بعض امور مین مخالفت کیا مضر ہے **تیسرا جواب** تحقیق سوم کے شق اول سے
یعنی اس بیبل کے الفاظ پر اعتماد نہین تاکہ معنی کی صحت پر حجت ہو سکے اور مخالفت ثابت کیجاے
چوتھا جواب شق ثانی سے یعنی ہمارے مخاطب نے فہم مطلب اور تعیین معنی مین غلطی کی ہے
کہین تو بیبل کے بیان مطالب مین بسبب تقلید محض کے خطا کی اور کہین پر معانی قرآن مجید اور
حدیث شریف کے فہم مین بہک گئے اور مخالفت ثابت کرنے لگے۔ الغرض اول تو اختلاف نہین
اور اگر کسیقدر اختلاف ہو تو قرآن و حدیث پر حرف نہین آتا کسی شاعر عربی نے سچ کہا ہے ؏

وکم من عائب قولاً صحیحاً * وآفته من الفہم السقیم *

دوسرا مقدمہ

واضح ہو کہ اہل اسلام قرآن شریف اور مطلقاً حدیث کو یکسان نہین سمجھتے ہین قرآن مجید بلفظہ اول سے آخر تک بلاشک کلام خدا ہی اور قطعی الثبوت ہی کوئی لفظ اوسکا مشکوک نہین اور احادیث دو قسم ہین صحیح اور غیر صحیح قسم ثانی بالکل قابل اعتبار نہین ایسی حدیث کو پیش کرنا اور اوس سے حجت پکڑنا محض نادانی ہی کیونکہ ہم اوسے رسول اللہ کا قول ہی نہین سمجھتے اور پھر قسم اول یعنی صحیح کی دو قسمین ہین ایک متواتر یعنی وہ حدیث جسکی روایت کرنے والے حضرت کے زمانے سے ہر وقت تک علی الاتصال اسقدر کثیر یا ایسے معتبر ہون کہ جھوٹ کا احتمال اونکے کلام مین نرہے ایسی حدیثین کمتر ہین اور جسقدر ہین وہ بھی وہ ہین جنمین تواتر معنوی ہی دوسری غیر متواتر جسکی روایت کرنے والے اسقدر یا ایسے معتبر نہون۔ اہل اسلام کے نزدیک قرآن شریف اور پہلی قسم کی حدیث سے جو امر ثابت ہوگا وہ یقینی ہوگا خواہ وہ امر اعتقادی ہو یا عملی ہو مگر یہ شرط ہے کہ جو امر ثابت کیا جائے وہ قرآن اور ایسی حدیث سے صاف صاف سمجھ مین آئے ایسا نہو کہ کسینے اپنی رائے سے استنباط کیا ہو اگر کسیکا استنباط ہے تو اوسکا ثبوت بالیقین نہوگا یہی دو امر ہین جنسے عقیدہ ثابت ہوسکتا ہی اور دوسری قسم کی حدیث سے کوئی امر اعتقادی ثابت نہین ہوسکتا کیونکہ اونکا ثبوت یقینی نہین ہی اور عقیدے کے ثبوت کے لیے امر یقینی ہونا چاہیے پس معترض کو چاہیے کہ جب کسی امر اعتقادی کو ثابت کیا جاہے تو صرف قرآن اور حدیث متواتر سے دلیل پکڑے اور اگر امر اعتقادی نہو تو حدیث کی دوسری قسم سے بھی ثابت ہوسکتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ جو امر ایسی حدیث سے ثابت ہوگا وہ ظنی ہوگا یقینی نہین ہوسکتا جتنے اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھے کوئی ان اصول کا پابند نہین رہتا۔ ہمارے معزز مخاطب نے بھی کچھ لحاظ نکیا آنکھین بند کرکے لکھنا شروع کردیا۔ ایک اور امر بھی معلوم کرلینا چاہیے جسکے سبب سے ایک غفلت کا پردہ اوٹھ جائیگا اور ہمارے مخاطب کی بیجا ناعلمی ظاہر ہوجائیگی وہ یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث سے مخالفت ثابت کرنا محض بیفائدہ ہی دو وجہ سے اوّل یہ کہ اس

مخالفت سے یہ اعتقاد ثابت نہیں ہوسکتا کہ مذہب اسلام منجانب اللہ نہیں کیونکہ ایسی احادیث سے
کوئی امر اعتقادی اور یقینی ثابت نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک حدیث کی سند جداگانہ ہے اسیو
احادیث کے متعدد اقسام ہیں بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک حدیث
کے صحیح ہونے سے دوسری حدیث کا بھی صحیح ہونا ضرور ہوجائے یا ایک کے غیر صحیح ہونے سے دوسرے کا
غیر صحیح ہونا ضرور ہو بلکہ جسمین صحت کے شروط پائی جائیں وہ صحیح ہے اور جسمین نپائے جائیں وہ صحیح
نہیں ہمکو اسوقت تک اختیار ہے کہ ہر حدیث کی جانچ اور پڑتال کیا چاہیں تو بنظر سند اور دیگر امور صحیح
اور سقم لے کر سکتے ہیں اور بعد جانچ کے اگر کسی طرح کا سقم پائیں تو اوسکو مرتبہ صحت سے گرا دین مذہب
اسلام مین اسکے سبب سے کوئی نقص نہیں آسکتا۔ اب ناظرین مخالفت کو اسی پر قیاس کرین یعنی
جو صاحب جہان حدیث سے مخالفت بیان کی ہے وہان اگر انکے تمام بیانات تسلیم کیے جائیں تو اوسکا ثمرہ محققین کے نزدیک
اسقدر ہوگا کہ وہ حدیث خاص کہ مضمون مخالف ہے ساقط الاعتبار ہوجائیگی اس سے مذہب اسلام کو کیا ضرر ہو
یہ حدیث تو اس قبیل سے تھی کہ قطع نظر مخالفت کے اگر ہم جانچتے اور کسی طرح کا سقم پاتے تو ساقط الاعتبار
کر دیتے پھر نہایت نافہمی ہے کہ اگر ایسی حدیث سے کوئی نقص پیدا ہو تو مذہب اسلام کو ناقص کہا جائے۔
پادری صاحب یون سمجھیں کہ بعض کتابوں کو تمام عیسائی پندرہ سو برس تک کلام الٰہی یقین کرتے
اور بعد اسکے فرقہ پروٹسٹنٹ نے تحقیق کرکے اونھین کلام الٰہی سے خارج کر دیا اور ساقط الاعتبار سمجھا پھر کیا
اسکے سبب سے مذہب عیسوی ساقط الاعتبار ہو جائیگا ذرا انصاف کیجیے حاصل یہ کہ ایسے مقام پر حدیث کی
مخالفت کو پیش کرنا محض نافہمی ہے اگر مخالفت کو تسلیم کیا جائے اور جو باتین ہمنے پہلے مقدمہ مین لکھی ہیں اونسے
بھی قطع نظر کیجائے تو بھی پادری صاحب کا مدعا حاصل نہوگا۔

پس اب قابل سماعت وہی مخالفت رہی جو قرآن اور حدیث متواتر سے ہو مگر پادری صاحب نے بیان
مخالفت مین عجب خبط کیا ہے نہ تو قرآن وحدیث مین تمیز کی ہے نہ حدیث صحیح اور غیر صحیح مین فرق کیا ہے
اور نہ یہ دیکھا ہے کہ یہ علما کی راے ہے اور نص قطعی نہیں ہر جگہ لکھ دیا ہے کہ قرآن وحدیث مین آیا ہے یا حدیث
سے یہ ظاہر ہوتا ہے گرچہ قرآن مین اوسکا پتہ نہو یا حدیث صحیح مین اوسکا نشان نملے جیسے حضرت اسمٰعیل

کے ذریع ہونیکو پادری صاحب نے قرآن وحدیث کی طرف منسوب کیا ہی حالانکہ نہ قرآن مین اوسکی تصریح ہے نہ احادیث مین - حاصل یہ ہے کہ کہین تو پادری صاحب نے نص قرآنی کو علمای مسیحیہ کی رای سے مقابلہ کیا ہی جیسے مسئلہ تثلیث والوہیت اور نجات مین اور کہین اپنی رای کو اپنی رای سے رد کیا ہی اور اختلاف نصوص ٹہرایا ہے جیسا کہ اختلاف چہارم مین کیا ہے - اور کہین اپنے یا اپنے علما کی رای کو یا نے سنانے کو نص قرآن وحدیث قرار دیکر نصوص کتب سابقہ سے ملایا ہی چنانچہ اختلاف پنجم مین اسی امر کو کام فرمایا ہی اور کہین اپنے علما کی رای کو ہمارے علما کی رای سے مقابلہ کیا ہی - پہر افسوس ہی کہ ایسے مقابلون کو مقابلہ کتب سابقہ اور قرآن وحدیث قرار دیا ہی اور مخالفت بیان کرکے قرآن وحدیث کو اپنا آپ مقدوح ٹہرایا ہی واے بر نافہمی ایشان - مقام انصاف ہی کہ ایسی بے تحقیق باتون سے مذہب اسلام پر کچھ الزام آسکتا ہی ہرگز نہین بلکہ ایسی تحریر سے لکہنے والے کا اعتبار جاتا ہی اور جہالت یا خیانت کا دہبا اوسکی پیشانی پر لگتا ہی مگر افسوس یہ ہے کہ فہمیدہ کم ہوتے ہین ورنہ نیاز نامہ کوئی ایسی کتاب نہین ہی کہ اوسے لاجواب خیال کیا جاتا یا اوسپر فخر کرنا روا ہو پادری صاحب کیا اسی کتاب کو آپ لاجواب سمجھتے تھے جسکے متعدد جواب ان دو مقدمون سے ظاہر ہوگئے کیا یہی کتاب تہی کہ عرب و عجم مین کوئی جواب نہ لکہہ سکا بنظر انصاف میری تحریر کو ملاحظہ کیجیے اور اپنے اوس بڑے بول کو یاد فرمائیے *

یہان تک تو وہ امور بیان کیے گئے جو نیاز نامہ کے جواب اجمالی تھے اب مین جواب تفصیلی شروع کرتا ہون والله الموفق والمعین وبہ نستعین -

آمدم بر جواب تفصیلی و رفع مخالفت

مخالفت اول — قولہ صفحہ ۳ — کتاب مقدس مین توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کی تعلیم صاف پائی جاتی ہے یعنی اگرچہ یہ بات بلاشبہ مذکور ہے کہ خدا واحد ہی تاہم اوسکی ذات مین تین اقنوم ہین کی تلقین بہی واضح اور لائح ہے یعنی اب اور ابن و روح القدس ان تینون اقانیم سے ہر ایک خدا ہی تاہم تین خدا نہین بلکہ خدای وحدہ لاشریک ہے لیکن افسوس ہی کہ قرآن وحدیث باوجود تصدیق کے

ایسی اول دفعا میں تعلیم کو جھٹلایا چاہتے ہیں تو اسطرح سے آپ ہی اپنے کو رد کرتے ہیں ٭

جواب

واضح ہو کہ ایسے عظیم الشان اختلاف کو کہ طرفین کی حیثیت گویا اوسی پر منحصر ہے پادری صفدر علیصاحب نے ایسا مہمل چھوڑ دیا کہ ایک مقام کا بھی حوالہ نہ دیا جہان صاف صاف یہ تعلیم مذکور ہوتی ہمکو تو کہین انجیل و توریت مین اس تعلیم کا پتہ نہین ملا یہ دونون کتابین اس تعلیم سے منزہ ہین بلکہ صاف صاف خدا کے وحدہ لاشریک ہونے کی تعلیم جابجا ہی چند حوالے نقل کرتا ہون ناظرین ملاحظہ کرین۔ استثنا باب ۳۲ ورس ۳۹ مین ہے اب دیکھو کہ مین ہان مین ہی وہ ہون اور کوئی معبود میرے ساتھ نہین۔ ایضاً باب ۴ ورس ۳۵ یہ سب تجھی کو دکھایا گیا تا کہ تو جانے کہ خداوند تو خدا ہے اور اوسکے سوا کوئی نہین ہے زبور ۸۶ ورس ۱۰ تو بزرگ ہے عجائب کام کرتا ہی تو ہی اکیلا خدا ہے اور اول تواریخ باب ۱۷ ورس ۲۰ اے خداوند کوئی تیرے مانند نہین اور تیرے سوا جہان تک ہمنے اپنے کانون سے سنا ہی کوئی خدا اصلاً نہین مرقس باب ۱۲ ورس ۲۸ تب فقیہون مین سے ایک نے اوسکا سوال و جواب سنکے سمجھا کہ اونے اونھین خوب

---

[1] تثلیث کا عقیدہ چوتھی صدی مین قسطنطین اعظم کے عہد مین تسلیم کرایا گیا ہی چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب مطبوعہ لندن ۱۸۶۹ء کے صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ مین لکھتے ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ سینٹ اریوش نے جو اسکندریہ کے قسیسون مین تھا جب علماء کے ذریعہ سے مسیح کی ابنیت کا ثبوت پھیلانا شروع کیا تو اتھانیسس اوسکا مقابل ہو کر تثلیث کا حامی ہوا قسطنطین اعظم نے اس نزاع کو دیکھکر ۳۲۵ء مین کونسل نائس مقرر کی اس کونسل مین تیرہ بشپ اور بہت سے پادریون نے تثلیث سے انکار کیا اور بعض تثلیث کے تو قائل ہوئے مگر روح القدس کی جگہ حضرت مریم کو داخل کرتے تھے اسیواسطے اونکا نام میریامائٹ رکھا گیا مگر جب قسطنطین اعظم نے علانیہ حکم دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کریگا اوسکا مال ضبط ہو کر جلا وطن کیا جائیگا اوسوقت اکثر نے بادشاہ کے خوف سے تثلیث کے عقیدے پر دستخط کر دیا اور اتھانیسیش کا عقیدہ مشہور ہوا۔ شہنشاہ کانسٹن تیوس نے اریوش کی تعلیم کو پسند کیا اور جو بڑی بڑی مجلسین ۳۵۹ء و ۳۶۰ء و ۳۶۲ء آریس اور سیلن مین منعقد ہوئین اونمین اکثر اس تعلیم کو قبول کرتے تھے اور اسوقت بھی یونی ٹیرین امریکہ اور لندن وغیرہ مین بکثرت موجود ہین کلکتہ مین بھی اونکا وکیل رہتا ہی وہ گروہ تثلیث کا سخت منکر ہے اور اسی انجیل سے نہایت زور و شور سے توحید ثابت کرتا ہے اب ہمارے مخاطب پادری کو چھوڑکر ملاحظہ فرمائیں کہ اگر انجیل مین صاف صاف یہ تعلیم موجود ہوتی جیسا کہ اوسکو ہونا چاہیے تھا تو خود اوسکے ماننے والون مین اس قدر اختلاف کیون ہوتا اور بادشاہ کو اس جبریہ حکم کرنے کی حاجت کیون پڑتی۔ امریکن یونی ٹیرین ایسوسی ایشن کا مقام [illegible]

[illegible]

جواب دیا پاس آیا اور اوس سے پوچھا کہ سب حکمون مین اول کون ہی ۲۹ یسوع نے اوسے جواب مین کہا کہ سب حکمون مین اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہی ایک ہی خداوند ہے متی باب ۱۹ ورس ۱۷ اوسنے (یعنی مسیح نے) اوسے کہا تو کیون مجھے نیک کہتا ہی نیک تو کوئی نہین مگر ایک یعنے خدا اوسیطرح متی باب ۲۲ ورس ۳۷ ۔ استثنا ۶ باب ۴ ورس ۔ یشعیاہ ۴۴ باب ۸ ورس اور ۴۵ باب ورس ۵ و ۶ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۱ و ۲۲ ۔ اول سلاطین باب ۸ ورس ۲۳ وغیرہ مین جسطرح پر ان مقامات مین صاف صاف تعلیم خالص توحید کی ہی جسمین کسیکو شک و شبہہ نہین ہو سکتا پادری صاحب ایک ہی مقام سے تثلیث کی تعلیم نکال دین یا یہ ثابت کر دین کہ اوسکی ذات مین تین اقنوم ہین اس ثبوت مین پادریصاحب کے ذمہ یہ بھی فرض ہی کہ ایسا مقام بتائین جہان یہ تعلیم صاف صاف پائی جاوے پھر وہ بھی خاص حضرت مسیح کی تعلیم ہو کیونکہ قرآن مجید نے اوسیکو انجیل کہا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ عہد عتیق سے بھی اسکا ثبوت دین ورنہ عہد عتیق و عہد جدید مین مخالفت لازم آئیگی مگر مین سچ کہتا ہون کہ اس تعلیم کا صاف صاف پایا جانا تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی نہین پائی جاتی ۔ حضرت مسیح کی تعلیم کو جانے دیجیے کسی حواری کے کلام سے بھی اسکا ثبوت نہین ہوتا شاید اس مقام پر ہمارے مخاطب نامہ اول یوحنا کا باب ۵ ورس ۷ پیش کرینگے جسکا یہ مضمون ہے "وہ تین ہین جو آسمان پر گواہی دیتے ہین باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینون ایک ہین" مین کہتا ہون کہ اول یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اسکی صحت اور عدم صحت سے قرآن کو کچھ تعلق نہین ہے کیونکہ قرآن مجید یوحنا کی تحریر کو انجیل نہین کہتا لہذا یہ حوالہ پادری صاحب کے مفید نہوگا ۔ دوسرے یہ کہ حواری وہ ہین جنھون نے بعد مستفید ہونے کے روح القدس سے بھی عقائد ایمانیہ مین غلطی کی اور مسیح کی باتون کو برخلاف سمجھا اور اسی وجہ سے ضعیف الایمان کہلائے ۔ پھر اگر اس جملے کی نسبت یوحنا کیطرف مانی جاوے تو بھی لائق تسلیم نہین ہو سکتی خصوصاً اوس وقت مین کہ صاف صاف تمام انبیاء کرام کے تعلیم کے خلاف ہو ۔ تیسرے یہ کہ محققین علمائے مسیحیہ نے مان لیا ہے کہ یہ جملہ الحاقی ہے یوحنا حواری کا نہین ہی اسکے ثبوت کے لیے مین زیادہ کیا کہون بیبل مطبوعہ مرزاپور جو نہایت صحت کے بعد چوتھے مرتبہ ڈاکٹر میتھر صاحب کے اہتمام سے ۱۸۷۰ء مین چھپی ہے اوسکے حاشیہ کے اوپر اس جملے کی نسبت

۱؎ اس باب مین پانچ حوالے ہین اسلئے اوسپر ۱۲ کا ہندسہ لکھا گیا ۱۲

لکھا ہے " یہ الفاظ کسی قدیم نسخے مین نہین پائے جاتے " پس یہ سند جملہ کے جعلی ہونیکا کامل ثبوت ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے۔ ناظرین اس امر کو بھی ملاحظہ فرمائین کہ پادری صاحب نے اون تحریرون پر اصلا نظر نہ کی جو ہمارے علما نے نہایت تفصیل سے اس مخالفت کے اوٹھانے مین کی ہین رسالہ اصح الاحادیث خاص اسی بحث مین لکھا گیا ہے اظہار الحق کے چوتھے باب مین نہایت عمدہ طور سے اسکا جواب دیا ہے ازالۃ الاوہام کے باب دوم مین بخوبی اسکا رد موجود ہے مگر نہین معلوم کہ ان جوابات سے کیون چشم پوشی کی گئی شاید پادری صاحب کی نظر سے اظہار الحق اور اصح الاحادیث نگذری ہو مگر ازالۃ الاوہام تو ضرور دیکھی ہے کیونکہ نیاز نامہ کے نسخ کی بحث مین اوسکی عبارت نقل کی ہے پھر کس وجہ سے ادہر لحاظ نہین کیا گیا کیا کوئی طالب حق ان سب جوابات سے قطع نظر کرکے صرف پادری صفدر علی صاحب یا اونکے ہمخیالون کے فقط کہنے سے اس مخالفت کو تسلیم کریگا ہرگز نہین۔ پادری صاحب کو چاہیے کہ بنظر انصاف کتب مذکورہ کا ملاحظہ کرین ان کتابون مین بدلائل ثابت کردیا ہے کہ انجیل سے تثلیث اور الوہیت مسیح ہرگز ثابت نہین ہوتی پس جب تک پادری صاحب کتب مذکورہ کے دلائل کو نہ اوٹھائین ہمین زیادہ لکھنا ضرور نہین صرف اون جوابات کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے جو مقدمہ اول سے ظاہر ہوتے ہین ؞

جواب اول

ہم تحقیق اول مین ثابت کرچکے ہین کہ قرآن مجید اس تمام مجموعہ انجیل کا مصدق نہین بلکہ بعض مضامین کا ہے اور ہم بالیقین اوسکی تعیین نہین کرسکتے بغیر اسکے کہ قرآن مجید ہی اوسکی تعیین کردے جس مضمون کو وہ تعیین کردیگا اوسے ہم بالیقین کلام خدا کہینگے اور جسکی وہ تکذیب کریگا اوسے ہم بالیقین غلطی کتاب یا فہم کی خطا کہینگے اور توریت و انجیل کا مضمون اوسے ہرگز خیال نکرینگے پس جب قرآن مجید نے تثلیث کو بدلائل واضحہ رد کیا اور باطل بتایا پس جن مقامات سے مسیحی تثلیث کو ثابت کرتے ہین یا تو وہ انجیل نہین یا مسیحی سمجھنے مین غلطی کرتے ہین فرقہ یونی ٹیرین وغیرہ اسی انجیل کو تسلیم کرتے ہین اور تثلیث سے انکار کرتے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بالتصریح مذکور نہین عیسائی محض استنباط کرتے ہین۔ دیکھیے قرآن مجید کی حفاظت اور نگہبانی کہ جو مضمون توریت و انجیل کا نتھا لوگون نے اپنی خطاء فہم سے بڑھا لیا تھا اوسے صاف صاف

باطل کر دیا اور جو تعلیم حضرت موسی اور حضرت عیسے اور تمام انبیای سلف کی تھی کہ خدا وحدہ لاشریک ہی وہی اللہ تعالے نے امت محمدیہ کو تلقین فرمائی اگر اللہ ہمکو ہدایت نکرتا تو ہم بھی مثل اوراہل کتاب کے گمراہی کے گرداب مین غوطے کھاتے اور خالص توحید کو چھوڑ کر تثلیث وغیرہ پر ایمان لاتے مگر الحمد للہ اوسکی رحمت ذاتی دستگیری کی کہ ہمکو دریائے ضلالت مین ڈوبنے سے بچالیا اور سیدھا رستہ انبیائے تیمون کا بتا دیا وا دیا اور جو تمام انبیاء اکرام کا طریقہ چھوڑکر دوسرا طریقہ مخالف اختیار کرین پادریان تثلیث کے باطل کرنے سے قرآن کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ توریت انجیل کا نہیں ہر اب یہ کہنا کہ قرآن مجید اس مسئلہ مین مخالف انجیل ہے محض نافہمی ہے *

جواب دوم

دوسری تحقیق سے ظاہر ہی کہ ایک کتاب کی توصیف سے اوسکے ہر ایک مضمون کی توصیف و تصدیق لازم نہین آتی خصوصًا اوس مضمون کی کہ تصدیق کرنے والا بڑے شد و مد سے اوسے رد کرتا ہو اس وقت مین کون عاقل کہہ سکتا ہی کہ تصدیق کرنے والا اس مضمون کی بھی تصدیق و توصیف کرتا ہی بلکہ اس مضمون کو برا کہنا تو صاف دلالت کرتا ہی کہ جن مضامین کی تصدیق مصدق نے کی ہے اوس سے یہ مضمون خارج ہے الغرض قرآن مجید نے کسیوقت تثلیث کی تصدیق نہین کی تاکہ اوسکی تکذیب سے اپنا مکذب بھہرے *

جواب سوم

تحقیق سوم کے شق اول سے عیان ہی یعنی ثبوت مخالفت کے واسطے اصلی الفاظ کا متعین ہونا ضروری ہے اور انجیل مین یہ بات پائی نہین جاتی جب الفاظ پر اعتماد نہین ہی تو اوسکے معنی پر کیونکر یقین ہو سکتا ہے حاصل یہ ہے کہ ہماری تحقیق سوم سے ظاہر ہی کہ صرف انجیل مروجہ کے الفاظ سے کسی مضمون پر استدلال نہین ہو سکتا کیونکہ یقینًا نہین کہہ سکتے کہ یہی مضمون انجیل کا ہی جو بظاہر ان لفظون سے سمجھ مین آتا ہے خصوصًا اوس وقت مین کہ انجیل کا محافظ ونگہبان اسکو غلط بتاتا ہو اور رد کرتا ہو اس صورت مین تو یقین ہو جائیگا کہ یہ مضمون ہرگز انجیل کا نہین ہے *

جواب چہارم

تحقیق سہم کی شق دوم سے ظاہر ہوتا ہے تقریر مذکور سے جواب اجمالی کل مخالفتون کا اور بالتفصیل
اس مخالفت کا ظاہر و عیان ہے یعنے جو معنے ان ورسون کے لیے جاتے ہین وہ بالیقین
نصوص صریحہ اور دلائل عقلیہ کے مخالف ہین پس بشہادت عقل اور بموجب قول چہارم موٴ
اسکے انکے یہ معنی نہین جو اہل کتاب سمجھتے ہین یہان تک اختلاف اول کے جوابات ہولیے - اب
پادری صاحب کے بعض اقوال سے کسیقدر تعرض کیا جاتا ہے اور اونکی غلطی بیان کیجاتی ہے ٭

قولہ صفحہ ۹۰ - اگر کوئی کہے کہ یہ بات مطلق میری فہم مین نہین آتی ٭

جواب پادری صاحب اس طرح کوئی اہل فہم اعتراض نہین کرتا جس طرح آپنے بیان کیا ہی بلکہ
محض مضمون کی تراشی ہوئی تقریر ہے ہمارا اعتراض یہ ہے کہ تثلیث بدلائل عقلیہ باطل ہے اور بالیقین
اسکے بطلان پر عقل حکم کرتی ہی کسی طرح تردد نہین کرتی پس ایسی تعلیم ہرگز خدا کیطرف سے نہین ہوسکتی جو بالیقین
عقل کے نزدیک باطل ہو اسکی وجہ یہ ہی کہ اگر عقل کے حکم کا بالکل اعتبار نکیا جاے تو اثبات رسالت اور نبوت
کچھ نہین ہوسکتا تمام کارخانہ دین درہم و برہم ہوا جاتا ہی اور یہ لاکھہ کا گھر سب خاک مین ملا جاتا ہی کیونکہ
اول جسکے سبب سے خدا کو جانا اور انبیا کو پہچانا وہ عقل ہی ہی اسی سے دریافت ہوا کہ انبیا کا آنا ضرور ہے اسی عقل
نے ہمکو بتایا کہ فلان فلان سچا نبی ہی اور فلان جھوٹا ہی اگر عقل کے حکم کا اعتبار نہو تو خدا کے وجود اور انبیا
کی صداقت پر کیا دلیل ہوگی اور کس وجہ سے ہم یقین کرینگے کہ انبیا کا آنا ہماری ہدایت کے لیے ضرور ہے
کیونکہ ان امور کو تو بذریعہ عقل مانا تھا جب عقل کے حکم کا اعتبار نرہا تو جو امور اوس سے ثابت ہوے تھے وہ
سب غیر معتبر ہوگئے جب وجود خدا اور انبیا ثابت نہوا تو احکام دین اور شرائع سابقین اور لاحقین کیونکر
ثابت ہوسکتے ہین یہ فرع ہین پہلے امور کی جب جڑ ہی ندارد ہی تو شاخ کا وجود کس طرح ہوسکتا ہی الغرض
برہان قطعیہ عقلیہ کا اعتبار ضرور ہے چنانچہ امور مذکورہ مین بالاتفاق اسکا اعتبار کیا جاتا ہی کوئی عیسائی
انکار نہین کرتا پس جو عقل کہ خدا کے ہونے اور انبیا کے آنے پر شہادت دیتی ہی وہی تثلیث کے بطلان پر
گواہ ہے پھر کیا وجہ ہے کہ بطلان تثلیث پر اوسکی گواہی معتبر نہو -
پادری صاحب اس اعتراض کا جواب دیجیے کیا آپ نے تقریر لاطائل کرکے کاغذ کو سیاہ کیا ہی العجب

عقل مین نہ آنا اور بات ہے اور عقل کا بدلیل باطل بتانا اور بات ہے ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے
عقل مین نہ آنیکے تو یہ معنی ہین کہ عقل اوسکے ابطال اور اثبات دونون مین تحیر کچھ نہین کہہ سکتی اور تثلیث
ایسی نہین بلکہ اسکے بطلان مین تو براہین قطعیہ قائم کرتی ہے پس اسکو عقل سے باہر سمجھنا محض بیعقلی ہے
اور اگر اون براہین کے دیکھنے کا شوق ہو تو اظہار الحق اور اصح الاحادیث اور تخلیص المقال ملاحظہ کرین

قولہ عقل قاصر ہین یہ بات کہان کہ ذات مطلق کے ادراک کا دعوی کرے۔

جواب پادری صاحب عبث یہ تقریرین کر رہے ہین اے صاحب یہ تو ہم بھی مانتے ہین کہ ذات باری تعالے
کا ادراک نہین ہو سکتا مگر تثلیث کو ذات کون کہتا ہے یہ تو ایک صفت ہے کہ ذات کو عارض ہوتا ہے اور
ذات کے عدم ادراک سے صفت کا عدم ادراک لازم نہین آتا ملاحظہ کیجیے کہ اللہ تعالے کا وجود ہمنے
بذریعہ اوسکی صفات کے جانا ہے اگر اوسکی صفت کا ادراک نکرتے تو اوسکی ذات کا کیونکر اقرار کرتے۔
غرض تثلیث کا ادراک اور ابطال ذات کے ادراک پر موقوف نہین بلکہ ہم تثلیث کا بطلان بغیر ادراک
ذات بلاشبہہ کرتے ہین۔

قولہ مسئلہ تثلیث جو اسرار ماہیت خداے ہے دلائل عقلی سے اوسکا ثبوت و بطلان دونون ناممکن ہین۔

جواب تثلیث کا اسرار ماہیت خداے ہونا کہیں سے ثابت بھی ہے یا زبردستی ایک ممکن امر اسرار ماہیت
مین داخل کیا جاتا ہے اگر یہی حال ہے تو ہر ایک مذہب والا اپنے خرافات اور غیر ممکن امور کو اسرار ماہیت خدا مین داخل کرکے مخالفونکا
منہ بند کر سکتا ہے ہم تو ثبوت توحید مین جیسی کہ بہت سی نصوص پیش کرتے ہین آپ تثلیث کے ثبوت مین ایک ہی نص
پیش کیجیے۔ علاوہ اسکے ہم تو اسکے بطلان مین قطعی دلائل پیش کرتے ہین پھر اوسے ناممکن کہنا عجب بات ہے۔

قولہ مگر اس بات کو فراموش نکرنا چاہیے کہ ابھی یہ گفتگو نہین ہے کہ آیا تعلیم تثلیث درست ہے یا نہین۔

جواب اگر اس تعلیم کے درست ہونے مین گفتگو نہین تو یہ تمام ورق کس بیان مین سیاہ کیا ہے پادری صاحب
یہ جو آپ نے تقریر کی کہ تثلیث اسرار ذات الٰہی سے ہے اور ذات الٰہی کا ادراک عقل قاصر سے نہین ہو سکتا
اسلیے کی اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب آپ تثلیث کے درست ہونیکی توجیہ کر چکے تو خیال آیا کہ یہ کیا
بیہودہ بیجا توجیہ ہے اہل شعور کے نزدیک محض بلاہت فریبی مین داخل ہے اسلیے اوس سے گریز کیا اور فرمایا کہ ابھی

تعلیم تثلیث کے درست ہونے مین گفتگو نہین بلکہ یہ دکھایا جاتا ہی کہ یہ تعلیم کتاب مقدس مین صاف موجود
جسکو قرآن وحدیث کلام اللہ بتاتے ہین مین کہتا ہون کہ پادری صاحب نے کچھ دکھایا بھی یا شروع سے
اب تک دعوی ہی ہو رہا ہی آپ نے تو ساری کتاب مین کہین بھی ثابت نہین کیا کہ جس کتاب کی قرآن
تصدیق کرتا ہی اوس مین تثلیث کی تعلیم صاف صاف موجود ہے —

قولہ لیکن افسوس ہی کہ باوجود اس تصدیق کے پھر اوسی کتاب کی ایسی خاص تعلیم کو جھٹلایا جاتا ہے

جواب پادری صاحب قرآن مجید نے اس تعلیم کی کبھی تصدیق نہین کی اور کتاب کی تصدیق سے اس
تعلیم کی تصدیق لازم نہین آتی ہی اور یہ بھی یاد رکھیے کہ یہ جھٹلانا نہین ہی بلکہ آپ کے بزرگون کی غلط فہمی
پر تنبیہ ہے چونکہ انجیل کا نگہبان اور امین ہی اسلیے اوسکی نگہبانی اور امانت داری کرتا ہی تاکہ اصلی انجیل کے
مضامین ضروریہ محفوظ رہین — جس وقت چشم انصاف سے آپ اس امر مین غور فرمائینگے اوس وقت ظاہر
ہو جائیگا کہ تثلیث کی تعلیم ہرگز منجانب اللہ نہین اور اصلی انجیل کا ہرگز یہ منشا نہین اور قرآن مجید بلاشبہ
اوس خدا وحدہ کا کلام ہے جو شرک یعنی تثلیث وغیرہ سے بالکل مبرا اور نہایت بیزار ہے

دوسرا اختلاف

کتاب مقدس سے خداوند مسیح کی الوہیت اور ابنیت نصوص صریحہ سے ثابت ہی مگر قرآن وحدیث گو
اسی بات کے درپے ہین کہ اس تعلیم کو جڑ سے اوکھاڑین (صفحہ ۱۱ انیاز نامہ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

جواب

بیشک قرآن مجید وحدیث اس بات کے درپے ہین کہ اس تعلیم شرک کو جڑ سے اوکھاڑ کر پھینک دین
قرآن شریف خدا کی خالص توحید پھیلانے کے لیے آیا ہے وہ کیونکر نہ شرک کو جڑ سے اوکھاڑیگا جس طرح
بت پرستی کی بیخ و بن اوکھاڑی اسی طرح اسکی بھی اصلیت کو مٹایا اور ظاہر کر دیا کہ یہ تعلیم ہرگز خدا کیطرف
سے نہین پادری صاحب نے اتنا بڑا دعوی تو کیا مگر ایک حوالہ بھی نہ دیا جس سے صاف صاف الوہیت یا ابنیت
مسیح کی ثابت ہوتی خیر کیا کیجیے پادری صاحب کی عادت ہی کہ اکثر دعوی ہی پر اکتفا کرتے ہین دلیل
کی طرف توجہ کم فرماتے ہین اس اختلاف کے بھی وہی جوابات ہین جو پہلے اختلاف کے جواب مین بیان

کیے گئے اور مقدمۂ اولی مین بھی بالتفصیل اسکا جواب دیا گیا ہی اب اونکے مکرر ذکر کی حاجت نہین گر یہان
یہان دوسرا جواب دیتا ہون اہل انصاف ملاحظہ کرین۔ مخفی نہ ہے کہ حضرت مسیح کی الوہیت یا ابنیت
کا ثبوت کتاب مقدس سے ایسا بدیہی البطلان ہے کہ کوئی عاقل منصف مزاج اسکا دعوی نہین کر سکتا
مسیح نے تا دم عروج کبھی ایسا خیال نہین کیا بلکہ شاید اسی خیال کے دفع کے لیے ایک شخص کے جواب مین
یون ارشاد فرمایا کہ تو مجھے نیک کیون کہتا ہے کہ نیک کوئی نہین مگر ایک خدا (مرقس باب ۱۰ ورس ۱۸)
اور انجیل لوقا باب ۱۸ ورس ۱۸ و ۱۹ مین ہی کہ "ایک سردار نے اوس سے پوچھا کہ اے نیک استاد مین
کیا کرون کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہون یسوع نے اوسکو کہا تو کیون مجھکو نیک کہتا ہے کوئی نیک
نہین مگر ایک یعنی خدا" اور ایسا ہی انجیل متی کے باب ۱۹ ورس ۱۶ مین ہے ۞

تعجب ہی کہ باوجود اس قول کے حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت ثابت کیجاتی ہی یہ قول تو الوہیت
مسیح کی جڑ اوکھیڑتا ہے یہان وہ تاویل بھی نہین چل سکتی کہ مسیح جس طرح اله تھے اسی طرح انسان بھی تھے
پس انسانیت کی جہت سے وہ ایسے کلمات کہتے ہین کیونکہ اہل تثلیث کے عقیدے مین مسیح کی انسانیت
تمام انسانون کی انسانیت سے برتر ہے اور اوسمین نقص اور گناہ کا بالکل شائبہ نہین ہی پھر جب وہان
کسی طرح کا نقص اور گناہ نہین ہی تو حضرت مسیح کا اپنے تئین نیک قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ
کسر نفسی سے بھی وہی قول صحیح ہو سکتا ہے جسکی صحت واقعی کسی وجہ سے ہو سکے مثلاً اور انسان کیسا ہی
نیک ہو مگر چونکہ اوسکی انسانیت مین نقص ہی تو اس نظر سے اپنے آپ کو ناقص کہہ سکتا ہی اور حضرت
مسیح تو ہر طرح کامل ہین اونکی انسانیت بھی برائی سے ہر طرح منزہ ہے وہان نکوئی کی نفی کسی طرح نہین
ہو سکتی پس جب نکوئی کی نفی کی گئی تو ثابت ہو گیا کہ مثل اور انسانون کے حضرت مسیح بھی انسان تھے
پھر یوحنا کا باب ۲۰ ورس ۱۷ ملاحظہ کیجیے مسیح فرماتے ہین "مین اوپر اپنے باپ اور تمھارے باپ پاس
اور اپنے خدا اور تمھارے خدا پاس جاتا ہون" انصاف کا مقام ہے کہ حضرت مسیح کیسا صاف صاف
خدا کی خدائی اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتے ہین افسوس ہی اوسپر کہ دیکھتے ہوے نہین دیکھتے پھر یوحنا کے
باب ۸ ورس ۲۸ مین حضرت مسیح کا قول اس طرح منقول ہی "مین آپ سے کچھ نہین کرتا مگر جو میرے

باپ نے مجھے سکھلایا مین وہ باتین کہتا ہون" اور اسیکے باب ۵ ورس ۳۰ مین مسیح کا قول یہ ہی کہ "مین
آپ سے کچھ نہین کرسکتا جیسا مین سنتا ہون حکم کرتا ہون اور میری عدالت درست ہی کیونکہ اپنی مرضی
کو نہین پر باپ کی مرضی کو جسنے مجھے بھیجا ہی چاہتا ہون" ناظرین ملاحظہ کرین کہ کس صفائی کے ساتھ
حضرت مسیح اپنی عبدیت ثابت کرتے ہین یہی مضامین انجیل کے ہین جنہین قرآن مجید نور و ہدایت کہتا ہی
انہین کی تصدیق کرتا ہے اسکے مخالف اور معارض جو تعلیم ہے وہ محض عیسائیون کی بناوٹ ہے
نہایت حیرت کا مقام ہے کہ باوجود ان نصوص صریحہ کے عیسائی حضرت مسیح کو خدا کہتے ہین ای صاحبو
حضرت مسیح کا ایک ہی ارشاد ایسا نکال دو جس سے اس صفائی کے ساتھ اونکی الوہیت کا ثبوت ہوتا ہو
اگر آپکو کہین اشارہ کنایہ معلوم ہو تو اوسکا جواب نوید جاوید ازالۃ الاوہام اصح الاحادیث وغیرہ
مین ملاحظہ کرو۔ عیسائیون کا ایک استدلال یہ بھی ہی کہ مسیح کو ابن اللہ کہا ہی مگر یہ نہین دیکھتے کہ اور انبیائے
بنی اسرائیل پر بھی یہ اطلاق آیا ہی مثلاً کتاب خروج باب ۴ ورس ۲۲ مین حضرت موسیٰ کی نسبت یون ارشاد ہوا
تب تو فرعون کو یون کہیو کہ خداوند نے یون فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا ہے بلکہ میرا پہلوٹھا ہے"
اور یرمیاہ کے باب ۳۱ ورس ۹ مین ہی کیونکہ مین اسرائیل کا باپ ہون اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے"
پھر جس طرح کے بیٹے حضرت موسیٰ اور افرائیم ہین ایسے ہی حضرت مسیح کو بھی ہم بڑے متحیر ہین کہ اسی
ابن اللہ کے اطلاق سے اور انبیا وغیرہ تو الوہیت مین شامل نہین کیے جاتے اور خدا کے ساتھ اونکو
اتحاد نہین ہوتا اور حضرت مسیح الوہیت مین شامل کیے جاتے ہین۔ ای بھائیو کیون بہکے جاتے ہو ذرا
سمجھو اور غور کرو ابن اللہ کے اطلاق سے الوہیت ہرگز ثابت نہین ہوتی بلکہ بطور پیار و اخلاص کے
یہ لفظ استعمال کیا گیا ہی جیسے اور انبیا پر اور ایسا بھی ہوتا ہی کہ جس شخص کو کسی شی سے خصوصیت ہوتی
ہے اوس شخص کو اوسکا بیٹا کہدیتے ہین یہ محاورہ بھی عہد عتیق و جدید مین شائع ہے چنانچہ لوقا کے
باب ۱۰ ورس ۶ مین ہی اگر سلامتی کا بیٹا وہان ہوگا الخ۔ دیکھو نیکوکار کو سلامتی کا بیٹا کہا اسی طرح
بدکارون کو شیطان کا بچہ اور خبیث کا بیٹا کہا گیا ہے چنانچہ اول سموئیل کے باب ۲ ورس ۱۲ مین عیلی
کے بیٹون کو بنی بلیعال یعنی خبیث کا بیٹا کہا ہے اور ایسا ہی استثنا کے باب ۱۳ ورس ۱۳ مین بعض

لوگون کو بنی بلیعال اور شیطان کا بچہ کہا ہے پس جس طرح ان مقامات پر بسبب خصوصیت کے اوس شی کا بیٹا کہا گیا ہے اسی طرح حضرت مسیح کو کہا گیا یعنی مسیح چونکہ خدا کے رسول اور خدا کے خاص بندے تھے اس وجہ سے اونکو خدا کا بیٹا کہا گیا۔ جب کتاب مقدس کے استعمال اور بول چال سے ثابت ہو کہ بسبب خصوصیت کے ایک شخص کو ایک شی کا بیٹا کہتے ہین تو ہم کیون یہ معنی چھوڑ کر مسیح کو خدا کہا جاتا ہو اور ابن اللہ کے وہ معنی لیے جاتے ہین جو سیکڑون نصوص صریحہ کے مخالف ہین۔ ڈاکٹر مارکس کا قول سوم یاد کیجیے وہ کہتے ہین کہ لفظون کے معنی زبان کے محاورہ اور استعمال سے مقرر کیے جاتے ہین اور جب ممکن ہو تو محاورہ استعمال کو خود انھین کتب مقدسہ ہی سے دریافت کرنا چاہیے اسکے سوا جن جن مقامات سے مسیحی استدلال کرتے ہین اون سب کا تفصیلی جواب اون کتابون مین مذکور ہے جنکا مین حوالہ دے آیا ہون افسوس ہے کہ پادری صاحب نے اوس طرف اصلا توجہ نکی پھر ہم کس طرح یقین کرین کہ پادری صاحب کو اظہار حق منظور ہے واضح ہو کہ یہ توضیحین ہماری محض تبرعا ہین اور آپ کو متنبہ کرنا منظور ہے کہ آپ اپنی کتاب کو نہین سمجھتے ورنہ ہمین اس قدر کہنا کافی ہے کہ قرآن مجید جو توریت وانجیل کے مطالب اصلیہ کا حافظ وامین ہے وہ اس تعلیم کو غلط بتا رہا ہے اور اصلی انجیل کا مطلب اس طرح بیان کرتا ہے وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ط (مائدہ آیہ ۷۵) مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے بے شبہ جسنے شریک کیا اللہ کا (جیسا عیسائی کرتے ہین) بتحقیق حرام کردی اوسپر اللہ نے جنت اور اوسکا ٹھکانا آگ ہے پس یہ تعلیم اصلی انجیل کی ہے جو اوسکے حافظ وامین نے بیان کی ہے وہ تعلیم جو صریح شرک ہے ممکن نہین کہ شرک آمیز تعلیم انجیل کی ہو جس کتاب مین یہ تعلیم ہو وہ کسی طرح منجانب اللہ نہین ہوسکتی باوجود ان دلائل واضحہ کے پھر مسیح کو خدا کہنا (نعوذ باللہ منہ) بڑی بے ایمانی اور کفر کی بات ہے اہل حق کی خدمت مین ایک عرض یہ بھی ہے کہ اہل تثلیث کی یہ تعلیم بلاشک وشبہہ توریت کے بالکل مخالف ہے کسیوقت توریت کے ماننے والون نے مسیح کو خدا کا حقیقی بیٹا نہین سمجھا اور کتب سابقہ مین کہین اسکا اشارہ بھی نہین پایا جاتا ہے بلکہ صاف صاف خدا کو یکتا اور بے نظیر بتایا ہے پھر ایک دو جگہ نہین بلکہ نہایت کثرت سے اسکی

تعلیم ہے صحیفہ یرمیا کا باب ۱۰ آیت ۶ و ۷ ملاحظہ کیجیے "اے خداوند تیرا کوئی نظیر نہین ہے - قومون کے سارے حکیمون کے درمیان اور اونکی ساری مملکتون کے بیچ تیرا ہمتا کوئی نہین ہے" اسی طرح سلاطین دوم ۱۹ و ۱۵ اور یسعیا ۴۴ و ۶ و ۴۵ و ۵ و زبور ۸۶ و ۸ اور ۸۹ و ۶ وغیرہ مین ہے اور اسی مضمون کے بعض حوالے پہلے اختلافات مین بھی گذرے ہین پھر جب توریت اور دیگر صحیفون مین جابجا کثرت سے خدا کو یکتا اور بےنظیر بتایا ہو اب اگر انجیل مین خدا کا ایسا بیٹا بتایا ہو جو خدا کے مانند ہو تو بلاشبہہ توریت اور صحف سابقہ سے انجیل مخالف ہوگی اور اپنے آپ مکذب ٹھہریگی کیونکہ جسکی تصدیق کرتی ہے اوسکے نشان سے مخالف ہے

تیسرا اختلاف

توریت و انجیل و صحف انبیای کرام ہم آواز ہو کر صاف شہادت دیتے ہین کہ خدا نے گنہگارون کی نجات کے لیے ایک ہی راہ ٹھہرائی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کلام مقدس مین ارشاد ہوا کہ خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اوس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو بخشا تاکہ جو کوئی اوسپر ایمان لاوے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے - جسکا مطلب کتاب مقدس کے اور مقامون کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا انسان کی نجات کے لیے اس جہان مین آیا اور اوسنے انسان کے گناہون کے عوض انواع و اقسام کی تکالیف اوٹھا کر صلیب پر اپنی جان کو کفارہ مین دیا تاکہ آدمیون کے بدلے اونکے گناہونکی سزا آپ اوٹھا کے خدا کی عدالت کو پورا کرے اور گنہگار کو سزاے ابدی سے رہائی بخشے مگر قرآن و حدیث اسکو رد کرتے ہین اور دوسری انوکھی راہین ٹھہرانا چاہتے ہین اس سے اوسی کتاب کی بباطن تکذیب کرتے ہین جسکی بظاہر تصدیق کی ہو لہذا حقیقت مین آپ ہی رد ہو جاتے ہین انتہی ملخصاً صفحہ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ -

جواب

یہان پربھی پادری صاحب نے موافق اپنی عادت کے اپنے دعوی کو ثابت نکیا اور ایسی عظیم الشان امر کے ثبوت مین کوئی آیت پیش نکی جس سے اونکا دعوی یقینی طور سے ثابت ہوتا پہلے جو انجیل یوحنا باب ۳

کی سولہوین آیت نقل کی ہے وہ بہت صحیح اور بالکل قرآن مجید کے مطابق ہے بیشک خدا تعالے نے اپنا پیارا بیٹا یعنی اپنا برگزیدہ رسول مسیح کو بھیجا جو کوئی اوسپر ایمان لائے نجات پائے اسی طرح تمام نبیون کا حال ہے اون مین سے اگر ایک پر بھی ایمان نہ لائیگا ہلاکت ابدی مین گرفتار ہوگا اور جو اون پر ایمان لائیگا حیات سرمدی پائیگا اسکے بعد جو پادری صاحب نے صاف وصریح مطلب کو اپنی طرف سے ملا کر بگاڑ رہے ہین وہ محض تثلیث پرستون کی بناوٹ ہے اوسے کلام خدا سے کچھ واسطہ نہین ہے [...]نے کتب مقدسہ کے اور مضامون کو خوب ملا کر دکھایا ہے — چونکہ پادری صاحب نے اپنے دعوی کے ثبوت مین کوئی دلیل پیش نہین کی اسلیے ہمین اسی قدر اوسکے جواب مین لکھنا کافی تھا خصوصاً اوسوقت [...]مین کہ پہلے مقدمہ مین ہر ایک اختلاف کے چار چار جواب ہوگئے ہون مگر مین اس قدر پر کفایت نکرونگا بلکہ کتب مقدسہ کے اور مقامات بھی نقل کر کے اپنے دعوی کی حقیقت کو دکھاونگا تاکہ طالب حق کو کسی طرح کا شک باقی نرہے اور ناظرین پر بخوبی واضح ہوجائے کہ پادری صاحب کس قدر گول گول باتین کہکر عوام کو دھوکا دیا چاہتے ہین —

واضح ہو کہ توریت وانجیل اور باقی صحیفے اور قرآن مجید وحدیث کے دیکھنے سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ سب ایک زبان ہو کر پکار رہے ہین کہ مدار نجات خداوند رحیم کا فضل وکرم ہے جسپر اوسکا فضل ہوا اوسنے نجات پائی اور جو اوسکے کرم سے محروم رہا وہ ہلاکت ابدی مین پڑا بعض حوالے بیبل اور قرآن مجید کے لکھے جاتے ہین جنسے اس دعوی کا ثبوت بخوبی ہوتا ہے ناظرین ملاحظہ کرین

ہولی بیبل	قرآن مجید
زبور ۱۳۰ ورس ۳ و ۴ و ۷ اے یاہ اگر تو گناہو[...] حساب لے تو ای خداوند کون کھڑا رہیگا پر تیرے پاس مغفرت ہے اے اسرائیل خداوند پر توکل کر کہ رحمت خدا کے پاس ہے اوسکے پاس کثرت سے مخلصی ہے اور افسوس ہمکو [...] ورس ۵ و ۸ ہمکو جو گناہون کے سبب مرگئے	وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ سورہ دخان مین اللہ تعالے پرہیزگارون کی تعریف کرکے فرماتا ہے — بچالیا اونکو جہنم کے عذاب سے تیرے پروردگار کے فضل نے — اور سورہ زمر کی آیت ۵۳ مین ہے يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا

ہولی بیبل

مسیح کے ساتھ جلایا ہم فضل ہی کے سبب بچ گئے
کیونکہ تم فضل کے سبب ایمان لاکے بچ گئے ہو
اور یہ تم سے نہین خدا کی بخشش ہے۔ اور زبور
۷۸ ورس ۳۸ مین ہے "پر وہ رحیم ہے اور اونے
اونکی بدکاریان بخشیں اور اونہیں ہلاک نکیا"
گنتی باب ۱۴ ورس ۱۹ و ۲۰ مین ہے "اب اپنی
رحمت کی فراوانی سے اس امت کا گناہ بخش دیجئے
جیسا تو مصر سے لیکے یہان تک ونہین بخشتا رہا ہے
خداوند نے فرمایا کہ مینے تیرے کہنے سے بخشا" میکاہ باب ۷
ورس ۱۸ مین ہے "تجھسا خدا کون ہے جو بدکاری کو
معاف کرے اور اپنی میراث کے باقی لوگون کے
گناہون سے درگذرے وہ اپنا غصہ ہمیشہ تک
نہین رکھ چھوڑتا ہے کیونکہ وہ رحم کرنے سے بہت
خوش ہے۔

قرآن مجید

تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا
انه هو الغفور الرحیم ۝ وانیبوا الی ربکم واسلموا
له من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون ۝

اے میرے بندو جنہون نے زیادتی کی ہے اپنی جانون پر
نا امید نہو خدا کی رحمت سے بیشک اللہ بخشتا ہے
سب تمام گناہون کو کیونکہ وہی ہے بخشنے والا مہربان
اور رجوع ہو اپنے پروردگار کیطرف اور اوسکے
مطیع ہو پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آوے پھر کوئی
تمھاری مدد کو نہ آویگا۔ اس آیت سے صاف ظاہر
ہے کہ نجات رحمت پر منحصر ہے اور ہر ایک بندے کے
لیے رحمت کا دروازہ کھلا ہے مگر خدا کی طرف متوجہ
ہونا اور اطاعت کرنا چاہیے۔
اسیطرح سورہ نساء کی آیات ۶۹ و ۷۰ و ۱۷۵
سے بھی ظاہر ہے۔

اصل یہ امر تمام کتب مقدسہ سے بالیقین ثابت ہے کہ نجات خدا کے فضل پر ہے اب اگر کوئی یہ دریافت کرے
کہ خدا کا فضل کسپر ہوگا تو اسکا جواب قرآن مجید کی آیت منقولہ سے تو معلوم ہو چکا ہے کہ نزول رحمت
کے لیے توجہ اور اطاعت چاہیے اور سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ مین ہے کہ جو ایمان لایا اور نیک کام کیے اونکو
خدا اپنی رحمت مین داخل کریگا اسکا مآل بھی وہی ہے جو پہلی آیت مین ذکر کیا گیا اور یہی امر بائبل کے ملاحظہ
سے ثابت ہوتا ہے اگرچہ صحیفہ دانیال مین یہ آیا ہے کہ خدا جسے چاہے بخشتا ہے (دیکھو دانیال ۴ ۳۲) مگر
اور مقامات پر صاف صاف فرمایا ہے "پر اونہیں سے ہزارون پر جنہیں مجھے پیار کرتے اور میرے

حکموں کو حفظ کرتے ہیں رحم کرتا ہوں (خروج ۲۰ و استثنا ۵) حضرت داؤد فرماتے ہیں خداوند کی رحمت اونپر جو اوس سے ڈرتے ہیں ازل سے ابتک ہے اور اوسکی صداقت فرزندوں کے فرزندوں پر جو کہ اوسکے عہد کو حفظ کرتے ہیں اور اوسکے حکموں کو یاد کرکے اونپر عمل کرتے ہیں (زبور ۱۰۳ ۱۷ و ۱۸)۔

غرضکہ اسمیں بھی اتفاق ہے کہ مطیع اور فرمانبردار پر خدا کا فضل ہوگا - ان دونوں باتوں کے ملانے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جو ایمان لانے اور شریعت الٰہی پر عمل کرے اوسکی نجات ہوگی اسیوجہ سے جابجا کثرت سے توریت و انجیل اور صحف انبیا اور قرآن مجید میں ایمان اور عمل کو موجب نجات و فلاح دارین قرار دیا ہے چند حوالے نقل کرتا ہوں ناظرین ملاحظہ کریں ۔

اول کتاب استثنا کے باب ۲۸ میں باربار یہ ارشاد ہوا کہ اگر تو احکام خداوندی پر دھیان کرکے عمل کریگا اور اوسکی راہوں پر چلے تو خدا تعالےٰ تجھے سرفراز کریگا اور برکتیں بھیجیگا اور مقدس قوم بنائیگا اور اگر عمل نکریگا تو لعنتیں پڑینگی غرضکہ تمام باب اسی بیان میں ہے ۔

دوم استثنا کے باب ۱۱ ورس ۲۶ - ۲۸ " دیکھو میں آج کے دن تمھارے آگے برکت اور لعنت رکھدیتا ہوں برکت جبکہ تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو آج میں تمھیں فرماتا ہوں مانو اور لعنت جبکہ خداوند اپنے خدا کی فرمانبرداری نکرو " کتاب استثنا میں بہت مقام پر یہ مضمون مذکور ہے جسکا جی چاہے باب ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۱۰ وغیرہ کو ملاحظہ کرے میں نے صرف دو مقام نقل کردیے ہیں ۔

سوم کتاب اشعیا کے باب ۳ ورس ۱۰ و ۱۱ میں ہے " راستبازوں سے کہو کہ بھلا ہوگا کہ وے اپنے کاموں کا پھل کھائینگے شریروں پر واویلا ہے کہ برا ہوگا کیونکہ اونکے ہاتھوں کی کمائی اونھیں ملیگی ۔ "

چہارم دوم تواریخ باب ۷ ورس ۱۴ " پس اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلاتے جاتے ہیں اپنے تئیں عاجز کریں اور دعا مانگیں اور میرا منہ ڈھونڈھیں اور اپنی بری راہوں سے پھریں تو میں آسمان پر سے سنونگا اور اونکی خطائیں بخشونگا ۔ "

پنجم متی کے باب ۱۹ میں ہے " (۱۶) دیکھو ایک نے آکے اوس سے کہا کہ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں (۱۷) اوسنے اوسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں

مگر ایک یعنی خدا ہے اگر تو زندگی مین داخل ہوا چاہے تو حکمونپر عمل کر (۱۸) اوسنے اوسے کہا کونسے حکم یسوع نے
اوس نے کہا یہ کہ تو خون نکر جھوٹی گواہی نہ دے (۱۹) اپنے باپ اور اپنی مان کی عزت کر اور اپنے پڑوسی کو
ایسا پیار کر جیسا آپ کو" اسی طرح مرقس کے باب ۱۰ درس ۱۷ سے ۱۹ تک اور لوقا کے باب ۱۸ ورس ۱۸
سے ۲۰ تک یہی مضمون ہے دیکھیے حضرت مسیح نے حیات ابدی مین داخل ہونا اور ہمیشہ کی زندگی پانا
اسی پر منحصر کیا کہ حکمون پر عمل کرے نہ تو یہ فرمایا کہ تو کفارہ پر ایمان لا اور نہ یہ ارشاد کیا کہ تو مجھے خدا کہہ
بلکہ محض توحید کی تعلیم کی اور اپنے خالص بندہ ہونیکو اس صراحت سے بیان کیا کہ الوہیت کا شائبہ بھی باقی نہ
اب غور اور انصاف فرمائیں کہ حضرت مسیح کے اس قول سے پادری صاحب کی وہ انوکھی نجات کیسی
ہوئی جاتی ہے اور جو مطالب وہ انھون نے شروع اختلاف مین بیان کیا ہے وہ کیسا غلط ثابت ہوتا ہے
افسوس ہے کہ بھائی عیسائی کہان بہکے جاتے ہین اور مسیح کے ان اقوال کیطرف کان نہین دھرتے اگر کفارہ
کو نجات مین کچھ بھی دخل ہوتا تو اس مقام پر حضرت مسیح ضرور ہی بیان کرتے۔

ششم لوقا کے باب ۱۰ مین ہے (۲۵) ایک شریعت سکھلانے والا اوٹھا اور یہ کہکر اوسکی آزمایش کی
کہ اے اوستاد مین کیا کرون کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہون (۲۶) اوسنے اوس سے کہا کہ شریعت
مین کیا لکھا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے (۲۷) اوسنے جواب مین کہا تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے
سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنے سارے زور اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر اور جیسا آپ کو ویسا ہی اپنے پڑوسی
کو (۲۸) اوسنے اوسے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا یہی کر تو جیئےگا دیکھیے یہان بھی حضرت مسیح نے کفارہ
کا ذکر نہین کیا صرف محبت خدا اور شفقت ہمسایہ پر نجات کا مدار رکھا۔

ہفتم متی کے باب ۷ درس ۲۱ مین حضرت مسیح نے کیا خوب اس مضمون کا تھوڑے لفظون مین خاتمہ کر دیا
اور فرمایا "نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت مین داخل ہوگا مگر وہی
جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے اوسکی مرضی پر چلتا ہے"

الحاصل چونکہ نزول رحمت ایمان و عمل پر موقوف ہے اسلیے تمام صحیفے ایک زبان ہوکر شہادت دیتے ہین
کہ ایمان و عمل کے ذریعہ سے نجات ہے یہی امر قرآن مجید مین بیان کیا گیا ہے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل

کے آخر مین ارشاد خداوندی اس طرح ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ
نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بیشک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اونکے لیے مہمانی جنت الفردوس ہے
ہمیشہ اوسمین رہا کرینگے اب اگر پادری صاحب کے نزدیک کوئی دوسرا طریقہ بھی نجات کا جو مخالف
اسکے ہو کتب مقدسہ مین بتایا ہے تو قطع نظر اسکے کہ وہ کتا مین اپنے آپ مخالف ہوکر اپنی تکذیب ٹھہرتی
ہمارا جواب یہ ہی کہ ہمنے قرآن مجید کے طریقہ نجات کو کتب مقدسہ کے نصوص صریحہ سے مطابق کر دیا
اب جو مضمون کہ آپ اوسکے مخالف سمجھتے ہین وہ یا تو آپ کے فہم کی غلطی ہے یا وہ مضمون کتاب
مقدس کا نہین ہی کسیکا ملایا ہوا ہی اور کتب مقدسہ مین الحاق کا ثبوت مقدمہ اولے مین بخوبی کیا گیا
ہے لہذا قرآن مجید سے توریت وانجیل مخالف نہین ہین۔ یہان سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ پادری صاحب
نے جو صفحہ ۱۰ و ۱۱ مین یہ بیان کیا ہی کہ قرآن وحدیث دوسری کئی طرح بطرح کی راہ نجات ثابت کرتا ہی
ہین اور انوکھی راہین ٹھہراتے ہین بالکل غلط ہے۔ مین نہین سمجھتا کہ پادری صاحب جو اسلام مین متعدد
راہین نجات کی بتاتے ہین اوس سے اونکا کیا مقصود ہی آیا یہ مراد ہی کہ نجات اخروی اور حیات ابدی کے
ملنے کئی طریقون سے بیان کیا ہی یا یہ مراد ہے کہ دنیا مین بعض گناہون کا معاف ہوجانا متعدد امور کے
سبب بتایا ہی غرضکہ جو کچھ اونکی مراد ہو غلط فہمی سے خالی نہین ہی کیونکہ کلام الٰہی کا مقصد یہ ہی کہ نجات
اور مخلصی اور معافی خدا کی رحمت پر ہے خواہ کل گناہونکی معافی ہو یا بعض کی البتہ باعث نزول رحمت
نیک اعمال ہین اسیوجہ سے کلام الٰہی مین کسی مقام پر تو اعمال حسنہ پر نجات کو منحصر کیا ہے کسی مقام پر
نیک اعمال کو گناہون کا کفارہ ٹھہرایا ہے مگر حقیقت مین اوس ارحم الراحمین کی رحمت کا ظہور ہے کہین
تو یہ رحمت کاملہ اوس نیکوکار کو نجات کا مژدہ دیتی ہی اور کہین گناہون کے مٹانے کی خوشخبری سناتی
ہی اس امر مین بھی قرآن مجید اور کتب سابقہ ہم زبان ہین یہان بھی کوئی انوکھی بات قرآن مجید نے نہین
بیان کی۔ اب مین چند صورتین نجات کی بائبل اور قرآن مجید سے نقل کرتا ہون ناظرین ملاحظہ کرین
یہ صورتین گرچہ بظاہر مختلف ہین مگر جس وقت غور کرکے انصاف کی نظر سے دیکھا جاوے
تو سب کا مآل ایک نکلتا ہے۔

کتب سابقہ

اوّل جو خداوند کا نام لیگا نجات پاویگا۔
دیکھو یوئیل ۲ باب ۳۲ و اعمال ۲ باب ۲۱ و رومیون ۱۰ باب ۱۳
دوم حضرت مسیح فرماتے ہین کہ جسنے مجھے بہیجا ہے
اوسکی مرضی یہ ہے کہ ہر ایک جو بیٹے کو دیکھے اور اوس پر
ایمان لاوے (یعنی اوسے سچا رسول جانے)
ہمیشہ کی زندگی پاوے (یوحنا ۶ باب ۴۰)۔
سوم خدا کو خدا اور مسیح کو رسول جاننے پر چنانچہ
حضرت مسیح فرماتے ہین کہ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے
کہ وے تجھکو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تونے
بہیجا ہے جانین (یوحنا ۱۷ باب ۳)
چہارم مطلق ایمان پر مسیح فرماتے ہین "جو کہ ایمان
لاتا اور بپتسمہ پاتا ہے نجات پائیگا (مرقس ۱۶ باب ۱۶)
پنجم جو خدا پر ایمان لاوے اور مسیح کا کلام سنے
چنانچہ حضرت مسیح فرماتے ہین "مین تمسے سچ کہتا ہون کہ
وہ جو میرا کلام سنتا ہے اور اوسپر جسنے مجھے بہیجا ہے

قرآن مجید

اوّل جنھون نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے پھر قائم
رہے اونپر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔
یہی لوگ جنتی ہین ہمیشہ رہینگے اوسمین۔ بدلا اوسکا
جو کرتے تھے (احقاف آیت ۱۳ و ۱۴) قائم رہنے
کے معنی یہ ہین کہ احکام الٰہی بجالاوے کیونکہ جو ایسا
نہین کرتا وہ گویا اللہ کو اپنا منعم یعنی رب نہین سمجھتا
دوم جو یقین کرتے ہین اوس (کلام) پر جو تجھپر
(ای محمد) اوتارا گیا اور جو پہلے تجھسے اوتارا گیا (یعنی
قرآن مجید اور توریت و انجیل پر اونھین ایمان ہے)
اور آخرت پر بھی وہ یقین کرتے ہین اونھون نے اپنے
رب کی راہ پائی ہے اور وہی فلاح پانے والے ہین
(بقرہ آیہ ۴ و ۵) حاصل یہ کہ جو خدا کی کل شریعتون کو
سچا اور قیامت کو حق جانے اوسکی نجات ہے۔
سوم جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہین دیکھے
اونکے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے (ملک آیہ ۱۲)

سلہ اسی باب کا درس ۵۴ اس طرح ہے "جو کوئی میرا گوشت کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اوسکی ہے" لیکن
حضرت مسیح نے استعارہ مین کلام کیا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ جو میری تعلیم ظاہری اور باطنی کو اس طرح قبول کرے
کہ گویا ہین اوسکے سما جاوے یا میری محبت اوسکی رگ و پے مین ایسی اثر کر جاوے جیسے غذا بدن مین
اثر کر جاتی ہے اوسکی نجات ہے یہ وہ مطلب ہے کہ تمام کتب مقدسہ کے مطابق ہے اور مسیحی جو بیان سے کفارہ
ثابت کرتے ہین اونکو بھی مسیح کے کلام سے دلیل بنانا ہے کیونکہ کفارہ پر ایمان لانا ایک چیز نہین ہو سکتا پھر الٹی دلیل
سمجھکر جو بالکل عقل کے مطابق اور تعلیم کتب سابقہ کے موافق ہے اور تاویل کو اختیار کرنا جو سراسر عقل و نقل کے خلاف ہے دانشمند کا
کام نہین لہذا بیان سے کفارہ ثابت کرنا محض غلط فہمی ہے

ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اوسکی ہی (یوحنا ۳ باب ۱۶)
ہمین کفارہ کا ذکر تو درکنار بظاہر حضرت مسیح کے اوپر
ایمان لانے کا ذکر بھی نہین ہی۔
ششم جو نہت باز ہو دیکھو متی کا ۲۵ باب۔
ہفتم محبت خدا اور شفقت ہمسایہ پر دیکھو لوقا کا ۱۰ باب۔
یہان بھی نہ کفارہ کا ذکر ہے نہ حضرت مسیح پر
ایمان لانے کا—
ہشتم۔ خدا سے ڈرنے پر زبور ۱۱۵۔ ورس ۹ مین ہے
یقیناً اوسکی نجات اونسے جو اوس سے ڈرتے ہین نزدیک ہے
نہم شریعت پر عمل کرنے سے۔ اسکے حوالے اوپر
گذر چکے ہین مگر اور بھی سنیے اللہ تعالے حضرت حزقیل
سے فرماتا ہے "سو جب کہ بیٹے نے وہ جو شرع مین
درست اور روا ہے کیا اور اوسنے میرے حکمون کو
حفظ کیا اور اونپر عمل کیا سو وہ یقیناً جیے گا لیکن
اگر شریر اپنی ساری خطاؤن سے جو اوسنے کی ہین
باز آوے اور میرے سارے حکمون کو حفظ کرے
اور جو کچھ شرع مین درست و روا ہے کرے تو وہ
یقیناً جیے گا وہ نہ مریگا اوسکے سارے گناہ جو اوسنے

یہان اگرچہ ایمان و عمل کا بظاہر ذکر نہین ہی مگر حقیقت
مین سب کچھ ہے جو خدا سے ڈرتا ہی ممکن نہین کہ ایمان
نہ لائے اور نیک عمل نہ کرے
چہارم بلا شک جو مومن ہو ظاہر مین اور جو یہودی
ہوا اور نصاری اور بے دین جو کوئی اللہ پر اور قیامت
کے دن پر ایمان لایا اور نیک کام کیے اونکے لیے خدا
کے پاس بدلہ ہے اور اونکو نہ خوف ہے اور نہ وہ
غمگین ہونگے (بقرہ آیة ۶۲) حاصل یہ کہ یہود
اور نصارے وغیرہ کا ایمان ہرگز لائق اعتبار نہین
ہے بلکہ جس گروہ کا آدمی مسلمان ہوا اوسکی نجات ہے
خصوصیت کسی فرقہ کی نہین ہی۔ اس آیت سے
بعض نا فہم یہ سمجھتے ہین کہ اس سے یہود و نصارے
وغیرہ کی نجات ثابت ہوتی ہی مگر وہ یہ خیال نہین
کرتے کہ اگر ان گروہون کا ایمان قابل اعتبار ہوتا
تو پھر اونکو ایمان لانیکا حکم کیون ہوتا اس آیت
مین جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانیکا
حکم ہی اس سے مراد مسلمان ہو جانا ہی چنانچہ قرآن مجید کے دوسرے
مقامات اور احادیث سے اسکا ثبوت بخوبی ہوتا ہے[1]

---

[1] مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۲ مین بعد بیان احکام طلاق کے ارشاد ہوتا ہی ذلک یوعظ بہ من کان یومن باللہ والیوم الآخر۔ یعنی یہ نصیحت کیجاتی ہی اوسکو جو ایمان لایا ہی اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ اس آیت سے بخوبی واضح ہوتا ہی کہ یومن باللہ والیوم الآخر سے مراد خاص مسلمان ہی کیونکہ وہ جزئیات احکام طلاق جنکی طرف اس آیت مین اشارہ ہی انکا حکم خاص مسلمانون ہی کی نسبت ہو سکتا ہی نہ تمام لوگون کی نسبت اور حدیث مین آیا ہی کہ لا یبغض

گئے اونکے لیے محسوب نہونگے اپنی راستبازی مین جو اوسنے کی وہ جئیگا - خداوند یہوواہ کہتا ہو کہ کیا مجھے اس سے کچھ شادمانی ہو کہ شریر مرجاے اور اس سے نہین کہ وہ اپنی راہون سے بازآوے اور جئے (حزقیل ۱۸ باب ۲۱-۲۳) پادری صاحب ملاحظہ کرین کہ اونکے انوکھے کفارہ کی ضرورت ان نصوص صریحہ سے کیسی باطل ہوتی ہو یہان سے صاف ظاہر ہے کہ بدی سے بازآنا اور نیک کام کرنا ہی اوسکی برائیون کا کفارہ ہو پھر کیا ممکن ہو کہ خدا اللہ سے اپنے وعدہ اور اپنے ارشاد کو کسی وقت آپ باطل کرکے ایک ایسا کفارہ تجویز کرے جو بالکل عقل کے خلاف ہو ہرگز نہین -

اس آیت کا مال یہ ہوا کہ جو ایمان لائے اور نیک کام کرے اوسکی نجات ہو یہی مضمون قرآن مجید اور بائبل مین جابجا کثرت سے ہے اسکا مطلب سمجھنا چاہیے کہ خدا کے فضل کی حاجت نہین مگر ایمان و عمل نجات کے لیے کافی ہو گیا بلکہ ہم کہتے ہین کہ ایمان و عمل فضل کا باعث ہوتے ہین اسی لیے انکو نجات کا سبب قرار دیا گیا ہو بلکہ ایمان بھی خدا کا فضل ہے دیکھو حجرات کی آیت ۶ و ۷ یہ بھی اوسکا فضل ہے کہ ہمارے ناقص اعمال کو قبول کرلیتا ہے یہ اوسکی کمال رحمت ہو کہ بعد توبہ کے ہمارے گناہون کو بے حساب معاف کردیتا ہے - دیکھو حزقیل باب ۳۳ ورس ۱۴-۱۶ و زبور ۳۲ -

یہانتک کتب سماویہ کے اکثر حوالون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مطلق اعمال حسنہ سے نجات ہوگی باقی رہا یہ امر کہ کسی خاص نیک کام سے گناہ بخشا جانا یہ بھی عہد عتیق و جدید سے ثابت ہو چند مثالین پیش کرتا ہون اول حضرت موسی کی شریعت مین جانورون کی قربانی سے بعض گناہ معاف ہوتے تھے اس

م الانصار رجل یومن باللہ والیوم الآخر - جو کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو وہ قبیلہ انصار سے دشمنی نہین رکھتا - ظاہر ہے کہ اس سے مراد مسلمان ہی ہو سکتے ہین کیونکہ انصار وہ لوگ ہین جنھون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانون کی نہایت نازک وقت مین مدد کی تھی اسلیے کوئی مسلمان اونسے بغض نہین رکھ سکتا ہو اور جو یہود و نصاریٰ اوس وقت آنحضرت اور مسلمانون کے دشمن تھے اونکو تو انصار سے نہایت عداوت ہوگی اونسے دشمنی کی نفی کسیطرح نہین ہوسکتی بلکہ اونکی حالت ایسی تھی کہ انصار سے دشمنی رکھتے تھے بس لامحالہ اس حدیث مین مسلمان ہی اشخاص مراد ہو سکتے ہین اس سے ثابت ہوا کہ ایمان باللہ والیوم الآخر کی صفت قرآن و حدیث مین خاص مسلمانونکی قراردی ہو - ایسے مقام قرآن و حدیث میں بہت ہین جس سے یہ امر ثابت ہوتا ہو مگر اختصار کیوجہ سے دو حوالون پر کفایت کی گئی اور اسکی وجہ کہ یہ صفت خاص اہل اسلام کی کیون قرار دیگئی ہو اقتضاے مقام ہے یہان بیان کیجاتی ہے

خطا کی قربانی اور تقصیر کی قربانی مقرر تھی جسکا ذکر احبار کے باب ۴ و ۵ و ۶ و ۷ وغیرہ مین ہے ۔ قربانی کی بحث مین پادری صاحب لکھتے ہین کہ قربانی سے اور گناہونکی معافی سے کیا نسبت ہے اسکا جواب تو اوسی بحث مین دیا جائیگا مگر یہان اس قدر کہتا ہون کہ خدا تعالی مقامات مذکورہ مین صاف فرماتا ہو کہ " کاہن اوسکی خطا کا کفارہ دیوے اور وہ بخشے جائینگے " اب ہمارے مخاطب اس کلام خدا کو سچا جانتے ہین تو ثابت ہوگیا کہ نیک کام سے گناہ بخشا جا سکتا ہی پھر وہ نسبت کیا دریافت کرتے ہین اوسنے اپنی رحمت سے جس کام کو چاہا گناہ کا کفارہ قرار دیدیا ۔ دوم حضرت مسیح فرماتے ہین اگر تم آدمیون کے گناہ بخشوگے تو تمھارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمھین بھی بخشیگا پر اگر تم آدمیون کو اونکے گناہ نہ بخشوگے تو تمھارا باپ بھی تمھارا گناہ نہ بخشیگا " (متی ۶ ۱۴ و ۱۵) یہان سے بھی ثابت ہوا کہ نیک عمل کیوجہ سے بخشش ہوگی کیونکہ کسیکا گناہ اور قصور معاف کرنا نیک کام ہے ۔

سوم توبہ کی وجہ سے گناہونکا بخشا جانا جسکا ذکر عنقریب آنے والا ہے پھر توبہ بھی ایک نیک کام ہی جب اسکی وجہ سے گناہ بخشے گئے تو ثابت ہوا کہ نیک کام گناہونکا کفارہ ہوسکتے ہین ۔

چہارم ایک فاحشہ عورت نے جو حضرت مسیح کے پیر دہوئے اور اپنے سر کے بالون سے پونچھے اور اونکو چوما اوسکی نسبت مسیح فرماتے ہین کہ اوسکے گناہ معاف ہوئے کیونکہ اوسنے بہت پیار کیا چنانچہ لوقا کے باب ۷ درس ۴۷ سے ۴۹ تک یہ قصہ مذکور ہے یہان سے ثابت ہوا کہ محبت مین ایسے فعل کرنے سے جیسے اس عورت نے کیے گناہ بخشے جاتے ہین ۔

پنجم لوقا ۱۹ باب ۸ و ۹ درس مین ہی " زکی نے کھڑے ہوکے خداوند سے کہا دیکھیے اے خداوند مین اپنا آدھا مال غریبون کو دیتا ہون اور اگر کسیکا مال دغابازی سے لیا ہی اوسکا چوگنا دیتا ہون تب یسوع نے اوسکے حق مین کہا کہ آج اس گھر مین نجات آئی " دیکھیے یہان خیرات کرنے اور پرایا مال واپس دینے سے حضرت مسیح نجات کا مژدہ دیتے ہین ۔ پس جسطرح ان کتابون مین نیک اعمال کی وجہ سے گناہونکا بخشا جانا لکھا ہی اسی طرح قرآن مجید مین ہی باقی رہا یہ امر کہ احادیث مین بہت سے نیک اعمال پر کم و بیش گناہ بخشے جانیکا وعدہ کیا گیا ہے حالانکہ بیبل مین کہین اوسکا پتہ نہین ہی اسکا مختصر جواب یہ ہے

جو نفسانی خواہشوں سے بھرا ہوا ہو اور نسیان سے مالامال ہو کچھ نہ کچھ قصور کرے اور پوری بندگی
بجا نہ لا سکے پھر اوسکی بخشش کی کیا سبیل ہو۔

جواب اے عزیز خدا کی رحمت سے ناامید نہو وہ ارحم الراحمین کا فضل کسی گنہگار کو محروم نہیں
چھوڑتا۔ اوّل تو اوس نے ہمکو اوسی قدر تکلیف دی ہے کہ ہم متحمل ہو سکتے ہیں وہی احکام ہمپر واجب
اور فرض کیے گئے ہیں جو ہماری طاقت سے باہر نہیں (دیکھو نامہ اوّل یوحنا باب ۵ ورس ۳) جو کوئی ایسا
کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان پر ایسے احکام فرض کیے ہیں کہ اونکا بجالانا طاقت انسانی سے باہر ہے
وہ خدا کو الزام لگاتا ہے اور اوسکی رحمت وسیع کو گھٹاتا ہے کوئی ذی عقل اپنے خادم کو ایسی تکلیف نہیں
دیتا کہ اوس سے نہ ہو سکے پھر وہ رحیم و کریم کیونکر اپنے بندوں کو ایسی تکلیف دیگا۔
دوسرے یہ کہ اگر باوجود طاقت کے احکام خداوندی کی تعمیل میں اوس سے کوتاہی کی تو اوسکی نجات کے
لئے بھی اوس نے دو طریقے رکھے ہیں ایک توبہ دوسرے شفاعت مقربین ان دونوں طریقوں کا ثبوت
قرآن مجید سے ہے اسی طرح صحف سابقہ سے بھی چند مقام نقل کرتا ہوں ملاحظہ کیجیے۔
اوّل یسعیاہ کے باب ۵۵ ورس ۷ میں ہے جو شریر و فاسق اپنے اندیشوں سے باز آوے اور خدا کیطرف
پھرے وہ اوسپر رحم کریگا اور کثرت سے عفو کریگا۔
دوم یرمیاہ کے باب ۳ ورس ۱۲ و ۱۳ میں ہے "خداوند فرماتا ہے کہ اے برگشتہ اسرائیل پھر آ میں آگے کو تمپر قہر نہ کرونگا
خداوند فرماتا ہے میں رحیم ہوں میں سدا تک اپنا غصہ نہ رکھ چھوڑونگا صرف اپنی بدکاری کا اقرار کر"
سوم تواریخ کے باب ۷ ورس ۱۴ میں ہے "اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلائے جاتے ہیں اپنے تئیں عاجز کریں اور دعا
مانگیں اور میرا منہ ڈھونڈھیں اور اپنی بُری راہوں سے پھریں تو میں آسمان پر سے سنونگا اور اونکی خطا میں بخشونگا"
چہارم زبور ۳۲ ورس ۵ میں ہے "میں نے تیرے پاس اپنے گناہ کا اقرار کیا اور میں نے اپنی بدکاری نہیں چھپائی
میں نے کہا میں خداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کرونگا سو تو نے میری بدذاتی کے گناہ کو بخشدیا"
پنجم امثال کے باب ۲۸ ورس ۱۳ میں ہے "وہ جو اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے کامیاب نہ ہوویگا پر وہ جو گناہ
کا اقرار کرتا ہے اور اوسے چھوڑ دیتا ہے اوسپر رحمت ہوویگی" ان مقامات پر جن امور کی وجہ سے بخشش کا

توسیئات کو حسنات سے بدل دیتا ہی کتاب یشعیاہ کا باب اوّل ورس ۱۶ سے ۱۸ تک ملاحظہ کیجیے ۔ اپنے تئین
دھوؤ آپ کو پاک کرو اپنے بُرے کامون کو میری آنکھون کے سامنے سے دور کرو بدفعلی سے باز آؤ نیکوکاری سیکھو
انصاف کے پیرو ہو مظلومون کی مدد کرو یتیمون کی فریاد رسی کرو بیوہ عورتون کے حامی ہو اب آؤ
ہم باہم حجت کرین خداوند کہتا ہی اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہووین پر برف کے مانند سفید ہو جاوینگے
اور ہر چند وے ارغوانی ہووین پر اون کی طرح اوجلے ہونگے ۔ اس تمام عبارت سے ظاہر ہے کہ جو کوئی
نیکوکاری پر مستعد ہوا اور بدکاری چھوڑ دے اللہ تعالے اوسکی سیئات کو حسنات سے بدل دیگا یہی مضمون
قرآن مجید میں ہے الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات ط
وکان اللہ غفورا رحیما ۝ جسنے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے پس بدل دیگا اللہ اونکی برائیون
کو بھلائیون سے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ۔

دوسرا اعتراض یہ ہی کہ آدمی ہرگز ایسے بے نقص اعمال نہین کرتا جو خدا کی پاک نظر مین پسندیدہ ہون بلکہ
اسکے نیک اعمال بھی گناہ آمیز ہوتے ہین پھر ایسے اعمال کو گناہ کا کفارہ کیسے کر سکتا ہے ۔ انتہے محصلہ ۔

جواب ایجناب یہ کون کہتا ہی کہ انسان اپنی طاقت سے اپنے اعمال کو گناہون کا کفارہ کر سکتا ہی
نہین ہرگز نہین بلکہ وہ ارحم الراحمین اپنی کمال رحمت سے نکو سیدہ اعمال کو برگزیدہ کر کے کفارہ کر دیتا ہے
ان دونون باتون مین زمین و آسمان کا فرق ہی اور یہ مین اپنی طرف سے نہین کہتا بلکہ خدا کی کتابین
پکار پکار کر کہہ رہی ہین چنانچہ توریت و زبور اور صحیفہ یشعیاہ اور حزقیل وغیرہ سے اوسکے حوالے اوپر گذرے
پھر کیا پادری صاحب اپنے توہمات کی بنیاد پر خدا کی تمام کتابون کو جھٹلانا چاہتے ہین ۔ اتنا خیال
نہین کرتے کہ اگر انسان کے کل اعمال بیکار ٹھہرین تو اسکا ایمان بھی بیکار ٹھہریگا کیونکہ وہ بھی ایک عمل
قلبی ہے اس صورت مین پادری صاحب کے عقیدے کے بموجب تمام عیسائیون کی نجات غیر ممکن ہو جاتی
کیونکہ ایمان جو موجب نجات ہی وہی بیکار اور لائق قبول نہین نکلا پھر نجات کی کیا سبیل ہے اور اگر ایمان
کو پادری صاحب خدا کی پاک نظر مین پسندیدہ سمجھتے ہین تو اوسکو موجب نزول رحمت اور کفارہ سیئات
سمجھ لین کسی انسان کو خدا بنانے اور کسی بیگناہ کو صلیب پر چڑھانے اور جہنم مین بھیجنے کی حاجت نہین ہے

اب یہان پادری صاحب کو توہم ہے کہ خدا تعالے اگرچہ رحمت سے معمور ہے تاہم اوسکی پاک نظر مین گناہ
نہایت بری چیز ہے پس اگر وہ اپنی محض رحمت سے گنہگار کو بخشدے تو اوسکی قدوسیت اور عدالت کے
خلاف ہو (دیکھو صفحہ ۱۲ و ۱۳) اس وہم کو پادری صاحب چند طور پر دفع کرین۔ اول یہ کہ بیشک گناہ اوسکی
پاک نظر مین نہایت برا اور باعث قہر اور غضب الٰہی ہے مگر وہ خدا وند خدا رحیم اور مہربان قہر مین دھیما
اور گناہ بخشنے والا ہے (خروج ۳۴ باب ۶ و ۷) پس مقتضای رحمت اور شان غفاری یہی ہو کہ اپنے نکو سید عاجز
بندے کو برگزیدہ کرے اور اوسکے گناہون کو بخشدے اور اگر یہ کام ناپسندیدہ ہوتے تو مظہر رحمت اور مغفرت
کے کیا معنی تھے۔ دوم یہ کہ اگر گنہگار کو بخشدینا خلاف قدوسیت اور عدالت ہے تو ضرور ہو کہ بخشدینے کی صفت
اوسکی ذات مین نہوگی کیونکہ جو امر قدوسیت کے خلاف ہو وہ کس طرح اوس قدوس مین ہو سکتا ہے
مگر خدا کی سب کتابین پکار رہی ہین کہ وہ غفور ہے گناہ اور خطا کا بخشنے والا ہے دیکھو زبور ۱۰۳ درس ۳
"وہ تیری ساری بدکاریون کو بخشتا ہے" اور صحیفہ نحمیا "تو خدای غفور اور رحیم و کریم ہے قہر مین
دھیما اور مہربانی مین بڑھکر" اور دوسرے مقامات۔ اب پادری صاحب فرمائین کہ اگر خدا تعالے گنہگار
کو بغیر سزا نہین چھوڑ سکتا تو پھر وہ خطا اور بدکاریون کا بخشنے والا کیونکر ہو سکتا ہے اور اوسے غفور کیونکر
کہہ سکتے ہین اسمین شک نہین کہ اگر پادری صاحب کا قول صحیح ہو تو خدا کی کتابین غلط ہوئی جاتی ہین
پھر کیا ممکن ہو کہ کسی انسان پر عصیان کے قول سے خدا کا کلام غلط ہوجاے اور اوس ذات جامع الکمالات
کی ایک صفت مین دھبا آلے ہرگز نہین۔ سوم یہ کہ حضرت مسیح فرماتے ہین "جیسا تمھارا باپ
رحیم ہو تم رحیم ہو۔ اور مجرم نہ ٹھہراؤ تو تم مجرم نہ ٹھہرائے جاؤگے معاف کرو تم بھی معاف کیے جاؤگے
(لوقا ۶ باب ۳۶ و ۳۷) یہان حضرت مسیح کا یہ حکم ہے کہ خدا کا سا رحم کرو اب اگر خدا کا رحم یہی ہے کہ بغیر سزا دیے
یا فدیہ لیے خطا وار کا گناہ ہرگز معاف نہین کرتا تو معلوم ہوا کہ انسان کو بھی اسیطرح کا رحم کرنا چاہیے کہ بغیر سزا
دیے کسیکا گناہ معاف نکرے کیونکہ اگر معاف کردیگا تو خدا کا سا رحم نہوگا غرض کہ اس حکم سے ثابت ہوا کہ
گناہ معاف نکرو مگر اوسکے بعد ہی حکم ہوتا ہے کہ معاف کرو تم معاف کیے جاؤگے۔ اب پادری صاحب فرمائین
کہ اگر خدا مین معاف کرنے کی صفت نہین ہو بلکہ یہ صفت قدوسیت کے خلاف ہو تو حضرت مسیح کا یہ کلام

صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ یہ جملہ کہ معاف کرو تم بھی معاف کیے جاؤ گے خود دلالت کرتا ہے کہ خداوند معاف کرنیکی صفت ہے مگر افسوس ہی کہ اسکے برعکس پادری صاحب کہہ رہے ہیں کہ اوسمیں معاف کرنیکی صفت نہیں ہی کیونکہ یہ کہنا کہ گناہ کا معاف کرنا اوسکی قدوسیت و عدالت کے خلاف ہی بعینہ یہی کہنا ہے کہ معاف کرنے کی صفت اوسمیں نہیں ہی جسکا حاصل یہ ہوتا ہی کہ مسیح کا قول غلط ہے سو اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ قرآن و حدیث انجیل کے مخالف ہی یا عیسائیوں کے عقائد باطلہ۔ چہارم یہ کہ اوس ذات غیر محدود قادر مطلق کا ایک حجرہ خاکی میں بند ہو جانا اور سبکے گناہ اپنے ذمہ لے لینا اور بندوں کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہونا اور ایک بیگناہ کو خطاوار ٹھہرانا اوسکی قدوسیت اور عدالت کے خلاف نہیں ہے اور اپنے خطاوار کے خطا کو معاف کرنا خلاف قدوسیت ہی یہ کیسا اندھیر ہے صاحبو ذرا انصاف کرو کہ جو عقیدہ ہر طرح خداوند کی قدوسیت اور قدرت اور عدالت کے سراسر خلاف ہی اوسکو تو نہایت خوشی سے مانتے ہیں اور قدوسیت اور عدالت کے موافق بتاتے ہیں اور جو صفت اوسکی صفات کاملہ میں سے ہے اوسے خلاف عدالت و قدوسیت بتلاتے ہیں۔ واے بر بے عقلی ایشان۔ پنجم نامہ یعقوب باب ۲ درس ۱۳ میں ہی " رحم عدالت پر غالب ہوتا ہی " اب میں کہتا ہوں کہ بالفرض عدالت کا مقتضا یہ ہو کہ گنہگار بعد توبہ کے بھی بغیر سزا کے نہ چھوڑا جائے مگر جب رحم عدالت پر غالب ہے تو پھر رحم کیوجہ سے گنہگار کے نہ بخشے جانے کی کیا وجہ ہے غلبہ کے تو یہی معنی ہیں کہ جب کسی محل پر باہم تعارض ہو تو غالب اپنا کام کر جاے اور مغلوب رہجاے۔ مثلاً گنہگار کی نسبت رحمت کا تقاضا تو یہ ہے کہ بخشدیا جاے اور عدل چاہتا ہی کہ سزا پاوے مگر چونکہ رحمت غالب ہی عدل پر اسلیے اوسکا بخشا جانا کچھ بعید امر نہیں ہی جب گنہگار کی بخشش میں رحم کا غلبہ کام نہ آیا تو پھر کس کام آئیگا۔

الغرض تمام کتب مقدسہ اس امر میں قرآن و حدیث کے مطابق ہیں کہ نیک اعمال مغفرت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اور جو شکوک پادری صاحب کے تھے وہ بھی سب دفع ہو گئے۔

سوال یہ ہمنے مانا کہ نیک اعمال بخشش کا ذریعہ ہو سکتے ہیں مگر یہ امر تو نہایت دشوار بلکہ غیر ممکن ہے کہ انسان کامل طور سے احکام خداوندی بجالاوے اور جیسا کہ چاہیے اوسکی مرضی پر چلے بلکہ ضرور ہے کہ یہ انسان

جو نفسانی خواہشون سے بھرا ہوا اور سہو و نسیان سے مالامال ہی کچھ نہ کچھ قصور کرے اور پوری بندگی
ادا نہ کر سکے پھر اوسکی بخشش کی کیا سبیل ہے۔

جواب اے گنہگار خدا کی رحمت سے نا امید نہو اوس ارحم الراحمین کا فضل کسی گنہگار کو محروم نہین
چھوڑیگا۔ اوّل تو اوس نے ہمکو اوسی قدر تکلیف دی ہے جسکے ہم متحمل ہو سکتے ہین وہی احکام ہمپر واجب
اور فرض کیے گئے ہین جو ہماری طاقت سے باہر نہین (دیکھو نامہ اوّل یوحنا باب ۵ ورس ۳) جو کوئی ایسا
کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان پر ایسے احکام فرض کیے ہین کہ اونکا بجالانا طاقت انسانی سے باہر ہے
وہ خدا کو الزام لگاتا ہے اور اوسکی رحمت وسیع کو گھٹاتا ہے کوئی ذی عقل اپنے خادم کو ایسی تکلیف نہین
دیگا اور جسکی نسبت کہ وہ رحیم و کریم کیونکر اپنے بندون کو ایسی تکلیف دیگا۔

دوسرے یہ کہ اگر باوجود طاقت کے احکام خداوندی کی تعمیل مین اسنے کوتاہی کی تو اوسکی نجات کے
لیے بھی اوسنے دو طریقے رکھے ہین ایک توبہ دوسرے شفاعت مقربین ان دونون طریقون کا ثبوت
بخوبی قرآن مجید سے ہے اسی طرح کتب سابقہ سے بھی چند مقام نقل کرتا ہون ملاحظہ کیجیے۔

اوّل یسعیاہ نبی کے باب ۵۵ ورس ۷ مین ہے جو شریر و فاسق اپنے اندیشون سے باز آوے اور خدا کیطرف
رجوع کرے وہ اوسپر رحم کریگا اور کثرت سے عفو کریگا۔

دوسرے یرمیاہ کے باب ۳ ورس ۱۲ و ۱۳ مین ہے "خداوند فرماتا ہے کہ اے برگشتہ اسرائیل پھر آ مین آگے کو تمپر قہر نکرونگا
خداوند فرماتا ہے مین رحیم ہون مین سدا تک اپنا غصہ نرکھ چھوڑونگا صرف اپنی بدکاری کا اقرار کر"

تیسرے تواریخ کے باب ۷ ورس ۱۴ مین ہے "اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلاتے ہین اپنے تئین عاجز کرین اور دعا
مانگین اور میرا منہ ڈھونڈھین اور اپنی بُری راہون سے پھرین تو مین آسمان پر سے سنونگا اور اونکی خطا مین بخشونگا"

چہارم زبور ۳۲ ورس ۵ مین ہے مینے تیرے پاس اپنے گناہ کا اقرار کیا اور مینے اپنی بدکاری نہین چھپائی
مینے کہا مین خداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کرونگا سو تونے میری بدذاتی کے گناہ کو بخشدیا"

پنجم امثال کے باب ۲۸ ورس ۱۳ مین ہے "وہ جو اپنے گناہون کو چھپاتا ہے کامیاب نہوویگا پر وہ جو گناہ
کا اقرار کرتا ہے اور اوسے چھوڑ دیتا ہے اوسپر رحمت ہوویگی" ان مقامات پر جن امور کی وجہ سے بخشش کا

وعدہ یا بخشدینے کی خبر دی ہو اونھین کو ہماری اصطلاح مین توبہ کہتے ہین توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہین یہی مضمون قرآن مجید مین آیا ہے الحاصل ہماری تحقیق سے بخوبی واضح ہوگیا کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہین اب عہد جدید کے حوالے دیتے ہین۔

ششم لوقا باب ۱۷ ورس ۳ و ۴ تم خبردار ہو اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے اوسے ڈانٹ اگر توبہ کرے اوسے معاف کر اور اگر ایک دن مین سات بار تیرا گناہ کرے اور ایک دن مین سات بار آکے کہے کہ توبہ کرتا ہون اوسے معاف کر۔ اب خیال کرنیکا مقام ہے کہ جب خدا تعالے بندہ کو توبہ کی وجہ سے معاف کرنیکا حکم دیتا ہے تو وہ ارحم الراحمین ہوکر خود کیونکر توبہ کرنے والے کے گناہ معاف نکریگا۔

ہفتم حضرت یوحنا خاص گناہونکی معافی کے لیے توبہ کا بپتسمہ دیتے تھے مرقس کا باب ۱ ورس ۴ ملاحظہ کیجیے۔ یوحنا بیابان ہی مین بپتسمہ دیتا تھا اور گناہونکی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا اب مین ایک اعلےٰ ثبوت دیتا ہون جسمین حضرت مسیح نے توبہ کی عظمت و کیفیت کو تمثیل مین کیا خوب ہی بیان کیا ہے

ہشتم لوقا کے ۱۵ باب مین ہے (۴) تم مین سے کون ہے جسکے پاس سو بھیڑ ہون اگر اون مین سے ایک کھوجاوے تو ننانوے کو بیابان مین نچھوڑے اور اوس کھوئی ہوئی کو جب تک نپاوے ڈھونڈھتا نرہے (۵) اور پاکے خوشی سے اپنے کاندھے پر اوٹھا نلے (۶) اور گھر مین آکے دوستون اور پڑوسیون کو بلاکے نکہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو کیونکہ مینے اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ پائی (۷) مین تم سے کہتا ہون کہ اسی طور آسمان مین ایک گنہگار کے واسطے جو توبہ کرتا ہے ننانوے راستبازون سے جو توبہ کی حاجت نہین رکھتے زیادہ خوشی ہوگی (۸) یا کون عورت ہے جسکے پاس دس درہم ہون اگر ایک کھوجاوے چراغ بالکے گھر کو نجھاڑے اور جب تک نپاوے کوشش سے ڈھونڈھا نکرے (۹) اور جب پاوے دوستون اور پڑوسنون کو بلاکے نکہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو کہ مینے اپنا کھویا ہوا درہم پایا (۱۰) مین تمھین کہتا ہون کہ خدا کے فرشتون کے آگے ایک گنہگار کے لیے جو توبہ کرتا ہے خوشی ہوتی ہے (۱۱) پھر اوسنے کہا ایک شخص کے دو بیٹے تھے (۱۲) اونمین سے چھوٹے نے باپ سے کہا کہ اے باپ مال کا حصہ جو مجھے پہونچتا ہے مجھے دے اوسنے مال اونھین بانٹ دیا (۱۳) اور تھوڑے دن بعد چھوٹے بیٹے نے سب کچھ جمع کرکے ایک دور کے ملک کا

سفر کیا اور وہان اپنا مال بدچالی مین اوڑا دیا (۱۴) جب سب خرچ کر چکا اوس ملک مین بڑا کال پڑا اور
وہ محتاج ہونے لگا (۱۵) تب اوس ملک کے ایک رئیس کے یہان جا لگا اوسنے اوسے اپنے کھیتون مین سور
چرانے بھیجا (۱۶) اور اوسے آرزو تھی کہ اون چھلکون سے جو سور کھاتے تھے اپنا پیٹ بھرے کہ کوئی اوسے
نہ دیتا تھا (۱۷) تب ہوش مین آکے کہا کہ میرے باپ کے کتنے مزدورون کو بہت روٹی ہے اور مین بھوکون مرتا ہون
(۱۸) مین اوٹھکے اپنے باپ پاس جاؤنگا اور اوسے کہونگا کہ اے باپ مینے آسمان کا اور تیرے حضور گناہ
کیا ہے (۱۹) اور اب اس لائق نہین کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤن مجھے اپنے مزدورون مین سے ایک کے مانند بنا
(۲۰) تب اوٹھکے اپنے باپ پاس چلا اور وہ ابھی دور تھا کہ اوسکو دیکھکے اوسکے باپ کو رحم آیا اور دوڑکے
اوسکو گلے لگا لیا اور بہت چوما (۲۱) بیٹے نے اوسکو کہا کہ اے باپ مینے آسمان کا اور تیرے حضور
گناہ کیا اور اب اس قابل نہین کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤن (۲۲) باپ نے اپنے نوکرون سے کہا کہ اچھی سے اچھی
پوشاک نکال لاؤ اور اوسے پہناؤ اور اوسکے ہاتھ مین انگوٹھی اور پانون مین جوتی (۲۳) اور پلے ہوے
بچھڑے کو لاکے ذبح کرو کہ کھائین اور خوشی منائین (۲۴) کیونکہ میرا بیٹا موا تھا اب جیا ہے کھو گیا تھا
اب ملا ہے تب وہ خوشی کرنے لگے ،، سبحان اللہ کیا عمدہ اور سچا بیان حضرت مسیح نے فرمایا واقعی وہ
ارحم الراحمین ایسا ہی مہربان ہے جیسا یہان بیان ہوا پادری صاحب اور اونکے تمام ہم مشرب اس باب کو
بنظر انصاف ملاحظہ فرمائین بھلا کہان یہ مضمون اور کہان وہ کہ بغیر سزا دیے خدا چھوڑتا ہی نہین ذرا
کچھ تو غور کیجیے کہ جب خدا تعالے صرف بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے تو بھلا فدیہ اور کفارہ کی
کیا حاجت ہے توبہ کی وجہ سے خدا تعالے کا خوش ہونا جس طرح سے حضرت مسیح نے تمثیل مین یہان بیان
کیا ہے اسطرح حضرت ختم المرسلین نے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ مثلاً ایک شخص نے اونٹنی
پر سوار ہو کر سفر کیا اور جنگل مین پہونچکر درخت کے نیچے سو گیا اور اونٹنی اوسکے پاس تھی اوسی پر اوسکا کل
سامان کھانا پینا وغیرہ کا رکھا تھا یکبارگی سو کر جو اوٹھا تو دیکھا کہ اونٹنی ندارد ہے متردد پریشان ہو بار بار
ٹیلے پر جا کر ادھر اودھر دیکھا کہین نشان نہ ملا انجام کار زندگی سے مایوس ہو کر بھوکا پیاسا آکر بیٹھ رہا
اور اس امر کا یقین اوسے ہو گیا کہ اب موت آئی یکایک کیا دیکھتا ہے کہ اوسکی اونٹنی چلی آتی ہے یہ مسافر

اس حالت مین اپنی اونٹنی کو دیکھکر جس قدر خوش ہوتا ہی خدا تعالے اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہی۔ الحاصل تمام کتب سابقہ اس امر مین قرآن و حدیث کے مطابق ہین کہ توبہ کی وجہ سے خدا تعالے بندہ کے گناہ معاف کرتا ہی اور یہی مقتضای رحمت و عدل ہی کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ اپنے مجرم سے درگذر کرنا اور اپنے قصور وار کی عاجزی اور گڑگڑانے پر رحم کرکے اوسکا قصور معاف کر دینا خلاف عدل ہے —

یہان تک تو مختصر طور سے توبہ کا ذکر کیا گیا اب شفاعت کا حال سنیے۔ عیسائیون نے جو ایک ہی کھنا طریقہ نجات کا نکالا ہے وہ بالکل خدا کی عظمت اور شان کے مخالف ہی ہمارے نزدیک جس طرح نیک اعمال اور توبہ نزول رحمت الٰہی کا ذریعہ ہوتے ہین اسی طرح شفاعت بھی نزول رحمت کا ایک بنا ہوتی ہی جس سے شفاعت کرنے والیکا تقرب ظاہر ہوتا ہے عیسائی کہتے ہین کہ سوا حضرت مسیح کے کوئی شفاعت نہین کرسکتا مگر یہ اونکا خیال خام اونہین کی کتاب مقدس سے باطل ہوتا ہی چند حوالے مین نقل کرتا ہون

١- گنتی کے باب ١۴ ورس ١٩ و ٢٠ مین ہی۔ "اب تو اپنی رحمت کی فراوانی سے اس امت کا گناہ بخشدیجیے جیسا کہ تو مصر سے لیکے یہان تک اونہین بخشتا رہا ہی خداوند نے فرمایا کہ مینے تیرے کہے سے بخشا"

٢ خروج کے باب ١٠ ورس ١٦-١٩ "تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو جلد بلایا اور کہا کہ مین خداوند تمھارے خدا کا گنہگار ہون سو اب مین تمھاری منت کرتا ہون فقط اس مرتبہ میرا گناہ بخشو اور خداوند اپنے خدا سے شفاعت کرو کہ فقط اسی موت کو مجھسے دور کرے چنانچہ وہ فرعون پاس سے نکل گیا اور خداوند سے شفاعت کی اور خدا نے پچھوا آندھی بھیجی جو ٹڈیون کو لیگئی الخ" اسی طرح باب ٩ و ٨ مین قہر الٰہی کے دفع کے لیے شفاعت حضرت موسیٰ کی مقبول ہوئی ہے —

٣- جب بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی کی اور خدا کا قہر اونپر بھڑکا اوس وقت حضرت موسیٰ کی شفاعت سے خدا تعالے نے معاف کیا ہی جسکا ذکر خروج کے باب ٣٢ ورس ١ سے ١۴ تک ہے۔

۴ حزقیاہ کی سفارش سے بعض بنی اسرائیل کا گناہ معاف کیا گیا چنانچہ تواریخ دوم باب ٣٠ ورس ١٨ سے ٢٠ تک مرقوم ہی کیونکہ بہت سے لوگون نے افرائیم مین سے اور منسی مین سے اور اشکار مین سے

اور زبون لوگون مین سے اپنے کو پاک نہین کیا تھا اور اوسکے برخلاف جو لکھا ہوا ہے فسح کھایا لیکن حزقیاہ
نے اونکے لیے دعا مانگی اور کہا ای خداوند کریم تو ہر ایک کو جسنے خدا کو جو اوسکے باپ داؤدون کا خدا
خدا ہے ڈھونڈھنے کو دل لگایا ہے معاف کر اگرچہ بیت قدس کی طہارت سے پاک نہوا ہو اور خداوند
نے حزقیاہ کی سنی اور لوگون کو معاف کیا ۰ غرضکہ جابجا کتب مقدسہ مین شفاعت کے سبب گناہ
کا بخشا جانا لکھا ہے اور اگر کسیکو یہ وہم ہو کہ یہ دنیاوی شفاعت ہے آخرت مین کوئی انسان شفاعت نہین کرسکتا
اوسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح گناہون کا معاف کرانا خداتعالے سے یہان کی دنیا مین ہوگا جو خدا کے غضب کا
ٹالنا یہان ہے وہی آخرت مین ہوگا پھر کیا وجہ ہے کہ یہان تو انسان شفاعت کرسکے اور آخرت مین نکرسکے
حضرت مسیح علیہ السلام کو جو شفیع کہا گیا ہے اوسکے بھی یہی معنی ہین اور دعاؤن مین وغیرہ جو حضرت مسیح کی شفاعت
سے امت کے گناہون کی معافی بیان کرتے ہین یا مثلاً یوحنا حواری یون کہتے ہین کہ اوس مسیح کا لہو
ہمکو سارے گناہون سے پاک کرتا ہے ۰ اوسکے معنی یہ ہین کہ جو گروہ مقربان الٰہی شفاعت گنہگارون کی
کرینگے اونمین سے شہید بھی ہین اس گروہ نے جو اپنی جان خدا کے واسطے دی ہے اور اپنا خون اوسکی
راہ مین نثار کیا ہے اوسکی وجہ سے اونمین شفاعت کا مرتبہ ملیگا حضرت مسیح اگرچہ واقع مین شہید نہین
ہوے مگر دشمنون نے اونکی شہادت مین کوئی کسر نہین چھوڑی اور اپنی دانست مین سولی دے ہی
دی اب باین ہمہ خدا کا اونہین بچا لینا محض اوسکی قدرت کے عجائبات مین سے تھا اسکو بیجا نہ
شمار کرنا چاہیے لہذا خدا نے اونکو شہادت کا مرتبہ عنایت کیا اور اس مرتبہ کی وجہ سے حضرت مسیح اپنی
امت کی شفاعت کرائینگے اگرچہ مرتبہ نبوت بھی شفاعت کے لیے کافی تھا مگر مرتبہ شہادت سے اونمین
اور ترقی ہوگئی اس وجہ سے یہ کہنا صحیح ہوا کہ مسیح کا لہو گناہون کو پاک کرتا ہے کیونکہ وہ شفاعت کا
بڑا ذریعہ ہے یہ وہ شفاعت ہے جو خدا کی کتابون کے موافق اور عقل کے بالکل مطابق ہے پھر کیا پادری صاحب اور
اونکے مقتداؤن کی خاطر سے خواہ مخواہ شفاعت مسیح کے وہ معنی لین جو قرآن مجید کے مخالف ہونیکے
علاوہ عقل بھی دلائل قطعیہ اوسپر وارد کرتی ہے کیا ایسے معنی سے تحمل الغث ثابت ہوسکتی ہے ہرگز نہین مقتدیہ کی تحقیق ہم
اس بیان سے یہ امر تو اظہر من الشمس ہوگیا کہ خداوند کریم تمہین طور پر اپنی رحمت کاملہ کو ظاہر فرما کر دینے

بندون کو نجات دیگا مگر ایک امر بیان اور بھی قابل اظہار ہے جس سے دریای رحمت الٰہی کی نہایت طغیانی
ثابت ہوتی ہے وہ ارحم الراحمین اپنے گنہگارون کو بہت کچھ بھروسا دلاتا ہے اور حضرت داؤد کی زبانی یون
ارشاد فرماتا ہے "خداوند رحیم و کریم غصہ ہونے مین دھیما اور شفقت مین بڑھکر ہے اوسکا جھنجھانا دائمی نہین
وہ غصہ کو ابد تک نہین چھوڑتا (زبور ۱۰۳ - ۸ و ۹) پادری جوزف اوین اس زبور کی شرح مین لکھتے ہین کہ وہ خدا
اپنے لوگون پر اس سبب سے مہربانی نہین کرتا کہ وہ بے عیب اور بیگناہ اور اوسکی مہربانی کے مستحق ہین
کیونکہ وہ گنہگار اور اوسکے محتاج ہین وہ حلم اور صبر سے اونپر رحم فرماکر اونکے گناہون کو معاف کرے گا
بیان سے ظاہر ہے کہ خداوند کریم اپنے گنہگار بندون کو ہمیشہ عذاب مین نہین چھوڑیگا مگر اور مقامات
کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان ہونا چاہیے مثلاً حضرت مسیح فرماتے ہین کہ "مین تمسے سچ کہتا ہون
کہ بنی آدم کے سب گناہ اور کفر جو وے بکتے ہین معاف کیے جاوینگے لیکن وہ جو روح کے حق مین کفر بکے
اوسکی معافی ہرگز نہین ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب کا سزاوار ہو چکا" (مرقس ۳ - ۲۸ و ۲۹ و متی ۱۲ - ۳۱ و ۳۲
روح سے مراد یہان نبی ہے کتب مقدسہ مین یہ محاورہ بہت آیا ہے (دیکھو نامہ اول یوحنا ۴)

ماحصل ان دونون مقامون کے ملانے سے ثابت ہوا کہ جو خدا اور رسول پر سچے دل سے یقین لایا ہے
وہ گرچہ گنہگار رہی کیون نہو مگر عذاب بدی سے نجات پاویگا چنانچہ اوسکا سچا رسول خاتم النبیین اس
مطلب کو اس طرح ارشاد کرتا ہے "ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات علی ذلک الا دخل الجنة قلت و
ان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق قلت وان
زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر" ترجمہ جو بندہ صدق دل سے کہے کوئی
پرستش کے لائق نہین ہے مگر خدا اور پھر اسی یقین پر مرجاوے وہ جنت مین داخل ہوگا (یعنی عذاب ابدی
سے نجات پاویگا) ابوذر کہتے ہین کہ مینے کہا اگرچہ اوسنے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو آنحضرت نے فرمایا کہ
اگرچہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تین مرتبہ ابوذر نے تعجبا اسی طرح سوال کیا اور وہی جواب پایا بلکہ تیسرے مرتبہ
فرمایا کہ اوپر خاک آلودہ ہونے ناک ابوذر کے یعنی گرچہ ابی ذر کے خلاف ہو مگر گنہگار نجات پاویگا۔

ماحصل اس تمام کلام کا یہ ہوا کہ انسان دو قسم کے ہین ایک مومن یعنی اللہ کے ماننے والے اور

اونکے جمیع انبیا کے برحق جاننے والے دوسرے کا فریعنی اللہ یا اونکے کسی رسول کے نہ ماننے والے دوسری
قسم کے لیے کوئی طریقہ نجات نہین بلکہ اونکے لیے ابدالآباد جہنم مین رہنا ہے۔ پہلی قسم کو اللہ اپنے فضل سے
نجات دیگا اور ہمیشہ کی بہشت مین اونہین داخل کریگا - اگر اونھون نے ایمان کے ساتھہ اعمال صالحہ بھی کیے
اور کامل طور پر خدا کی مرضی پر چلے تو اللہ تعالے اونہین اونکی جزا عنایت فرمایگا اور آتش جہنم سے بچا لیگا
اور اگر کسیقدر اوس سے قصور ہوا اور پھر وہ نادم ہوکر پچتایا اور خداوند کریم کے حضور مین رویا اور گڑگڑایا وہ
بھی اوسی زمرہ مین داخل ہوا اور بسبب اپنی عاجزی کے گروہ صلحا مین شامل ہوا اور اگر بغیر توبہ کے مرا مگر ایمان
ساتھہ لیگیا تو بھی اوسکی رحمت دستگیری کریگی اور آتش جہنم سے اوسے نجات دیگی خواہ کسی کی شفاعت وسیلہ
ٹھہرے یا محض اوسکی رحمت سے رہائی ملے یا کسی قدر نافرمانی کا مزہ چکھہ کر مخلصی پائے غرضکہ یہی طریقہ نجات کا
ہے جو خداوند کریم نے اپنے برگزیدہ رسولونکی زبانی بیان کیا ہے اب کون ہے جو اس طریقہ کو غلط بتاتا ہے اور اوسپر
انگشت اوٹھاتا ہے کیا ممکن ہے کہ خدا کی مقرر کی ہوئی بات ایسی ناقص ٹھہرے کہ کوئی انسان اپنی غلط فہمی سے
دوسری راہ اوس سے افضل مین کرے کیا ہو سکتا ہے کہ وہ خدا قدوس ورحیم اپنے تمام انبیا کی معرفت
اپنی قدوسیت اور وسعت رحمت کا اس قدر اظہار کرے کہ کسی ایماندار کو بغیر وعدہ نجات نچھوڑے اور ایک
وقت وہ اپنی رحمت کو ایسا تنگ اور قلیل ٹھہرائے کہ گنہگار مومن کی نجات محال بتائے اور ایسا طریقہ جو
نکالے جسمین اوسکی قدوسیت اور عدالت اور غفوری اور اوسکے تمام وعدے غلط اور بیکار ٹھہرین ہرگز ہرگز
ایسا نہین ہو سکتا - سُبحَانَ اللہِ عَمَّا یَصِفُونَ بلکہ یہ سب انسان کی نافہمی اور اوسکی بے عقلی ہے وہ بیخبر دے
ایشان - ای طالبان نجات اخروی وای خواستگاران حیات ابدی دوڑو اور اس نجات کو حاصل کر دا
خوب خبردار رہو ایسا نہو کہ شیطان تمہارا دشمن دھوکا دیکر ہلاکت مین ڈالدے بالیقین جان لو جسنے ایک
نبی کا بھی انکار کیا وہ داخل جہنم ہوا خواہ وہ موسی ہون یا عیسے یا محمد رسول اللہ خاتم الانبیا پھر کوئی طرح
نجات نہین جنھین تم شفیع جانتے ہو وہ تم سے دور بھاگین گے اور کہینگے ہم تمھین نہین جانتے ہمارے پاس
سے دور ہو پھر نہ مسیح کو خدا کہنا کام آیگا اور نہ کفارے پر ایمان لانا آڑے آیگا بلکہ اولٹا جہنم مین لیجائیگا -
اے بھائیو اپنی جانون پر رحم کرکے میری عرض کو سنو اور غور کرو اور یہی نجات کو ہاتھ سے ندو ایسا نہو کہ

کہ وہ دن آجاے کہ پھر پچھتانا کام نہ آئے —

چونکہ ہمارے مخاطب نے کفارہ کی ضرورت عقلی طور پر بھی ثابت کرنا چاہی ہے (جسکا ابطال متعدد طور سے اوپر کیا گیا) لہذا ہم معارضۃً اوسکے بطلان مین چند دلیلین پیش کرتے ہین —

دلیل اوّل عیسائیون کا یہ اصول تھا کفارہ تثلیث اور الوہیت مسیح پر موقوف ہے جسکے بطلان پر عقلی اور نقلی دلیلین شاہد ہین پس جب اوسکی بنیاد ہی غلط ہے تو وہ بطریق اولے غلط اور باطل ہوگا —

دلیل دوم جب پادری صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام بنی آدم علاوہ اپنے گناہون کے حضرت آدم و حوا کے گناہ کی وجہ سے گناہگار ہین اور گناہگار کا فدیہ گناہگار نہین ہوسکتا تو آپ فرمائین کہ حضرت مسیح بحیثیت الوہیت کفارہ ہوے یا بحیثیت انسانیت مگر کوئی عاقل خدا کا ماننے والا اسکا اعتقاد نہین کرسکتا کہ الوہیت کی جہت سے کفارہ ہوے یعنی الوہیت ذلیل و خوار ہوئی اور سولی دی گئی (نعوذ باللہ منہ) کیونکہ الوہیت ایسی شی نہین ہے کہ وہ کسی کے قبضہ مین آجاے اور اوسمین کوئی شی اثر کرسکے اس وجہ سے بالضرور یہی کہنا پڑیگا کہ بحیثیت انسانیت کفارہ ہوے اور انسانیت کی جہت سے حضرت مسیح آدم زاد ہین اسی وجہ سے بہت مقام پر انجیل مین مسیح کو ابن آدم کہا ہے اور جب آدم زاد ہوے تو مثل اور بنی آدم کے گنہگار ہونگے کیونکہ مسیح انسانیت کی جہت سے آدم کی نسل سے علیحدہ نہین ہوسکتے لہذا ضرور ہے کہ گنہگار ہون اور علاوہ آبائی گناہ کے حضرت مسیح کے ذاتی گناہ بھی انجیل سے ثابت ہوتے ہین مثلاً والدہ کی تعظیم نہ کرنا چنانچہ انجیل یوحنا کے باب ۲ درس ۴ مین حضرت مسیح کا قول اپنی والدہ کی نسبت یہ ہے "اے عورت مجھے تجھسے کیا کام ہے" مقام غور ہے کہ کیسی تحقیر مسیح نے اس مقام پر اپنی والدہ کی کی ہے مفسرین بھی اس بات کو مانتے ہین کہ یہان پر نہایت تحقیر اور بے عزتی کے الفاظ بولے گئے ہین حالانکہ تعظیم والدین ایسا تاکیدی حکم ہے کہ خدا تعالے نے اپنے ہاتھ سے لکھکر حضرت موسی کو عنایت کیا تھا اور اوسکے ساتھ نو حکم اور تھے (خروج ۲۰ باب) پھر جو کوئی اسکے خلاف کریگا وہ بیشک گناہگار ہوگا - الحاصل دونون جہت سے حضرت مسیح کا گناہ ثابت ہے لہذا اونکا کفارہ ہونا آپ کے عقیدے کے موجب باطل ہے —

دلیل سوم یہ عیسائیون کا عقیدہ ہے کہ گناہ عذاب ابدی کا باعث ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ

حضرت مسیح علیہ السلام عذاب ابدی مین گرفتار رہین اور پھر بھی خدا کی عدالت پوری ہنو کیونکہ عدالت
کا مقتضا یہ ہی کہ ہر ایک گناہگار اپنے گناہون کے سبب سے عذاب ابدی مین گرفتار رہے پھر جو شخص کہ تمام عالم
کے گناہون کا مجموعہ ہو جاے اوسکا کیا حال ہوگا اگر وہ بھی عذاب ابدی مین مثل ہر ایک گناہگار کے گرفتار
رہا تو بھی عدالت کے خلاف ہوا کیونکہ ادنی مجرم اور اعلے مجرم کی سزا ایک مقرر کی گئی اگر کمیت مین زیادتی
نہین ہو سکتی تو کیفیت مین بحیثیت جرم ترقی ہونا چاہیے اور یہان تو لطف یہ ہی کہ تمام عالم کے گناہ اپنے
ذمے لیے مگر تین دن بھی عذاب مین گرفتار نرہے اب فرمائیے کہ یہ کون سی عدالت کا مقتضا ہی کہ اگر غلام
گنہگار ہو تو عذاب ابدی مین گرفتار ہو اور اگر بیٹے کے ذمہ کروڑ حصہ اوس غلام سے گناہ زائد ہون تو بھی
عذاب ابدی مین نپڑے بلکہ صرف چند پہر گرفتار رہے الحاصل جس عدالت کے قائم کرنے کے لیے کفارہ
کی ضرورت عیسائیون نے ثابت کی تھی وہ ہرگز قائم نہین رہتی لہذا یہ کفارہ محض فضول و باطل ٹھہرا

دلیل چہارم یہ کہ حضرت مسیح جو تیسرے روز گناہون کی سزا بھگت کر چلے آئے اگر از روی عدالت
گناہونکی سزا اسیقدر چاہیے تھی تو خدا کے بیٹے کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی چند پہر ہر ایک شخص سزا
بھگت لیتا اور پھر ابد الآباد چین کرتا اور اگر بیٹے کی رعایت سے کمی کی گئی تو پھر عدالت قائم نرہی اور
اس کہنے کی گنجایش ہوئی کہ جب خداوند کریم نے رعایت کرکے سزاے ابدی کی جگہ چند پہر کی سزا
قائم رکھی (جو اصل سزا کے مقابل مین کالعدم ہے) تو اگر وہ اس قلیل سزا سے بھی درگذرے تو اوسکی
ذات مین کیا نقص لازم آئیگا جو اوس بڑی رعایت مین نہین آتا ذرا انصاف کرکے کہو۔

دلیل پنجم — اگر خدا تعالے گناہگار کو بغیر سزا یا کفارہ نہین چھوڑ سکتا تو لازم آتا ہے کہ قبل مسیح جتنے انبیا
مثل حضرت ابراہیم و حضرت موسی اور حضرت داؤد اور تمام مومنین سب کے سب عذاب مین گرفتار ہون
کیونکہ اوسوقت تک مسیح نے اونکے گناہون کے عوض سزا نہین بھگتی تھی اور عیسائیون کے نزدیک کل بنی آدم
خواہ انبیا ہون یا سنون سب گناہگار ہین غرضکہ یہ عقیدہ کہ رہا ہے کہ تمام انبیاے کرام اور مقربان خدا
سیکڑون برس تک مثل فرعون اور دیگر منکرون کے جہنم مین پڑے رہے ہون اب ناظرین خود ہی انصاف
کرین کہ یہ کیسا عقیدہ ہے میرے کہنے کی حاجت نہین ہی۔

دلیل ششم۔ تمام عقلا اسپر اتفاق کرتے ہین کہ اپنے مجرم سے درگذر کرنا اور بمقتضای رحمت اوسکا
گناہ عفو کرنا نہایت عمدہ وصف ہی اسی وجہ سے حضرت مسیح نے اس صفت پر بخشش کا وعدہ کیا ہے اب اگر
کوئی حاکم اپنے مجرم کو نہ تو بمقتضای شفقت چھوڑے اور نہ اوسکے رونے اور گڑگڑانے پر رحم کرے اور نہ کسی
مقرب کی سفارش سے بلکہ اپنے اکلوتے بیٹے کو جو بالکل معصوم ہے اوسکی عوض سزا دے تو فرمایئے کہ ایسے
حاکم کو دانشمند کہینگے یا اوسے سفیہ اور بیوقوف کا خطاب دینگے یا یہ خیال نکرینگے کہ یہ حاکم بیٹے سے دربردہ
کسی وجہ سے ناخوش تھا اس واسطے اوسکی سزا کا یہ حیلہ کیا ہے بیشک ایسا ہی کہینگے ظاہر ہے کہ
مجرم کو چھوڑ دینا اور بے قصور کو اوسکی عوض سزا دینا عاقل اور منصف کا کام نہین بلکہ سفیہ اور ظالم کا فعل ہی
پس اگر ایسے فعل کی نسبت خدای قدوس کیطرف کیجاے جیسا کہ مسیحی کرتے ہین تو اوسکا سفیہ اور
ظالم ہونا لازم آیگا اور اوسکی حکمت اور قدوسیت باطل ہو جاینگی یا یہ کہنا پڑیگا کہ خدا تعالے حضرت مسیح سے
ناخوش تھا نعوذ باللہ منہ۔ غرضکہ اسیطرح بہت دلیلین اس کفارہ کے بطلان مین ہو سکتی ہین منصف
کے لیے ایک دلیل بہی کافی ہے مینے تو چند لکھدی ہین حاصل یہ ہی کہ جس طرح تثلیث کا عقیدہ خدا کی توحید
کے سراسر خلاف ہی اسی طرح یہ کفارہ خدا کی قدرت اور عدالت اور غفوری اور دانائی اور رحمت وغیرہ
صفات کمالیہ کے بالکل مخالف ہی ان دونون عقیدون سے خدا کی کئی صفتین باطل ہوتی ہین۔
واضح ہو کہ جب پادری صاحب حتی الوسع اپنے انوکھے طریقہ نجات کے ثبوت مین خوب زور لگا چکے اور اپنے
گمان مین عقلی طور سے اوسی موافق عدالت ٹھہرا چکے تو شاید اونھین یہ خیال آیا کہ یہ وہی پورانی تقریر
ہے جو نئے انشا پردازی کے لباس مین ہمنے اوسے ظاہر کیا ہے پھر اسکی دھجیان تو اہل اسلام خوب اڑا
چکے ہین اب اگر کوئی منصف مزاج دیکھیگا تو کیا کہیگا اسلیے صفحہ ۱۸۰ مین فرماتے ہین۔ مین برای مزید احتیاط
پھر عرض کرتا ہون کہ ابہی یہ گفتگو نہین ہی کہ آیا وہ سبیل نجات جو کتاب مقدس مین مذکور ہے اور خلاصہ
اوسکا اوپر ذکر کیا گیا درست ہے یا نادرست مگر جس کتاب کو قرآن وحدیث خدای برحق کا کلام بتاتے ہین
اوسمین صاف صاف کہا ہی کہ صرف یہی راہ نجات کی ہے انتہے مختصراً۔
اب مین بہی برای مزید احتیاط پھر عرض کرتا ہون کہ مینے جو اس قدر دوسری کرکے یہ بات نہایت واضح طور

پر ثابت کردی کہ توریت و انجیل اور صحف انبیا مین وہی طریقہ نجات بیان ہوا ہی جو قرآن و حدیث مین ہے اور وہ اونکی نجات جسے پادری صاحب قائل رہے ہین عقلاً اور نقلاً باطل ہے اسکی وجہ فقط یہی کہ پادری صاحب اور اونکے ہم مشرب اپنی غلط فہمی پر متنبہ ہون ورنہ ہمین اس قدر کہنا کافی تھا کہ وہ کتاب خدا یعنی قرآن مجید جو تمام کتب انبیا کے مطالب اصلیہ پر مشتمل ہوکر حافظ و نگہبان قرار پائی ہی وہ آپ اونکے طریقہ نجات کو غلط بتاتی ہی اور بزبان حال کہہ رہی ہی کہ توریت و انجیل مین ہرگز یہ طریقہ نجات نہین ہے

اختلاف چہارم

اس اختلاف کے بیان مین پادری صاحب نے بہت طولانی تقریر کی ہے مگر حاصل اوسکا اسقدر ہے کہ شریعت دو قسم ہے اخلاقی اور رسمی اور شریعت اخلاقی افضل ہے شریعت رسمی سے - جو اعمال بذاتہ نیک ہین یا بد وہ شریعت اخلاقی کہلاتے ہین اور جو افعال بذاتہ نیک ہین نہ بد بلکہ محض خدا کے حکم سے وہ حلال یا حرام ہوگئے ہین اوسے شریعت رسمی کہتے ہین - شریعت رسمی خدا کی پاک ذات کا عکس نہین اور نہ انسان کی کاملیت کا نشان بلکہ ابتدا مین حضرت موسی کو یہ شریعت اسلیے عنایت ہوئی کہ اوس وقت کے لوگ شریعت اخلاقی کے متحمل نہ تھے بعد ازان جب اہل زمانہ اس قابل ہوے تو حضرت مسیح نے وہ شریعت بیان فرمائی اور اب شریعت رسمی کی حاجت نہ رہی - مگر قرآن و حدیث اوسکے برعکس پھر شریعت رسمی کی تعلیم کرتے ہین اور تمام بندوبست الٰہی کو اولٹے دیتے ہین دیکھو صفحہ ۱۰-۳۱ -

جواب

ماہرین صحف سابقہ بخوبی جان سکتے ہین کہ پادری صاحب کی تمام تقریر محض خیالی ہی شاید کتب عہد عتیق و جدید کو سرسری طور پر دیکھکر یا محض سنکر نافہمی سے ایسا خیال اونھون نے اپنے دماغ مین نکالا ہی اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ قرآن مجید توریت و انجیل کا مصدق ہی آپ کے خیالات کا عبث آپ نے اس قدر طول تقریر کی ہے ہمنے مانا کہ یہ خیالات آپ نے کتب مقدسہ سے مستنبط کیے ہین مگر کیا آپ نہین جانتے کہ استنباط بھی انسان کا ایک خیال ہی جسمین غلطی بھی ہوا کرتی ہی پھر ایسے محتمل اور مشکوک

بات سے کوئی یقینی امر ثابت ہو سکتا ہے ذرا آپ ہی انصاف کیجیے اور یہان تو آپ کا خیال یقیناً غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح نے نہ رسمی شریعت کو بالکل موقوف کیا نہ کوئی شریعت اخلاقی ایسی بیان فرمائی جو پہلے نہ تھی اور نہ قرآن و حدیث کتب سابقہ کے مخالف کوئی رسمی شریعت تعلیم کرتے ہین البتہ تکمیل کرتے ہین ان تینون باتون کا ثبوت آئینہ اسلام مین بخوبی دیا گیا ہی یہان مختصر طور سے ذکر کیا جاتا ہی پہلے دعوے کے ثبوت مین یہین اس قدر کہنا کافی ہی کہ حضرت مسیح اگلی شریعت پر خود عمل کرتے تھے چنانچہ شاگردون کے ہمراہ عید فسح کی تھی جسکا ذکر مرقس کے باب ۱۴ ورس ۱۲ سے ۱۰ تک آیا ہے اور پھر اپنے معتقدون کو اوسپر عمل کرنیکو بھی کہا ہے چنانچہ متی کے باب ۲۳ ورس ۲ و ۳ مین ہے ”فقیہ اور فروسی موسی کی گدی پر ہین اسلیے جو کچھ وے تمھین ماننے کو کہین مانو اور عمل مین لاؤ“ دیکھیے یہان صاف صاف تمام شریعت موسوی کی بجا آوری کی ہدایت ہی اور اسی طرح مسیح نے جب ایک کوڑھی چنگا کیا تو اوس سے کہا ”جاکے اپنے تئین کاہن کو دکھا اور جو نذر موسی نے مقرر کی گذران“ (دیکھو متی ۸ و لوقا ۱۴ / ۵)

اب ناظرین ملاحظہ کرین کہ جب حضرت مسیح نے خود رسمی شریعت پر عمل کیا اور دوسرون کو اوسکی ہدایت کی تو پادری صاحب کا اوسے بیکار بتانا کیسا غلط ہو گیا اور معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث مخالف انجیل کے نہین ہین البتہ پادری صاحب کے خیال باطل کے مخالف ہین—

رہا دوسرا دعوی یعنی حضرت مسیح نے اخلاقی شریعت ایسی نہین بیان فرمائی جو پہلے صحیفون مین نہو سکا ثبوت اظہر من الشمس ہی جسکا جی چاہے انجیل کو صحف سابقہ سے ملا کر دیکھ لے چند احکام کا حال یہان بھی معلوم ہو جائیگا اب مین تیسرے دعوی کی تحقیق کے لیے شریعت اخلاقی اور رسمی کو کسیقدر بیان کرنا چاہتا ہون پادری صاحب نے تو ان دونون مین یہ فرق بیان کیا ہے کہ جو اعمال بذاتہ نیک ہین یا بد اونکا حکم کرنا یا منع کرنا شریعت اخلاقی ہے (دیکھو صفحہ ۱۹ و ۲۰) اور جو احکام از خود نیک و بد نہین ہین بلکہ محض حکم الٰہی کی وجہ سے اونکی حلت اور حرمت معین ہوتی ہی (صفحہ ۱۴ سطر ۱۰-۱۲) اور اسی صفحہ کی سطر ۲ و ۳ مین یہ بھی کہتے ہین کہ بعض اعمال بذاتہ نیک ہین جیسے خدا تعالے ممدوح ہے اور بعضے از خود بد ہین جیسے وہ منزہ ہے الخ اور صفحہ ۲۲ و سطر ۱۳ و ۱۴ مین شریعت اخلاقی کی تمثیل مین یہ بیان کیا ہے کہ محتاجون بیواؤن یتیمون بیکسان

وغیرہ کی مدد کرنا ہے میں کہتا ہوں کہ اہل علم اسکو خوب جان سکتے ہیں کہ پادری صاحب کا بیا
محض ناقص بلکہ باہم متعارض ہے اس سے کوئی امر تشفی بخش نہیں معلوم ہوتا کیونکہ شریعت اخلاقی اون افعال
قرار دینا ہو جو بذاتہ نیک ہیں یا بد اسکے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو افعال بنظر خاص اپنی ذات کے عمدہ
ہیں یا برے ہیں وہ شریعت اخلاقی میں داخل ہو سکتے ہیں اس بنا پر شریعت اخلاقی کی وہ مثالیں
غلط ہو جاوینگی جو اوپر نقل کی گئیں کیونکہ محتاجوں وغیرہ کی مدد کرنا بیشک نہایت عمدہ فعل ہے مگر اسکی
عمدگی بنظر اوس فعل کے ذات کے نہیں ہے کیونکہ وہ فعل تو یہ ہے کہ اپنی مشقت اور جانفشانی کی
کمائی کو مفت دیدینا یا اپنے ہاتھ پیروں کو تکلیف دینا ہے اسمیں کسیطرح کی خوبی نہیں ہے دیکھو اگر
کوئی شخص اپنی کمائی کسی ظالم کو دیدے یا برے کام میں صرف کرے تو اوسے کوئی عمدہ نہیں کہہ سکتا
حالانکہ وہ فعل یعنی مال کا دیدینا دونوں جگہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اوس فعل کی ذات میں بھلائی
اور برائی کچھ نہیں ہے ہاں دوسری جہت سے اوسمیں بھلائی یا برائی آجاتی ہے یعنی جس وقت مد
کرنے سے ایک مخلوق خدا قابل رحم کی حاجت برآتی ہے اور فائدہ پہونچتا ہے اوس وقت وہ فعل عمدہ
اور نیک کہلاتا ہے اور جب اوس سے ظلم کی اعانت ہوتی ہے اور خلقت کو مضرت پہونچتی تو وہی فعل
کہلاتا ہے اسی طرح قتل کا حال ہے جسکو پادری صاحب نے صفحہ ۲۳ میں بذاتہ اعمال بد میں داخل کیا ہے
کیونکہ اس فعل کی بھی دو حالتیں ہیں ایک تو یہ کہ کوئی ناحق کسیکو مار ڈالے دوسرے یہ کہ قصاص میں
مارے پہلا قتل برا ہے اور دوسرا عمدہ ہے حالانکہ قتل میں دونوں برابر ہیں ـ حاصل یہ کہ یا تو جن
افعال کو پادری صاحب شریعت اخلاقی میں داخل سمجھتے ہیں وہ اونکے بیان سے شریعت اخلاقی
میں داخل نہیں ہو سکتے یا وہ بیان اونکا غلط ہے ـ دوسرے معنی یہ کہ اون افعال میں بھلائی یا برائی
پائی جاے خواہ اونکی خاص ذات میں یہ امر ہو یا کسی وجہ سے آگیا ہو اس تقدیر پر کوئی رسمی شریعت
نہیں ہو سکتی کل احکام الہی اخلاقی شریعت ہیں کیونکہ وہ حکیم مطلق جس فعل کے کرنیکا حکم کریگا ضرور
کہ اوسمیں کسی طرح کی خوبی ہوگی اور جس سے منع کریگا بالضرور اوسمیں کچھ نہ کچھ برائی ہوگی ـ
اور صفحہ ۲۱ میں نیک اعمال اونہیں قرار دیا ہے جنھے خدا تعالے محبوب ہے بذاتہ افعال اونہیں ٹھہرایا ہے

جسے وہ منزہ ہو اس سے لازم آتا ہے کہ غرور اور تکبر اور مارنا انسان کے لیے عمدہ فعل ہوں کیونکہ
ودس خداوند کبریا کی ذات ان صفات سے معمور ہے زندہ کرنا اور مارنا اوسیکا فعل ہے تکبر اور غرور اوسکو
زیبا ہے اسی طرح عجز و انکسار کو برا ہونا چاہیے کیونکہ وہ قادر توانا اس سے منزہ ہے اسکا حاصل یہ ہوا کہ
بعض وہ افعال جو انسان کے لیے برے ہین پادری صاحب کے بیان سے عمدہ ٹھہرینگے اور بعض عمدہ افعال
بری ہو جاینگے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ شریعت اخلاقی کا بیان جو پادری صاحب نے کیا ہے
کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اب شریعت رسمی کا حال سنیے وہ بھی غلط ہے کیونکہ بموجب اونکی تحریر کے
جب شریعت رسمی وہ افعال ٹھہرے جو ازخود نیک و بد نہون بلکہ محض حکم الٰہی کی وجہ سے حلال یا حرام ہوگئے
ہون تو اوسپر وہی اعتراض ہوگا جو خود اونھون نے صفحہ ۴۴ کی سطر ۱۷ سے ۲۰ تک لکھا ہے یعنی اونکو خواہ مخواہ
نیک و بد قرار دیکر بے وجہ آدمیون کو تنگ کرنا ٹھہرا صفحہ ۴۴ مین پادری صاحب نے احکام رسمی کے
مقرر ہونے کی وجہ بیان کرنا چاہی تھی مگر نہین ہو سکی صرف ایک مثال پر کفایت کی ہے لکھتے ہین کہ
"دیکھیے کہ دال بھات یا روٹی وغیرہ آدمی کی خوراک ہے اور وہ ازخود اچھی ہے مگر جب حکیم کسی مریض کو
اسکا کھانا منع کرتا ہے تو اس باعث سے نہین کہ وہ بذاتہ بری ہے بلکہ کسی خاص مصلحت کے اور جب وہ غرض
پوری ہو جاتی ہے تو پھر اجازت دیتا ہے" یہ بیان بھی کئی وجہ سے مخدوش ہے اوّل یہ کہ رسمی احکام تو
نہین قرار دیا ہے جو ازخود نیک ہین نہ بد اور دال بھات وغیرہ دیا اور اونکا کھانا پادری صاحب کے نزدیک
خود اچھا ہے پھر دال بھات شریعت رسمی کی مثال کیونکر ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ شریعت سابقہ
کی کل حرام چیزین مثل دال بھات کے تھین اسپر کیا دلیل ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ بعض چیزین
مثل دال بھات کے تھین اور بعض مثل زہر کے جو دال بھات کے مانند تھین وہ بعد کو
شریعت عیسوی یا شریعت محمدی مین حلال ہوگئین مثلاً اونٹ وغیرہ کا گوشت
جو زہر کے مانند تھین وہ حرام رہین جیسے سور کا گوشت وغیرہ۔
تیسرے یہ کہ اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ رسمی احکام وہ نہین ہین جو محض حکم الٰہی کے باعث حلال
حرام ہوگئے ہین بلکہ قطع نظر حکم کے بنفسہ اونکی ضرورت تھی کیونکہ مریض کو بعض چیزون سے پرہیز کرنا

سور ہی ہوتا ہو اور اون اشیا کا استعمال نفسہ اوسے مضر ہوتا ہے کچھہ حکیم کے کہنے پر موقوف نہین ہے
البتہ اکثر اوقات اوسکی مضرت کا مریض کو علم نہین ہوتا واقعی اور یہی بات بہی یہی ہو جو اس مثل سے
سمجھی جاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ مثال تو ہمارے مفید مدعا ہو نہ پادری صاحب کے کیونکہ کہانے کی
چیزون کی مختلف حالتین ہین کسی مریض کو تو صحت کے بعد مطلق اجازت دیجاتی ہو کسیکو قطعاً کہ
جاتا ہے کہ تم فلان شے نکہانا بعض وقت حکیم کسی اشیا کے استعمال کا حکم دیتا ہو اور بعض وقت کیسکا
کوئی نہین کہہ سکتا کہ طبیب نے جن اشیا کے استعمال کا پہلے حکم دیا تھا اونکا استعمال پھر کبھی نکرا سکے
گو کیسی ہی ضرورت کیون نہو یا جن چیزون کو منع کیا تھا اونھین پھر منع نکر سکے یا اونکی جگہ دوسر
اشیا کا استعمال یا پرہیز نہ بتا سکے بلکہ ہر عاقل یہی کہیگا کہ مریض کے حال کے مطابق ہر طرح کا تغیر
ہو سکتا ہو اسمین کوئی شک نہین ہو کہ جس طرح ایک مریض کا حال متغیر ہوتا ہے اور حسب حالت
اوسکے دوا وغذا دیجاتی ہے اسی طرح مزاج عالم کے تغیر کا حال ہو وہ حکیم مطلق اوسکے حسب حال
احکام فرماتا ہے جنکی وجہ سے امراض روحانی سے انسان نجات پاتا ہو اسی وجہ سے شریعت موسوی
کے بعض احکام شریعت عیسوی مین متغیر ہوے اور بعض شریعت محمدی مین اور بعض کو شریعت
عیسوی نے بدلا تھا مگر شریعت محمدیہ نے پھر بحال کیا جیسا کہ ختنے اور سور کی حرمت ہے کہ توریت
مین جس طرح ان دونون چیزون کو حرام بتایا تھا قرآن شریف مین بھی اونھین حرام بتایا گیا —
الحاصل پادری صاحب نے جسقدر بیان شریعت اخلاقی اور رسمی مین کیا ہے وہ اول سے آ
تک غلط اور باہم متعارض ہو مین کہان تک بیان کرون جب وہ شریعت اخلاقی اور رسمی کے
معنی ہی نہین بیان کر سکتے اور اوسکے مطلب ہی کو نہین سمجھے پھر اونکا اعتراض بجز نافہمی کے او
کیا ہو سکتا ہے جس بنیاد پر وہ اعتراض کرنا چاہتے ہین وہی درہم وبرہم ہے۔ اس بات
پر تو تمام عقلا کا اتفاق ہو کہ اوس حکیم مطلق علام الغیوب اور کریم و رحیم کے احکام مصلحت او
خوبی سے خالی نہین ہو سکتے جس شے کا وہ حکم کریگا بلاشک اوسکی بجا آوری مین بندے کے لیے
نفع ہے اور جس امر سے وہ منع کریگا بالضرور اوسمین کچھہ نہ کچھہ نقصان ہے البتہ احکام الٰہی دو طرح

کے ہوتے ہین ایک وہ جنکا نفع وضرر عقل سے معلوم ہوجاتا ہی دوسرے وہ جنکا نفع ونقصان معلوم نہین ہوتا پہلی قسم کا نام احکام عقلی اور دوسری قسم کا نام احکام تعبدی ہی کتب اہل اسلام مین ان دونون قسمون کی مثالین بعض مقام پر ایسی دی ہین جسکی وجہ سے علما مسیحیہ پہلی قسم کو شریعت اخلاقی سمجھے اور دوسری کو رسمی اول تو اونسے یہی غلطی ہوئی کیونکہ احکام تعبدی اور عیسائیون کی مصطلحہ شریعت رسمی ہرگز ایک نہین ہوسکتی ورنہ تثلیث پرستی کو شریعت رسمی کہنا پڑیگا دوسرے یہ کہ بعض نافہم عیسائیون نے کچھ اوسپر اور بھی اضافہ کیا اور غلطی مین اور غلطی بڑھائی مثلاً ہر ایک شے کی حلت وحرمت کو رسمی شریعت مین داخل کر دیا اور اصلی مدعا کو نہ سمجھا علمائے اہل اسلام نے اس امر مین بھی گفتگو کی ہی کہ احکام معقولی اور تعبدی مین سے کون احکام افضل واعلی ہین اور کون ادنی ہین اکثر کی رائے یہ قرار پائی ہی کہ احکام تعبدی سے احکام معقولی افضل ہین مگر اسکی یہ وجہ نہین ہی کہ احکام تعبدی مین بذاتہٖ کوئی خوبی نہین ہی جیسا کہ پادری صاحب شریعت رسمی مین بیان کرتے ہین - ہمارے نزدیک جتنے احکام الٰہی ہین خواہ عقلی ہون یا تعبدی سب مین کسی طرحکی خوبی ضرور ہی یہ بات جدی ہی کہ اوسکی خوبی ہمین معلوم نہو - جسوقت حکیم نسخہ تجویز کرتا ہی تو ہوشیار مریض بہت سی دواؤن کے نفع ونقصان کو جان لیتا ہے اور بعض کو نہین جانتا مگر اوسکے نجاننے سے یہ نہین ہوسکتا کہ اوس دوا مین فی نفسہ کوئی نفع ونقصان نہو یہ دو قسمین احکام الٰہی کی جو بیان کی گئین ان مین سے ہر ایک کی دو دو قسمین ہوسکتی ہین یعنی احکام معقولی مین بعض ایسے ہون جنکا نفع ونقصان دائمی ہو اور بعض ایسے ہون جنکا دائمی نہو بلکہ ایک وقت مین ہو دوسرے وقت مین نہو اور اسیطرح احکام تعبدی کی دو قسمین ہوسکتی ہین مگر ظاہر ہے کہ جب خود نفع ونقصان کا معلوم کرنا بعض وقت بہت دشوار ہوتا ہی تو اس امر کا دریافت ہونا کہ اسکا نفع یا ضرر دائمی ہی یا غیر دائمی نہایت دشوار ہوگا - جن احکام کا نفع وضرر فی نفسہ دائمی نہین ہے اونہین احکام مین ہمارے نزدیک نسخ ہوتا ہے -

توریت کے بہت سے قیودات اسی قبیل کے تھے جنکو شریعت عیسوی اور محمدی نے اوٹھا دیا یعنی یہ بات ظاہر کردی کہ اون احکام کا نفع وضرر دائمی نہ تھا اب جبتک پادری صاحب ثابت نکردینا

کہ قرآن وحدیث مین وہ احکام تعلیم کیے گئے جو نقص سے خالی ہین اوس وقت تک یہ کہنا کہ
قرآن وحدیث بندوبست الہی کو اوسکے دیتے ہین سراسر اونکی اوچھی سمجھ کا ثمرہ ہی مگر مین نہایت
سچائی اور مدلل احکام سے کہتا ہون کہ اسکا ثبوت غیر ممکن ہی پادری صاحب نے نیاز نامہ مین چند احکام
کو بھی قرار دیکر ناکارہ بتایا ہے آئینۂ اسلام مین اوسکا جواب دیا گیا اور اسمین بھی اپنے موقع پر دیا
اس قدر تحریر سے اہل انصاف پر ظاہر ہوگیا کہ پادری صاحب کا اعتراض بالکل بے بنیاد ہی بجز
نافہمی اور دھوکا دہی کے اور کوئی منشا اسکا نہین ہی۔ اب مین چاہتا ہون کہ تعلیم قرآن وحدیث
کا کتب سابقہ سے مقابلہ کرکے طالبان حق پر ظاہر کردون کہ شریعت محمدیہ بندوبست الہی کے بالکل مطابق
اور اوسکی مکمل ہی اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث بندوبست الہی کو اوسکے دیتے ہین محض غلط

تعلیم اول خدا تعالے خالق عالم کو ماننا اس تعلیم مین تمام کتب آسمانی متفق ہین علاوہ اسکے یہ امر
کچھ ایسا فطرتی ہے کہ ہر ایک انسان انصاف کی نظر سے اپنے دل مین اسکی تصدیق پاتا ہی مگر
قابل اعتبار ہی جو اوسکی عظمت وشان کے موافق ہو یعنی جتنی اوسکی صفتین ہین اونکو بھی علی وجہ الکمال
مانتا ہو اور اگر ماننا صرف زبانی ہی اور دل مین ایسے عقیدے بھی رکھتا ہی جو اوسکی شان کے مخالف
ہین تو وہ ایمان کسی شمار مین نہین ہوسکتا مثلاً خدا تعالی کی اعلے صفات مین سے یکتائی بھی ہے
یعنی وہ ذات ایسی ہی کہ اوسکا کوئی نظیر نہین ہوسکتا اب اگر کوئی خدا کو یکتا نجانے یا صرف زبان سے
یکتا کہے اور عقیدہ ایسا رکھے جو اوسکے مخالف ہو مثلاً عیسائیون کی طرح تثلیث کو مانے اور حضرت
مسیح اور روح القدس کو خدا کے مانند جانے وہ ہرگز خدا کو نہین مانتا کیونکہ جسے وہ مان رہا ہی وہ یکتا
وبےنظیر نہین ہی اور خدا کی ذات یکتا وبےنظیر ہے پس جسے وہ مانتا ہے وہ خدا کی ذات نہین ہی اسوجہ
سے ہم کہہ سکتے ہین کہ عیسائی حقیقی خدا پر ایمان نہین لائے کیونکہ تثلیث پر اونکا ایمان ہی ایک چھوڑ
دو دو کو خدا کا مانند جانتے ہین اس سے خدا کی یکتائی باطل ہوتی ہی اسی طرح اوسکی صفات
مین سے غفاری اور غیوری اور قدوسی وغیرہ ہی ان صفات کا بھی عیسائی صرف زبانی اقرار کرتے
ہین اختلاف رسوم مین جو کفارہ کا عقیدہ بیان ہوا ہی وہ بالکل ان صفات کے مخالف ہی

ظاہر ہو کہ جب خدا تعالی نے بغیر سزا یا کفارے کے گناہگار کو چھوڑا تو وہ کسی طرح غفار نہیں ہو سکتا اور جب
وہ دنیا مین آکر اپنے عاجز بندون کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہوا تو وہ کسی طرح خدا نہین ہو سکتا اور جب
اوسنے تمام لوازمات انسانی اختیار کیے تو قادریت اوسکی باطل ہو گئی۔ الغرض عیسائیون کے عقیدے
سے خدائے وحدہ لاشریک کی صرف توحید ہی باطل نہین ہوتی بلکہ بہت سے صفات ملیامیٹ ہوجاتے
ہین افسوس صد افسوس کہ پھر بھی عیسائی اپنے تئین ایماندار سمجھتے ہین مگر عقل و انصاف یہی کہتا ہے
کہ ویسا ایمان کسی شمار مین نہین ہو سکتا کیونکہ جس ذات مین صفات مذکورہ نہین ہین وہ خدا ہی
نہین ہی پھر اوسکو ماننا خدا کا ماننا نہین ہی اسیواسطے خدا تعالے نے اپنے کلام پاک مین حضرت
سرور عالم کی زبانی اہل کتاب کی نسبت صاف فرمادیا ہی کہ وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان
نہین رکھتے چنانچہ سورہ توبہ کی آیۃ ۲۹ مین ہی کہ لڑو اون لوگون سے جو ایمان نہین رکھتے اللہ پر اور
قیامت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہین جو اللہ و رسول نے حرام کیا ہے اور نہ قبول کرتے ہین سچے
دین کو یعنی وہ لوگ جنھین کتاب دی گئی ہے۔"

اور سورہ بقرہ کی آیۃ ۶۲ مین ایمان لانے کی ترغیب اس طرح دی گئی ہی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ الخ بیشک جو ظاہر می مسلمان ہین اور یہودی اور
نصاری اور صابئین (انمین سے) جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور نیک کام
کرے اونکے لیے بدلہ ہے اونکے پروردگار کے پاس اور نہ اونکو کچھ خوف ہی اور نہ وہ غم کھاوینگے۔
پہلی آیت مین تو اہل کتاب سے صاف صاف ایمان کی نفی کی گئی تھی اس آیت مین ضمناً نفی ہے
کیونکہ جب اونکو ایمان لانیکا حکم ہوا تو اونکا پہلا ایمان کالعدم شمار کیا گیا اور چارون فرقون کو اللہ پر اور
قیامت کے دن پر ایمان لانیکا حکم ہوا اور یہ بشارت دی گئی کہ جو کوئی سچے طور پر ایمان لائے اور نیک
کام کرے اوسکی نجات ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ چارون فرقے اللہ کو اور قیامت کے دن
کو جیسا کہ وہ ہی نہین مانتے منافقین اگر اللہ کو اور قیامت کے دن کو مانتے تو بخوف جزا و سزا
نفاق نکرتے۔ یہود کو جابجا عہد جدید مین بھی بے ایمان کہا ہے۔ غرضکہ یہود کا ایمان بھی قابل اعتبار

نہین قیامت کا ذکر توریت مین بالکل نہ وارد ہے اسی وجہ سے بعض فرقے یہود کے قیامت کے
منکر ہین اور دوسرے صحیفون مین قیامت کا کچھ ذکر ہے مگر بہت مجمل طور پر اس وجہ سے کوئی
قیامت پر پورا پورا ایمان جیسا کہ چاہیے نہین رکھتا اور عیسائی تو نہ خدا کو مانتے ہین اور نہ قیا
خدا کے نہ ماننے کا ذکر تو اوپر کیا گیا اور قیامت کا نہ ماننا بھی اس وجہ سے ہے کہ جس طور پر او
وقوع ہوگا اوسطور پر نہین مانتے اسوجہ کہ جسقدر کہ مانتے ہین وہ مثل نہ ماننے کے ہے پہر صابی یہ لوگ تو ستارہ پرست
انکا نہ ماننا ظاہر ہے الحاصل کسی فرقے کے یہ دونون عقیدے ٹھیک نہین ہین اور اسکی بڑی وجہ
اونکی غلط فہمی ہے مگر کسی قدر اونکی کتابون مین بھی بیان قاصر ہے جسکی وجہ سے وہ ایسے امر اہم مین
مغالطے مین پڑ گئے - علاوہ اسکے جب عیسائیون کے نزدیک تثلیث وکفارہ کا عقیدہ خود او
کتاب سے صاف صاف ثابت ہے تو بموجب اونکے اقرار کے اونکی کتاب ناقص اور مورد اعتر
قرآن ہی خدا کی وہ سچی کتاب ہے جسنے ہمکو اس مغالطے سے نکالا اور اپنا سیدہا راستہ بتایا اسمین شک
نہین کہ قرآن مجید مین جس صفائی اور عمدگی اور تفصیل سے خداوند تعالے کی ذات اور جمیع صفات
بیان ہے کسی اور کتاب مین نہین پایا جاتا اور یہی حال قیامت کا ہے کہ جابجا کس کس دردناک طور سے
اوسکا ذکر کے اپنے بندونکو متنبہ کیا ہے اور کس کس عمدگی سے اوسکی حالت کی تفصیل کی ہے جس سے
بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ بیشک یہ خدا کی کامل کتاب ہے جسنے خدا کی اگلی کتابون کو پورا کردیا اسیوجہ سے
قرآن ہی کے ماننے والے یعنی مسلمان خدا کے اور قیامت کے سچے ماننے والے ہوسکتے ہین اسی
گروہ نے خدا کو اوس عظمت اور شان کے ساتھ مانا ہے جیسا کہ چاہیے اور قیامت کو اوس حالت کے
ساتھ تسلیم کیا ہے جو واقع مین ہے اسیواسطے قرآن مجید اور احادیث مین یہ صفت خاص مسلمانون
کی قرار دی ہے (دیکھو آیت ۲۳۲ سورۂ بقرہ اور آیت ۱۵ و ۱۶ و ۱۴۴ سورۂ توبہ وصحیح مسلم کی کتاب
الایمان وغیرہ) یہان سے اون صاحبونکی خوش فہمی قابل ملاحظہ ہے جو آیت مذکور سے یہود ونصار
کی نجات ثابت کرتے ہین حالانکہ اس آیت مین تو اونکا ایمان ہی کالعدم شمار کیا گیا ہے اور اونکو
ایمان لانے کا حکم ہوا ہے -

…ليم دوم و سوم خدا سے محبت رکھنا اور کثرت سے اوسکی یاد کرنا یہ دونون باتین باہم …ے دوسرے کو لازم ہین کثرت سے یاد اوسی شی کی ہوتی ہی جسکی محبت دل مین سما جاتی ہی - اور …وہ یاد کرنا جس طرح محبت دلی پر شہادت دیتا ہے اسی طرح محبت دلی کو بڑھاتا بھی ہی تجربہ اسپر …ہے - ان دونون باتون کی تعلیم قرآن وحدیث مین اس تفصیل اور تاکید و عمدگی سے ہی جس …ت ہوتا ہی کہ گویا یہ مقدس کتاب خاص اسی کی تعلیم کے لیے نازل ہوئی ہے -

…یت مین بھی خدا سے محبت رکھنے کا حکم ہے مگر اوسمین اون باتون کا نشان بھی نہین ملتا جو قرآن …یث مین ہین اور انجیل مین بعینہ توریت کا مقولہ نقل کر دیا ہے کسیطرحکی تکمیل نہین کی ناظرین بالمقابلہ ملاحظہ کرین

قرآن مجید وحدیث

…تمھارے باپ دادے اور تمھاری اولاد او… …ئی بند اور تمھاری جوروین اور تمام برادری …تمھاری کمائی اور سوداگری جسکے نقصان سے …تے ہو اور مکانات جنھین پسند کرتے ہو تمکو …وہ محبوب ہین اللہ سے اور اوسکے رسول سے …اوسکی راہ مین سعی کرنے سے تو منتظر رہو کہ …پنا عذاب لاوے (توبہ آیت ۲۴) تین …ن جسمین پائی جاوین اوسنے ایمان کا مزہ …یا (۱) اللہ اور اوسکا رسول زیادہ محبوب ہون …ے کل چیزون سے (۲) جس کسیکو دوست …وے اللہ کے واسطے رکھے (۳) کفر مین لوٹ …ے کو ایسا ناپسند کرے جیسا آگ مین ڈالے …ے کو ناپسند کرتا ہے (بخاری ومسلم) پھر حصول

عہد عتیق وجدید

تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ (استثنا ۶/۵) ای خداوند کے سارے مقدس لوگو اوس سے محبت رکھو (زبور ۳۱/۲۳) یسوع نے اوس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہی اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر - پہلا اور بڑا حکم یہی ہی (متی ۲۲/۳۷ و ۳۸) (لوقا[۱] کے بیان سے صاف ظاہر ہی کہ یہ حکم خود حضرت مسیح نے بیان نہین کیا بلکہ ایک یہودی شریعت کے ماہر نے بیان کیا چنانچہ لوقا کے باب ۱۰ ورس ۲۵ مین ہی کہ اور دیکھو ایک شریعت سکھلانے والا اوٹھا اور یہ کہکے اوسکی آزمایش

۱ اس سے مقصود یہ ہی کہ متی اور لوقا کے بیان مین تخالف ہے

قران مجید وحدیث

محبت کے لیے دعا تعلیم ہوئی ہی اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ
حُبَّکَ الخ اے اللہ مین تیری محبت اور جو تجھے
دوست رکھے اوسکی محبت اور جو کام مجھے تیری محبت
تک پہونچا دے تجھے چاہتا ہون — اے اللہ تو
اپنی محبت مجھے اپنی جان سے اور اپنے گھر کے
لوگون سے زیادہ عزیز کردے اور پیاسے کو ٹھنڈے
پانی کی چاہ سے زیادہ تو اپنی محبت کی چاہ دیدے
یعنی پیاسے کو جسقدر ٹھنڈا پانی محبوب ہوتا ہے
اوس سے زیادہ تیری محبت مجھے محبوب ہوجاے (ترمذی وغیرہ)

عہد عتیق وجدید

کی کہ اے اوستاد مین کیا کرون کہ ہمیشہ
زندگی کا وارث ہوؤن (۲۶) اوسنے اوس
کہا کہ شریعت مین کیا لکھا ہے تو کس طرح
ہی (۲۷) اوسنے جواب مین کہا تو خداوند
تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری
اور اپنے سارے زور اور اپنی ساری سمجھ
پیار کر اور جیسا آپکو ویسا ہی اپنے پڑوسی

اس آیت و حدیث مین جس تفصیل و تاکید سے خدا کی محبت رکھنے کا بیان ہوا ہی انجیل مین ہرگز نہ
آیت مین اون تمام چیزون کا ذکر کرکے جنسے انسان کو زیادہ تعلق اور محبت ہوا کرتی ہی ظاہر کر
کہ ان سب سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت ہونا چاہیے —
حدیث مین اس تفصیل کو صرف ایک لفظ مما سواہ مین ختم کردیا جیسا کہ قسطلانی اسی لفظ کی
مین لکھتے ہین مما سواہ ای من نفس و ولد و والد و اہل و مال و کل شیٔ یعنے ایمان کا مزہ اوس
پایا جسنے اپنے جان اور اولاد اور باپ دادے اور اہل و عیال اور مال اور کل شے سے اللہ
رسول کو زیادہ دوست رکھا — اس حدیث کا دوسرا امر بھی محبت خدا کے کمال کو بتاتا ہے
کیونکہ اوسکا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان سے محبت ہونا چاہیے مگر اللہ ہی کے واسطے یہ بات

لہ پوری دعا اس طرح ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اَللّٰھُمَّ
اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاۤءِ الْبَارِدِ اِلَی الْعَطْشَانِ ۱۲
عہ اس مضمون اور پیاری دعا مین غور کرنا چاہیے کہ کس عمدگی سے ایک وجدانی حالت کی تمثیل دیکر خدا کی محبت
انداز و بیان کیا ہے اسمین شک نہین کہ یہ وہ انداز محبت ہے جسکی مثل نہین ہو سکتی انجیل مین کسی مقام پر ایسی محبت کا نشان نہین

سکتی ہی کہ محبت الٰہی مین کمال ہو جاے اور بجز اوسکی محبت کے کوئی خیال دل مین نرہے یہ امر بھی لحاظ
کرنا ضرور ہے کہ قرآن مجید مین صرف محبت الٰہی کے حکم پر اکتفا نہین کی بلکہ سچی اور جھوٹی محبت مین تمیز
کرنے کے لیے امتحان کا طریقہ بھی بتایا ہی چنانچہ اپنے کلام مقدس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي کہدے (اے محمد) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری
تابعداری کرو۔ ہر عاقل اس بات کو تسلیم کریگا کہ سچی محبت کی عمدہ نشانی یہ ہے کہ محبوب کا حکم جو
پہونچاے اوسے بسر وچشم قبول کرکے نہایت دل سے اوسکی تعمیل مین سعی کرے اور اگر کوئی شخص
محبت کا دعوی کرکے محبوب کے پیغام رسان کی بات نہ سنے وہ اپنے دعوی مین محض جھوٹا ہے
ہرگز اوسے محبت نہین ہی۔

ٹھاکر داس صاحب اس آیت سے جو یہ سمجھتے ہین کہ انہین خدا سے محبت رکھنا انقیادی امر سے
مقید کیا ہی یہ محض اونکی غلط فہمی ہی اس آیت مین محبت الٰہی کی صرف کسوٹی بیان کی گئی ہی
جسکے بغیر محبت کا حکم مفید نہین ہو سکتا۔ الحاصل کئی طور پر قرآن وحدیث کو کتب سابقہ پر اس
تعلیم مین ترجیح ہی اول تو کتب سابقہ مین یہ تفصیل نہین ہی جو قرآن وحدیث مین ہی۔ دوسرے توریت
وغیرہ مین یہ تہدید نہین ہی جس سے نہایت مرتبہ کی تاکید اس حکم مین سمجھی جاتی ہی اسکی مثال
ایسی ہی کہ ایک حاکم تو کسی کام کا صرف حکم کرے اور دوسرا حاکم یہ بھی کہدے کہ اگر تم اس کام کو نکروگے
تو تمھارا مال واسباب ضبط کرکے تمھین دائم الحبس کر دیا جائیگا۔ ان دونون حکمون مین فرق ہے
ویسی قدر قرآن مجید اور کتب سابقہ مین سمجھنا چاہیے تیسرے یہ کہ قرآن مجید مین کہا گیا کہ رسول خدا
سے بھی وہ محبت ہو کہ دوسرے سے نہو اور اسی طرح راہ خدا مین سعی کرنا بھی اوسے زیادہ محبوب ہو اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ خدا سے نہایت اعلے مرتبہ کی محبت رکھنے کا حکم ہے کیونکہ جب یہ حکم ہوا کہ اوسکے رسول
کی محبت اس قدر ہو کہ دنیا مین کسی سے نہو تو خود اوسکی محبت کا کیا حال ہوگا جسکا یہ رسول ہی مصرعہ
قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔ اسی طرح جان ومال سے اوسکی راہ مین حاضر ہونا بھی اوس وقت
ہو سکتا ہی کہ جان ودل سے اوسپر فدا ہو۔ چوتھے یہ کہ قرآن وحدیث نے محبت کی کسوٹی بھی بیان کردی

پھر ایک طور سے نہین کئی طور سے ایک کا تو ذکر اوپر گذرا اور بعض کا بیان عنقریب کیا جائیگا ظاہر
ہو کہ بغیر امتحان سچی اور جھوٹی محبت مین تمیز نہین ہوسکتی اکثر اوقات انسان کو اپنے نفس کا
حال کما حقہ دریافت نہین ہوتا اسی وجہ سے بہت سے کم علم اور نافہم اپنے آپ کو بڑا عالم اور فہیم
کہتے ہین۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹی محبت کو سچی خیال کرے تو اوسکے لیے محبت کا حکم کیا کام کر
اس نظر سے کسوٹی کا ہونا ضرور ہے تاکہ ہر ایک شخص اپنے دل مین انصاف کرکے سچی اور جھوٹی
کو جان سکے اور سچی محبت کے پیدا کرنے مین کوشش کرے مگر اس ضروری امر کو صرف قرآن م
نے بیان کیا ہے۔ بائبل اس بیان سے خالی ہے اور تیسرا حکم یعنی خدا کو یاد کرنا یہ حکم حقیقت مین
حکم کا تکملہ ہے۔ قرآن مجید مین جابجا مختلف طور سے اسکی تاکید آئی ہے مثلاً کہین تو اس طرح فر
کہ خدا کی یاد کثرت سے کرو کہین نہایت پیاری ترغیب سے یون ارشاد ہوا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْ
تم میری یاد کرو مین تمھاری یاد کرونگا۔ کہین یہ یون فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ
وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ اے ایمان والو تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمہین خدا کی یاد سے غاف
نہ کردین۔ دیکھیے یہان بھی محبت الٰہی کی کمال تاکید اور اوسکی کسوٹی مذکور ہوتی ہے کیونکہ باوجود
اور اولاد کے اللہ سے غافل نہ رہنا کمال محبت الٰہی کا ثمرہ ہے جو شخص مال واولاد مین پڑکر اللہ
یاد سے غافل ہوجاوے وہ جان لے کہ مجھے محبت الٰہی نہین ہے یہ بھی محبت کی شناخت کی عمدہ کسوٹی
کہین بر اقسام اور اوقات بیان کرنے کے ساتھ یاد کا حکم ہوا چنانچہ سورۂ اعراف کی آیۃ ۲۰۵
ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ
مِنَ الْغَافِلِينَ ٥ یاد کر اپنے پروردگار کی دل مین گڑگڑا کر اور ڈر کر اور یاد کر اپنے پروردگار کی
آواز سے صبح وشام اور غافل نہو۔ اس آیت مین پہلے تو دو طور یاد کرنے کے ارشاد ہوا ایک یہ
عاجزی اور ڈر سے دل مین خدا کی یاد کرو۔ دوسرے یہ کہ دھیمی آواز سے یاد کرو آواز سے یاد کرنے مین
کو ترغیب ہوتی ہے اس وجہ سے بعض وقت آواز سے یاد کرنے کا بھی حکم ہوا۔ پھر صبح وشام کا وقت
بھی بتایا اگرچہ خدا کی یاد ہر وقت چاہیے مگر یہ اوقات خاص طور کی یاد کے لیے ہین۔

اس قدر خدا کی یاد کی تاکید اس غرض سے ہی کہ خدا کی محبت مین کمال پیدا ہو جاوے اور جب مسلمان یاد ہونے لگی تو معلوم ہوا کہ محبت نے دل مین پوری جگہ کرلی کیونکہ بغیر محبت کے یاد نہین ہو سکتی اس قدر خدا کی یاد کرنے پر اصرار و تاکید انجیل مین نہین پائی جاتی جب اس حکم کے بیان مین انجیل قاصر ہے تو بلا شبہ محبت الہی کے بیان مین بھی قاصر ٹھہرے گی کیونکہ یہ حکم اوسکا تکملہ ہے۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ عمدہ اور اعلے رکن شریعت اخلاقی کا یعنے محبت خدا جسے حضرت مسیح بھی سب سے بڑا حکم بتاتے ہین شریعت عیسوی مین بلا تکمیل توریت سے نقل کر دیا گیا اور شریعت محمدی مین اوسکی تکمیل ہوئی۔ چونکہ شریعت محمدی مین اس حکم کو نہایت تکمیل اور تفصیل سے بیان کیا ہے اور سچی اور کامل محبت کے جانچنے کے لیے مسلمانون کو متعدد کسوٹیان بھی بتادین ہین اسوجہ سے مسلمانون نے محبت الہی مین وہ مرتبہ حاصل کیا کہ خود خدا تعالے اپنی کتاب مقدس مین اونکا مداح ہوا چنانچہ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ اور بعضے آدمی اللہ کے برابر دوسرون کو پکڑتے ہین اور اونکو ایسا دوست رکھتے ہین جیسا اللہ کو رکھنا چاہیے اور ایمان والون کو سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہی (بقرہ آیہ ١٦٥) اور دوسرے مقام پر بعض مسلمانون کی تعریف مین فرمایا ہی کہ اونکو تجارت اور لین دین اللہ کی یاد سے غافل نہین کرتا دیکھیے یہ مرتبہ مسلمانون کو اسی کامل تعلیم کیوجہ سے ہوا۔ اب ذرا انجیل کو بھی ملاحظہ کیجیے کہ اوسمین اس تعلیم کا اثر کیا بیان ہوا ہی سب سے زیادہ کامل الایمان حضرت مسیح کے حواری ہو سکتے ہین مگر اونکی نسبت خود حضرت مسیح فرماتے ہین کہ اے کم اعتقادو تم اپنے دل مین کیون سوچتے ہو (متی ١٦/٨) مین تم سے سچ کہتا ہون کہ اگر تمہین رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہان سے وہان چلا جا تو وہ چلا جاتا (متی ١٧/٢٠) اور پطرس حواری کی شان مین ارشاد ہوتا ہی ای شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہی کیونکہ تو خدا کی باتون کا نہین بلکہ انسان کی باتون کا خیال رکھتا ہے (متی ١٦/٢٣) پھر جب حواریون پر اوس تعلیم کا اثر یہ ہوا تو اور عوام کس شمار مین ہین ۔ اب پادری ٹھاکر داس صاحب آنکھین کھول کر ملاحظہ فرمادین (اللہ اونھین آنکھین عنایت کرے) کہ محبت

الہی کا بیان کامل طور پر بیبل مین ہے یا قرآن مجید مین افسوس اونکی لاعلمی پر کہ باایں ہمہ عد
ضرورت قرآن کے صفحہ ۲۲ مین لکھتے ہین کہ قرآن مجید مین خدا سے محبت رکھنے کی تعلیم نہین ہے
تعلیم چہارم — تعظیم والدین — احکام شریعت مین یہ بھی اعلے مرتبہ کا حکم ہے پولوس نے
اسے پہلا حکم کہتے ہین اللہ تعالے نے احکام عشرہ مین یہ حکم حضرت موسیٰ کو دیا تھا حضرت مسیح
اس حکم کی کسی طرح پر تکمیل نہین کی بلکہ کسی قدر اسکی بے وقعتی کردی البتہ قرآن مجید نے اس حکم کو نہ
موکد اور مفصل کرکے بیان کیا ہے جس سے توریت کے حکم کی تکمیل ہوئی ہے —

قرآن مجید	بیبل
حکم کیا تیرے پروردگار نے کہ سوا اوسکے کسیکو نہ پوجو	تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر او
اور والدین کے ساتھ احسان کرو اگر تمھارے پاس	زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو
بوڑھے ہو جاوین ایک اونمین سے یا دونون تو	تم مین سے ہر ایک اپنی ماں اور اپنے باپ سے ڈر
انکو ہنکا و نہین نکرا ورنہ اونکو جھڑک اور اونسے	(خروج ۲۰/۱۲ و احبار ۱۹/۳) جو اپنے ماں باپ پر لعنت
ادب سے بات کر اور پیار سے اونکے آگے عاجزی	کرے مار ڈالا جاوے (خروج ۲۱/۱۷) اے فرزندو
کے ساتھ کندھے جھکا دے اور کہہ اے پروردگار	خدا کے لیے اپنے ماں باپ کے تابع رہو کیونکہ یہ
رحم کر اونپر جیسا اونھون نے مجھے چھوٹا سا پالا ہے	ہے تو اپنے ماں باپ کی عزت کر کہ یہ پہلا حکم ہے جسکے
(بنی اسرائیل آیہ ۲۳ و ۲۴)	وعدہ ہے (افسیون ۶/۱-۲)

ناظرین ملاحظہ کرین کہ قرآن مجید کے صرف ایک مقام پر اس ضروری حکم کی کس عمدگی سے تاکید
تفصیل کی ہے بیبل کے تمام حوالے ملکر بھی اس بیان کے برابر نہین ہین پھر جب وہ سب مقابلہ
قرآن مجید کے ملائے جائین جن مین والدین کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید ہے تو کس قدر
اس حکم کی تکمیل ثابت ہوگی اور جب اسپر نظر کیجاوے کہ احادیث مین کسقدر اس حکم کی تعمیل
لیے ترغیب اور نافرمان کے لیے ترہیب ہے تو یہ کہنا کچھ مبالغہ نہو گا کہ بیبل اس حکم کے بیان مین
قاصر ہے اور قرآن و حدیث کے مقابلے مین اوسکا بیان کالعدم ہے بعض وہ ترغیبین جو احاد

کہان اس حکم کے لیے آئی ہین وہ یہ ہین حضرت عبد اللہ بن مسعود نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا سب سے عمدہ کون
کام ہے آپ نے فرمایا کہ وقت کے اوپر نماز پڑھنا پھر اونھون نے دریافت کیا کہ اسکے بعد کون
عمدہ ہے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نکوئی کرنا ایک مرتبہ یہ ارشاد ہوا کہ باپ عمدہ دروازہ جنت
کا ہے بعض وقت یون فرمایا باپ کی خوشنودی مین اللہ کی خوشنودی ہے اور اوسکی ناراضی مین
اللہ کی ناراضی ہے اس بیان نے باپ کی وقعت کی انتہا کر دی اس سے زیادہ اور کیا ترغیب
والدین کے راضی رکھنے کے لیے ہو سکتی ہے پھر ان باتون کا نشان انجیل مین کوئی دیکھ سکتا ہے ہرگز
نہین - کوئی انصاف پسند اسکا انکار نہین کر سکتا کہ قرآن و حدیث نے جس طرح اوس منعم حقیقی اور خالق
اصلی خداوند تعالے کی ذات و صفات کو عمدہ عمدہ دلائل اور عجیب عجیب اسلوب سے بیان کر کے اوسکی
پرستش کی تاکید اور اوسکے حقوق کی تفصیل فرمائی ہے بلا مبالغہ جسکا دسوان حصہ بھی انجیل مین نہین
ہے اسی طرح ان منعم مجازی اور خالق ظاہری یعنی والدین کی تعظیم اور اونکے حقوق کے ملحوظ رکھنے کی
تعلیم دی ہے اور اونکی نافرمانی کو سخت گناہ قرار دیا ہے اور جب آنحضرت نے بہت بڑے گناہ بوکو
بیان کیا اوس وقت دوسرے نمبر مین اوسکو رکھا یعنے اول بڑے گناہون مین خدا کے ساتھ شریک
کرنا اوسکے بعد والدین کی نافرمانی کرنا - انجیل سے بجاے ان تاکیدون کے اس عظیم الشان حکم کی بیوقعتی
ظاہر ہوتی ہے مثلاً ایک مقام پر حضرت مسیح مکان مین اپنے معتقدین کے پاس بیٹھے تھے اور اونکی والدہ
آکر باہر کھڑی تھین اور کچھ بات کرنا چاہتی تھین ایک شخص نے مسیح سے آکر کہا کہ دیکھ تیری مان اور تیرے بھائی
تجھسے بات کرنا چاہتے ہین اوسنے کہا کہ کون ہے میری مان اور میرے بھائی میرے بھائی بہن اور مان
وہی ہین جو خدا کی مرضی پر چلین (متی ۱۲ باب ۴۶-۵۰) اس بیان سے اظہر من الشمس ہوتا ہے کہ حضرت مسیح
اپنی والدہ کو نہایت بے وقعتی سے رکھتے تھے کیونکہ اول تو اونھین مکان کے اندر مجال نہوئی کہ خود
آکر کہین کہ ہمین کچھ کہنا ہے دوسرے شخص نے اطلاع دی اوسوقت بھی آپ نے ایسی بے توجہی کا
جواب دیا کہ کوئی اونے ذلیل شخص کو بھی نہین دیتا یہودی اس جواب سے ثابت کرتے ہین کہ حضرت
مسیح کی والدہ اور بھائی مسیح پر ایمان نہین لائے تھے اس سے زیادہ اور سنیے ایک مرتبہ مسیح نے

اپنی والدہ کو یہ الفاظ فرمائے کہ اے عورت مجھے تجھسے کیا کام ہی ۲۔۴ (یوحنا ۲ باب) ناظرین ملاحظہ کرین کہ اس جملے سے کتنی بے توقیری والدہ کی ثابت ہوتی ہے پس جب بانی شریعت نے ایک شی کی بے توقیری مگر اپنے فعل سے ثابت کردی تو اوسکی شریعت سے کیونکر اوس شے کی توقیر ثابت ہوگی اور پولوس کا قول ان اقوال کے سامنے کیا کام کریگا اور اگر پولوس کے قول کو مقدم کیا جائے تو حضرت مسیح پر سخت الزام آئیگا اب اہل انصاف فرمائین کہ احکام اخلاق کی تکمیل قرآن وحدیث نے کی ہی یا انجیل نے اور قرآن وحدیث بندوبست الٰہی کو اوٹھے دیتی ہین یا کامل کرتی ہین۔

یہان یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ شریعت محمدیہ مین والدین کی تعظیم پر نہایت اصرار اور اونکی بے توقیری کو سخت گناہ قرار دیا ہے مگر نا فرمان یا بُرا کہنے والے کو قتل کا حکم نہین دیا جیسا کہ توریت مین ہے اسکی وجہ یہی ہی کہ شریعت محمدیہ جان کا خوف دیکر جبراً احکام منوانا نہین چاہتی اسلیے اس حکم کی جگہ صرف یہ کہا گیا کہ والدین کی نا فرمانی اکبر الکبائر یعنے سب بڑا سخت گناہ ہے۔

تعلیم پنجم ۔ مخلوق کے ساتھ احسان وسلوک کرنا۔ یہ تعلیم بھی کتب سابقہ اور شریعت محمدیہ سب مین ہے مگر جس وقت اسکی تفصیل اور حفظ مراتب پر بنظر انصاف لحاظ کیا جائے تو بے تامل ہر منصف یہی کہیگا کہ شریعت محمدیہ نے اسکی تکمیل کی اسکی تفصیل کے لیے تو بہت طول چاہیے مگر مجمل طور سے کچھ لکھتا ہون سورۂ نسا، کی آیت ۳۶ یہ ہی وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا الآیہ عبادت کرو اللہ کی اور کسیکو اوسکا شریک نہ بناؤ اور احسان کرو مان باپکے ساتھ اور قرابت والون اور یتیمون اور مسکینون اور پڑوسی قریب اور پڑوسی اجنبی اور ساتھی اور مسافر اور جنکے تم مالک ہو ان سبکے ساتھ سلوک کرو اللہ دوست نہین رکھتا اترانے والے اور شیخی کرنے والے کو۔

انجیل مین کوئی آیت ایسی جامع نہین ہی جسمین اسقدر حقوق کا ایک جگہ بیان کیا گیا ہو اب مین چاہتا ہون کہ جس قدر احکام اس آیت مین ذکر کیے گئے ہین اونمین سے بعض کا کتب سابقہ سے مقابلہ کرون تاکہ ظاہر ہوجائے کہ توریت کا مکمل انجیل ہے یا قرآن وحدیث اس آیت مین چند حکم ہین۔

۱۔ خدا کی عبادت کرنا۔ اس حکم کی نسبت قرآن مجید کے دو جملے لائق ملاحظہ ہین پہلا یہ کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنے جن اور انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ میری بندگی کرین۔
اور دوسرا یہ کہ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اور اونکو یہی حکم ہوا کہ اللہ ہی کی خاص بندگی کرین ان دونون جملون سے عبادت الہی کی جس قدر تاکید اور ضرورت ثابت ہوتی ہی اوسکو ہر سمجھدار جان سکتا ہے۔ اسکے مقابل کا کوئی جملہ بیبل مین نظر نہین آتا باقی رہی تفصیل عبادت کی جو ارکان اسلام کے ضمن مین بیان کی گئی ہے تو وہ صاف صاف شریعت محمدیہ ہی سے خاص ہے کچھ بیان کی حاجت نہین۔

۲ خدا کا شریک کسیکو نکرنا۔ اس حکم کو تو شریعت محمدیہ نے اس تفسیر اور تاکید سے بیان کیا جسکی کچھ انتہا نہین اسکا کوئی منکر نہین ہی اور کتب سابقہ کا حال اسکی نسبت اختلاف اول و دوم مین ذکر کیا گیا

۳۔ مان باپ کے ساتھ سلوک کرنا۔ اسکا بیان تعلیم چہارم مین گذرا۔

۴۔ قرابت والون کے ساتھ سلوک کرنا۔ یہ حکم سب کتابون مین ہے مگر عیسائیون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم مین قرابت والے اور غیر قرابت والے سب برابر ہین اور قرآن وحدیث سے قرابت والون کی ایک خصوصیت ثابت ہوتی ہی جابجا قرابتی کے حق کی تاکید آئی ہے اور جہان عام احسان کا حکم ہوا ہے وہان بالتخصیص قرابت والون کو علحدہ بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی بیشک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور سلوک کرنے کا اور قرابت والون کو دینے کا عام طور پر سلوک کرنے مین قرابت والون کو دینا بھی آگیا تھا مگر بعد اسکے پھر قرابت والون کو بالتخصیص دینے کا حکم ہوا اس سے ظاہر ہے کہ انکو ایک خصوصیت ہی تخصیص اور تقدم نہایت ضروری اور واجبی امر ہے کوئی عاقل منصف مزاج اسکا انکار نہین کر سکتا فطرت الٰہی اس امر کی کامل شہادت دیتی ہی کہ قرابت والون کو ترجیح اور تخصیص ہو اسمین شک نہین کہ مطلق افراد انسانی مین ایک طور کا ناتا اور احتیاج ہے جسکی وجہ سے ہمدردی باہمی اور احسان و سلوک واجب ہے مگر جن اشخاص کو قرابتی کہا جاتا ہی ادنمین تو اوس ناتے کے علاوہ ایک ایسا رشتہ اور زیادہ ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے وہ ایک کنبہ یا ایک قبیلہ یا ایک قوم کہلائے جاتے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے

کہ قرابت والونکے ساتھ رشتہ اتحاد اوس سے زیادہ ہوگیا جو مطلق افراد انسانی مین تھا یعنی

کہ اوس رشتے کو نہایت اعلے مرتبہ کا استحکام اور مضبوطی ہوگئی اس لحاظ سے بے تامل عقل یہ کہتی

کہ قرابتی کو بلاشبہ غیر پر تقدم ہے۔

اس واجبی حق کو جس تاکید اور تفصیل سے قرآن مجید وحدیث مین بیان کیا ہی توریت وانجیل مین نہین

۵ - یتیمون سے سلوک کرنا شریعت محمدیہ مین جس خوبی سے یتیمون کی تعلیم دیگئی ہی کسی مین نہین ہی۔

۶ - غریبون سے سلوک کرنا - مین ایسا گمان کرتا ہون کہ یہ حکم شرائع سابقہ اور شریعت محمدیہ مین یکسان

۷ - پڑوسی قریب سے اور پڑوسی اجنبی سے سلوک کرنا۔

یہ حکم بھی توریت کے احکام عشرہ مین داخل ہے مگر انجیل مین تاکید زائد معلوم ہوتی ہی اسلیے مین مجموعہ

عہد جدید اور قرآن مجید وحدیث مین جو کچھ پڑوسی کے حق مین لکھا ہے نقل کرتا ہون۔

قرآن مجید وحدیث

احسان کرو پڑوسی قریب کے ساتھ اور پڑوسی اجنبی کے ساتھ (آیۂ مذکورہ) جو کوئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور اپنے پڑوسی کی تعظیم کرے۔

جنت مین نجائیگا وہ شخص جسکی تکلیفون سے اوسکا پڑوسی بے خوف نہو۔ (آن حضرت فرماتے ہین) کہ پڑوسی کے حق مین جبرئیل نے مجھے اسقدر وصیت کی کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث قرار دینگے (پھر آنحضرت فرماتے ہین) قسم ہی اوس ذات پاک کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہوگا جبتک کہ وہ اپنے ہمسایہ کے لیے وہ چیز پسند نکرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہی (بخاری مسلم)

عہد جدید

تو اللہ کو جو تیرا خدا ہی اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی
عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر پہلا حکم یہی ہے۔

دوسرا اوسکے مانند یہ ہے جیسا آپ کو ویسا اپنے
پڑوسی کو پیار کر ان سے بڑا اور کوئی حکم نہین ہے
(مرقس باب ۱۲ درس ۳۰ و ۳۱)۔

ساری شریعت اسی ایک بات پر پوری ہوتی ہی کہ تو اپنے
پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو (گلاتیون
کیونکہ یہ حکم جو ہین کہ تو زنا نکر قتل نکر چوری نکر جھوٹی گواہی
نہ دے لالچ نکر اور اگر اور کوئی حکم ہے سب کا خلاصہ
اس بات مین ہی کہ تو جیسا آپ کو ویسا پڑوسی کو
پیار کر (رومیون کا باب ۱۳ درس ۹)

واضح ہو کہ عہد جدید کی یہ تعلیم بھی کوئی نیا امر نہیں ہی بلکہ توریت سے ماخوذ ہی ناظرین خروج کے باب ۲۰ ورس ۱۶ و ۱۷ - اور احبار باب ۱۹ ورس ۱۳ و ۱۸ و ۳۳ و ۳۴ وغیرہ مقامات کو ملاحظہ کریں صرف اتنا فرق ہی کہ احبار کے باب ۱۹ ورس ۱۸ میں اس طرح ہی کہ تو اپنے بھائی کو اپنے مانند پیار کر اور ورس ۳۴ میں مسافر کے لیے لکھا ہی تو اوسے ایسا پیار کر جیسا آپ کو کرتا ہے اور عہد جدید میں بھائی اور مسافر کی جگہ پڑوسی کر دیا گیا ہی - الغرض اصل تعلیم توریت سے لی گئی ہے البتہ عنوان بیان سے ایک طور کی تاکید سمجھی جاتی ہی مگر قرآن و حدیث میں جس طرح اس حکم کو بیان کیا ہی اوس سے بھی اوسی قدر تاکید سمجھی جاتی ہی جس قدر عہد جدید سے اور کسی طرح اوس سے کم نہیں البتہ وہ مبالغہ نہیں ہی جس سے کوئی نا فہم بہک سکے مثلاً پولوس کا یہ کہدینا کہ ساری شریعت اسی ایک بات پر پوری ہوئی ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو - اس بیان سے عوام یہی سمجھینگے کہ اور ساری شریعت پر عمل کرنا فضول ہے -

۷ - مسافر سے سلوک کرنا - ۸ - اپنے مملوک کے ساتھ احسان کرنا خواہ وہ انسان ہو یا حیوان - مملوک کے ساتھ سلوک کرنیکی تاکید اور تفصیل جس قدر شریعت محمدی میں ہی شریعت موسوی اور عیسوی میں ہرگز نہیں ہی کچھ مختصر بیان کرتا ہوں - ناظرین ملاحظہ کریں کئی طور پر غلام اور لونڈی کے ساتھ سلوک کرنیکا ارشاد کیا ہے اول تو نہایت ترغیبانہ طور سے اونکے آزاد کرنے کو بیان کیا ہے مثلاً فرمایا ہے کہ جو کوئی لونڈی یا غلام کو آزاد کرے اللہ تعالے اوسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے عضو کو جہنم کی آگ سے بچا لیگا (بخاری و مسلم) ایک مرتبہ آنحضرت کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا کہ آپ مجھے ایسی بات تعلیم کیجیے جسکی وجہ سے میں جنت میں داخل ہوں - آنحضرت نے فرمایا کہ تو نے اگرچہ کلام مختصر کیا مگر بڑی بات پوچھی پھر اوسے تعلیم کیا کہ لونڈی یا غلام کو آزاد کر اور گردن خلاص کر اوس شخص نے کہا کہ یہ دونوں باتیں تو ایک ہی ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک نہیں ہیں غلام و لونڈی کے آزاد کرنے سے یہ مراد ہے کہ تو اپنے مملوک غلام یا لونڈی کو آزاد کردے اور گردن آزاد کرنے کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کے غلام کی آزادی میں تو مدد کرے دوسرے یہ کہ کسی محتاج کو دودھ والی بکری وغیرہ دیدے تاکہ وہ اوسکے دودھ سے منتفع ہو - تیسرے یہ کہ جو رشتہ دار تجھپر ظلم کرتا ہو اوسکے ساتھ

احسان کر اور اگر یہ نہو سکے تو بھوکے کو کھلا اور پیاسے کو پلا اور نیک کام کا حکم کر اور برے کام سے
کر اور اگر تو یہ بھی نکر سکے تو اپنی زبان کو بند کرلے بجز بھلائی کے اور کچھ منہ سے مت نکال (بیہقی) غلا
کے آزاد کرنے کے لیے اس سے زیادہ اور کیا ترغیب ہو سکتی ہے انھین ترغیبون کی وجہ سے اہل
نے اسقدر غلام و لونڈیان آزاد کی ہین جسکی انتہا نہیں ہے چنانچہ صرف عبدالرحمن صحابی نے ۳۰ ہزار غلام آزا
دوسرے یہ کہ مذہبی طور پر اونکا آزاد کرنا بعض صورتون مین ضرور کر دیا گیا مثلاً (۱) کفارۂ صو
(۲) کفارۂ ظہار (۳) کفارۂ قتل (۴) کفارۂ ایلا (۵) کفارۂ یمین مین۔ یعنی جو کوئی مسلمان
رمضان مین روزہ کی نیت کرکے بلا عذر توڑ ڈالے تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے اسی طرح اگر ا
بیوی کو ماں بہن سے تشبیہ دے تو اب وہ شخص اوسکے پاس نہیں جا سکتا بغیر اسکے کہ ایک بردہ
کرے اسی طرح اگر کسی مسلمان کو دھوکے سے مار ڈالے تو علاوہ خون بہا دینے کے ایک غلام بھی آ
کرے اور اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ چار مہینے تک اپنی بیوی کے پاس نجاؤنگا اور پھر او
قسم توڑدی تو غلام یا لونڈی آزاد کرے اور یہی حکم مطلق قسم توڑنیکا ہے اور اگر کسی شخص کا عزیز و قریب غلا
ہو اور وہ شخص اوسے خرید کرلے تو اوسی وقت وہ آزاد ہو جائیگا۔ غلامون کے آزاد کرنے کی یہ صو
صورتین صرف شریعت محمدی مین بیان کی گئی ہین شریعت موسوی مین فقط اسقدر ہے کہ اگر کوئی اپنے بھائی کو خر
تو وہ یوبل کے سال آزاد ہو جائیگا (احبار باب ۲۵ درس ۴۰ وغیرہ) اور خروج ۳۱ باب مین ہے کہ عب
غلام اگر مول لے تو چھ برس خدمت کرکے آزاد ہو جائیگا اور اگر وہ آزادی نچاہے تو ہمیشہ کے لیے
غلام رہیگا اور غلامی کی علامت کے لیے اوسکا کان چھید دیا جائیگا مگر شریعت محمدیہ نے ایک ا
کی بھی قید نہیں لگائی بلکہ اپنی کمال رحمی سے اوسیوقت آزادی کا حکم دیتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر
و لونڈی مکاتب ہونے کی درخواست کرین یعنی مالک سے اس مضمون کا نوشتہ کرائین کہ اگر ہم اس قد
مال دیدین تو آزاد ہو جائینگے تو مالک کو اس نوشتہ کے لکھ دینے کا حکم ہے (دیکھو سورۂ نور آیت ۳۳) چو
یہ کہ اونکے ساتھ نہایت نرمی کرنے کا حکم ہے اور اونکی دلدہی کے لیے یہ فرمایا ہے کہ اپنے کھانے مین سے
کھلاؤ اور اگر کوئی مشقت کا کام اون سے کرانا چاہو تو خود بھی اونکے شریک ہو کر اونکی مدد کرو غرضکہ اس

قسم کے احکام بہت سے ہین اگر سب بیان کیے جاوین تو بہت طول ہوجاے اسلیے قلم انداز کیے جاتے ہین
توریت و انجیل مین ان باتون کا کہین پتہ نہین ملتا اگر کہین ہون تو دکھایا جاے ورنہ یہ اقرار کرنا ضرور
ہے کہ شریعت محمدیہ اگلی شریعتون کی مکمل ہے۔

تعلیم ششم — بدلہ نہ لینا اور معاف کرنا۔ یہ تعلیم وہ ہے جسپر عیسائیون کو فخر ہے اور سمجھتے ہین کہ
مذہب عیسوی کے خاص ہے مگر یہ خیال اونکا غلط ہے پہلے صحیفون مین بھی یہ تعلیم موجود ہے اور
قرآن حدیث نے اسکو اس عمدگی سے بیان کیا ہے جسپر ہر عاقل صاد کرتا ہے ناظرین مقابلہ کرکے انصاف فرماوین

قرآن مجید

(۱) عادت کر معاف کرنے کی اور حکم کر نیک کام کا
اور کنارہ کر نادان لوگون سے (اعراف آیت ۱۹۹)

(۲) تمھین چاہیے کہ معاف کرو اور درگذر کرو کیا
تم نہین چاہتے کہ اللہ تمھارے گناہ بخشے (نور آیت ۲۲)
یعنی اگر تم لوگون کی خطائین معاف کر دوگے تو خدا
تمھارا گناہ معاف کریگا۔ (یہان تو معاف کرنیکا
حکم ہے اور بعض مقام پر اسکی ترغیب و عمدگی ہی چنانچہ
ارشاد ہوتا ہے—

(۳) جنت اونکے لیے بنائی گئی ہے جو فراخی اور
تنگی مین خدا کے لیے صرف کرتے ہین اور غصے کو
کھاجاتے ہین اور لوگون کے گناہ معاف کرتے ہین
(آل عمران آیت ۱۳۴)

بائبل

تو مت کہہ کہ مین بدی کا بدلہ لونگا پر خدا کا انتظار
کر وہ تجھے بچائیگا (امثال ۲۰/۲۲) جیسا تمھارا باپ
رحیم ہے رحیم ہو اور مجرم نہ ٹھہراؤ تو تم مجرم نہ ٹھہرائے
جاؤگے معاف کرو تو تم بھی معاف کیے جاؤگے (لوقا باب ۶
ورس ۳۶ و ۳۷) مین تمھین کہتا ہون کہ ظالم کا
مقابلہ نکرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طپانچہ مارے
دوسرا بھی اوسکی طرف پھیر دے (متی باب ۵
ورس ۳۹) مین اپنی پیٹھ مارنے والون کو دیتا اور
اپنے گال اونکو جو بال کو نوچتے (یشعیاہ ۶/۵۰)
وہ اپنا گال اوسکو دیوے جو اوسے طمانچہ مارتا ہے
(نوحہ یرمیاہ ۳۰/۳) اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے اوسے
ڈانٹ اگر توبہ کرے اوسے معاف کر اگر ایک دن مین

ملہ اس حکم کو اوس حکم کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے جو اسکے بعد منقول ہوا ہے کہ اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے اوسے
ڈانٹ کہان دوسرا گال اوسکی طرف پھیر دینا اور کہان اوسے سرزنش کرنا ۱۲

قرآن مجید	بائبل
(۴) جسنے معاف کیا اور اصلاح کی اوسکا بدلہ اللہ پر ہے بیشک اللہ دوست نہین رکھتا ظالمونکو (شوریٰ آیت ۴۰)	سات بار تیرا گناہ کرے اور سات بار کہے توبہ کر[...] اوسے معاف کر (لوقا باب ۱۷ ورس ۳ و ۴)
(۵) البتہ جسنے صبر کیا اور بخشدیا بیشک یہ ہمت کے کام ہین (شوریٰ آیت ۴۳)	جو غصہ کرنے مین دھیما ہے پہلوان سے بہتر [...] وہ جو اپنی روح پر ضابط ہے اوس سے جو شہر [...] لے لیتا ہے (امثال باب ۱۶ ورس ۳۲)
(۶) زبردست اور پہلوان وہ شخص نہین ہے جو لوگون کو پچھاڑے پہلوان حقیقت مین وہ ہے جو غصے کی حالت مین اپنے نفس پر قادر ہو (بخاری مسلم)	

تعلیم ہفتم — برائی کے بدلے مین بھلائی کرنا — اس تعلیم کو بھی چھٹی تعلیم کا ضمیمہ سمجھنا چا[ہیے] اسپر بھی عیسائیون کو فخر ہے اور سمجھتے ہین کہ ہمارے مذہب کے خاص ہے مگر یہ بھی محض اونکا خیال خا[م ہے] اس قسم کی تعلیمات کچھ اہل کتاب ہی سے خاص نہین بلکہ حکما اور بت پرستون مین بھی حضرت [...] سے پیشتر رائج تھین اسی وجہ سے اکسیہومو اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ جسقدر عمدہ اخلاق کی باتیں [...] انجیل مین پائی جاتی ہین اور جنپر عیسائی فخر کرتے ہین وہ لفظ بلفظ کنفیوشس کی کتاب اخلاق [...] نقل کی گئی ہین یہ شخص چھ سو برس پیشتر حضرت مسیح سے ہوا ہے یہ تعلیم اوس کتاب کے خلق ۱ و ۲ و ۳ [...] وغیرہا سے لی گئی ہے۔ اب قطع نظر اسکے قرآن وحدیث سے عہد عتیق وجدید کا مقابلہ کرکے دکھاتا [ہوں] تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجاے کہ یہ تعلیم عہد جدید سے خاص نہین ہے۔

قرآن مجید وحدیث	عہد عتیق وجدید
برائی کے بدلے مین وہ کر جو بہتر ہے (یعنی برائی کے بدلے مین بھلائی کر (مومنون آیت ۹۶) بھلائی اور برائی برابر نہین ہے برائی کو بھلائی سے دفع کر (یعنی بدی کے بدلے مین نیکی کر) پھر تو دیکھیگا کہ جسمین	اگر تو اپنے دشمن کے بیل یا گدھے کو بیراہ جا[تے] دیکھے تو ضرور اوسے اوس کنے پہونچائیو اگر تو [...] گدھے کو جو تیرا کینہ رکھتا ہے دیکھے کہ بوجھ کے تلے [...] اور تو اوسکی مدد کرنا چاہے تو البتہ اوسکی کمک [...]

قرآن مجید و حدیث

اور جنمین کہ دشمنی تہی گویا وہ رشتہ دار دوست ہی
یہ بات اونہین کو ملتی ہی جو صبر کرتے ہین اور اوسیکو
نصیب ہوتی ہی جسکی بڑی قسمت ہی[1] (پ ۲۴ ع ۱۹)
وہ لوگ دوہرا حق پاوینگے اس سبب سے کہ اونہون نے
صبر کیا اور برائی کے بدلے مین بہلائی کرتے ہین
(قصص آیت ۵۴) لوگون کی محض پیروی نکرو اور
کہو کہ اگر لوگون نے احسان کیا تو ہم بہی احسان کرینگے
اور اگر اونہون نے ظلم کیا تو ہم بہی ویسا ہی کرینگے
(یعنی اسکا بدلہ لینگے) بلکہ اپنے نفسون کو عادی کرو
(اسبات کا) کہ اگر لوگ احسان کرین تو احسان کرو
اور اگر برائی کرین تو زیادتی نکرو یعنی بدلہ نہ لو (ترمذی)

عہد عتیق و جدید

(خروج باب ۲۳ ورس ۴ و ۵)
جب تیرا دشمن بہوکا ہو تو اوسے روٹی کہلا اور جب
پیاسا ہو تو پانی پلا (امثال ۲۵/۲۱) اپنے دشمنون
کو پیار کرو اور جو تمسے دشمنی رکہین اونکے ساتہ نیکی کرو
جو تمکو بددعا کرین اونکو نیک دعا کرو اور اونکے لیے
جو تمہین دکہہ دین دعا مانگو (لوقا باب ۶ ورس ۲۷ و ۲۸)[2]
ایسا مت کہہ کہ مین اوس سے یون کرونگا جس طرح اوسنے
مجہسے کیا مین اوس آدمی سے اوسکے کام کے موافق
سلوک کرونگا (امثال ۲۴/۲۹) دیکہو کوئی کسیسے بدی کے
عوض بدی نکرے بلکہ تم ہر وقت ایک دوسرے سے اور
سب سے خوش سلوکی کرو (تسلونیقیون ۵/۱۵)

یہان کئی امر قابل بیان ہین اوّل یہ کہ ان دونون حکمون کے مقابلہ سے ظاہر ہے کہ بدلہ نہ لینا اور

[1] اصل آیت قرآن مجید کی یہ ہی وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (حم السجدہ آیت ۳۴ و ۳۵) عبد اللہ بن عباس صحابی اس آیت کی تفسیر مین کہتے ہین کہ برائی کو بہلائی سے دفع کرنے کے یہ معنے ہین کہ غصہ کے وقت ضبط کرنا اور برائی کیوقت معاف کرنا جب یہ لوگ عمل کرینگے تو اللہ اونہین آفتون سے بچالیگا اور دشمن اونکا ایسا نرم ہو جائیگا کہ گویا دوست رشتہ دار ہی (بخاری)

[2] دشمنون کے لیے نیک دعا کرنا بیشک عمدہ اور بڑے تحمل کی بات ہی اسی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اوس وقت مین کہ دشمن لڑائی کر رہے تہے اور حضرت کے چہرۂ مبارک سے خون جاری تہا اور فرماتے تہے ای اللہ میری قوم کو ہدایت کر وہ جانتے نہین مین کہ اسکے لیے بہی ایک حد ہونا چاہیے کیونکہ بائبل سے بخوبی ثابت ہی کہ اکثر انبیا نے اپنے دشمنونکے لیے سخت بددعا کی ہی دیکہو حضرت داؤد کی بددعا زبور ۳۵ مین یہ کل بددعا ہی اور زبور ۶۹/۲۲ وغیرہ مین اور حضرت یرمیاہ کی بددعا یرمیاہ کے ۱۸/۲۱-۲۳ مین اور پولوس کی بددعا سکندر ٹہٹیرے کو دیکہو نامہ طیملاوس دوم ۴/۱۴ سکندر ٹہٹیرے نے مجہسے بہت بدی کی خدا اوسکے کامونکے موافق اوسے بدلہ دے الحاصل یا تو یہ کہنا پڑیگا کہ لوقا کا مضمون دوسرے مقامات کے مخالف ہی یا دعا کے لیے کوئی حد یا وقت معین کرنا پڑے گا ۞

اور اپنے دشمن سے سلوک کرنا خاص حضرت مسیح کی تعلیم نہین ہے بلکہ پہلی کتابون مین بھی ہے
دوسرے یہ کہ قرآن مجید و حدیث مین ان دونو حکمونکو نہایت تاکید اور عمدہ طور پر بیان کیا ہے قرآن مجید مین صرف معاف
کرنے کا حکم ہی نہین دیا بلکہ اوسکی عادت کر لینے کا ارشاد ہوا ہے جس سے اوسکی تاکید اور ہمیشہ معاف کرنیکا
حکم ثابت ہوا اور برائی کے بدلے مین بھلائی کرنے کی بھی عمدہ طور سے ترغیب دی مگر چونکہ یہ امر نہایت
ظاہر ہے کہ بعض وقت ظالم سے مقابلہ کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس وجہ سے قرآن مجید مین بدلہ
لینے کی بھی اجازت دی گئی چنانچہ ٹھاکر داس صاحب نے عدم ضرورت قرآن کے صفحہ ۲۴ و ۲۵ مین
ان آیتون کا ترجمہ لکھا ہے مگر یہ اونکے ایمان کا تقاضا ہے کہ انجیل کی تو وہ آیتین نقل کی ہین جنسے
بدلہ نہ لینا ثابت ہوتا ہے اور قرآن مجید سے وہ آیات نہین بدلہ لینے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ عوام کی
نظرون مین تعلیم انجیل کی نرمی اور تعلیم قرآن کی سختی ظاہر ہو واسے برا ہما غذاری ایشان۔ مین نہین
سمجھتا کہ اس امر کا وہی سے اونکی کیا غرض ہے اگر یہ مطلب ہے کہ انجیل مین مطلق بدلہ نہ لینے کا حکم ہے تو قطع نظر
غلط ہونے کے دانشمند اہل انصاف بے تامل یہ کہینگے کہ ایسا حکم ہرگز منجانب اللہ نہین ہو سکتا کیونکہ
اگر بدلہ لینا مطلقاً منع ہو تو ظلم کے انسداد کی کوئی سبیل نہین ہے اور مخلوق خدا ظالمون کے ہاتھ سے کسی طرح
نہین بچ سکتی پھر ایسا حکم جس سے عالم مین امن و امان قائم نرہے خدا کی طرف سے کیونکر ہو سکتا ہے اور
اگر کچھ اور پنہانی غرض ہے تو بیان کرنا چاہیے - تیسرے یہ کہ تعلیم مین اس حکم کو "جو تیرے داہنے گال
پر طپانچہ مارے دوسرا بھی اوسکی طرف پھیر دے" نادان بڑی عمدہ تعلیم سمجھتے ہین مگر دانشمند اسکو خوب
جان سکتے ہین کہ یہ صرف زبانی کہدینے کی بات ہے کیا عیسائی کسی قوم یا کسی شخص کو دکھا سکتے ہین جنسے
اسپر عمل کیا ہو پھر کیا کوئی دعوی کر سکتا ہے کہ ہم اسپر عمل کر سکتے ہین ہرگز نہین پھر کیا خدا کے احکام
صرف زبانی کہنے کے لیے ہوتے ہین خواہ کوئی اوسپر عمل کر سکے یا نکر سکے یہ سب خام خیالیان ہین عوام
عیسائی جو ان الفاظ کے ظاہری معنی پر نظر کرکے فخر کرتے ہین وہ کسی طرح صحیح نہین ہو سکتے البتہ اگر یہ
کہا جاوے کہ یہ مبالغہ کے طور پر بیان کیا ہے مراد اس سے وہی صبر و تحمل ہے تو بیشک درست ہے مجبور ہو کر
مفسرین انجیل کو بھی یہ ماننا پڑا ہے (دیکھو تفسیر اسکاٹ درس مذکور کی شرح) پھر یہ مضمون قرآن مجید و حدیث

وغیرہ مین کچھ بھی مذکور ہے عہد جدید کو اس امر مین بھی کسی طرح کی فوقیت نہین ہے۔ چوتھے یہ کہ ساتوین تعلیم مین مسیح کا یہ قول کہ اپنے دشمنون کو پیار کرو کسی عہد عتیق کی کتابون مین نہین پایا جاتا اس سے بھی عوام کی نظرون مین یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین مسیحی مین نہایت محبت باہمی کی تاکید ہے مگر دانشمند اسکا یقین کر سکتے ہین کہ اس حکم کی تعمیل تیسرے حکم سے بھی زیادہ دشوار ہے کیونکہ دشمن کو پیار کرنا غیر ممکن امر ہے اسکا ثبوت صاحب تفسیر متی کے صفحہ ۴۷ مین صاف اقرار کرتے ہین کہ "دشمن کو دلی محبت سے پیار کرنا ناممکن ہے"۔ پھر کیا انھین احکام پر فخر کیا جاتا ہی جسکی تعمیل غیر ممکن ہی کیا خدائے رحیم کیطرف سے ایسے احکام ہو سکتے ہین کیا اوس ارحم الراحمین کی نزول احکام سے یہ غرض ہو سکتی ہی کہ اپنے بندون کو خواہ مخواہ عاجز اور تنگ کرے استغفر اللہ استغفر اللہ ہرگز نہین اور اگر اس سے مراد حقیقت مین دشمن سے پیار کرنا اور محبت کرنا نہین ہے۔ تو ٹھاکر داس صاحب نے کس لیے باہمی محبت مین اس درس کو نقل کرکے فخر کیا ہے اور لکھا ہے کہ قرآن مین ندارد ہے (دیکھو عدم ضرورت قرآن صفحہ ۴۴) بیشک قرآن مجید ایسے احکام سے مبرا ہے جنکی تعمیل انسان سے نہو سکے وہ خدائے رحیم کا کلام ہے اوس مین مکرر یہ ارشاد ہوا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا یعنے اللہ کسیکو ایسی تکلیف نہین دیتا جو اوسکی طاقت سے باہر ہو۔

اگر اس درس کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ برائی کے عوض بھلائی کرے اور جہانتک ہو سکے مخالف سے سلوک کرے تو بیشک صحیح ہے اور قرآن مجید مین صاف صاف یہ حکم مذکور ہے جیسا کہ نقل کیا گیا۔ پھر پادری صاحب ندارد کس چیز کو بتاتے ہین جس امر کا ہونا چاہیے یعنے عام طور پر حتی الوسع ہر ایک شخص سے سلوک کرنا معاف کرنا برائی کے بدلے مین بھلائی کرنا یہ سب کچھ قرآن مجید مین عمدہ طور سے مذکور ہے اگر حضرت موسی نے فرمایا ہی کہ "تو اپنے بھائی کو اپنے مانند پیار کر" تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ کوئی تم مین سے مسلمان نہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کو وہی بات نچاہے جو اپنے لیے چاہتا ہی اور بعض مرتبہ یون فرمایا احب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلما) تمام لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اوس وقت تو مسلمان ہوگا پھر خیر خواہی اور محبت باہمی کا حکم اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ذرا ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ فرماوین

اور ناظر پادری صاحب کی ناحق کوشی اور مغالطہ دہی پر غور کرین ۔

پھر پادری صاحب نے وہ آیت نقل کی ہی جسمین منکرون سے محبت نکرنیکا حکم ہے گرچہ وہ منکرین اوسکے کنبے ہی کے کیون نہون اسکا جواب تحقیقی اور الزامی ملاحظہ کرین ۔

جواب تحقیقی جب توریت و انجیل مین صاف صاف یہ حکم دیا گیا کہ تو خدا کو اپنے سارے زور اور اپنے سارے دل سے پیار کر تو کس طرح ممکن ہی کہ انسان کو خدا کے منکرون سے محبت کرنے کی بھی اجازت ہو کیونکہ جب تمام زور محبت خدا مین صرف کرنیکا حکم ہوا اور سارے دل مین اوسکی محبت رکھنے کا ارشاد ہوا تو پھر دشمن خدا سے محبت رکھنے کے لیے کہان سے زور اور کسکا دل لایگا جو برتن کہ پانی سے لبریز ہو اوسمین آگ کے انگارے نہین سما سکتے اسی طرح جو دل محبت خدا سے لبالب ہی اوسمین دشمن خدا کی محبت کبھی نہین اسکتی اس امر کو ہم بخوبی مشاہدہ کرتے ہین کہ جب کسی انسان سے کمال محبت ہو جاتی ہے تو خواہ مخواہ اوسکے دشمنون سے کشیدگی اور دوستون سے قلب کو میلان ہوتا ہی البتہ اگر کامل محبت نہین ہے سرسری اور ظاہری انس ہی تو اوس وقت اوسکے دوست اور دشمن برابر ہو سکتے ہین اس سے ثابت ہوا کہ جب منکرین خدا سے محبت ہو گی اوس وقت خدا سے محبت نہین ہو سکتی اور اگر ہو گی تو ناقص ہو گی اسلیے اللہ تعالے ایماندارون کو ایسی محبت سے منع فرماتا ہے جس سے خدا کی محبت مین خلل آوے مگر اس سے یہ خیال نکرنا چاہیے کہ عام طور سے عمدہ برتاو کرنا اور احسان و سلوک کرنا بھی جائز نہو کیونکہ محبت اور شی ہے اور عمدہ برتاو اور احسان و سلوک اور چیز ہے شریعت محمدیہ مین عمدہ برتاو کرنے کا تو عام طور پر حکم ہے اسکے لیے کوئی تخصیص نہین ہی مگر محبت کے لیے تخصیص ہی اور ایسا ہی ہونا چاہیے ۔ عیسائیون کی عقل پر افسوس ہی کہ انجیل مین دو حکم متعارض ثابت کرکے اوسپر فخر کرتے ہین ۔

جواب الزامی عہد جدید و عہد عتیق کی تمام کتابون مین کثرت سے اسکا ذکر ہے کہ بے ایمانون اور منکرون و بدکارون سے نہ ملو اور اونسے عہد و پیمان نکرو اور اونکے ساتھ کھانا تک نکھاو مگر افسوس ہی کہ ناحق کوش مشنری عوام کے فریب دینے کو ایسے مقامات سے انجان بنجاتے ہین اب مین چند حوالے عہد عتیق و جدید سے نقل کرتا ہون ناظرین ملاحظہ کرین ۔

اول استثنا کے باب ۷ مین ہے (۲) اور جب کہ خداوند تیرا خدا اونھین تیرے حوالے کر دے تو تو اونھین
مار یو اور حرم کیجیو نہ تو اونسے کوئی عہد کریو اور نہ اونپر رحم کریو (۳) نہ اونسے بیاہ کرنا اونکے بیٹے کو اپنی
بیٹی مت دینا نہ اپنے بیٹے کے لیے اونکی کوئی بیٹی لینا (۴) کیونکہ وے تیرے بیٹے کو میری پیروی سے پھیر دینگے
تاکہ وے اور معبودون کی عبادت کرین اور خداوند کا غصہ تجھپر بھڑکیگا اور وہ تجھے ایکا ایک ہلاک کر دیگا ۔۔

دوم یشوع کے باب ۲۳ مین ہے (۱۲) اگر تم کسی طرح سے برگشتہ اور اون گروہون کے بقیہ سے یعنی جو تمھارے
درمیان باقی ہین اور اونکے ساتھ نسبتین کرو اور اونسے ملو اور وے تمسے ملین (۱۳) تو یقین جانو
کہ خداوند تمھارا خدا پھر اون گروہون کو تمھارے سامنے سے دفع نکریگا بلکہ وے تمھارے لیے پھندے اور
دام اور تمھاری بغلون کے لیے کوڑے اور تمھاری آنکھون مین کانٹے ہونگے یہان تک کہ تم اچھی سرزمین
سے جو خداوند تمھارے خدانے تمھین عنایت کی ہے نابود ہو جاؤگے ۔

سوم اول سلاطین کے باب ۱۱ ورس ۲ مین ہے اون قومون سے کہ جنکے بابت خداوند نے بنی اسرائیل کو حکم
کیا کہ تم اونکے پاس اندر نہ جاؤ اور وے تمھارے پاس اندر نہ آوین کہ وے یقیناً تمھارے دلون کو اپنے
معبودون کیطرف مائل کرائینگے سو سلیمان اونھین سے عاشق ہو کے لپٹا پھر صرف میل جول تو منع ہی
نہین کیا گیا بلکہ جن لوگون نے مخالفون سے میل کر کے اونکے یہان نکاح کیا تھا اور لڑکے بالے بھی ہو چکے
تھے وہ سختی کے ساتھ علحدہ کر دیے گئے اور ایک مدت کی رشتہ داری اور چھوٹے چھوٹے لڑکون کا بھی
کچھ خیال نہین کیا گیا (دیکھو کتاب عزرا باب ۹ و ۱۰) الغرض ان حوالون سے بخوبی ثابت ہوا کہ
جو گروہ حضرت موسی و دیگر انبیا کے مخالف تھے اونسے میل جول کی قطعاً ممانعت تھی جب میل جول
کرنا منع ٹھہرا تو محبت کا کیا ذکر ہے پھر یہ ممانعت کچھ عہد عتیق ہی سے خاص نہین ہے بلکہ عہد جدید
مین بھی ہے ملاحظہ کیجیے ۔

چہارم اول قرنتیون کا باب ۵ ورس ۹ مین نے خط مین تمکو یہ لکھا کہ تم حرامکارون مین مت
ملے رہو (۱۰) لیکن نہ یہ کہ بالکل دنیا کے حرامکارون یا لالچیون یا لٹیرون یا بت پرستون سے نہ ملو نہین تو
تمھین دنیا سے نکلنا ضرور ہوتا (یعنی دنیا کے مطلب نکالنے کے لیے اونسے ملنا منع نہین ہے)

(۱۱) پر مین نے اب تمھین یہ لکھا ہی کہ اگر کوئی بھائی کہلا کے حرامکار یا لالچی یا بت پرست یا گا
دینے والا یا شرابی یا لٹیرا ہو تو اوس سے صحبت نہ رکھنا بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا (۱۲)
کیونکہ مجھے کیا کام ہے کہ باہر والون پر حکم کرون (۱۳) اور نہ جو باہر ہین خدا حکم کرتا ہے غرض
تم اوس برے آدمی کو اپنے درمیان سے نکال دو۔

پنجم ۲ قرنتیون کا باب ۶ (۱۴) اور تم بے ایمانون کے ساتھ نالائق جوئے مین مت جتے جاؤ کہ راستی اور ناراستی مین
کونسا ساجھا ہی اور روشنی کو تاریکی سے کونسا میل ہی (۱۵) اور مسیح کو بلیعال کے ساتھ کونسی موافقت ہی ایما
کو بے ایمان کے ساتھ کیا حصہ ہے (۱۶) خدا کی ہیکل کو بتون سے کونسی موافقت ہی کہ تم تو زندہ خدا کی
ہیکل ہو (۱۷) اسواسطے خداوند یہ کہتا ہے کہ تم اونکے درمیان سے نکل آؤ اور جدا ہو اور ناپاک کو مت چھوؤ

ان حوالون سے صرف اتنی ہی بات ثابت نہین ہوتی کہ بدکارون اور منکرون سے محبت کرنا بیجا ہے
بلکہ اونسے میل جول کرنا اور اونکے ساتھ کھانا اور پینا اور اونمین رہنا سب ممنوع ٹھہرتا ہی البتہ
صرف ضرورت رفع کرنے کے لیے غیر قومون سے ملنا جائز ہے پھر پولوس مقدس یہ حکم ہی نہین
کرتے بلکہ اوسکی وجہ بھی ۲ قرنتیون کے باب ۶ مین بیان کرتے ہین۔ اب پادری ٹھاکر داس جی
کدھر ہین ذرا عینک لگا کر ملاحظہ کرین کیا محبت باہمی اسیکا نام ہے کہ اونسے میل جول کرنے کی قط
ممانعت کر دی گئی اگر یہی محبت باہمی ہی تو بیشک قرآن مین ندارد ہی کیونکہ قرآن مجید مین کہین نہین
کہا گیا کہ مخالفون کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُم
یعنے اہل کتاب کا کھانا تمھین درست ہی اور اہل کتاب کی عورتون سے نکاح کرنیکو بھی منع نہین کیا۔
قرآن مجید مین یہ بھی صاف فرما دیا ہے کہ منکرون اور مخالفون کے ساتھ نیکوئی اور سلوک کرنا درست
چنانچہ سورہ ممتحنہ کی آیت ۸ مین اسکی تصریح موجود ہے۔

تعلیم ہشتم۔ زنا سے بچنا۔ اس فعل کی برائی بھی ایسی ظاہر ہے کہ ہر ایک ملت والا اپنی کتاب کی
سے اسے برا جانتا ہے مگر یہ امر دیکھنا چاہیے کہ کس کتاب مین اسکی روک زیادہ ہی اور کس مین ایسی بندشین
لگی ہین جنکے سبب سے اسکا وقوع کم ہو جس کتاب مین اسکی روک کے اسباب زیادہ بیان کیے گئے وہی

کتاب کامل ہے اب مین قرآن مجید وحدیث اور انجیل کا مقابلہ کرکے دکھاتا ہون۔
عہد عتیق مین تو صرف اس قدر ہے کہ تو زنا نکر (استثنا ۵ ۱۸) اور عہد جدید مین اس طرح ہو کہ تم سن چکے ہو کہ اگلون سے کہا گیا کہ تو زنا نکر پر مین تمھین کو بتاتا ہون کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل مین اوسکے ساتھ زنا کر چکا (متی ۵ ۲۸) اب قرآن مجید اور حدیث کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح اور کیا کیا حکم اس مقدمے مین نافذ کرتے ہین ارشاد ہوتا ہے۔
زنا کے قریب مت جا کیونکہ وہ بیحیائی ہی اور برا طریقہ ہی (بنی اسرائیل آیت ۳۲) "دو آنکھون کا زنا غیر محرم کو شہوت سے نظر کرنا اور کانون کا زنا شہوت سے باتین سننا اور زبان کا زنا شہوت آمیز باتین کرنا اور ہاتھ کا زنا شہوت سے چھونا اور پیر کا زنا اس برے کام کے لیے چلنا اور دل کا زنا اوسکی تمنا اور خواہش کرنا ہی" یہ تو اس فعل بد کی نہی کی صورت تھی اور اوسکی روک اور بندش کے لیے بھی قرآن مجید مین احکام مذکور ہین مثلاً "اور کہدے ایمان والون کو کہ اپنی آنکھین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہین روکے رہین اسمین اونکے لیے خوب ستھرائی ہی بیشک اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہین اور کہدے ایمان والیون کو کہ اپنی نگاہین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کو روکے رہین اور اپنا سنگار کسیکو نہ دکھاوین مگر جو اوسمین سے کھلا ہے اور اپنے گریبان پر اوڑھنی ڈالین اور بجز اپنے خاوند یا اپنے باپ یا اپنے سسر یا اپنے سگے بیٹے یا سوتیلے بیٹے یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا بھانجے یا اپنی عورتون یا اپنی لونڈی غلام یا وہ کہ جنکے شہوت نہین رکھتے یا چھوٹے بچے جو عورتونکی باتون سے واقف نہین ہین کسیکے سامنے اپنے بناؤ سنگار کو ظاہر نکرین اور زمین پر دھمک کر نہ چلین[1] تاکہ اونکا چھپا سنگار معلوم ہو اے ایمان والو سب ملکر اللہ کے آگے توبہ کرو (نور آیت ۳۱)
اس تعلیم مین بھی ناظرین شریعت محمدیہ کا کمال ملاحظہ کرین توریت مین کہا گیا کہ زنا نکر قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ زنا کے نزدیک مت جا انجیل مین صرف شہوت سے دیکھنے ہی کو منع کیا گیا اور حدیث مین آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ پاؤن اور دل سب کو اس فعل سے روک دیا پھر قرآن مجید مین اوس سے آگے اور احتیاط کے لیے نگاہون کو نیچی رکھنے کا حکم ہوا اور عورتون کو تاکید کی گئی کہ غیر مردون پر اپنا بناؤ

[1] یعنی اس طرح نہ چلین کہ جو زیور وہ پہنے ہین اوسکی آواز غیر محرم کے کانون تک پہونچے اور فتنہ کا باعث ہو ۱۲

سنکا ظاہر نکرین ان باتون کا پتہ توریت و انجیل مین نہین ہی یہ امر بھی لحاظ کے لائق ہی کہ توریت
مین زانی کے لیے سخت سزا مقرر تھی (دیکھو استثنا ۲۲ وغیرہ) اور حضرت مسیح نے اوسے منسوخ کر دیا
(دیکھو یوحنا ۸ باب ۱۱) مگر قرآن مجید اوسکے لیے سزا کا حکم دیتا ہی اور مصلحت ملکی اور نسل انسان کی بہبودی
کا بھی مقتضا یہی ہے کیونکہ اس فعل شنیع کی وجہ سے ہزارون جانین تلف ہوتی ہین اس زمانے
مین کہ اہل یورپ تہذیب تہذیب پکار رہے ہین اور غیر ولایت والون کو مثل وحشیون کے سمجھتے ہین
اس فعل شنیع کی وجہ سے اونھین کے ملک مین مثل لندن وغیرہ کے ہزارون[1] بے گناہ بچے مرے اور
راستون مین ملنے کی تعداد سالانہ رپورٹ مین درج ہوتی ہے اور بہت سے غیرت مند شوہرون
نے اپنی بیوی کو اس بلا مین گرفتار دیکھکر اپنی جانین دیدی ہین اور مارا اور مر گئے ہین —
غرضکہ جس فعل کی وجہ سے اس قدر جانین تلف ہوتی ہین اوسکے لیے دنیاوی تہدید بھی ضرور ہے
تاکہ یہ ہزارون خون نہونے پائین انجیل مین اس ضروری امر پر نظر نہین کی گئی اور توریت کے
حکم کو منسوخ کر دیا مگر قرآن مجید اور حضرت سرور عالم چونکہ رحمۃ للعالمین ہین اسلیے نسل آدم پر رحم
کرکے اوس قدیم حکم خداوندی کو جاری کرتے ہین

[1] چنانچہ آئرش ٹیمس مورخہ ۱۷ اگست [illegible]ء مطبوعہ ڈبلن سے دریافت ہوا کہ انگلنڈ خاص مین
بحساب تین ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہین کیونکہ دس برس مین تیس ہزار معصوم قتل ہوے جنکے
چھوٹی چھوٹی قبرون سے بھرے ہین مگر تین ہزار اون مین سے بے کفن دفن پھینکے گئے بعضے گرجا گھرون
مین بعضے اصطبلون مین بعضے مکانون کی چھتون پر بعضے خالی قبرستانون مین بعضے کو اخبارات کے صندوقون
مین بعضے نالون مین گھر کا کوڑہ پھینکنے کے مکانون مین گھورون پر گڑھون خندقون تالابون مین مکانون
کی نیو مین ریلگاڑی مین نشستگاہون کے تلے ریلوے گھر مین جہان اسباب رکھا جاتا ہے وہان پوٹلی
مین بندھے ہوے کاغذ مین لپٹے ہوے اور راہون اور خندقون مین ننھی ننھی لاشین پاخانون مین
بکثرت کٹے ہوے نابدانون مین ملتے ہین معلوم نہین کہ کتنے بے گناہ مقتول بچے نہرون اور دریاون
مین ڈوبے گئے کہ جنکا نشان بھی نہین ملا سال گذشتہ مین لندن جو پایہ تخت انگلینڈ ہے
فقط اوسکے کوچون مین چار سو اکاسی لاشین ننھے ننھے بچون کے پڑی ملین الخ فقط ۱۲

(از اودھ اخبار نمبر ۲۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۸۱ء)

اب اہل انصاف ملاحظہ کرین کہ قرآن وحدیث بندوبست الٰہی کو کامل کرتے ہین یا اوٹھا دیتے ہین یادری
ٹھاکرداس صاحب کی ایمانداری کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ اونھون نے اس حکم مین مقابلہ کیا ہے مگر آیتین
نقل نہین کین جنسے ظاہر ہوتا ہی کہ قرآن وحدیث نے توریت وانجیل وغیرہ کی تکمیل کی ہی (دیکھو عدم ضرورت قرآن)

تعلیم نہم خدا کی راہ مین اپنا مال صرف کرنا - اسکی نسبت توریت مین معین اور غیر معین دونون
طور سے حکم کیا گیا ہے مثلاً زمین کی پیداوار اور چوپایون مین سے دسوان حصہ دینے کا حکم ہی (دیکھو احبار ۲۷ ۳۰ و ۳۲)
اور نیم مثقال ہر امیر وغریب کو دینا فرض ہی جو بیس برس کا ہو جیسا کہ خروج کے باب ۳۰ ورس
۱۳ - ۱۵ تک مصرح ہی اور غیر معین طور پر بھی دینے کا حکم ہے چنانچہ استثنا کے باب ۱۲ و ۱۵ مین ہی -
انجیل مین تعین تو مقدار کی گئی ہی اگر ہے تو یہ ہی کہ کل مال صرف کردو مثل جانورون کے کل کی کچھ
فکر نہ کرو چنانچہ متی کے باب ۶ ورس ۲۵ سے آخر تک یہی مضمون ہی اور متی کے باب ۱۹ ورس ۲۱ - ۲۴
مین ایک سائل کے جواب مین حضرت مسیح فرماتے ہین اگر تو کامل ہوا چاہے تو جا کے سب کچھ جو تیرا ہے
بیچ ڈال اور محتاجون کو دے کہ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا تب آ کے میرے پیچھے ہو لے وہ جوان یہ سنکر
غمگین چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا تب یسوع نے اپنے شاگردون سے کہا کہ مین تمسے سچ کہتا ہون کہ دولتمند کا
آسمان کی بادشاہت مین داخل ہونا مشکل ہے بلکہ مین تمسے کہتا ہون کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے
گذر جانا اوسسے آسان ہے کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت مین داخل ہو " اب مین کہتا ہون کہ دنیا
کے دولتمند عیسائی بتائین کہ اونھون نے اپنی نجات کی کیا سبیل نکالی ہی حضرت مسیح تو اونکی نجات کو
محال بتلا چکے جو تحقیق وانصاف کے پابند ہین وہ بے تامل یہ کہہ سکتے ہین کہ مال کے صرف کرنے مین کسیقدر
تعیین نہایت انسب بلکہ ضروری ہے اور کچھ تعیین نکرنا اور کل مال کے صرف کر دینے کو عمدہ قرار دینا
بالکل نظام عالم کے خلاف ہی بعضے ناعاقبت اندیش یہ خیال کرتے ہین کہ عبادت مین پابندی
خوب نہین آزادی چاہیے تاکہ وہ فعل رضا ورغبت سے ہو مگر اس قسم کی آزادی تو خود حضرت مسیح
کے قول مذکور سے باطل ہوتی ہی اگر آزاد چھوڑ دینا بہتر تھا تو حضرت مسیح اوس امیر کو کیون غمگین کرتے اصل
امر یہ ہے کہ ہر طرح کی آزادی کی خواہش کرنا نفس سرکش کی حیلہ جوئی ہے نہایت ظاہر ہی کہ جب

ایک کام کے لیے ایک وقت یا مقدار مناسب معین کر لے جاتی ہے تو اوسکا ہونا بہت آسان ہوتا ہی اور
مستعد اور پابند شخص سے وہ کام ترک نہین ہوتا اور جس کام کے لیے تعین وقت اور مقدار نہین کیجاتی
وہ اکثر اوقات بڑے بڑے پابندون سے ترک ہو جایا کرتا ہے اس نظر سے قانون شریعت کی عمدگی یہی
ہے کہ اوسکے احکام مین بھی ایک مناسب تعین ہونا چاہیے تاکہ مطلب اصلی فوت نہو جاوے مثلاً
خدا تعالے نے خیرات و صدقہ دینے کا حکم کیا اس سے مقصود اس عالم اسباب مین مسکینون اور
غریبون کی پرورش اور حاجت روائی ہے اور وہ علاوہ حکم الٰہی ہونے کے ہر ایک بنی نوع انسان
کا بسبب اتحاد جنسیت کے فرض منصبی ہے پس جبکہ تعین مقدار اس ادا کے فرض کے معاون ور محافظ
ہے تو جبتک اوسکا ہونا ضروری امر ہے تاکہ غریبون کی حاجت روائی اور اوسکے اداے فرض مین خلل
نہ واقع ہو یہی وجہ ہے شریعت محمدیہ مین شریعت موسوی کی نفس تعین قائم رکھی گئی البتہ کسی قدر
تکمیل اوس تعین مین کی گئی یعنی زمین کی پیداوار مین دسوان حصہ تو بدستور قائم رکھا مگر چوپایون مین
دوسری تفصیل کی گئی ہے جس سے اوس حکم کے ادا مین نہایت تخفیف ہو گئی اوس سب کا ذکر کرنا موجب
طوالت ہی ہمارے علما نے بہت سے اردو کے رسالون مین بھی اوسکا ذکر کیا ہی ناظرین ملاحظہ کر سکتے مین
اور فی کس نیم مثقال کو بھی بدل دیا اور یہ حکم دیا کہ ہر سال جس قدر مال تمھارے حوائج ضروریہ سے بچ رہے
اوسمین سے چالیسوان حصہ دیا کرو یہ ایک ایسی مقدار ہی کہ آدمی بلا ناگواری ادا کر سکتا ہے اور غیر واجبی مساوات
امیر و غریب مین جو شریعت موسوی مین ہی وہ بھی ایمین نہین ہی شریعت عیسوی کے اوس سخت حکم کی
جگہ کہ کل مال غریبون کو دیدے شریعت محمدیہ نے یہ حکم نافذ کیا کہ نہ تو اپنا ہاتھ بالکل سمیٹ لے (کہ مقام
ضرورت مین صرف نکرے) اور نہ بالکل پھیلا دے (کہ کل مال صرف کر دے) اور انجام کار نادم و پشیمان
اور لوگون کی نظرون مین ذلیل و خوار ہو اس حکم کی خوبی کو اہل انصاف خود سمجھ سکتے ہین میرے بیان
کرنے کی حاجت نہین اور کسیقدر تفصیل تکمیل الادیان مین کی گئی ہے ـ اور کسیکو یہ خیال نہو کہ شریعت
محمدیہ مین صرف اسی قدر مال صرف کرنیکا حکم ہے جسکا اوپر ذکر کیا گیا نہین بلکہ یہ مقدار تو معین کر دی گئی
ہی کہ کیسا ہی بخیل شخص کیون نہو مگر وہ بھی اس قدر مال مسکینون اور غریبون کو تو دے ہی دے

اور اسکے علاوہ بھی دینے کی ترغیب بار بار دی ہی چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہی کہ لن تنالوا البر حتے
تنفقوا مما تحبون ۔ ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کی حد کو جب تک کہ کسی قدر اوسمین سے نہ دو جسے چاہتے ہو دینے
دینے کا ثواب اور نیکی اوس وقت ملیگی کہ جو شی دل کی مرغوب اور محبوب ہی اوسے اللہ کی راہ مین دو
مگر اوس ارحم الراحمین کی یہ رحمت ہی کہ کل شی محبوب کے دینے کا حکم نہین کرتا ہے بلکہ فرماتا ہی کہ اوسمین سے
کسی قدر دینا چاہیے یہ وہ عمدہ حکم ہے کہ ایمان کا امتحان بھی ہوجاتا ہے اور وہ مضرت بھی نہین ہوتی
جو حضرت مسیح کے حکم مین تھی فذا اہل انصاف شریعت محمدیہ کے اس حکم اور حضرت مسیح کے اوس حکم
کو کہ کل مال بیچکر دیدے ذرا مقابلہ کرکے دیکھین کہ کس مین دنیا و دین کی بہبودی ہے اور کسکی تعمیل
ممکن ہی اور کسکی غیر ممکن جس وقت اون احادیث پر نظر کیجاتی ہی جنمین خیرات دینے کی ترغیب و تحریص
کی گئی ہی تو انصاف اہلی بے تامل کہلاٹھتا ہی کہ جس خوبی اور تاکید سے شریعت محمدیہ مین خیرات دینے کا بیان
ہی شریعت موسوی اور عیسوی مین ہرگز نہین ہی جسکا جی چاہے علاوہ اور کتب احادیث کے مشکوۃ کے
باب الانفاق کو دیکھ لے اوسکا ترجمہ اردو مین بھی موجود ہی مثلاً ایک حدیث مین ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین مسلمان مین جمع نہین ہوتین ایک بخیلی دوسرے بدخلقی ۔
دیکھیے کس تاکید سے سخاوت کی ترغیب اس حدیث سے مفہوم ہوتی ہی پولوس نے بھی اپنے خطون
مین کسیقدر ترغیب دی ہی جیسا کہ اول قرنتیون کے باب ۱۶ ۔ اور ۲ قرنتیون کے باب ۸ و ۹ مین ہے
ناظرین اون مقامات کو دیکھکر خود کہہ سکتے ہین کہ پولوس کی ترغیبین بعینہ اسی طرح کی ہین جیسی
اس وقت بھی بعضے اشخاص کسی غرض سے چندہ وصول کرنے کے لیے ترغیبین دیتے ہین مثلاً
ن زمانہ نادیانند سرستی تھا پھر بھلا ان بیانون کو احادیث کے مضامین سے کیا نسبت ہی اس امر
مین میرے بیان کی حاجت نہین ہی اہل انصاف مقابلہ کرکے خود امتیاز کرسکتے ہین ۔

افسوس پادری ٹھاکرداس ان امور پر نظر نہین کرتے کہ ان ضرورتون کی وجہ سے قرآن مجید
نازل ہوا ورنہ جو اونھون نے صفحہ ۳۷ عدم ضرورت قرآن مین اس امر مین مقابلہ کیا ہی کہ کسطرح
دینا چاہیے اور چند مقامات قرآن مجید سے اور چند حوالے انجیل سے نقل کرکے لکھا ہی کہ " ان مقامات

مین (یعنی قرآن مجید کے حوالون مین) مثل حوالجات مذکورۂ بیبل کے تفصیل نہین ہے
یہ اونکا کہنا بد دیانتی سے خالی نہین تو اب مین قرآن مجید اور بیبل کے مقامات کا حکم مذکورہ مین
مقابلہ کرکے ناظرین کو دکھاتا ہون مگر اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ اس مقام پر تین باتین مین ایک
تو خدا کی راہ مین دینا جسکا ذکر اوپر کیا گیا دوسرے اوس دینے کا طور تیسرے اوسمین ریاکاری سے
منع ہونا انصاف و تحقیق کا مقتضا یہ ہے کہ ان تینون امر مین علیحدہ علیحدہ مقابلہ کیا جاے مگر پادری صاحب
کو اتنی حق جوئی یا مادہ کہان تھا کہ تینون امرون کو جدا جدا سمجھکر ہر ایک مین مقابلہ کرتے اونھون
نے خلط ملط کرکے ایک طعن کر دیا اب وہ آنکھین کھول کر ملاحظہ کرین نفس دینے کا ذکر تو اوپر کیا گیا اور
تو بیبل کا حکم ناقص ثابت ہوا مگر اب مین تینون امور کو علی سبیل المقابلہ نقل کرتا ہون —

خدا کی راہ مین دینا

قرآن مجید

دے مال کو اوسکی محبت پر ناتے والون کو اور
یتیمونکو اور محتاجونکو اور مسافرونکو اور مانگنے والونکو
اور گردن چھوڑانے مین یعنی غلام کے آزاد کرنے
مین (البقرہ آیت ۱۷۷)

جو لوگ اللہ کی راہ مین دیتے ہین اونکی مثال ایسی ہے
جیسے ایک دانہ اوس سے سات بالیان اوگین اور ہر
بالی مین سو سو دانے لگے اور اللہ جسکے لیے چاہے بڑھاتا ہے
جو اللہ کی راہ مین اپنا مال دیتے ہین اور پھر دینے کے
بعد نہ تو احسان رکھتے ہین اور نہ ستاتے ہین اونھین
کے لیے اونکے پروردگار کے پاس اسکا بدلہ ہے (بقرہ آیت ۲۶۱
و ۲۶۲ مع حذف)

بائیبل

اور لاوی اس لیے کہ اوسکا کوئی حصہ اور
میراث تیرے ساتھ نہین اور مسافر اور یتیم
اور بیوہ جو تیرے پھاٹک کے اندر آوین او
کھاوین اور سیر ہون تا کہ خدا تیرے ہاتھ کے
سب کامون مین جو تو کرتا ہے تجھے برکت بخشے
(استثنا $\frac{14}{29}$)

اگر تمھارے بھائیون مین سے تیرے پھاٹک
کے اندر کوئی مفلس ہووے تو اوس سے سخت دلی
مت کیجیو اور اپنے مفلس بھائی کی طرف سے
اپنا ہاتھ بند مت کیجیو بلکہ کشادہ رکھیو اور کسی کام
مین جو وہ چاہے بقدر اوسکی احتیاج کے اوسکو

بائیبل	قرآن مجید
ضرور قرض دیجیو خبردار تیرے دلمین اندیشہ نگذرے مسکین زمین پر سے جاتے نرہینگے اس لیے یہ کہکے مین تجھے حکم کرتا ہون کہ تو اپنے بھائی کے واسطے اور اپنے مسکین کے لیے اور اپنے محتاج کے واسطے جو تیری زمین پر ہی اپنا ہاتھ کشادہ کیجیو (استثنا باب ۱۵ ورس ۷-۱۱ مختصراً)	ای ایمان والو دو اپنی پاک کمائی مین سے اور جو ہمنے زمین سے تمہین نکال دیا ہے اور گندی چیز دینے کی نیت نرکھو جسے تم خود لینا پسند نہین کرتے۔ (بقرہ آیت ۲۶۷) نیکی کی حد کو ہرگز نہ پہونچوگے جبتک اوس چیز مین سے نہ دو جسے تم دوست رکھتے ہو (آل عمران آیت ۹۲)

دینے مین ریا وغیرہ نکرنا

بائیبل	قرآن مجید
خبردار ہو کہ تم اپنے نیک کامون کو لوگون کے سامنے دکھلانے کے لیے نکرو نہین تو تمہارے باپ سے جو آسمان پر ہی اجر نملیگا اسلیے جب تو خیرات کرے اپنے سامنے تُرہی مت بجا جیسا ریاکار عبادت خانون اور راستون مین کرتے ہین تاکہ لوگ اونکی تعریف کرین مین تمسے سچ کہتا ہون کہ وے اپنا اجر پاچکے (متی ۶ ا و ۲) جو خیرات بانٹتا ہی صاف دلی سے بانٹے اور ہر ایک جس طرح اپنے دل مین ٹھہراتا ہی دیوے نہ کہ دریغ سے یا لاچاری سے کیونکہ خدا اوسی کو جو خوشی سے دیتا ہے پیار کرتا ہے — (۲ قرنتیون ۹/۷)	ای ایمان والو اپنے دیے کو ضائع نکرو احسان رکھکر اور ستا کر مثل اوس شخص کے کہ اپنا مال لوگون کے دکھاوے کو دیتا ہی اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہین لاتا سو اوسکی مثال جیسے صاف پتھر اور اوسپر مٹی پڑی پھر اوسپر زور کا مینہ برسا اور وہ صاف ہو کر رہگیا اسیطرح ریاکارون کو اونکی کمائی کچھ اونکے ہاتھ نہین لگیگی اور مثال اونکی جو اپنے دلی اعتقاد سے اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنا مال صرف کرتے ہین ایسی ہی جیسے بلندی پر ایک باغ اوسپر مینہ برسا تو وہ اپنا پھل دونا لایا اور اگر مینہ نہ برسا تو اوس ہی اوسکو کفایت کرتی ہی (بقرہ آیت ۲۶۴ و ۲۶۵)

خدا کی راہ مین کس طرح دینا چاہیے

قرآن مجید

اگر کھلے خیرات دو تو بھی اچھا ہی اور اگر چھپا کر فقیرون کو دو تو تمھارے لیے بہتر ہے اور یہ دینا کسی قدر تمھارے گناہ مٹاتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اوس سے آگاہ ہی۔ (بقرہ آیت ۲۷۱)

جو لوگ اپنا مال رات و دن چھپے اور کھلے دیتے ہین اونکے لیے اونکے پروردگار کے پاس بدلہ ہے اور نہ اونھین کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (بقرہ آیت ۲۷۴)

جنھون نے ہمارے دیے مین سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے بدلے مین بھلائی کرتے ہین اونھین کے لیے آخرت مین جزا ہے (رعد آیت ۲۲)

بائیبل

جب تو خیرات کرے تو چاہیے کہ تیرا بایان ہاتھ نجانے[1] جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہی تاکہ تیری خیرات پوشیدہ ہو (متی ۶ باب)

اونکی خوشی فراوانی اور اونکی افلاس کامل نے اونکی سخاوت کی کثرت کو زیادہ ظاہر کیا کیونکہ مین یہ گواہی دیتا ہون کہ اونھون نے مقدور بلکہ مقدور سے زیادہ از خود خیرات کی (۲ قرنتیون ۸ باب) پر اوس خدمت کی بابت جو مقدس لوگون کے واسطے ہی میرا لکھنا تمکو زائد ہے کیونکہ مین تمھاری ہمت کو جانتا ہون اوسی باعث ہی جو مین مقدونیون کے آگے تمھارے سبب یہ فخر کرتا ہون کہ ملک اخایہ ایک برس سے آگے خیرات دینے تیار تھا اور تمھاری سرگرمی نے بہتون کو تحریض کیا (ایضاً ۹ باب)

اس مقابلہ سے ظاہر ہو گیا کہ نفس دینے کا حکم تو جس طرح بیبل مین ہی اوسی طرح قرآن مجید مین ہی بلکہ قرآن تمثیلین دیکر خوب ترغیب دی ہی ریاکاری سے دینے کو بھی دونون جگہ منع کیا ہی مگر چند امور مین فرق ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید مین عمدہ اور پسندیدہ چیز دینے کا حکم ہے یعنی خیرات کے دینے کی عمدگی یہ ہے کہ پسندیدہ چیز دیجاے ایسا نکرنا چاہیے کہ بمقتضای مثل مشہور (موئی بھینسا بامھن کے نام) نکمی اور ردی چیز خیرات کرے یہ حکم بیبل مین نہین دیکھا گیا۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید گرچہ بیان اور دکھاوے کے

[1] یہ مضمون حدیث مین نہایت عمدہ طرز سے بیان کیا گیا ہے جس سے پوشیدہ دینے کی نہایت عمدگی اور تاکید معلوم ہوتی ہے (دیکھو مشکوٰۃ باب الانفاق) اصل امر یہ ہے کہ اگر ظاہر ادینے کی ضرورت نہو تو پوشیدہ دینا بہتر ہے ۱۲

صدقت امنع کرتا ہے مگر دینے کے باب مین ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح دینے کا حکم کرتا ہے کیونکہ بعض وقت ظاہری دینے کی ضرورت پڑتی ہی مثلاً اورون کو ترغیب دینا منظور ہے اسوجہ سے خاص پوشیدہ طور سے دینے کا حکم کرنا کامل حکم نہین ہو سکتا۔ تیسرے یہ کہ حضرت مسیح نے کاملیت کے لیے کل مال صرف کرنے اور قلندر ہو جانے کا حکم کیا اور قرآن مجید مین اوسکی جگہ موقع سے صرف کرنا اور محبوب اور مرغوب شے دینے کا حکم دیا اور بالکل قلندر ہو جانے سے منع کیا۔ چوتھے یہ کہ شریعت محمدیہ نے دینے مین ایک مناسب طور پر تعیین بھی کر دی ہی تاکہ ہر ایک کو اوسکے ادا مین آسانی ہو اور مسکینون کا حق رہ نجاے انجیل مین یہ بات نہین ہی البتہ توریت مین ہی مگر اوسمین بھی کسیقدر تکمیل کی گئی —

تعلیم دہم — شراب اور جوے کا حرام ہونا — شراب کی برائی گرچہ توریت[عه] کے بہت سے مقامات سے نکلتی ہے مگر اوسکی حرمت عام طور پر معلوم نہین ہوتی بلکہ مخصوص لوگون کے لیے اور خاص وقتون مین ہی مثلاً جب کاہن جماعت کے خیمہ گاہ مین داخل ہو تو کل نشہ کی چیز اوسے ممنوع ہی (احبار ۱۰/۹) یا جو کوئی شخص منت مانگر اپنے آپ کو خدا کا نظیر بناوے تو اوسے حکم ہے کہ اپنی منت کے دنون مین کل نشہ کی چیزون سے پرہیز کرے (گنتی ۶/۳) انجیل نے اس حکم مین ترمیم نہین کی بلکہ اوسکی اشاعت مین کسی قدر تائید کی مثلاً حضرت مسیح نے لوگون کے پینے کے لیے معجزہ سے پانی کو شراب کر دیا (دیکھو یوحنا ۲/۱۱) اور پولوس نے قوت کے لیے طمطاوس کو پینے کا حکم کیا (دیکھو اول طمطاوس ۵/۲۳) یہ امور بلاشک اوسکی اشاعت کے مؤید ہین البتہ کلیسیا کے نگہبان یا خادم الدین کو شراب پینے کی ممانعت معلوم ہوتی ہی (دیکھو اول طمطاوس ۳/۳) غرضکہ شراب کی حرمت کا ذکر تو کسی قدر پہلی کتابون مین ملتا ہی مگر جوے کی حرمت کا پتہ نہین لگتا شریعت محمدیہ نے ان دونون چیزون کو قطعاً حرام ٹھہرایا ہے شراب کی حرمت وہان خاص لوگون کے لیے تھی یہان خاص و عام سب کے لیے ہی اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس حکم مین شریعت محمدیہ نے اگلی شریعت کی مخالفت کی ہی ہرگز نہین بلکہ

عه دیکھو پیدایش ۹/۲۱ امثال ۲۰/۱ و ۲۳/۲۹ اور خاص لوگون کو اور خاص اوقات مین اسکا حرام ہونا خود اس امر کی دلیل ہی کہ یہ خدا کی نظر مین بری چیز ہے ۱۲

تمثیل کی یا یون سمجھیے کہ امت محمدیہ کے عوام خدا کے نزدیک امت موسوی اور عیسوی کے خواص کے
مانند ہین اور خواص کا تو کیا ذکر ہے اسلیے کل امت پر حرام کردی گئی اس تقدیر پر سب بشریتون کہ مقتضی
ایت یا قرآن مجید کا وہ مقام جس سے ان دونون چیزون کی حرمت ثابت ہوتی ہے یہ ہے إِنَّمَا الْخَمْرُ
وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (مائدہ آیت ۹۳ - و ۹۴) اے
ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہین شیطان کے ان سے بچتے رہو تاکہ تمھارا بھلا ہو
شیطان کا یہی مقصد ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تمھارے درمیان مین عداوت اور دشمنی ڈالے
اور اللہ کی یاد اور نماز سے تمہین باز رکھے پھر اب بھی تم باز آؤگے یعنی جب اسمین دنیا و دین کی مضرت
ہے تو اس سے باز رہنا ضرور ہے یہ دونون چیزین ایسی ہین کہ اسوقت دنیا کے عقلا کا انکی برائی پر اتفاق
ہے شراب کی مضرت مین حکماے یورپ نے کتابین تصنیف کی ہین اور اسکے انسداد کے لیے شور
مچارہے ہین جسکے دماغ مین ذرا بھی انصاف کی بو ہوگی وہ بے تامل کہدیگا کہ بانی شریعت محمدیہ بیشک
علام الغیوب ہے کیونکہ تیرہ سو برس پیشتر اوس ظلمت کے وقت مین کہ عام طور پر لوگ جہالت کے نشہ مین
سرشار ہورہے تھے اور بجز خاص امور کے علوم اور فنون اور تہذیب کی ہوا بھی انھین نہین لگی تھی ایسے تہذیبی
اور مہلک امور کو قطعاً حرام کردیا - کیا یہ تہذیب اور شایستگی اور زندگی بخش احکام جہلاے عرب سے
ہوسکتے ہرگز نہین وہ تو سب کے سب اس بلا مین گرفتار تھے چنانچہ گاڈفری ہگینس اپنی کتاب اپالوجی کے
دفعہ ۱۶ مین لکھتا ہے کہ "مورخون نے بیان کیا ہے کہ محمد کے زمانے سے پیشتر اہل عرب میخواری اور قماربازی
کے نہایت عادی تھے مگر انکے دو حکمون کی وجہ سے شراب اور قماربازی کا رواج قطعاً موقوف ہوگیا
گو انکو ذریعہ شہوت رانی انکے رفقا کا الزام لگایا گیا ہے چنانچہ اوپر مذکور ہوا (مگر آپ کی تعلیم مین تقوی
اور پرہیزگاری براے نام ہی نہین معلوم ہوتی بلکہ مے نوشی اور قمار ایسے کبائر جرم قرار دیے گئے جو
معافی کے لائق نہین اور جسکی بیخ کنی ایکدم سے کردی گئی" اہل عرب اسقدر شراب خواری کے
عادی ہورہے تھے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عادت و رواج کے مٹانے کے لیے اس امر
کی ضرورت پڑی کہ جن مخصوص برتنون مین نشہ کی چیزین استعمال کیجاتی تھین اونکا برتنا ابتدا مین قطعاً

موقوف کر دیا گیا پھر بھلا ان عرب سے ایسی تعلیم سیکھنے کے کیا معنی ہو سکتے ہین ۔ پھر کیا عیسائیون
سے سیکھے ہرگز نہین عیسائیون کے یہان تو پانسو برس پیشتر اسکے جواز کا فتوی ہو چکا تھا چنانچہ اوپر
مذکور ہوا ۔ گاڈفری ہیگنس اپنی کتاب کے دفعہ ۱۶ مین کس حسرت سے لکھتا ہی کہ " فی الحقیقت
میرے قیاس مین انگلستان کی کیا خوش قسمتی ہوتی اگر بموجب حکم آلہی دین عیسوی مین بھی
اوسکی ممانعت ہو جاتی " پھر دفعہ ۶۲ مین لکھا ہی " میری راے ناقص اور خیالات محدود کے بموجب
اگر شراب اور قمار بازی وغیرہ کی ممانعت انجیلون مین پائی جاتی تو انسان کی خوشی کچھ کم نہو جاتی
اور اگر حضرت عیسے علیہ السلام اپنے علم غیب سے جو بزعم لوگون کے اونکو حاصل تھا اور جسکا محمد کو دعوی
نہ تھا نشے کی چیزون کی ممانعت کر دیتے بجز اون صورتون کے جنمین وہ دوا کے طور پر ضروری ہون
تو اس سے کچھ برائی زیادہ نہو جاتی " پھر اگر یہ کہا جاے کہ توریت سے سیکھے تو یہ بھی خیال مین نہین آتا کیونکہ
یہ احکام نہ توریت مین ہین اور نہ توریت آنحضرت پڑھے تھے اور یہود سے سیکھنے کا احتمال نہین ہو سکتا کیونکہ اونکی کتاب
جب ان احکام سے خالی ہی تو وہ کیونکر ایسی تعلیم دے سکتے تھے اور قمار بازی کی حرمت تو وہان بالکل ہی نہین ہے
دیکھو گاڈفری ہیگنس دفعہ ۱۶ مین لکھتا ہی ۔ محمد کے قانون کی رو سے قمار بازی کی صاف ممانعت ہے
اس قانون کی مراد مفید سے یقیناً کوئی منکر نہوگا ۔ آپ کے اخلاق کی خوبی سے انکار ہے کیونکہ کہتے ہین
کہ آپ نے صرف اوسکو انجیل سے نقل کیا ہی جسنے اس برائی کی ممانعت کو نہ احکام عشرہ مین دیکھا نہ انجیل مین پایا
اس محقق عیسائی کے قول سے ایک امر تو ثابت ہو گیا اب با شراب کا حرام ہونا وہ بھی اس طور پر تھا
جسطرح شریعت محمدیہ مین ہی کہ تھوڑی بہت عام و خاص کسیکو اجازت نہین ۔
اب از روی انصاف کے دیکھنا چاہیے کہ جس وقت نفس کی خواہش کو دیکھا جاتا ہی تو سوا آرزو سے اسکے
جواز کا حکم دیتی ہی اور اگر اوس وقت کے رواج پر خیال کیا جاتا ہے تو وہ بھی اوسمین سرشار رہنے کی اجازت
دیتا ہی اور جب اگلی شریعت پر نظر ڈالی جاتی ہی تو وہ بھی اباحت کا فتوی دیتی ہی پھر ان سبکو چھوڑ کر شریعت
محمدی نے نفس کے مخالف وہ مفید اور عمدہ حکم دیا جسکی خوبی سیکڑون برس بعد ظاہر ہوئی پھر یہ قوت
الہامیہ کا کام نہین تو کسکا ہے جو مشتری بندۂ درہم و دینار اوس سردار انبیا پر نفس پروری کی تہمت

لگائے گئے ہیں وہ دو آنکھیں کھول کر دیکھیں (اگر اونکے آنکھیں ہوں) کہ اگر نفس پروری کا اوس جناب
میں شائبہ بھی ہوتا تو ایسی خوش آیند چیز کو آپ قطعاً حرام کیوں کر دیتے جیسے تمام حظوظ نفسانی کا
مدار ہی آپ کو تو رواج اور شریعت دونوں اجازت دیتے تھے پھر کسکا خوف تھا کہ آپ نے ایسی چیز
پرہیز کرنیکا فعلی حکم دیدیا پھر صرف ممانعت ہی نہیں کی بلکہ یہ حکم کیا کہ جس کسی کا پینا ثابت ہو اوسے
اسی کوڑے لگائے جائیں ۔

تعلیم یازدہم ۔ خون نکرنا ۔ پادری صاحب صفحہ ۲۲۹ میں لکھتے ہیں کہ " توریت میں قتل کی
ممانعت تھی انجیل میں تشریحاً ارشاد ہوا کہ خدا تعالے کے حضور نہ صرف قاتل سزا کے لائق ہی بلکہ وہ
شخص بھی جو دوسرے پر بے سبب غصہ کرے یا اوس سے بدزبانی کرتا ہی وہ بھی سزا پانیکا مستحق ہی
پادری صاحب نے انجیل متی کے باب ۵ ورس ۲۱ و ۲۲ کا مضمون بیان کیا ہی اوسے میں نقل کرتا ہوں
(۲۱) تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ تو خون مت کر اور جو کوئی خون کرے عدالت میں سزا کے
لائق ہوگا (۲۲) پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر بے سبب غصہ ہو عدالت میں سزا کے
قابل ہوگا اور جو کوئی اپنے بھائی کو راکا ۔ (یعنے واہی یا بیوقوف) کہے صدر مجلس میں سزا کے لائق ہو
اور جو اوسکو مورہ (یعنی احمق یا باغی) کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا (۲۳) پس اگر تو قربان گاہ میں
اپنی نذر لیجائے اور وہاں تجھے یاد آوے کہ تیرا بھائی تجھسے کچھ مخالفت رکھتا ہے (۲۴) تو وہاں اپنی نذر
قربان گاہ کے سامنے چھوڑ کے چلا جا پہلے اپنے بھائی سے میل کر تب آکے اپنی نذر گذران ۔"

ان ورسوں کی تشریح کے لیے لفظوں کے معنی معلوم ہونا چاہئیں اول یہ کہ اپنے بھائی سے کون لوگ مراد
ہیں دوسرے یہ کہ بے سبب غصہ ہونے سے کیا مقصود ہی جس وقت بیبل کے محاورات اور خاص ۲۳ و
۲۴ ورس پر محققانہ طور پر نظر کیجاے تو بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بھائی سے مقصود خاص وہی لوگ
ہیں جو مذہب کے شریک اور نیکوکار ہیں کیونکہ قطع نظر محاورے کے دو وجہوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے
اول یہ کہ ۲۴ ورس میں اون سے میل کرنے کی تاکید ہے اور تعلیم ہفتم میں توریت و انجیل دونوں سے ثابت
ہو چکا ہے کہ بدکاروں سے ملنے کی قطعاً ممانعت ہی اور اونسے صحبت رکھنا اور اونکے ساتھ خورد و نوش کرنا

کل ممنوع ہے کیونکہ پولوس کہتے ہین ۱۱ پر میشے اب تمھین یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی بھائی کہلاکے حرامکار یا لالچی
بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا لوٹیرا ہو تو اوس سے صحبت نرکھنا بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا
نہ کھانا ،، (نامہ اول قرنتیون ۵/۱۱) پولوس کے قول سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بھائی کا اطلاق
ہب کے شریک پر آتا ہے نہ غیرون پر ۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیح نے فقیہون اور فریسیون کو اکثر
وقات سخت کلمات کہے ہین مثلاً ریاکار ۔ حرامکار ۔ بدکار ۔ اندھا ۔ سانپ ۔ اور سانپ کا بچہ ۔
سب الفاظ حضرت مسیح نے غیرون کو کہے ہین (دیکھو متی کا باب ۱۲ درس ۳۹ و باب ۲۳ درس ۱۳-۳۳)
ظاہر ہے کہ یہ الفاظ بیوقوف اور احمق کہنے سے زیادہ سخت ہین پس جب حضرت مسیح نے احمق کہنے
سے منع کیا اور غیر لوگون کو اوس سے زیادہ سخت الفاظ کہے تو معلوم ہوا کہ اونکو یہ سخت الفاظ کہنا منع
نہین ہین ورنہ وہ نقص عائد ہوگا جو حضرت مسیح فقیہون اور فریسیون پر عائد کرتے ہین کہ وہ کہتے ہین
کرتے نہین (دیکھو متی ۲۳/۳) الغرض ثابت ہوا کہ نیکوکار مسیحی بھائی سے بدزبانی کرنا منع ہے نہ غیر لوگون
سے پھر جب اس پر نظر کیجاے کہ بے سبب کی بھی قید لگی ہے تو معلوم ہوگا کہ اگر کوئی سبب ہو تو اپنے دینی
بھائی کو بھی سخت الفاظ کہنا اور غصہ ہونا منع نہین ہے اب رہا یہ امر کہ وہ سبب کیا ہے اور کس درجہ کا
اوس سبب کو ہونا چاہیے اس مقام سے اوسکا پتہ نہین لگتا البتہ جس مقام پر حضرت مسیح نے
اعظم الحوارین پطرس کو شیطان کہا ہے اوس جگہ سے اس سبب کا اندازہ کسیقدر ہو سکتا ہے وہ قصہ
متی حواری نے اپنی انجیل کے باب ۱۶ مین اس طرح نقل کیا ہے (۲۱) اوس وقت سے یسوع اپنے شاگردون
کو خبر دینے لگا کہ ضرور ہے کہ مین یروشلم کو جاؤن اور بزرگون اور سردار کاہنون اور فقیہون سے بہت کچھ دکھ اوٹھاؤن
اور مارا جاؤن اور تیسرے دن جی اوٹھون (۲۲) تب پطرس اوسے کنارے لے گیا اور جھنجھلا کر کہنے لگا
اے خداوند تیری سلامتی ہو یہ تجھپر کبھی نہوگا (۲۳) پر اوسنے پھرکے پطرس سے کہا کہ اے شیطان میرے
سامنے سے دور ہو الخ ۔ ،، اب ناظرین اس کلام مین غور کرکے اوس سبب کے اندازہ کو دریافت کرلین
کہ کس وجہ سے دوسرے بھائی کو سخت الفاظ کہنا انجیل کی رو سے درست ہو جاتا ہے میری دانست مین
یہان کوئی وجہ اس سخت لفظ کہنے کی نہین معلوم ہوتی بجز اسکے کہ اوسنے ایک وحشت ناک خبر کو سنکر

جو اوسکی دلی لعنتا کے خلاف تھی بامرہ نکر سکتا اور شعبدہ بجہا اور دعا دیکر کہنے لگا کہ تیری سلامتی ہو وہ عجیب کبھی نہ ہوگا یہان اسقدر کہہ سکتے ہین کہ تقتضائے کمال ادب یہ تھا کہ اپنی دلی حالت کو ضبط کرکے حضرت مسیح کے روبرو دم نمارتے اب غور کرنا چاہیے کہ جب ایسی خفیف وجہ سے نیکو کار دینی بھائی کو اسقدر سخت الفاظ کہنا درست ہوا تو اس حکم پر کیا معتد بہ ثمرہ مرتب ہو سکتا ہی جسکو پہلے حکم موسوی کی تکمیل یا تشریح کہی جاے کیونکہ کوئی عاقل ایسا نہین ہی کہ بغیر خفیف وجہ کے بھی کسیکو سخت الفاظ کہے بیوجہ سخت کلامی کو تو ہر ذی عقل برا جانتا ہے توریت مین صاف لکھا ہی کہ تو اپنے بھائی کو اپنے مانند پیار کر پھر کیا اس سے ثابت نہین ہوتا کہ تو اپنے بھائی سے بدزبانی نکر اگر ثابت ہوتا ہی اور بیشک ہوتا ہی تو فرماے کہ کس امر کی تکمیل ہوئی اور اگر اس حکم کو حکم موسوی کی تشریح کہی جاے تو شریعت محمدیہ نے نہایت عمدہ اور کامل طور سے اسکی تکمیل کی ہی کیونکہ قرآن مجید اور احادیث مین صاف صاف ارشاد ہوا کہ خدا تعالے کے نزدیک صرف قاتل یا بدزبان ہی نہین سزا کے لائق ہی بلکہ وہ بھی جو کسی پر بدگمانی کرے یا پوشیدہ حالات کو ٹٹولے یا اپنے بھائی سے دل مین رنجش رکھے سزا کے لائق ہوگا۔ سرور انبیا فرماتے ہین کہ کسی مسلمان کو جائز نہین کہ تین دن سے زیادہ رنجش کی وجہ سے اپنے بھائی سے نملے اور جو ایسا کرے گا اور اوسی حال مین مرجائیگا تو جہنم کا سزاوار ہوگا۔ جسنے بنظر غور انجیل اور قرآن وحدیث کو دیکھا ہی وہ بالیقین کہہ سکتا ہی کہ جسقدر زبان کی بندش شریعت محمدیہ مین کی گئی ہی شریعت عیسوی مین ہرگز نہین ہی۔ الغرض شریعت عیسوی نے پہلی شریعت کی اگر تکمیل کی تھی تو فی الجملہ کی تھی مگر شریعت محمدیہ نے کامل طور پر اوسکی تکمیل کردی اس مسئلہ کو ناظرین تکمیل الادیان مین بھی ملاحظہ کرین جہان کسیقدر اوسکی تفصیل کیگئی ہی

تعلیم دوازدہم طلاق کا جائز ہونا۔ ہر ایک ذی فہم اسکا یقین کر سکتا ہی کہ جس طرح نکاح کے جواز پر عقل انسانی اور کتب سماوی دونون شہادت دیتی ہین اسیطرح طلاق کے جواز پر بھی یہ دونو شاہد ہین بے تامل عقل یہ حکم کرتی ہی کہ جب عورت سے وہ مقصود حاصل نہو جس غرض سے رشتہ نکاح جائز کیا گیا ہی تو اس رشتہ کا توڑ دینا اسیطرح معیوب نہین ہی خصوصاً ایسی حالت مین کہ مرد اوسکی بیوفائی اور بدمزاجی سے تنگ آکر اپنی زندگی عمدہ طور سے بسر نکر سکتا ہو وہ کون عقل ہی کہ انسان کو اپنی

زندگی ہیکے انتزاع کرنے پر مجبور کرے عقلی شہادت کے لیئے یہ مختصر بیان کافی ہی اسلیئے اب نقلی شہادت پیش کیجاتی ہی توریت مین اس حکم کے نسبت اس طرح لکھا ہی کہ "اگر کوئی مرد کوئی عورت لیکے اوس سے بیاہ کرے اور بعد اوسکے ایسا ہو کہ وہ اوسکی نگاہ مین عزیز نہو اس سبب سے کہ اوسنے اوسمین کچھ پلید بات پائی تو وہ اوسکا طلاق نامہ لکھکے اوسکے ہاتھ دے اور اوسے اپنے گھر سے باہر کرے اور جب وہ اوسکے گھر سے نکل گئی تو جاکے دوسرے مرد کی ہووے پھر اگر دوسرا شوہر بھی اوس سے ناخوش ہوجا اور اوسکا طلاق نامہ لکھکے اوسکے ہاتھ مین دے اور اپنے گھر سے نکال دے یا اگر دوسرا شوہر اوسے جورو کرکے مرجاے تو روا نہین کہ اوسکا پہلا شوہر جسنے اوسے نکال دیا تھا اوسے پھر لے (استثنا ۲۴ ...)

اس مقام پر پہلے درس کی شرح مین علماء یہود کا اختلاف ہی چنانچہ کیا سلسن بائبل ڈکشنری مطبوعہ ۱۸۶۳ع کے صفحہ ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ مین لفظ ڈائیوورس (یعنی طلاق) کے بیان مین لکھا ہی "لیکن اس جملہ کے کیا معنی ہین کہ وہ اوسکی نگاہ مین عزیز نہو اس سبب سے کہ اوسنے اوسمین کچھ پلید بات پائی[1] یا اوسکے معنی یہ ہوسکتے ہین کہ اوسنے برہنگی کے اسباب پائے مفسرین اول ہی زمانے سے آپس مین مختلف رہے ہین کتاب مشنا سے معلوم ہوتا ہی کہ شمعی جو مسیح سے کسیقدر پیشتر تھا اس جملہ کے معنی یہ بیان کرتا تھا کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق نہین دیسکتا جب تک کہ اوسکو ایسی حرکات کا مرتکب نہ پاوے جو لائق طعنہ زنی اور قوانین نکوئی کے خلاف ہین - مگر ہلل جو کہ شمعی کا شاگرد ہے اوسکی تعلیم اسکے خلاف تھی وہ کہتا ہی کہ ہر ایک قصور پر جس سے کہ شوہر ناخوش ہو طلاق دینا روا ہی مثلاً کھانا خراب کردینا (یہ بھی ایک قصور ہے) اور ربی اکیبوا اس سے بھی ترقی کرکے اس جملہ کے معنی یہ بیان کرتا ہی کہ ہر ایک شخص اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا مختار ہے اگرچہ کوئی قصور اوسنے نکیا ہو صرف اس باعث سے بھی کہ دوسری عورت اوسکی زوجہ سے زیادہ حسین ہی - اوس زمانے مین یہودی اسی خیالات کے پابند تھے - نبیونکی تحریرات سے ظاہر ہے

[1] یہ ترجمہ زیادہ مناسب ہی کیونکہ جس عبرانی لفظ کا ترجمہ پلیدی یا پلید بات کیا گیا ہی وہ یہ ہے ערוה (عورۃ) یہ لفظ بعینہ عربی مین بھی مستعمل ہی اسکے ٹھیک معنی ننگا پن ہین اس لفظ کے لحاظ سے شمعی کی راے کو ترجیح معلوم ہوتی ہی - اور ولیم اسمتھ بھی سمارٹ بل ڈکشنری مین شمعی اور ہلل کی راے

کہ یہودی جب اسیری سے واپس آئے تو طلاق دینے کی اون مین کثرت ہوگئی۔ اور فیلو اور یوسیفس
اور عہد جدید سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ مسیح کے وقت تک اسکا بہت رواج تھا۔ الغرض اس امر مین [illegible]
اختلاف رہا کہ کس سبب سے طلاق دیجاسے مگر یہ امر متفق علیہ ہے کہ بعد طلاق دینے کے پھر اوس شوہر
کی ملک مین نہین آسکتی یعنی اس رشتہ کے ٹوٹ جانے کے بعد پھر جوڑنے کی کوئی سبیل نہین ہی اگرچہ
کیسی ہی ضرورت پیش آئے۔ اب انجیل کا بیان اس مسئلہ مین سنا چاہیے متی کے باب ۱۹ مین
ہے (۳) اور فریسی اوسکی آزمایش کے لیے اوس پاس آئے اور اوس سے کہا کیا روا ہی کہ مرد ہر ایک
سبب سے اپنی جورو کو چھوڑ دیوے (۴) اوسنے جواب مین اونسے کہا کیا تمنے نہین پڑھا کہ خالق نے شروع
مین اونھین ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی (۵) اور فرمایا کہ اسلیے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا
اور اپنی جورو سے ملا رہیگا اور وے دونون ایک تن ہونگے (۶) اسلیے اب وے دو نہین بلکہ ایک تن
ہین پس جسے خدا نے جوڑا اوسے انسان نہ توڑے (۷) اونھون نے اوس سے کہا پھر موسی نے کیون حکم
دیا کہ طلاق نامہ اوسے دیکے اوسے چھوڑ دے (۸) اوسنے اونسے کہا کہ موسی نے تمھاری سخت دلی[1] کے سبب

---

[1] اگر صرف انجیل کی عبارت پر نظر کیجائے تو ایک عمدہ بات یہ ثابت ہوتی ہی کہ احکام اخلاقی مین بھی حسب مصلحت وقت تغیر ہوتا ہے پھر یہ نہین کہ ناقص حکم کے بعد کامل دیاجا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ بسبب ضرورت کے کامل حکم کے بعد ناقص دیا جاتا ہے کیونکہ حضرت مسیح کے اس قول سے ثابت ہی کہ حضرت موسی سے پیشتر طلاق کی بابت کامل حکم تھا پھر حضرت موسی کے وقت مین لوگون کی حالت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ہر ایک سبب سے طلاق کی اجازت دی گئی (جسکو پادری صاحب ناقص حکم بتاتے ہین) بعد ازان حضرت مسیح کے وقت مین اسکا تغیر اسطرح ہوا کہ طلاق کا جواز خاص زنا کی حالت سے مخصوص ہوگیا۔ اس مختصر تحریر سے پادری صاحب کے اختلاف چہارم کی تمام تقریرین اور چرب زبانیان درہم برہم ہوجاتی ہین۔ افسوس ہی کہ پادری صاحب نے عیسائی ہوکر انجیل کو بھی نہین دیکھا۔ یہان ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ جورووں کو چھوڑ دینے کی اجازت اونکی سخت دلی قرار دینا مقتضای عقل کے بالکل برخلاف ہی کیونکہ سخت دلون کو سخت حکم ہونا چاہیے اگر وہ سخت دل تھے تو اونھین طلاق دینے سے بالکل ممانعت یا طلاق کو زنا کے ساتھ مقید کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ ایک سخت حکم ہے۔ اور سخت دلون کو سخت احکام مناسب ہین جیسا کہ اسوقت تک تمام عقلا کا عام دستور ہے۔ یہان اولٹی بات ہو رہی ہے کہ سخت دلون کو نرم حکم اور نرم دلونکو سخت حکم دیئے جاتے ہین غرضکہ اس اجازت کی علت اونکی سخت دلی قرار دینا کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا اگر سچ پوچھیے تو عام طور سے طلاق کی اجازت کا الزام حضرت موسی پر زبردستی ہی کیونکہ اونکے کلام سے یہ بات ثابت نہین ہوتی یہان یہ بھی ایک تامل ہی کہ [illegible] کے قول کو حضرت مسیح کیطرف منسوب کیا ہی [illegible] مقام اعلا تو خالی نہین تھا [illegible]

تمکو اپنی جورو ونکو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر شروع سے ایسا نہ تھا (۹) اور مین تمسے کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہی۔ سوکشنری کو مین فریسیون کا سوال کیوجہ اسطرح لکھی ہے فریسیون نے مسیح کو اوسکے جواب مین ڈالنے کے لیے یہ سوال کیا تھا۔ بعد اسکے جو گفتگو مسیح سے ہوئی اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ یہودی اوس وقت ہلل کی رائے کے پابند تھے اور اوسیم علیہ اعمد تھا اور شمعی کی رائے کے پابند نہ تھے" اور اسکاٹ صاحب مقام مذکور کی شرح مین اسطرح لکھتے ہین۔ فریسیون کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اسکے جواب مین اپنی زبان سے آپ پھنسے اور اوسکی چالاکی اس سوال مین یہ تھی کہ یہودیون مین اس مقدمے کی بابت دو رائین تھین یعنی بعضے ربی ہلل نامے کے فتوے پر عمل کرتے تھے جو کہتا تھا کہ مرد اپنی جورو کو کسی قصور یا ناراضی کے سبب چھوڑے تو جائز ہے اور بعضے ربی شمعی کی رائے مانتے کہ زناکاری کے سوا اور کوئی سبب طلاق کا نہین ہی پس جو کچھ جواب مسیح اس سوال کا دے وہ ان دونون مین سے ایک کو ضرور ناراض کریگا" (دیکھو تفسیر اسکاٹ صفحہ ۱۴۶) اور بعینہ یہی مضمون تفسیر ہارٹن مطبوعہ ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۹۵ مین ہے

اب مین یہ کہتا ہون کہ ان علماے مسیحیہ کے اقوال سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ طلاق کو صرف زنا پر منحصر کرنا حضرت مسیح کا کوئی نیا حکم نہین ہی بلکہ بعض علماے یہود کی پہلے سے یہ رائے تھی پس وہ امر جو بموجب ظاہر انجیل کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہی کہ اس حکم کے موجد و بانی خاص حضرت مسیح ہین صحیح نہین ہی اسی طرح یہ امر جو انجیل کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت موسی نے ہر ایک سبب سے طلاق دینے کی اجازت دیدی تھی صحیح نہین ہی بلکہ حضرت موسی نے اس مقام پر ایسا مجمل کلام بولا ہی جسکے وہ معنی بھی ہوسکتے ہین جو ربی شمعی نے کیے ہین جسکی رو سے طلاق دینا زنا اور اوسکے دواعی سے مخصوص ہی اور وہ معنی بھی ہوسکتے ہین جو ربی ہلل نے کیے ہین جسکی رو سے مرد ہر ایک سبب سے طلاق دیسکتا ہی اور حضرت مسیح کا اس معنی کو حضرت موسی کیطرف منسوب کرنا محض اس وجہ سے ہی کہ یہود کے اعتقاد مین بھی امر تھا کیونکہ وہ لوگ ربی ہلل کی رائے کے متبع تھے) الغرض حضرت مسیح نے کوئی نیا حکم اس امر مین نہین دیا بلکہ مختلف امرون سے ایک امر کو اختیار کرلیا۔ بیان سابق سے طلاق کی تین صورتین نکلین۔ ایک یہ کہ بلا قصور

وجہ طلاق دیجاے اس صورت کا جواز ربی اکیوا توریت سے نکالتا تھا دوسرے یہ کہ بلا تخصیص کسی
قصور و سبب کے اسکی اجازت ہو گو کیسا ہی کم مرتبہ قصور کیون نہو جیسا کہ ربی ہلل کی ایسی تعلیم تھی تیسرے
یہ کہ طلاق کو صرف زنا سے خاص کر دیا جاے جیسا کہ ربی شمی کا قول ہے۔ انکے علاوہ ایک چوتھی صورت
یہ ہے کہ فی نفسہ طلاق کو ایک امر ممنوع اور برا قرار دیا جاے مگر جواز اوسکا ضرورت پر منحصر ہو اور کسی خاص
سبب سے مخصوص نکیا جاے۔ اب اس امر مین منصفانہ طور سے نظر کرنا چاہیے کہ ان صورتون مین کونسی
صورت پسندیدہ اور اوس حاجت کو پوری کرنے والی ہے جسکے لیے یہ طلاق مشروع ہوئی ہے اور کونسی
اسکے برخلاف ہے۔ پہلی دو صورتین تو بلاشک عقل کے نزدیک ناپسندیدہ اور جس لیے نکاح مقرر کیا گیا
ہے اوسکے بالکل برخلاف ہین مگر جس طرح عقل کے نزدیک بلا قصور یا ادنے قصور سے طلاق دینا پسندیدہ
نہین ہو سکتا اسی طرح طلاق کو زنا کے ساتھ خاص کر دینا بھی کسی طرح پسندیدہ نہین ہے کیونکہ جب
عورت کو کسی برائی یا فعل کی وجہ سے طلاق دینا جائز ہوا تو کون عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ زنا کے سوا اور
کوئی برائی عورت مین ایسی نہین ہو سکتی جس سے اوسکا علیحدہ کر دینا جائز ہو کیا ازروے دین یا دنیا کے کوئی
اور برائی مثل زنا کے نہین ہے جو صرف زنا پر طلاق کو منحصر کیا جاتا ہے کیا بت پرستی اور قتل ناحق خصوصاً
قتل اولاد یا ایذا رسانی خدا کے نزدیک زنا سے بھی کم مرتبہ ہین جو ان افعال شنیعہ پر طلاق کا
حکم نہین ہوا کیا یہ افعال خدا کی نظر مین گندے اور ناپسندیدہ نہین ہین صرف زنا ہی ایک ایسا
فعل ہے جو اوسکی مرضی کے خلاف ہے اور اگر یہ سب افعال بھی خدا کی نظر مین ویسے ہی بلکہ اوس سے زیادہ
ناپسندیدہ ہین جیسے زنا ہے تو کس وجہ سے پادری صاحب کہتے ہین کہ "جو کوئی انصاف دلی سے
غور کریگا سو جان لیگا کہ عورت کو بغیر زنا کے چھوڑ دینا خدا تعالی کی پاک مرضی کے برخلاف ہے"
(دیکھو صفحہ ۳۲ نیاز نامہ) اور اگر اغراض نکاح اور فوائد دنیاوی کیطرف نظر کیجاے تو کیا دنیا
کہ اگر وہ عورت نافرمان۔ بیوفا۔ بدخلق۔ غیر منتظمہ۔ بانجھہ۔ وغیرہ اوصاف ضارہ سے متصف ہو
مگر اوسکو طلاق دینا جائز نہو کیا ایسی عورت سے نکاح کے اغراض حاصل ہو سکتے ہین ہرگز نہین کیا
ایسی عورت خاوند سے محبت رکھکر اوسکی مدد کر سکتی ہے ہرگز نہین بیوفا بدمزاج نافرمان

ہے کیونکہ محبت اور امداد کی امید ہوسکتی ہے پھر کیا وہ پرورش اولاد اور انتظام خانہ داری کرسکتی ہے
حاشا وکلا جب اوس مین بسبب بانجھ ہونے کے اولاد کی صلاحیت اور غیر منتظمہ ہونے کے انتظام کی
قوت ہی نہین ہے تو پھر وہ کیا کرسکتی ہے اب فرمایئے کہ جو فوائد نکاح کے پادری صاحب نے صفحہ ۴ مین
بیان کیے تھے وہ ختم ہوے اب کس وجہ سے ایسی عورت کو علیحدہ کرنا خدا کی مرضی کے خلاف ہے
یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ طلاق کو صرف زنا پر منحصر رکھنے سے صرف اتنی ہی مضرت نہین ہے کہ بعض
وقت مرد اور بعض وقت عورت اپنی زندگی کو نہایت تلخی سے بسر کرینگے اور وہ مسرت وخوشحالی
جو بسبب نکاح کے طرفین کو ہوتی ہے سخت مصیبت اور دردناکی سے بدل جائیگی بعض وقت یہ امر
بھی پیش آئیگا کہ یا تو ایک دوسرے کی جان کا خواہان ہوگا یا علیحدہ ہوکر مرتکب زنا کے ہونگے کیونکہ
عیسائیون نے تعدد ازدواج بھی منع کردیا ہے پھر جب طرفین مین موافقت کی صورت نہوگی تو اب وہ
دونون طبعی اور فطرتی خواہش کو کیا کرینگے اسیواسطے عیسائیون مین اس قسم کے واقعات اکثر واقع
ہوتے ہین اب کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کے خون اور بدفعلی شریعت کی مجبوری سے ہوتی ہے
اگر شریعت اونھین ایسا مجبور نکرتی تو یہ جانین تلف نہوتین اور بدفعلیان ظہور مین نہ آتین ان باتون
پر نظر کرکے کون عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ زنا کے سوا دوسرے سبب سے جورو کو طلاق دینا خدا کی مرضی کے
خلاف ہے افسوس ہے کہ پادری صاحب ذرا بھی عقل کو کام مین نہین لاتے اونکے کلام کا حاصل یہ ہے
کہ خدا تعالے کی پاک مرضی کے موافق یہ امر ہے کہ عورت کے سبب سے مرد کا کیسا ہی ناک مین دم ہوجائے
دنیا ودین کی مضرتین اوٹھائے اور جان پر نوبت آئے اغراض نکاح گرچہ بالکل حاصل نہون مگر
اوسے چھوڑنا کسی طرح جائز نہیں سبحان اللہ بھلا کوئی عاقل اسے قبول کرسکتا ہے ہرگز نہین کیا خوب
کسی نے کہا ہے کہ "جس حالت مین خداوند تعالے نے ایک بیوی ابتداہی مین اس غرض سے دی
کہ وہ اوسکی مدد اور تسلی اور خوشی کا باعث ہو جیسا کہ خود آئین نکاح سے ظاہر ہوتا ہے تو اگر بعد کو جیسا کہ
اکثر اتفاق ہوتا ہے وہ بیوی رنج ورسوائی اور تباہی اور اذیت اور مصیبت کی باعث ہو تو ہمکو ہرگز
یہ خیال کرنا چاہیے کہ خدا ہمسے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا الحاصل طلاق کو زنا

کے ساتھ خاص کر دینا کسی طرح برائی سے خالی نہین ہوسکتا لہذا اس مقدمہ مین کامل حکم وہی ہے جو
شقِ چوتھی صورت مین بیان کیا ہے یعنی اوسکا جواز ضرورت خاصہ پر منحصر ہونا چاہیے کیونکہ متعدد صورتین
ایسی نکل سکتی ہین جنکی وجہ سے مرد عورت کے علیحدہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اسی طرح بعض وقت مرد کیطرف
سے ایسے امور پیش ہوسکتے ہین جنکی وجہ سے وہ عورت علیحدہ ہونے پر مجبور ہوتی ہے مثلاً نامرد ہو یا عورت
کے کسی ضروری امر سے خبر گیران نہین ہوتا پھر اگر شریعت اسکو طلاق کے جواز کا حکم نہدے تو گویا اوس
عورت کے ہلاک ہوجانے یا در پردہ زنا کرنے کی اجازت دیتی ہے غرضکہ طلاق کو زنا کے ساتھ خاص
کرنے مین نہایت خرابیان ہین اسیواسطے شریعت محمدیہ مین اس حکم کی تکمیل اس طرح کی گئی کہ ضرورت
خاصہ پر طلاق کا جواز رکھا گیا نہ کسی خاص سبب پر (مثلاً زنا) تاکہ عورت و مرد کسی وقت تنگ اور
مجبور ہوکر کسی فعل شنیع کے مرتکب ہنون۔

شریعت محمدیہ نے اس باب مین ایک عمدہ طور یہ اختیار کیا ہے کہ صرف اس کہنے کو کافی نہین سمجھا
کہ بوقت ضرورت طلاق دینا جائز ہے بلکہ مختلف طور پر ایسے احکام نافذ کیے جس سے شریعت کا پابند
بجز حالت ضروری اور مجبوری کے کسی طرح بیوی کو علیحدہ نہین کرسکتا کیونکہ اول تو طلاق کو
ابغض المباحات قرار دیا اور یون ارشاد فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق یعنے حلال چیزون
مین خدا کو زیادہ غصے مین لانے والی طلاق ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو عورت سوائے حالت سختی کے اپنے
شوہر سے طلاق کی خواہش کرے اوسپر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اسی پر مرد کے طلاق دینے کو قیاس
کرنا چاہیے ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ میان بیوی کی جدائی شیطان کی بہت زیادہ خوشی کا باعث ہے
یہ ارشادات اس بات کو صاف ظاہر کرتے ہین کہ طلاق فی نفسہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ اور بری
چیز ہے مگر بضرورت اوسکا جواز رکھا گیا ہے۔ دوسرے وہ طلاق قطعاً ممنوع ٹھہرائی گئی جس سے اوسی وقت
رشتہ نکاح قطع ہوجاے اور پھر اوسی وقت اوسکے نکاح مین نہ آسکے۔ تیسرے نافرمان بدخو عورت
جس وقت اطاعت قبول کرے اوسکے طلاق دینے کو منع کر دیا ہے۔ چوتھے باوجود ناپسندیدہ ہونے
عورت کے پھر بھی اوس سے عمدہ برتاؤ کرنیکا حکم کیا ہے۔ پانچوین طلاق دینے کی جو صورت بتائی ہے

اوس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی کہ بانی شریعت محمدیہ دانائے مطلق اور نہایت رحیم ہے وہ کسی حالت اور
کسی سبب سے یکبارگی اس محکم رشتہ کا توڑنا پسند نہیں کرتا ہی بخلاف شریعت موسوی اور عیسوی کے
کہ شریعت موسوی مین ہر ایک سبب سے اور شریعت عیسویہ مین خاص سبب سے اوسکے یکبارگی توڑنے کی اجازت
دی ہی شریعت محمدیہ طلاق کی صورت اس طرح بتاتی ہی کہ اگر اس فعل کی ضرورت پڑے تو اول ایک
طلاق دینا چاہیے بعد اوسکے وہ عورت تین مہینے یا کسیقدر کم یا زیادہ شوہر ہی کے گھر مین رہے
اور اس مدت کا نان نفقہ شوہر ہی کے ذمے ہے اور اگر اس عرصے مین باہم میل ہوگیا تو بدستور
وہ میاں بیوی بنے رہینگے اور اگر اس قدر مدت گذر گئی اور باہم میل نہوا تو اوس وقت وہ عورت
اوسکے نکاح سے باہر ہوگی مگر پھر بھی انکو اختیار ہے کہ اگر باہم رضامند ہوں تو نکاح کرکے بدستور میان
بیوی ہوجاوین اور اگر پھر طلاق دینے کی ضرورت پیش آئے تو پھر بھی یہی حکم ہی اب خیال کرنیکا
مقام ہی کہ جب اس مدت تک وہ بیوی خاوند کے گھر مین رہیگی تو کیسے ممکن ہی کہ (بلا وجہ قوی اور حالت
مجبوری کے) وہ شوہر اس سے میل کرکے طلاق سے باز نرہیگا البتہ اگر تین مرتبہ طلاق دینے کی نوبت
آئے اوس وقت تنبیہاً یہ حکم ہی کہ اب اسکے نکاح سے باہر ہوگئی اور جب تک دوسرے کے نکاح مین
نجائے پھر اسکے نکاح مین نہیں آسکتی —

ان احکامات سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ شریعت محمدیہ میان بیوی کی جدائی کو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتی
مگر وہ بعض مقامات پر جہان اونکا جدا ہونا ضرور ہے شریعت عیسوی نے جو طلاق کو زنا سے خاص
کر دیا تھا اوسکے نقصانات اوپر بیان کیے گئے اب ناظرین انصاف فرماوین کہ کامل حکم شریعت محمدیہ کا
ہے یا شریعت عیسویہ کا —

میان پادری صاحب کے اوس قول پر بھی نظر کرنا چاہیے جو صفحہ ۳۴ مین لکھا ہی کہ "قرآن وحدیث
لوگون کو یہ سکھاتے ہین کہ جب تمہاری خواہش ہوا کرے جوروؤن کو طلاق دیدیا کرو" مین نے جو
احکامات شریعت محمدیہ کے اوپر نقل کیے ہین اونسے بخوبی واضح ہوتا ہی کہ پادری صاحب کا یہ قول
بالکل غلط ہے اور قرآن وحدیث کا ہرگز یہ منشا نہین ہی جو پادری صاحب بیان کر رہے ہین جو

کوئی انصاف دلی سے غور کریگا وہ بالیقین جان لیگا کہ قرآن و حدیث نے جس خوبی سے طلاق کو
روکا ہے وہ توریت و انجیل مین ہرگز نہین پائی جاتی تکمیل الادیان کے دیکھنے سے اسکی تفصیل معلوم
ہو سکتی ہے قطع نظر نصوص مذکورہ بالا کے حضرت سرور انبیا کا یہ قول ملاحظہ کے لائق ہے لعن اللہ الذواقین
والذواقات اون مردون اور عورتون پر خدا کی لعنت ہو جو مزہ چکھنے والے ہین یعنی نکاح سے مقصود
اونکا صرف مزہ چکھنا ہے کہ بار بار نکاح کرتے ہین اور طلاق دیتے یا لیتے ہین - صرف یہی قول اس بات
کے لیے کافی دلیل ہے کہ شریعت محمدیہ عام طور سے طلاق دینے کی اجازت نہین دیتی بلکہ ایسے طلاق
دینے والے کو خدا کی لعنت کا مستحق ٹھہراتی ہے شریعت محمدیہ نے تو صاف صاف یہی نص بیان کیے ہین
جو ہمنے نقل کیے جس سے غیر ضروری طلاق کی قطعاً ممانعت ثابت ہوتی ہے اب اگر کسی عالم کی رائے
یا کسی کا عمل خلاف اسکے ہو تو ہو اوسکا اتباع ضرور نہین ہے اور نہ اونکی رائے یا عمل سے کچھ شریعت
پر الزام آسکتا ہے کیونکہ جس وقت ہم رومن کیتھولک وغیرہ کی بت پرستیان پیش کرین تو پادری صاحب
اون لوگون کو الزام دیکر صاف الگ ہو جائینگے اور کلام مقدس کو پاک و صاف بتائینگے اہل تحقیق اور
طالب حق کا یہ کام نہین ہے کہ کسی کے نسبت قول یا فعل سے مذہب پر اعتراض کرے بلکہ محقق کو
چاہیے کہ صرف بانی شریعت کے اقوال پر نظر رکھے - مین ایک مثال اور پادری صاحب کو دیتا ہون
ملاحظہ کرین - زنا کے جرم مین طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کرنا عیسائیون مین مختلف فیہ ہے چرچ آف
روم نکاح کی اجازت نہین دیتے اور مسیح کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہین وہ اوسنے اونھین
کہا جو کوئی جورو کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے تو اوسکی نسبت زنا کرتا ہے وہ کہتے ہین کہ
یہان مسیح نے کوئی قید نہین لگائی مطلقاً دوسری سے بیاہ کرنے کو زنا قرار دیا ہے خواہ پہلی جورو کو زنا
کے سبب چھوڑا ہو یا اور کسی سبب سے کیا سیکلس بائبل ڈکشنری مین بحوالہ کونسل ٹرنٹ سشن ۲۴
کے لکھا ہے چرچ آف روم کے معتقد یہ کہتے ہین کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو زنا کے جرم مین طلاق دیکر
دوسری کے ساتھ نکاح نہین کر سکتا لیکن فریقین مین سے ایک کا یہ مجلس آرڈرز یعنی مذہبی حکم
مین داخل ہونا ایک خاص وقت کے اندر جبکہ رسم معہود ادا ہو چکی ہو نکاح کو فسخ کردیتا ہے اور دوسرے

فریق کو علاقہ نہین رہتا" اب اس قول کے بموجب کیسی دشواری پیش آتی ہو کہ ایک مرد نے بموجب حکم شریعت کے اپنی جورو کو طلاق دی مگر اب شریعت اوسے نکاح کی اجازت نہین دیتی یہ عجب اندھیر ہے گویا اوسے زنا پر مجبور کیا جاتا ہو۔ اس اعتراض کے جواب مین پادری صاحب کیا کہہ سکتے ہین بجز اسکے کہ اوس مسیح کے قول کو غلط کہین اسی طرح مین بہت سی مثالین دیسکتا ہون جنمین پادری صاحب بجز اس امر کے کہ قائل کو الزام دین اور کچھ نہین کہہ سکتے۔

تعلیم سیزدہم۔ کئی جورو ین کرنا۔ اس تعلیم مین بھی عیسائی ہمارے مخالف ہین اور نہایت طعن کے ساتھ یہ تعلیم پیش کیا کرتے ہین مگر اسکے جواز بلکہ استحسان مین عمدہ عمدہ اور دلچسپ مضامین عربی فارسی اردو انگریزی مختلف زبانون مین لکھے گئے ہین خود عیسائیون نے اس بارے مین کتابین لکھی ہین ایک مشہور اور معروف عالم عیسائی جان ملٹن اسکا بڑا حامی تھا (دیکھو جان ڈیون پورٹ کی کتاب کا صفحہ ۱۵) اسوجہ سے زیادہ اسمین بحث کرنا فضول ہو مگر اس نظر سے کہ پادری صاحب نے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہو کسیقدر لکھنا مناسب ہو تاکہ معلوم ہوجائے کہ پہلی شریعتون کا اس بارے مین کیا حکم تھا اور شریعت محمدیہ نے کیا ارشاد فرمایا۔

دلیل عقلی اور شہادت نقلی دونون اسپر متفق ہین کہ کئی جورو ین کرنا بشروط شرعیہ کسی طرح معیوب نہین ہوسکتا بلکہ بعض وقت مستحسن یا ضروری ہوجاتا ہو عقلاً اسکے جواز مین اس قدر کہنا کافی ہو کہ باتفاق حکما یہ امر ثابت ہو کہ اللہ تعالے نے عورت سے مرد کو ہر طرح قوت زیادہ دی ہو پس یہ فطرت انسانی اس بات کی کامل شہادت دیتی ہو کہ مرد کو ایک سے زیادہ عورتین کرنا کسی طرح غیر مناسب نہین ہے اور عوام مین یہ جو مشہور ہے کہ عورت کو مرد سے نو حصے شہوت زیادہ ہو اور بعض نے اس مضمون کو حدیث کیطرف بھی منسوب کیا ہو وہ محض غلط ہو کچھ اسکی اصل نہین ہو۔

نقلی ثبوت کے لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ رسم حضرت ابراہیم کے پیشتر سے چلی آتی ہو تمام انبیاء کرام کے وقت مین بلا روک ٹوک اسکا رواج رہا اور عوام و خواص سب اسپر عامل رہے اور کسی نے کوئی حد اسکے لیے مقرر نہین کی۔ عوام بنی اسرائیل کا ذکر کرنا تو فضول ہو کیونکہ خود انبیا کے فعل سے تعدد ازواج ثابت ہے

حضرت ابراہیم حضرت یعقوب حضرت جدعون حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہم السلام نے متعد[د]
کین مثلاً حضرت ابراہیم نے تین بیویان کی تھین سارہ ہاجرہ قطورہ جنکا ذکر پیدایش
١٦/١ و ١٦/٣ و ٢٥/١ مین ہے۔ حضرت یعقوب کی چار بیویان تھین راحیل لیاہ بلہاہ زلفاہ
ذکر پیدایش کے باب ٢٩ و ٣٠ مین ہی اور حضرت جدعون کی بیویون کی تعداد نہین معلوم
قاضیون کی کتاب کے باب ٨ درس ٣٠ مین اسقدر لکھا ہے کہ "جدعون کے ستر بیٹے تھے
اوسکے صلب سے پیدا ہوے تھے کیونکہ اوسکی جوروان بہت تھین اور جدعون کا نبی ہونا
کتاب کے باب ٦ و ٧ سے ظاہر ہے اور حضرت داؤد نے سو بیویان کی تھین جنکا ذکر ٢ سموئیل
٣/٢-٥ و ٥/١٣ و ١٢/٨ و ١٢/٢٤ وغیرہ مقامات مین ہے۔ اور حضرت سلیمان کی سات سو بیو[یان]
اور تین سو حرمین تھین (دیکھو اول سلاطین ١١/٣) جب انبیاء کرام نے اس کثرت کے ساتھ
بیویان کین تو معلوم ہوا کہ یہ فعل جائز بلکہ محمود تھا جان ملٹن کا مقولہ ہے " مین آخر مین عبرانیو[ن]
کے خط کے باب ١٣ درس ٤ سے اس طرح سے جواز تعدد ازدواج پر استدلال کرتا ہون کہ تعدد ازدو[اج]
کی رسم یا تو نکاح جائز ہے یا فجور ہے یا زنا ہے پولوس مقدس رسول نے کوئی چوتھی صورت تسلیم نہی[ن]
کی پس مین یقین کرتا ہون کہ اون بہت بزرگون کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے جو کثیر الازدواج تھے ہرا[یک]
شخص اسکو فجور یا زنا خیال کرنے سے باز رہیگا کیونکہ خدا حرامکارون اور زانیون کو سزا دیگا حالانکہ ا[ون]
بزرگون پر خدا کی خاص نظر عنایت تھی جیسا کہ خود اوسنے فرمایا ہے پس اگر متعدد نکاحون کا کرنا ٹھی[ک]
ٹھیک نکاح ہو تو وہی جائز ہے" اسی حواری کا قول ہے کہ سب مین نکاح کرنا بھلا ہی اور بستر ناپاک نہین
(جان ڈیون پورٹ صفحہ ١٥٩) یہی حضرت داؤد جنکے سو جوروین تھین عیسائیون کے نزدیک بھی
ذیشان نبی ہین کہ حضرت مسیح کو فخر یہ اونکی نسل مین داخل کیا جاتا ہے اور متی اور لوقا نے اسی غر[ض]
سے نسب نامہ لکھا ہی کہ مسیح کو حضرت داؤد اور حضرت ابراہیم کی نسل ثابت کرین اور یہی وجہ ہے
کہ مسیح کو ابن داؤد کہا جاتا ہے۔ پادری عماد الدین ڈی ڈی ہدایت المسلمین مطبوعہ ١٨٦٨ء
مین لکھتے ہین کہ داؤد ان سب لوگون مین انوار الٰہی کا مہبط اور دائرہ عباد کا مرکز اور سلطنت

اسرائیل کا پہلا مسیح ہو اور وہ اس تاریکی کے عہد کا قمر ہی ہے کہ اوسکی ضیائی کرنین پشت اول مین ایسی نظر آتی ہین جیسے اندھیری رات مین چاند کے نکلنے کے قریب دھندلی سی روشنی ہوا کرتی ہو اور دوسری پشت مین اوسکے انوار خوب روشن ہین ،،

یہ امر بھی بیبل سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت داؤد کی کثرت ازواج خداتعالے کی مرضی کے بالکل مطابق بلکہ اوسکی ایک نعمت تھی جسکا اظہار خداتعالے ناتن نبی کی زبان سے اسطرح فرماتا ہے خداوند اسرائیل کے خدا نے یون فرمایا ہی کہ مین نے تجھے مسیح کیا تاکہ اسرائیلیون پر سلطنت کرے اور مین نے تجھے ساول کے ہاتھ سے چھڑایا اور مین نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی جوروؤن کو تیری گود مین دیا اور اسرائیل اور یہودا کا گھرانا تجھکو دیا الخ ،، اسوجہ سے مسٹر ڈیون پورٹ لکھتا ہی جو مندرجہ ذیل فقرے دیکھنے سے معلوم ہوجائیگا کہ ایک سے زیادہ نکاحون کو صرف خداتعالے ناپسند نہین کرتا بلکہ برکت دینے کا وعدہ کرتا ہے ،، الغرض کثرت ازواج کا جائز بلکہ مستحسن ہونا انبیاء کرام کے فعل سے تو بخوبی ثابت ہوگیا اب احکامات توریت وغیرہ سے اسکا ثبوت دیا جاتا ہی (۱) خروج کے باب ۲۱ ورس ۱۰ مین ہی ،، اگر وہ اپنے لیے دوسری لے تو اوسکے کھانے کپڑے اور ہمخوابی مین قاصر نہووے ،، (۲) استثنا کے باب ۲۱ ورس ۱۵ وغیرہ مین ہی ،، اگر کسی مرد کے دو جوروان ہون اور ایک محبوب اور دوسری غیر محبوب ہو اور محبوب و غیر محبوب دونون سے لڑکے ہون اور پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو یون ہوگا کہ جب وہ اپنے بیٹون پر میراث کی تقسیم کرے تو محبوب کے پہلوٹھے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہی فوقیت نہ دے الخ ،، کتاب مذکور کے باب مذکور مین ہے —

(۱۰) اور جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنون پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا اونکو تیرے ہاتھون مین گرفتار کرے اور تو اونھین اسیر کر لائے (۱۱) اور اون اسیرون مین خوب صورت عورت دیکھے اور تیرا جی چاہے کہ تو اوسے اپنی جورو بنا وے (۱۲) تو تو اوسے اپنے گھر مین لا اوسکا سر منڈوا اور ناخن کٹوا (۱۳) تو وہ اپنا اسیری کا لباس اوتارے اور تیرے گھر مین رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی مان کے سوگ مین بیٹھے بعد اوسکے تو اوسکے ساتھ خلوت

اور اوسکا خصم ہین اور وہ تیری جورو ہے " ان احکامات سے بخوبی ثابت ہوا کہ تعدد ازدواج
توریت کی رو سے جائز ہے بلکہ اخیر حوالے سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسکے لیے کوئی حد معین نہین ہے
جہان تک چاہے کرے کیونکہ نہ ازالی کی کچھ انتہا ہے نہ پسند آنے کی اور حوالۂ مذکور مین صاف حکم
کہ جو پسند آوے بطور خواہ جورو بناوے انجیل مین تعدد ازدواج کی نسبت کوئی حکم حضرت مسیح سے
منقول نہین ہی۔ کالنس بائبل ڈکشنری کے صفحہ ۸۰۰ مین ہی " مسیح سے جو سوالات یہود نے کیے
تو طلاق کی بابت تھے نہ تعدد ازدواج کی بابت یہانتک یہ قیاس ہوتا ہی کہ مسیح کے وقت مین تعدد
ازدواج کا رواج نہ تھا اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ موسوی شریعت مین تعدد ازدواج کی اجازت
دی گئی تھی " مین کہتا ہون کہ یہود کا سوال نکرنا اس امر کی کافی وجہ نہین ہوسکتی کہ اوس وقت
تعدد ازدواج کا رواج نہو بلکہ سوال نکرنا اسوجہ سے بھی ہوسکتا ہی کہ اوس زمانے مین اس قدر رائج
ہو کہ اسمین کسی طرح کا عیب اور نقص اونکے نزدیک نہو اور نہ اسکے جواز مین کسیکو کلام ہو طلاق
کے بابت جو سوال ہوا تو اسیوجہ سے ہوا کہ علماے یہود کا اس مسئلہ مین اختلاف تھا۔ مسٹر ہیگنس لکھتے
ہین " لیکن مین نہین جانتا کہ متعدد بیویون کی اجازت کی نسبت ایسا سخت حکم کیون کیا جاتا
حضرت سلیمان کی نظیر اور حضرت داؤد کی نظیر پر (جو خدا کی دلی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور جنکو
خدا نے خاص اپنی شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیے بنایا تھا) یہ امر چندان اعتراض کے
لائق نہین ہی خصوصاً اسوجہ سے کہ مسیح کی بھی اون بیس انجیلون مین سے کہ جنکو اونکے معتقدین
کے گروہ مین سے کسی نہ کسی نے اونکے احکام قلمبند کرنے کے واسطے تحریر کیا تھا کسی انجیل مین اسکی
ممانعت نہین ہی " (حمایت الاسلام ترجمہ اپالوجی گاڈفری ہیگنس دفعہ ۵۲) جان ملٹن تعدد ازدواج
کی تائید مین انجیل کی بہت سی آیتین نقل کرنے کے بعد لکھتا ہی " علاوہ اسکے خدا نے ایک
تمثیلی صورت (حزقیل کے باب ۲۳) مین مستان اہولا اور اہولیبا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر
کیا ہی اور یہ ایک ایسا طرز بیان ہی کہ اوسکو خداوند تعالے بالتخصیص اس طوالت کے ساتھ
ایک تمثیل مین بھی ہرگز اختیار نکرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جسکی

دلالت اوس سے ہوتی ہے فی نفسہ معیوب ہوتی۔ پس جس رسم کا امتناع انجیل مین بھی کسیطرح نہین
ہی وہ کیونکر معیوب اور مذموم خیال کیجا سکتی ہے ؎ (دیکھو لاالف مولفہ جان ڈیون پورٹ صفحہ ۱۵۰)
ان علماے مسیحیہ کے اقوال سے ثابت ہوگیا کہ انجیل مین تعدد ازواج کو منع نہین کیا البتہ اس
امر مین اختلاف ہے کہ پولوس مقدس کے کلام سے جواز تعدد ازواج ثابت ہوتا ہے یا نہین مگر جسوقت
اول طمطاوس کے باب ۳ کو بنظر انصاف دیکھا جاے تو بلاشک ثابت ہوتا ہے کہ پولوس بھی تعدد
ازواج کو ممنوع نہین کہتا بلکہ اوسے جائز بتاتا ہے اوسکی عبارت یہ ہے ؎ جو کوئی کلیسیا کی نگہبانی
کی آرزو رکھتا ہے تو اچھا کام چاہتا ہے پس چاہیے کہ نگہبان بے عیب ہو ایک جورو کا شوہر ہو پرہیزگار
صاحب تمیز شایستہ مسافر دوست تعلیم دینے مین قابل ہو الخ ؎ اور نامہ طیطس کے باب ۱ ورس ۶
مین ہے ؎ اگر کوئی آدمی بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو اور اوسکے لڑکے ایمان دار ہون
الخ ؎ ان دو مقامون سے تعدد ازواج کا ثبوت دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ ایک جورو کی قید
خاص کلیسیا کے نگہبان کے لیے لگائی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اورون کے لیے یہ قید
نہین ہے۔ فاضل جان ملٹن بھی اس ورس سے اسیطرح تعدد ازواج پر استدلال کرتا ہے دیکھو جان
ڈیون پورٹ کی کتاب کا صفحہ ۱۵۱ دوسرے یہ کہ اس طرز کلام سے یہ پایا جاتا ہے کہ اوس وقت تعدد ازواج
کا رواج تھا کیونکہ اگر رواج نہوتا تو اس قید لگانے کی حاجت نہوتی پس جب باوجود رواج کے نہ
حضرت مسیح نے اسے روکا نہ کسی حواری نے تو معلوم ہوا کہ جو حکم توریت کا تھا وہی قائم رہا
اور اس مقام پر جو پولوس نے پادری کے لیے ایک جورو کا حکم کیا ہے یہ بھی کوئی حکم وجوبی اور
ضروری نہین معلوم ہوتا بلکہ اس مصلحت سے ہے کہ زیادہ جورو والا کلیسیا کا کام بخوبی نہ کر سکیگا
یہ ایسا ہی ہے جیسا توریت مین خاص بادشاہ کے لیے بہت جورو ین کرنیکو منع کیا ہے چنانچہ استثنا
کے باب ۱۷ ورس ۱۵-۱۷ مین ہے ؎ تو اوسے بھائیون مین سے ایک کو اپنے اوپر بادشاہ
کیجیو اور کسی اجنبی کو جو تیرا بھائی نہین اپنے اوپر بادشاہ قائم نکرنا بس اوسے لازم ہے کہ اپنے
لیے گھوڑے جمع نکرے اور نہ وہ اپنے لیے بہت جوروان کرے تا نہو کہ اوسکا دل پھر جاے ؎

باوجود اس حکم کے حضرت داؤد نے سو بیویاں تک کیں مگر اللہ تعالے نے اپنی ناخوشی اس فعل پر ظاہر نہیں کی بلکہ حضرت داؤد ہمیشہ مورد عنایت الٰہی رہے البتہ ایک مرتبہ جو زن اوریا کو خلاف حکم شریعت کے بیوی بنایا تھا تو خدا تعالے نے ناتن نبی کے ذریعے سے بہت کچھ اپنی ناخوشی ظاہر کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مطلقاً زیادہ بیویاں کرنا خلاف حکم توریت ہوتا تو علاوہ زن اوریا کے مطلقاً زیادتی پر خدا تعالی اپنی ناخوشی ظاہر کرتا مگر ایسا نہیں کیا بلکہ زیادہ بیویوں کو اپنی نعمت قرار دی ہے چنانچہ اوپر گذرا اس سے معلوم ہوا کہ توریت کا وہ حکم بادشاہ کے لیے صرف مصلحت کی غرض سے تھا یعنی ایسا نہو کہ کثرت ازدواج سے انتظام میں خلل پڑے اور پورے طور پر انصاف کے لیے فرصت نملے اور اگر کوئی شخص باوجود کثرت ازدواج کے پورے طور پر انصاف کر سکے تو اوسکے لیے منع نہیں ہے اسی پر پولوس کے حکم کو قیاس کرنا چاہیے - الغرض شریعت موسوی اور عیسوی دونوں مین تعدد ازدواج کو منع کیا ہے نہ اوسکے لیے کوئی حد معین کی ہے البتہ پولوس نے خاص کلیسیا کے نگہبان کے لیے تعدد کو منع کیا ہے اور وہ منع کرنا بھی وجوبی نہیں معلوم ہوتا اس بیان سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ پادری صاحب کا وہ قول محض غلط ہے جو صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ "توریت میں بنظر کاملیت اوس قوم کے صرف اس قدر حکم ہوا تھا کہ بہت جوروان نکیا کرو انجیل میں قطعی ممانعت فرمائی کہ ایک جورو سے زیادہ ممنوع اور نامشروع ہے -

مجھے سخت حیرت ہے کہ پادری صاحب کس بیباکی کے ساتھ ایسے صریح غلط امر کو خدا کی کتاب سے منسوب کر دیتے ہیں جسکا اوس میں نشان بھی نہیں ہے کیا حق جوئی کا مقتضا یہی ہے کہ ایسی غلط باتیں بیان کر کے خدا کی سچی کتاب پر الزام لگایا جاوے - پھر کیا پادری صاحب اس ممانعت کو توریت و انجیل سے نکال سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہاں اگر بعض تراجم نے اونھیں دھوکے میں ڈالا ہو تو عجب نہیں کیونکہ اول قرنتیون کا باب ۷ درس ۲ نسخہ اردو مطبوعہ سیرام پور ۱۸۲۹ء میں اسطرح ہے "لیکن حرام سے بچ رہنے کو ہر ایک مرد ایک جورو اور ہر ایک عورت ایک خصم کرے" مگر یہ ترجمہ بالکل غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے - لیکن حرامکاری سے بچ رہنے کو ہر مرد اپنی جورو اور ہر عورت اپنا

اپنا خصم رکھے ہے، دیکھو نسخہ بائبل اردو مطبوعہ مرزاپور سنہ [illegible]ء اور ترجمہ انگریزی مطبوعہ اکسفورڈ سنہ [illegible]ء
وغیرہ مین بھی اسی طرح ہی غرضکہ اسمین کوئی شک نہین ہی کہ جس وقت شریعت موسوی اور عیسوی
کو دیکھا جاتا ہی تو تعدد ازدواج کا جواز بلا تعیین و تقیید پایا جاتا ہے اور جب اوس ملک کے رواج پر نظر
ڈالی جاتی ہی جسمین آفتاب رسالت آخری نے طلوع کیا تھا تو اوس سے بھی بخوبی ثابت ہوتا ہی
کہ یہ رسم نہایت زور شور سے جاری تھی اور بھیڑ بکریون سے بھی بدتر وہان کی عورتون کی حالت
تھی اوس وقت شریعت محمدیہ نے ایسا نافع اور عمدہ حکم دیا جو انسان کی اقتضای فطری کے
موافق اور مرد و عورت دونون کی حالت کے مطابق ہی وہ یہ کہ پہلی شریعت اور اوس وقت کے
رواج نے جو بلا حصر و تعیین جواز تعدد کا فتوی دے رکھا تھا اول تو اوسے چار مین محدود کر دیا مگر اس
جواز مین بھی عدل کی ایک سخت قید لگا دی یعنی چار کا جواز اوس وقت ہی کہ ہر ایک امر مین اون
بیویون کو یہ مرد برابر رکھے پھر فرمایا کہ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ - یعنی اگر تمھین عدل نکرسکنے کا
خوف ہو تو صرف ایک ہی سے نکاح کرو پس اس قانون کے موجب پابند شریعت دوسرے نکاح
پر بلا ضرورت ہرگز جرات نہین کر سکتا کیونکہ عدل کی سختی انسان اوسی وقت اوٹھائیگا کہ ضرورت
کی وجہ سے مجبور ہو جائیگا جو کوئی اس حکم مین بنظر انصاف غور کریگا وہ جان لیگا کہ بیشک یہ سچا
حکم اوسی کا ہی جسنے مرد اور عورت کا جوڑا بنایا ہے - اسمین شک نہین کہ تعدد ازدواج کو غیر محدود چھوڑ دینا
جیسا کہ شریعت موسوی مین کیا گیا اور اسی طرح تعدد کو مطلقاً ناجائز قرار دینا حد اعتدال سے خارج
ہی تعدد کے غیر محدود چھوڑ دینے مین تو عورتون پر زیادتی ہی اور اوسکے مطلقاً ناجائز قرار دینے سے
مرد کی حق تلفی ہی خصوصاً اوس حالت مین کہ طلاق دینا بجز وقوع زنا کے بالکل ممنوع ہو جیسا کہ شریعت
عیسوی مین ہی - اگر اتفاقاً بیوی بانجھ ہے اور خاوند کو اولاد کی خواہش ہی یا بوجہ بیماری یا حالت
پیدایشی کے عورت صحبت کے لائق نہین یا عورت نہایت ضعیف ہی اور مرد نہایت قوی تو مین
دریافت کرتا ہون کہ شریعت عیسوی ان مجبوری حالتون مین مرد کے لیے کیا حکم دیتی ہی - یہ امر
تو معلوم ہو لیا ہی کہ ان وجوہ سے وہ عورت کو علحدہ نہین کر سکتا کیونکہ عیسائیون کے نزدیک اوسے

طلاق دینا بالکل ممنوع ہی اب اگر باوجود اس بیوی کی پوری خبر گیری رکھنے کے دوسرے نکاح کی بھی ممانعت ہو تو پہلی صورت مین اس شخص کو اوس عمدہ مقصد سے محروم رکھنے کے علاوہ جسکی وجہ سے افزایش عالم اور بقاے نام ونشان متصور ہے گویا یہ حکم کرنا ہی کہ تو ہمیشہ اپنے تخم کو بنجر زمین مین کاشت کرکے ضائع کیا کر اور دوسری صورتون مین اوسے ہلاکت مین ڈالنا یا زنا پر مجبور کرنا ہوگا ۔ ناظرین غور فرمائین کہ شریعت عیسوی کے بموجب کیسی دشواری ہی کہ نہ تو اوس بیوی کو چھوڑکر دوسری سے حصول مدعا کر سکتا ہی اور نہ اوسے رکھکر فائدہ اوٹھا سکتا ہے پھر کیا اوس ارحم الراحمین کے احکام ایسے ہو سکتے ہین کہ انسان اپنے مقاصد سے محروم رہکر ہلاکت مین پڑے ہرگز نہین لہذا اس بارہ مین سچا اور کامل حکم وہی ہی جو شریعت محمدیہ مین ہے جسکی وجہ سے یہ شخص اپنے اوس محکم رشتہ کو قائم رکھکر جو لڑکے اور بیوی کے درمیان ہی اپنے دوسرے مطلب کو حاصل کر سکتا ہی اور چونکہ دوسری بیوی کرنے کے لیے عدالت کی قید لگی ہوئی ہی اسلیے کوئی امر حسن معاشرت کے خلاف بھی ظہور مین نہین آسکتا یعنی شریعت کا پابند ہوکر کوئی شخص ایسے امر کا مرتکب نہین ہو سکتا جو حسن معاشرت کی خلاف ہو۔ الغرض چار جورووں کی اجازت پر جو پادری صاحب نے صفحہ ۲۸۳ مین طعن کیا تھا اوسکی بنیاد محض نافہمی تھی اب ایک دوسرا طعن اوسی صفحہ مین پادری صاحب کا یہ ہی کہ پھر محمد صاحب کو اور مسلمانون سے الگ حکم ملا کہ چار جورووں کی بھی قید نہین بلکہ جتنی چاہین کرلین ۔۔ اسکا تفصیلی جواب تو ہم نے دفع التلبیسات مین دیا ہی مگر کچھ مختصر طور سے یہان بھی بیان کرتا ہون حضرت سرور انبیا کو کہین علیحدہ چار سے زیادہ بیویان کرنے کا حکم نہین ملا یہ آپکی غلط فہمی ہی حقیقت حال یہ ہی کہ حسب دستور عرب (جو شرائع سابقہ کے بالکل مطابق تھا) آنحضرت نے بھی متعدد نکاح کیے تھے جب مشیت ایزدی اس حکم کی ترمیم کیطرف متوجہ ہوئی اوسوقت امت محمدیہ کو تو یہ حکم ہوا کہ چار بیویون تک کی تعین اجازت ہی بشرطیکہ اونکے ساتھ یکسان برتاو کر سکو اور اگر نکر سکو تو ایک سے زیادہ کی اجازت نہین ہی ۔ اور حضرت سرور انبیا کو یہ ارشاد ہوا لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ الآیۃ یعنی بعد اون بیویون کے جو کر چکے اب تمھارے لیے کوئی عورت حلال نہین اور نہ یہ کہ

یہ جائز ہے کہ اونکی جگہ دوسری عورتون کو بدل لو اگرچہ تمہیں اونکی خوبی پسند آوے (احزاب)
بنظر انصاف غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ حکم بہ نسبت پہلے حکم کے سخت ہی کیونکہ پہلے حکم مین بوقت
ضرورت طلاق دیکر دوسری عورت سے نکاح کرنے کی اجازت ہی اور اس حکم مین قطعًا ممانعت ہے
اور صاف ظاہر ہے کہ بدلنے کی اجازت ہونا ہوائے نفسانی کے سخت مخالف ہی۔
اسکے علاوہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ بیوی کرنے کی اجازت
ہو تو عیسائیون کو محل طعن نہین ہو سکتا کیونکہ فی نفسہ نکاح نکرنا یا ایک ہی بیوی پر کفایت کرنا اوس
شخص کی پارسائی اور عالی مرتبہ ہونیکی دلیل نہین ہو سکتی دیکھو بہت سے سنت اور گسائین دریا کنارے
بیٹھے رہتے ہین جو بسبب نکاح نکرنے کے اپنے معتقدین مین پُجتے ہین اور جنکے روبرو سیکڑون حسینان
مہ جبین آکر ڈنڈوت کرتی ہین اور گسائین صاحب کو اپنا حاجت روا جانتی ہین پھر کیا یہ لوگ
نکاح نکرنے سے پارسا اور عالی مرتبہ ہوگئے۔ اسیطرح زیادہ بیویان کرنا بذاتہ خلاف پارسائی یا
لائق طعن نہین ہو سکتا دیکھو انبیائے سابقین خصوصًا حضرت داؤد کو کہ باوجود سو بیویان کرنے
کے بہت سے اون انبیا سے عالی مرتبہ تھے جنکے ایک یا دو بیویان تھین چنانچہ اونکے مرتبہ کا ذکر
اوپر گذرا پس جب انبیائے سابقین نے موافق مرضی خدا تعالے کے یہ فعل کیا تو حضرت سرور انبیا
محمد مصطفےٰ بھی اوسی زمرے مین ہین انکے لیے کوئی نئی اجازت کی ضرورت نہین ہی وہی انبیاء
سابقین کی اجازت کافی ہی جب سو بیویون کا کرنا منصب نبوت کے خلاف نہین ہو سکتا تو نو
بیویون کا کرنا کس طرح منصب نبوت کے خلاف اور قابل طعن ہو جائیگا ذرا انصاف کرنا چاہیے
اسکے بعد پادری صاحب متعہ پر طعن کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ اور پھر محمد صاحب کے زمانے مین حجۃ الوداع
تک جسکے چند ہی دنون کے بعد اونھون نے انتقال کیا متعہ مشروع تھا اب سنی کہتے ہین کہ یہ حکم
منسوخ ہوگیا اور شیعون کے نزدیک بدستور مشروع ہی بہرحال خواہ وہ حکم منسوخ ہوا یا نہین لیکن ایسا
حکم شریعت محمدیہ مین ہوا۔ اسکا مختصر جواب یہ ہی کہ متعہ کا جواز تو قرآن مجید سے ثابت نہین ہوتا
بلکہ کئی مقام سے اسکا حرام ہونا اظہر من الشمس ہوتا ہی اب اگر احادیث سے اسکا ثبوت ہوتا ہو

تو عیسائیون کو اوسپر اعتراض کرنا ہرگز نہین ہوسکتا کیونکہ جب کبھی اہل اسلام کسی مقام پر ایسی حدیث
پیش کرتے ہین جو اونکے نزدیک قرآن شریف کے مخالف ہے تو صرف یہ کہکر الگ ہوجاتے ہین کہ
حدیث مخالف قرآن ہی اسلیے ماننے کے لائق نہین ہی چنانچہ جب معجزات نبوی جو احادیث مین مذکور
ہین اونکے روبرو پیش کیے جاتے ہین تو صاف کہدیتے ہین کہ یہ احادیث قرآن مجید کے مخالف ہین
کیونکہ قرآن مین کہین معجزات کا ذکر نہین ہی بلکہ نفی مذکور ہے اسلیے قبول کے لائق نہین ہین فقط
اسلیے کہ معجزات کے بارے مین یہ بیان محض غلط ہی مین اہل انصاف کی خدمت مین عرض کرتا ہون
کہ اگر اس وجہ سے معجزات کو نماننا تحقیق اور حقانیت کی راہ سے ہی تو متعہ پر کیون اعتراض کیا جاتا ہے
کیا متعہ کا ثبوت قرآن مجید سے ہوتا ہے ہرگز نہین کیا ایسی آیتین قرآن مجید مین نہین ہین جن سے
صاف صاف متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہی بیشک ہین (دیکھو ارغام الشیاطین وغیرہ) غرضکہ مقتضاے
حقانیت یہ ہی کہ اگر احادیث کو مخالفت کے عذر سے نہین مانتے ہو تو کہین نہ مانو یہ کیا کہ اگر مدعا کے موافق
ہو تو مان لین اور جو مخالف ہو تو نہ مانین خیر یہ تو عیسائیون کی ہٹ دھرمی کا بیان تھا اب مین اسکی
اصلیت بیان کرکے جواب دینا چاہتا ہون یہ امر تو معلوم ہولیا کہ قرآن مجید مین اسکا ذکر نہین ہی
اب رہے احادیث و آثار وہ اس باب مین مختلف ہین جن روایات سے اسکا ثبوت ہوتا ہی اونکا
اس قدر ہی کہ آنحضرت نے قبل نزول حرمت متعہ خاص مین حسب رواج عرب اجازت دیدی تھی اور
صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک لڑائی مین اکثر جوان صحابہ کو گھر چھوڑے عرصہ ہوگیا تھا اس سبب سے
عورت کے پاس جانے کی خواہش پیدا ہوئی اور ظاہر ہے کہ گرم ملک والون کو اسکا ضبط دشوار
اسلیے اونھون نے آکر آنحضرت سے استفسار کیا کہ ہم خصی ہوجائین یعنے عضو مخصوص کو کاٹ ڈالین
آپ نے منع فرمایا اہل انصاف دریافت کرسکتے ہین کہ جن لوگون نے آکر یہ سوال کیا تھا وہ ایسی
حالت مین کیسے مجبور ہونگے کیونکہ اپنے کسی عضو کے کاٹ ڈالنے پر راضی ہوجانا بغیر حالت مجبوری
کے نہین ہوسکتا جب انکی اس حالت کو دیکھا گیا اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ تھوڑا عرصہ ہوا ہی کہ ان
لوگون مین زنا صرف رائج ہی نہین تھا بلکہ اکثر اوقات اوسپر فخر کیا جاتا تھا تو بطور مصلحت متعہ کی

دیدینا کسی طرح اعتراض کے لائق نہین ہی کیونکہ شریعت محمدیہ نے ملک عرب کے سخت لوگون
کی یکبارگی اصلاح مناسب نہین سمجھی بلکہ آہستہ آہستہ اونکے بُری عادتین چھوڑائین اور دین
کو کامل کیا متعہ کا بھی اوس ملک مین رواج تھا مشیت ایزدی نے ابتدا ہی مین
اوس رواج کا موقوف کردینا مناسب نہین جانا بلکہ جب اہل اسلام اپنے مذہب مین کامل ہوگیے
اوس وقت اوسکی ممانعت کا قطعی حکم دیا چنانچہ ابن ابی عمرہ کہتے ہین انہا کانت رخصۃ فی اول
الاسلام لمن اضطر الیہا کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر ثم احکم اللہ الدین ونہی عنہا اسلم یعنی اول اسلام
مین متعہ کی رخصت اوسکے لیے تھی جو اوسکے کرنے پر مضطر ہوجاے جیسے بعض وقت انسان بھوک
کی وجہ سے مضطر ہوجاتا ہے اور اوسے مردار اور خون اور سُور کے گوشت کھانے کی اجازت دیدیجاتی
ہے تاکہ اوسکی جان تلف نہ ہوجاے پھر جب اللہ نے دین کو محکم اور کامل کردیا اوس وقت متعہ کو حرام
کردیا- اب کسی منصف کے نزدیک یہ اجازت لائق طعن نہین ہوسکتی بہت سے احکام اخلاقی ایسے
ہین جو انبیاء سابقین کے وقت مین جائز تھے اور بعد کو منسوخ کردیے گئے مثلاً حضرت آدمؑ کے وقت مین
بہن بھائی مین نکاح درست تھا حضرت ابراہیمؑ کے وقت مین علاتی بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا چنانچہ
سارہ باوجودیکہ حضرت ابراہیمؑ کی علاتی بہن تھین مگر اونکے نکاح مین داخل تھین اور حضرت یعقوب نے
دو بہنون کو جمع کیا تھا حالانکہ حضرت موسیٰ ہی کے وقت مین یہ سب نکاح باطل قرار پائے اور زنا مین
شمار کیے گئے اب اگر کوئی شخص کہے کہ اگرچہ بعد کو یہ احکام منسوخ کیے گئے مگر شریعت الٰہیہ مین کسی وقت
ایسے احکام ہوے ہین پھر اسکا جواب پادری صاحب بجز اسکے کیا دینگے کہ خداتعالیٰ نے رفتہ رفتہ اپنی شریعت
کو کامل کیا اور حسب مقتضاے وقت احکام کو نازل فرمایا اور اگر پادری صاحب کو یہ شبہہ ہو کہ یہ احکام
نزول شریعت سے پہلے تھے کیونکہ توریت حضرت ابراہیم اور یعقوب کے بعد نازل ہوئی ہی تو اسکا جواب
یہ ہے کہ یہ احکام گرچہ نزول توریت سے پہلے ہین مگر نزول شریعت الٰہی سے پہلے نہین ہین کیونکہ جب سے
انبیا بھیجے گئے اوسی وقت سے شریعت الٰہی بھی نازل ہوئی جو احکام حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ وغیرہما
کو الہام کیے گئے وہی شریعت الٰہی تھے شریعت الٰہی کچھ نزول توریت پر موقوف نہین ہے —

اور ظاہر ہے کہ اگر حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب کا نکاح شریعت الٰہی کے مطابق نہ مانا جاوے تو ناجائز ٹھہرے گا اور تمام انبیاء بنی اسرائیل حتی کہ حضرت مسیح پر بھی جو کچھ عیب لگیگا اوسکے بیان کی حاجت نہین ہے کیونکہ یہ سب انبیاء انھین حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب کی اولاد مین ہین جنکے نکاح کو ناروا اور خلاف شریعت الٰہی مانا گیا ہے مگر کوئی ایماندار ان بزرگون کی نسبت ایسا بیجا خیال نہین کرسکتا بلکہ بے تامل ہر فہمیدہ یہی کہیگا کہ یہ نکاح بلاشک عقد صحیح اور مطابق مرضی الٰہی کے تھا۔ الغرض یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ جس فعل کو اس وقت نہایت ناپاک اور سخت زنا کہا جاتا ہے وہ کسیوقت خدا کی مرضی کے مطابق اور جائز تھا پھر متعہ کی اجازت پر پادری صاحب کیا اعتراض کرتے ہین کیا بہن سے مصاحبت ہونے کی برائی متعہ کی برائی سے کچھ کم ہے ہر خاص و عام اسکو جانتا ہے کہ زنا گرچہ ہر حال مین بری چیز ہے مگر بہن سے یہ فعل کرنا نہایت ہی برا ہے پس جب اسکے جواز کو پادری صاحب قابل طعن نہین سمجھتے تو متعہ کا جواز ایک وقت مین بطریق اولی قابل طعن نہین ہو سکتا۔

مجھے حیرت ہے کہ پادری صاحب متعہ پر تو طعن کرتے ہین جسکی ابتدا مین محض مصلحت مذکورہ کی وجہ سے اجازت دی گئی تھی اور اپنے یہان اون باتون پر خیال نہین کرتے جو پرائی عورتون کو راہ مین سے زبردستی پکڑ کر جورو بنانے کی اجازت دی گئی ہے کتاب قاضی کے باب ۲۰ و ۲۱ ملاحظہ کیجیے مختصر کیفیت اوسکی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اول تو خدا کے حکم سے اپنے بھائی بنیامین کو مار کر تباہ کیا یہان تک کہ عورتین اونکی سب ماری گئین بعد ازان اونکا تباہ حال دیکھکر انھین رحم آیا اور خیال کیا کہ بنی اسرائیل کا ایک فرقہ نیست و نابود ہوا جاتا ہے اب اونکے لیے عورتین کہان سے لائین کیونکہ اونھون نے قسم کھائی تھی کہ ہم اونھین بیٹیان نہ دینگے اس غرض حاصل کرنے کے لیے پہلے تو انھون نے یبیس جلعاد کے باشندون کو تہ تیغ کیا اور چارسو کنواری عورتین وہان سے لین اونھین لاکر بنی بنیامین کو دیدین مگر اوس قدر عورتین اونکے لیے کافی نہین ہوئین تب جماعت کے بزرگ بولے کہ اونکے لیے جو بچ رہے ہین جورون کی کیا فکر کرین کہ بنی بنیامین کی ساری عورتین ماری گئین اور ہم اپنی بیٹیون مین سے تو دے نہین سکتے کیونکہ ہم قسم کھا چکے ہین تب اونھون نے کہا کہ دیکھو سیلا مین

سال بسال خداوند کی عید لوگ کرتے ہین تب اونھون نے بنی بنیامین کو حکم کیا کہ جاؤ اور انگوری
باغون کے درمیان گھات مین لگو اور انتظار کرو اور دیکھو کہ جب سیلا کی بیٹیان طبلے اور
دف لیکے ناچتی ہوئی نکلین تب تم انگوری باغون مین سے نکل کے سیلا کی بیٹیون مین سے ایک
ایک اپنے لیے جورو لے لو اور بنیامین کے ملک کو لیکے چلے جاؤ اور جب اونکے باپ یا بھائی
ہم پاس آکے فریاد کرینگے تو ہم اونھین کہینگے کہ اونپر ہماری خاطر مہربانی کیجیے کیونکہ اوس لڑائی
مین ہمنے ایک ایک کے لیے ایک جورو بچا رکھی اور تمنے اونھین اب آپ سے نہ دین نہین تو تم
گنہگار ہوتے غرض بنی بنیامین نے ایسا ہی کیا الخ (قاضیون کا باب ۲۱) یہ بزرگ جنھون نے پرائی
بیٹیون کو زبردستی پکڑ لانے کا حکم دیا تھا وہ ہین جنسے خدا ہمکلام ہوتا تھا چنانچہ کتاب خروج کے باب ۳۳
سے ظاہر ہے اسلیے بالضرور یہ حکم خدا کی مرضی کے مطابق تھا ورنہ خدا تعالے اپنی ناخوشی ضرور ظاہر کرتا جیسا
اوس وقت معمول تھا کہ جب کوئی امر خلاف مرضی بنی اسرائیل سے ہو جاتا تھا تو خدا تعالے کی تنبیہ
اونپر ضرور ہوتی تھی تمام عہد عتیق اس سے مالامال ہے غرضکہ پادری صاحب کو چاہیے کہ ان احکام
کو ملاحظہ کرین کیا متعہ کا حکم زبردستی پرائی لڑکیون کے جورو بنانے سے بھی بدتر ہے جو اوسپر اعتراض
کیا جاتا ہے اور عہد عتیق کے احکام کو آنکھہ بند کرکے منجانب اللہ کہا جاتا ہے اس سے زیادہ اور کیا
اندھیر ہوگا واے برنا انصافی ایشان اور پادری صاحب کا یہ کہنا کہ حجۃ الوداع تک متعہ کی
اجازت رہی ہے صحیح نہین ہے چنانچہ قاضی عیاض اسکی تصریح کرتے ہین قالوا وذکر الروایۃ باباحتہا
یوم حجۃ الوداع خطاء لانہ لم یکن یومئذ ضرورۃ ولا عزوبۃ واکثرہم حجوا مع نسائہم والصحیح ان الذی
جری فی حجۃ الوداع مجرد النہی کما جاء فی غیر روایۃ ویکون تجدیدہ صلی اللہ علیہ وسلم النہی عنہا اجتماع
الناس ولیبلغ الشاہد الغائب ولتمام الدین وتقرر الشریعۃ الخ صحیح قول یہ ہے کہ خیبر کے دن متعہ
کی حرمت کا قطعی حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضرت علی روایت کرتے ہین نہی عن نکاح المتعۃ یوم خیبر
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز نکاح متعہ سے منع کیا جیسا کہ مسلم وغیرہ روایت کرتے ہین
الغرض اسمقام پر اکیس ۲۱ احکام شریعت محمدیہ کے تیرہ تعلیمات کے ضمن مین بیان کیے گئے اس سے

کئی باتین ثابت ہوئین اول تو اوس امر کی بخوبی تصدیق ہو گئی جو اس کتاب کے
مین بیان کیا گیا ہے کہ قرآن وحدیث ہدایات کتب سابقہ پر مشتمل ہے دوسرے یہ کہ شریعت
بندوبست الٰہی کے بالکل مطابق بلکہ اوسکے متمم اور مکمل ہے اور حضرت سرور انبیا علیہ الصلوۃ
کا یہ کہنا کہ مین اسلیے بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون نہایت صحیح ہے تیسرے
پادری صاحب نے جو اپنی کتاب کے صفحہ ۹۶ وغیرہ مین چند اخلاقی امور مین انجیل کو مکمل توریت
اور قرآن وحدیث کی بعض تعلیمات پر طعن کیا تھا وہ محض اونکی غلط فہمی تھی بیان سابق
کوئی منصف اسکا انکار نہین کر سکتا کہ قرآن وحدیث توریت وانجیل کے مکمل ہین چوتھے
تھا کہ اس صاحب نے جو عدم ضرورت قرآن مین احکام قرآن مجید اور بائبل کا مقابلہ کیا ہے او
کم مایگی کے علاوہ بد دیانتی کو بھی صرف کیا ہے جس تعلیم کو وہ مدار دکھاتے ہین وہ قرآن مجید
نہایت تصریح و تاکید کے ساتھ موجود ہے بعض آیات کو بے موقع نقل کیا ہے جن آیتون کو
موقع پر نقل کرنا چاہیے تھا اونکو نقل نہین کیا۔ اس تمام بیان سے صرف یہی امر ثابت نہین
کہ شریعت محمدیہ کے احکام فروعی اعلی وافضل اور بالکل مطابق فطرت الٰہی کے ہین بلکہ یہ بھی
ظاہر ہوتا ہے کہ اصول شریعت محمدیہ بھی ایسے سچے اور پسندیدہ ہین کہ ہر ایک عاقل اونھین
خندہ پیشانی سے قبول کر سکتا ہے بخلاف عیسائیون کے اصول کے کہ اونھین ہرگز ہرگز عقل
قبول نہین کرتی اون اصول کا مطلب اور اونکی کیفیت خود شہادت دے رہی ہے کہ ایسے اصول
حقہ کے نہین ہو سکتے اسکی توضیح کے لیے اسی اختلاف کا شروع اور ضمیمہ تکمیل الادیان ملاحظہ کر
بھلا وہ مذہب حق ہو سکتا ہے جسکے اصول یہ ہون کہ خدا ایک بھی ہے اور تین بھی ہین ایک تین
اور تین ایک ہین باپ خدا بیٹا خدا روح القدس خدا یہ کھلے کھلے تین ہو کر پھر ایک ہی خدا
گویا خدا کو ایک گورکھ دھندا بنا رکھا ہے اور پھر وہ خدا اپنے بندون کو نجات نہ دیسکا اسلیے آ
انسان کی جون مین جنم لیا یعنی وہ ذات غیر محدود ایک خاکی پنجرے مین آکر بند ہو گئی اور بند
کے گناہ اپنے اوپر لیکر اوسکی سزا بھگتنے کے لیے جہنم کو سدھارے۔ یہ عیسائیون کے اصو

ہین جنپر حقیت کا دم بھرا جاتا ہی اب ناظرین خود انصاف فرما سکتے ہین کہ یہ اصول کیسے ہین
انھین اصول کے ناکارہ ہونے سے انگلنڈ وغیرہ مین اکثر اہل تثلیث اپنا مسلک چھوڑ کر یونی ٹیرین
اور تھیسٹ وغیرہ مذہب اختیار کرتے جاتے ہین اور مذہب اسلام کی خوبیون پر اکثر اہل یورپ کو
اتفاق ہوتا جاتا ہی بعد و تثلیث تین قول مین یہان نقل کرتا ہون اوّل آنریبل سر ولیم میور
صاحب اپنی کتاب لائف آف محمد مین لکھتے ہین "ہم بلا تامل اسبات کو تسلیم کرتے ہین کہ اسلام
نے ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو کالعدم کر دیا اسلام کے صدای جنگ کے روبرو بت پرستی
موقوف ہوگئی (یہ بھی کہنا چاہیے کہ بت پرستی کی برائی بیان کرکے ایسی عمدہ تعلیم کی کہ لوگ خود بخود
بت پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہوگئے) اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور قدرت کاملہ کا
مسئلہ حضرت محمد کے معتقدون کے دلون اور جانون مین ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا ہے
جیسے خاص حضرت محمد کے دل مین تھا (یہ عمدہ تعلیم کا اثر ہے) مذہب اسلام
کی پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی مین ہی یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے بلحاظ معاشرت
کے بھی اسلام مین کچھ کم خوبیان نہین ہین چنانچہ مذہب اسلام مین یہ ہدایت ہی کہ سب مسلمان آپس مین
برادرانہ محبت رکھین یتیمون کے ساتھ سلوک کرین غلامون کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش
آئین نشہ کی چیزون کی ممانعت ہی۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہی کہ اس مین پرہیزگاری کا
ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب مین نہین پایا جاتا" واویلا اون عیسائیون پر جو مذہب
اسلام مین عیاشی کی تعلیم بتاتے ہین وہ ذرا اپنے منصف مزاج برادرون کے قول کو ملاحظہ کرین
دوم مسٹر ہگینس اپنی کتاب کی دفعہ ۳۵ مین لکھتے ہین "عیسائی مذہب مین اخلاق کا کوئی ایسا
مسئلہ نہین ہی کہ مسلمانون کی تعلیم مین نہ پایا جاتا ہو" اور پھر دفعہ ۳۶ مین لکھتے ہین "کوئی حکیم شاید
یہ گمان کر سکتا ہی کہ جب محمد عمدہ مسائل اخلاقیہ دین عیسوی سے مستفید ہو رہے تھے تو اپنی
دانائی سے صرف اوسکی خوبی ہی کو اخذ نہین کیا بلکہ برائی کو چھوڑ کر اخلاق کو اختیار کیا" اور
دفعہ ۳۸ مین لکھتے ہین جب بہت سے طول طویل اور عسیر الفہم عیسائی مذہبون پر خیال کیا جاتا ہے

تک قائم رہی اور حضرت عیسے نے بھی اوسکو برا اوسکی تبدیل کا حکم دیا اوسکو حضرت پولوس نے نیست و نابود کرکے بندوبست الٰہی کو
الٹ دیا تھا مگر خاتم النبیین محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا نے اوسے قائم کیا اور شریعت الٰہی کو مکمل کرکے
ظاہر کردیا دوسرے یہ کہ ان سب امور سے قطع نظر عبادت جسمانی اور طہارت ظاہری اور بعض اشیا کی حلت
و حرمت انجیل مروجہ کے بھی خلاف نہیں ہے جیسے پادری صاحب تمامہ کلام خدا سمجھ رہے ہیں بلکہ تینوں
امور میں مطابق ہیں عبادت جسمانی پولوس کے اس قول سے ظاہر ہے "تم داموں سے خریدے گئے
پس تم اپنے تن سے اور اپنی روح سے جو خدا کے ہیں خدا کی بزرگی کرو" (اول قرنتیون ۶/۲۰) اور
طہارت ظاہری کا ثبوت اس قول سے اظہر من الشمس ہے کہ "اے عزیزو چاہیے کہ ہم ایسے وعدے پاکے
آپ کو ہر طرح کی جسمانی اور روحانی نجاست سے پاک کریں اور خدا کے ڈر سے پاکیزگی کو کامل کریں"
(۲ قرنتیون ۷/۱) پس شریعت محمدیہ بھی یہی تعلیم کرتی ہے کہ روح اور تن دونوں سے خدا کی بزرگی کرو اور
ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست سے پاک ہو پھر فرمائیے کہ شریعت محمدیہ نے کونسا امر اولٹ دیا
البتہ خدا کی بزرگی اور عبادت کے طریقے اور پاکیزگی کے طور شریعت عیسوی میں مذکور نہیں ہوے تھے
اوسکو شریعت محمدیہ نے مفصل بیان کردیا اسکا نام اولٹنا نہیں ہے بلکہ کامل کرنا ہے تکمیل کی مثال
جو پادری صاحب نے نسخ کی بحث میں بیان کی ہے اوس سے بھی یہی امر ثابت ہوتا ہے (دیکھو صفحہ ۶۹ و ۷۰ میزان الحق)
میں اختصار کے لیے کچھ تغیر کرکے اوس مثال کو بیان کرتا ہوں مثلاً ایک شخص اپنے خادم کو مکان بنوانے
اور اوسکا سامان مہیا کرنے کا حکم دے اور بعد عرصے کے جب اوسکا سامان مہیا ہو جاے تو اوسکا طرز اور
پوری قطع بیان کرے اور کہے کہ اس طرح کا مکان بناؤ تو اس طرز و قطع بتانے کو پہلے حکم کا اولٹنا نہیں
کہینگے بلکہ اوسکی تکمیل کہینگے اسی طرح شریعت محمدیہ میں جو عبادت اور طہارت کے طور بیان کیے ہیں انکو
پہلے حکم انجیلی کی تکمیل سمجھنا چاہیے - باقی رہی بعض اشیا کی حلت اور حرمت اوسکی بھی سند لیجیے اعمال
کے باب ۱۵ آیت ۱۹ و ۲۰ میں ہے "سو میری صلاح یہ ہے کہ اونہیں جو غیر قوموں میں سے خدا کیطرف پھری
ہیں تو جہ نہ دلائیں پر اونکو لکھ بھیجیں کہ بتوں کی گندگیوں اور حرامکاری اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور
لہو سے کنارہ کریں" دیکھیے تین چیزوں کی حرمت تو یہاں تصریح موجود ہے اور ایک شے کی حرمت تھوڑے

سے کیفیت پوشیدہ ہو گئی ہے یعنی جس لفظ یونانی کا ترجمہ حرامکاری کیا گیا ہے وہاں شُسود ہونا چاہیے اور
ثبوت کے لیے میں کچھ زیادہ نہیں کہتا ناظرین سے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اس مقام پر جو غیر
قوموں کو ان چار چیزوں سے منع کیا گیا ہے اسکا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ شریعت اخلاقی اور رسمی
کے جتنے احکام تھے اون میں سے صرف یہی چار اونپر باقی رکھے گئے اور باقی سب وہ لوگ مطلق العنان
کر دیئے گئے خواہ وہ چوری کریں یا کسی طرح کا ظلم کریں یا والدین کی بے تعظیمی کریں یا اور کوئی برائی کریں
مگر اونسے بازپرس نہیں ہے غرضکہ یہ مطلب تو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اسوجہ سے بالضرور کہنا پڑیگا
کہ کھانیکی اشیا میں سے یہ چار چیزیں مستثنیٰ کر دی گئیں تاکہ بت پرستوں سے ایک امتیاز ہو جاے۔ اس تقدیر
پر ضرور ہے کہ جن چیزوں کو یہاں حرام بتایا گیا ہے وہ کھانے کے قبیل سے ہوں لہذا یہاں حرامکاری
کا ذکر بجز غلطی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر حرامکاری کا ذکر صحیح مانا جائیگا تو یہ کہنا پڑیگا کہ شریعت
عیسوی میں اخلاقی شریعت کا صرف ایک حکم باقی رہا اور سب منسوخ ہو گئے سبحان اللہ شریعت اخلاقی
کی کیا عمدہ تکمیل ہوئی اور اگر اس بحث سے قطع نظر کیجاے اور یہی کہا جاے کہ اس مقام پر انہی
چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے تو بھی ہمارا مدعا حاصل ہے یعنی اس مقام پر اون اشیا کا ذکر ہے جنکا کھانا
حرام ہے پھر اگر شریعت محمدیہ نے بھی بعض اشیا کی حلت اور حرمت کا ذکر کیا تو کیا ظلم ہوا اور کون
بندوبست الٰہی اولٹ گیا اسمیں کسی طرح کا شک نہیں کہ رسمی شریعت کی بنیاد شریعت عیسوی میں
ہر طرح موجود ہے مگر شریعت محمدی نے جس طرح اخلاقی شریعت کی تکمیل کی اسی طرح رسمی شریعت کی
تکمیل کی اب یہ کہنا کہ قرآن و حدیث بندوبست الٰہی کو اولٹے دیتے ہیں محض غلط اور دروغ محض
پادری صاحب کو ایسے بہتان عظیم سے خدا کا خوف کرنا چاہیے ایکدن اوس احکم الحاکمین کے روبرو جانا
اسقدر تقریر سے اختلاف چہارم کا جواب ہو گیا مگر بغرض توضیح کے کچھ اونکی اقوال سے بھی تعرض کیا جاتا
قولہ صفحہ ۱۳۲ بعضی اعمال بذاتہ نیک ہیں جنسے خداتعالے مسرور ہے اور بعضی بد اور نفرتی ہیں جنسے
منزہ ہے۔ اسلے قولہ وہ قدوس اون افعال کے کرنے کا حکم کرتا ہے جو بذاتہ نیک ہیں اور
منع کرتا ہے جو بذاتہ بد ہیں پس ایسے احکام کو ہم شریعت اخلاقی کہتے ہیں —

اقول پادری صاحب کے قول سے معلوم ہوا کہ بذاتہٖ نیک وہ اعمال ہین جنسے خدا تعالے معمور ہے اور بد وہ ہین جنسے وہ منزہ ہے اور یہی شریعت اخلاقی ہے - مگر یہ امر کئی وجہ سے باطل ہے اول یہ کہ بعض اعمال جنہین پادری صاحب بذاتہٖ نیک اور شریعت اخلاقی کہتے ہین وہ شریعت اخلاقی سے خارج ہو جاینگے مثلاً خدا کی عبادت کرنا اور اوسکا شکر گزار ہونا اور والدین اور بڑون کا ادب کرنا - پادری صاحب کی تقریر اس بات کی مقتضی ہے کہ یہ اعمال بذاتہٖ بد ہون کیونکہ خدا تعالے اونسے منزہ ہے پس یہ اعمال شریعت اخلاقی کیا شریعت رسمی بھی نہ ٹھہرے اور صفحہ ۲۲ مین پادری صاحب انکو شریعت اخلاقی کہتے ہین دوسرے یہ کہ جن احکام کو شریعت رسمی کہا جاتا ہے مثلاً کسی جانور کا گوشت کھانا یا نکھانا بذاتہٖ بد ہوجاینگے اور نفرتی کہلاینگے کیونکہ خدا اونسے منزہ ہے پھر یہ کہنا کہ شریعت رسمی کے احکام بذاتہٖ نیک ہین نہ بد غلط ہو گیا تیسرے یہ کہ وہ صفات جنسے خدا معمور ہے مگر بندون مین اون صفات کا پایا جانا نہایت گناہ ہے مثلاً کبر و غرور اپنی بڑائی - پادری صاحب کے قول سے لازم آتا ہے کہ یہ اعمال بھی بندون کے لیے عمدہ اور شریعت اخلاقی ہون چوتھے مین دریافت کرتا ہون کہ کسیکا گناہ بخشدینا اور اوسکی خطا سے بغیر بدلہ لیے درگذر کرنا بذاتہٖ نیک عمل ہے یا نہین اگر ہے تو کیون خدا کو اس سے منزہ جانتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر خدا بغیر بدلہ لیے اور سزا دیے چھوڑ دے تو اوسکا عدل قائم نرہے اور اگر بذاتہٖ نیک نہین اور خدا اس سے منزہ ہے تو انجیل مین کیون ایسی تعلیم داخل کی گئی اور کہا گیا کہ تم گناہ بخشو تمھارے گناہ بخشے جاینگے بہر حال یا تو اس تعلیم کو غلط اور بد مانیے یا خدا کو اس سے معمور جانیے اور کفارہ معہودہ کی ضرورت سے ہاتھ اوٹھائیے - پادری صاحب ذرا انصاف فرمائیے ایسا بھی کیا خبط و پریشانی ہے کہ کہین کچھ کہدیا اور کہین کچھ نہ گذشتہ کی خبر نہ آیندہ پر نظر -

قولہ رسمی شریعت بھی بیفائدہ آدمیون پر محض ظلم کرنیکو نہین دیا ہے ضرور کسی خاص مطلب کے واسطے مقرر ہوئی ہے

اقول شریعت رسمی یہی ہے جو اعمال بذاتہٖ نیک و بد نہین اونکا حکم فرمانا اور اونکو نیک و بد قرار دینا آدمیون کو تنگ کرنا نہین تو پھر کیون پادری صاحب ابھی فرما چکے ہین کہ جو اعمال از خود نیک ہین نہ بد انکو خواہ مخواہ نیک و بد قرار دینا بیوجہ آدمیونکو تنگ کرنا ہے افسوس ایک صفحہ کی بھی بات آپکو یاد نہین رہتی

قولہ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ مدعا میرا یہ ہی کہ رسمی شریعت مثل اخلاقی شریعت کی اصل و اول نہین اور نہ اوسکی
ذاتی پاکی و نیکی کے پورا کرنیکے لیے ضرور ہے اور نہ انسان کی کاملیت کا نشان ٹھہر سکتی ہے۔

اقول مجھے اسمین دو طرح سے کلام ہے اول یہ عجب حیرت کی بات ہی کہ رسمی شریعت کی تعمیل تو کاملیت
کا نشان نہین ٹھہر سکتی مگر اوسکی عدم تعمیل اس قدر ناقصیت کا نشان ہو جاتی ہی جسکی انتہا نہین
یعنی ایک شخص کرے اور اوسکی تمام ذریت ناقص ہوجاے تفصیل اسکی یہ ہے کہ پادری صاحب نے صفحہ ۱۸
سے ۲۰ تک یہ بیان کیا ہے کہ آدم کو خدا تعالے نے تمام گناہون سے پاک اور نیکیون اور خوبیون سے
معمور اور ہر قسم کے عیب و بدبختی سے دور اور خواہشہای نفسانی اور ہر قسم کی ہوا و ہوس اور جسم کی کاہلی اور سستی سے
پاک پیدا کیا تھا مگر یہ تمام نقص و عیب اور ہر طرح کی برائیان جو آدم اور اوسکی نسل مین ہو گئین اور خدا کی
نظر مین ناپاک اور جہنم کے لائق ہو گیا یہ صرف اس وجہ سے کہ آدم نے اوس درخت کا پھل کھا لیا تھا
جسکے کھانے سے خدا تعالے نے منع کیا تھا اور کھانے کی اشیا سے منع کرنا تو پادری صاحب کے نزدیک
رسمی شریعت ہی پھر اسی رسمی شریعت کے عمل نکرنے سے حضرت آدم ع ایسے ناکارہ اور ناقص ہو گئے
جسکی کچھ انتہا نہین پھر صرف آدم ہی ناقص اور ناپاک نہین ہوے بلکہ اونکی تمام ذریت ناکردہ گناہ
اسمین پکڑی گئی اور اس آبائی گناہ سے سب تقصیر وار ٹھہرے یہان تک کہ اگر خدا کا بیٹا نجات دینے
کے لیے دنیا مین نہ آتا تو سب جہنم مین جاتے اب پادری صاحب فرمائین کہ کسی اخلاقی شریعت کی
عدم تعمیل سے بھی ایسا نقصان انسان کو پہونچا ہے پھر کیا انصاف کا یہی تقاضا ہی کہ ایک حکم
کی تعمیل تو کسی طرح کاملیت کا نشان نہو اور اوسکی عدم تعمیل مین نقصان کی انتہا نرہے۔

عیسائیون کی عقل پر افسوس ہی کہ اپنی بات قائم رکھنے کے لیے خدا پر الزام لگاتے ہین مین سچ
کہتا ہون کہ عیسائیون کے اصول پر تو بالضرور رسمی شریعت کو اعلے اور اشرف ماننا پڑے گا۔
اور اگر یہ نہین ہے تو پادری صاحب بیان کرین کہ آدم ع کے اوس ممنوعہ پھل کھانے سے آدم ع اور
اوسکی ذریت اپنے اس قدر جلیل مرتبہ سے کیون گر کر ناقص اور بدتر ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ ہم تسلیم
کرتے ہین کہ بعض احکام شریعت اسلئے اعلے اور اشرف ہوتے ہین اس وجہ سے کہ وہ مقصود بالذات ہین

اور بعض کم مرتبہ ہین کیونکہ وہ خود مقصود نہین بلکہ کسی مقصود بالذات کا وسیلہ ہین مثلاً خدا کی عبادت کے لیے وقت مقرر کرنا یہ کوئی مقصود بالذات نہین ہے بلکہ وسیلہ ہے مقصود بالذات کا کیونکہ اہل دانش خوب جانتے ہین کہ جب تک کام کے لیے وقت معین نکیا جاے تو وہ کام بالالتزام ہرگز نہین ہوتا پس وقت مقرر کرنا اوسکے التزام کا وسیلہ قرار پایا اس وجہ سے اسمین حسن آیا۔ مگر ایسے کام کو یہ کہنا کہ یہ اوسکی ذاتی پاکی و نیکی کے اقتضا پورا کرنے کے لیے ضرور نہین محض نافہمی ہے کیونکہ جب وہ ذاتی پاکی کے لیے وسیلہ ہین تو بیشک ضرور ہونگے تکمیل الادیان مین یہ امر بخوبی بیان کیا گیا ہے کہ کوئی حکم خداوندی حسن و خوبی سے خالی نہین ہو سکتا پس جو حکم انسان بجالایگا وہ خوبی اسمین حاصل ہوگی جو اوسکے بجالانے پر موقوف تھی اور ہر خوبی کا حصول موجب کسی قدر کمالیت کا ہے پادری صاحب نے شاید ابھی کمال کے معنی دریافت نہین کیے خیر کیا مضائقہ ہے اب کتب حکمت وغیرہ مین ملاحظہ کرلین بہرحال بعض احکام خداوندی کو کاملیت کا نشان نہ قرار دینا قصور علم اور نقصان عقل کی دلیل ہے اور اگر کاملیت کے یہ معنی لیے ہین کہ انسان اوس اعلے مرتبہ کو پہونچے جس سے برگزیدہ خدا اور مقبول بارگاہ ہوجاے تو مین کہتا ہون کہ کوئی حکم خاص ایسا نہین کہ اس مرتبہ کو پہونچا دے یہ مرتبہ تو جب حاصل ہوتا ہے کہ جمیع احکام بجالائے اور اگر اومین کسی قسم کا قصور ہو تو خدا تعالے اپنی رحمت سے معاف فرمائے یعقوب حواری فرماتے ہین کہ جو کوئی ساری شریعت کو مانتا اور فقط ایک بات کو ٹالتا ہو تو وہ ساری باتون کا گنہگار ہوگا۔۔۔ مثلاً کوئی شخص خدا کی عبادت کرے اور اوسکی ثنا خوان رہے مگر مخلوق پر ظلم کرنا بھی اختیار کرے تو کیا یہ عبادت اور ثنا خوانی اوسکی کاملیت کا نشان ہو سکتی ہے ہرگز نہین

قولہ صفحہ ۴۴ تو سب جانور اور تمام اشیاء موجودات و مخلوقات خداے قدوس کی آفریدہ ہین اور خداے سبحان ناپاک کا پیدا کرنے والا نہین ہو سکتا۔

اقول پادری صاحب نے یہ خیال نکیا کہ وہ خداے رحمٰن اپنے بندونپر مہربان موذیات اور مہلکات کا پیدا کرنے والا کیسے ہوگیا اور بول و براز سی ناپاک شے کو کیسے پیدا کیا۔ اگر یہ کہا جاے کہ ان اشیا مین اگرچہ مضرت ہے مگر اوسکے ساتھ نفع بھی ہے نفع کے لحاظ سے ان اشیا کو پیدا کیا ہے

تو مین کہتا ہون کہ جس طرح ان اشیا کو بنظر منفعت پیدا کیا ہی گو اون مین مضرت بھی ہی اسی طرح
اون اشیا کو سمجھنا چاہیے جنکو خدا نے اپنے کلام مین ناپاک اور نجس فرمایا ہی۔ علاوہ اسکے اون
اشیا کو ناپاک اور نجس کہنے کے صرف یہ معنی ہین کہ وہ انسان کے استعمال کے قابل نہین پھر اگر
استعمال کرنا ایسے امر کا باعث پڑتا ہی کہ خدا ے پاک کی ذات کے برخلاف ہی تو باقتضای پاکی
کے خدای قدوس اوسکے استعمال سے منع فرماتا ہے اسیواسطے شراب پینے سے منع کیا اور سور
استعمال حرام فرمایا اور اگر اوسکا استعمال ایسے امر کا باعث نہین ہی تو اوسکی نہی دائمی نہوگی بلکہ
جس امر عارض کیوجہ سے اوسے منع کردیا ہی جب وہ زائل ہو جائیگا تو یہ نہی بھی اوٹھ جائیگی جیسے اونٹ
کا گوشت الغرض مطلقاً حلت وحرمت اشیا کو محض عارضی سمجھنا نادانی ہی بلکہ فرق کرنا چاہیے مصرع
گر فرق مراتب نکنی زندیقی +

قولہ صفحہ ۲۵ - تمام اشیا انھین عناصر سے مرکب ہین اور عناصر خدا کے بنائے ہوئے ہین (الے قولہ)
لہذا ثابت ہوا کہ خدا تعالے کی نظر مین کوئی جانور یا دوسری چیز جو مخلوقات کے اسباب سے پیدا ہو
سے ناپاک نہین ہے -

اقول اول تو مین یہ کہتا ہون کہ پادریصاحب نے کیون اسقدر تقریر کو طول دیا ان اشیا کے ناپاک
ہونے کے صرف یہ معنی ہین کہ یہ اشیا اس قابل نہین کہ انسان انکا استعمال کرے پھر اگر برائی ہی تو اوسکے
استعمال مین ہی نہ خود اوس شے مین اور استعمال تو انسان کا فعل اختیاری ہی اب تو بموجب آپ کے
قول کے بھی ان اشیا کے استعمال سے انسان خدا کے روبرو گنہگار ہوگا پھر آپ کیون خدا کے مقابل
اون اشیا کی رفع ناپاکی مین سعی فرماتے ہین - دوسرے یہ تو فرمائیے کہ جس قدر اشیا انسان کی ہلاک
کرنے والی اور زہردار ہین وہ سب انھین عناصر سے بنائی ہوئی ہین اور اسی طرح جتنے زمین کے کیڑے
مکوڑے اور کل نفرتی چیزین حتی کہ انسان اور جمیع حیوانات کا بول وبراز بھی انھین عناصر سے پیدا ہوئے
ہین پھر کیا یہ سب چیزین آپ کے نزدیک یکسان مثل دال بھات کے ہین کیا ان مین سے کوئی چیز
ہلاک اور نفرتی وممنوع نہین ہی اگر یہ کل چیزین آپ کے نزدیک یکسان ہین تو استعمال مین

فرق کرنا اور یہ کہنا کہ ستھری چیز کا کھانا انسان کو ضرور ہے سراسر بیجا ہے اور اگر ان اشیا مین فرق ہی اور بعضون کا استعمال آپ کے نزدیک ممنوع ہے تو کل تقریر آپکی فضول ہے کیونکہ عناصر سے پیدا ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ سب پاک اور ستھری اور غیر ممنوع ہو جاوین پس اگر شریعت محمدیہ مین بعض اشیا کو ممنوع بتایا ہی تو ہر طرح عقل کے مطابق اور کتاب آسمانی کے موافق ہی تیسرے یہ کہ جس طرح سب زہر اور چیزین خدا کی بنائی ہوئی انسان کی حیات جسمانی کو فنا کر دیتی ہین اسی طرح اگر بعض چیزین بواسطہ یا بلا واسطہ حیات روحانی کے مضر ہون تو پادری صاحب کے پاس اسکے بطلان کی کیا دلیل ہی بلکہ بعض اشیا کی مضرت ایسی ظاہر ہے کہ کوئی ذی عقل اوس سے انکار نہین کر سکتا مثلاً شراب ہی کہ اسکی مضرت کئی طور سے پائی جاتی ہے ایک یہ کہ اسکے پینے والے سے وہ افعال سرزد ہوتے ہین جو حیات روحانی کے بالکل فنا کرنے والے ہین دوسرے یہ کہ شراب بالخاصہ قوای شہوانیہ کو قوت دیتی ہی اور کمال مرتبہ اونھین مشتعل کرتی ہی اور جو شے قوت شہوانیہ کو اس درجہ مدد دیگی وہ ضرور قوت روحانیہ کو ضرر پہونچا دیگی کیونکہ یہ دونون قوتین باہم ایک دوسرے کی ضد ہین اس وجہ سے ایک کی زیادتی دوسرے کے نقصان کا باعث ہوگی لہذا کل اشیا کو یکسان مثل دال بھات کے سمجھنا نہایت نادانی ہے۔

قولہ بلا شبہہ صاف ستھری چیزین کھانا پینا استعمال کرنا انسان کو ضرور ہے۔

اقول جب آپ کل اشیا کو جو عناصر سے پیدا ہوتی ہین مثل دال بھات سمجھتے ہین پھر ایک کو صاف ستھری کہنا اور دوسری کو نہ کہنا کیا وجہ ہے وہ خدای قدوس غیر ستھری اشیا کا بانی کیونکر ہو سکتا ہی ذرا سمجھکر بیان کیجیے اور جب آپ کے نزدیک ان اشیا کے عدم استعمال سے اور پاکی سے کچھ مناسبت نہین تو ستھری اشیا کے استعمال کے ضرور ہونیکی کیا وجہ ہے ضرور اوسی شی کو کہینگے جسکا خلاف جائز نہ ہو یہ عجب آپ کی تقریر ہے کہ کہین تو کل اشیا کے استعمال کو جائز بتاتی ہین اور کہین ناجائز کہتے ہین۔

قولہ صفحہ ۲۶ بھلا ان کھانے پینے اور چھونے کی چیزون سے اور دلکی پاکی اور نیکی سے کیا مناسبت ہی

اقول پادری صاحب کو چاہیے کہ پہلے تو یہ سوال خدا تعالے سے کرین کہ اوسنے آدم کے دل
صرف ایک درخت کے پھل کھانے سے کیون ناپاک ٹھہرایا اور صرف آدم ہی کے دل کو نہین بلکہ
اونکی تمام ذریت کے دل کو۔ اسکے بعد جناب اعظم الحواریین پطرس سے دریافت کرنا چاہیے
کہ اونھون نے کیون غیر قومون کو لہو اور بتون کا چڑھاوا اور گلا گھونٹے جانور کو منع کیا (اعمال
باب ۱۵) یہ تو کھانے پینے کی چیزین تھین پھر حضرت ہوسیع سے دریافت کیجیے وہ لکھتے ہین حرامکاری
اور مے اور نئی مے دل کو کھو دیتی ہین (ہوسیع ۴ ۱۱) پھر حضرت پولوس سے پوچھیے وہ شرابی کو اون
لوگون مین شمار کرتے ہین جو خدا کی بادشاہت کے وارث نہونگے (دیکھو اول قرنتیون ۶ ۱۰) اگر
کھانے پینے کی چیزون کو دل کی پاکی سے کچھ مناسبت نہین ہے تو شراب کے دل کو خراب کرنے کے کیا
معنی اور شرابی مثل بت پرست اور زناکارون وغیرہ کے کیون جہنمی ہوا ان سب کے علاوہ مین آپ سے
یہ دریافت کرتا ہون کہ کیا آپ نے جمیع احکام اخلاقی مین یہ مناسبت دریافت کرلی ہے اگر دریافت
کرلی ہو تو مہربانی فرماکر بیان کیجیے مثلا ایک شخص نے کسی نا کتخدا یا بیوہ سے بکمال رضا و رغبت زنا
کیا اور طرفین نے ہر ایک کے دل کو اوس فعل سے خوش کیا اب فرمایئے کہ آیا طرفین کے
دل ناپاک ہوے یا نہوے اگر ہوے تو اس فعل سے اور دل کی ناپاکی سے کیا مناسبت ہے
جو کچھ اونے کیا ہے وہ جسم ظاہری سے کیا ہے دل سے کیا تعلق ہے اور اگر کہیے کہ پہلے اونے اس
بری فعل کی دلسے خواہش کی اور وقت صدور فعل کے اوس سے مسرور ہوا اس وجہ سے دل ناپاک ہوا
تو مین کہتا ہون کہ اسی طرح جب انسان اون اشیا کے کھانے کا قصد کرے جنھین خدا نے منع کیا ہے
اور پھر کھاکر محظوظ و مسرور ہوا اور قوت شہوانی اور حیوانی کو مدد دی تو اس وجہ سے وہان بھی دل کو
ناپاک ہونا چاہیے پھر اب مناسبت کیا پوچھتے ہین غرض جو مناسبت آپ امور اخلاقی مین بیان
کرینگے اوسی طرح کی ہم شریعت رسمی مین بیان کردینگے اور اگر ناپاک نہوئی تو آپ کا اس مقام پر
مناسبت دریافت کرنا عبث ہے کیونکہ اس صورت مین بھی احکام اخلاقی اور رسمی کا ایک سا حال
ہوا افسوس ہے کہ پادری صاحب اسی مغالطہ کیوجہ سے شریعت رسمی کو قابل نسخ قرار دیتے ہین

اسکی ایسی مثال ہی کہ ایک جاہل مریض طبیب کامل سے یون کہے کہ جن اشیا کو آپ پرہیز بتاتے ہین انکے کھانے نہ کھانے سے اور ازالۂ مرض اور عدم ازالہ سے کیا مناسبت ہے اب فرمایئے کہ ایسے شخص کو عاقل کیا کہینگے۔

قولہ لیکن کسی خاص غرض سے خدا تعالے نے اگلی شریعت مین ایسی چیزون کو پاک یا ناپاک فرمایا اسیواسطے وہ رسمی اور ظاہری شریعت تھی۔

اقول غیر ستھری اشیا کو ناپاک کہنا اور اونکے استعمال کو منع کرنا بلکہ جنکا استعمال موجب اخلاق ذمیمہ اور باعث افعال شنیعہ ہو اونکے اکل و شرب کو جائز نہ کہنا تو رسمی اور ظاہری شریعت ہوئی تو اب لامحالہ شریعت اخلاقی وہ ہوگی جسمین تمام گندہ چیزون کے استعمال کو بلا روک ٹوک جائز بتایا ہو حتے کہ بول و براز کے اکل و شرب کی بھی عام اجازت دی ہو اگر شریعت اخلاقی اسیکا نام ہے تو ایسی شریعت کو دور سے ہمارا سلام ہی اور اگر شریعت اخلاقی پاک اور ستھری اور عمدہ چیزون کے استعمال کو کہتی ہے اور گندہ چیزون کے استعمال سے روکتی ہی تو پھر بعض اشیا کے پاک وناپاک کہنے کو رسمی شریعت کہنے کے کیا معنی۔

قولہ صفحہ ۲۶ تو اسکی عمیق حکمت مین یہ مناسب معلوم ہوا کہ آدمیون کو اخلاقی شریعت کے ساتھ رسمی اور ظاہری شریعت بھی دیوے۔

اقول۔ خوب یاد رہے کہ پادری صاحب دعوی کرتے ہین کہ اصلی اور رسمی دونون شریعتین دینا خدا کو پسندیدہ معلوم ہوا اور اسکی دلیل صفحہ ۲۷ مین یہ فرماتے ہین کہ آدمی کی عقل بسبب گمراہی کے روحانی شریعت سمجھنے اور اوسپر قائم ہونے کے لائق نہ تھی۔ بھلا اس دلیل کو دعوی سے کیا ربط ہی اے جناب جب وہ لوگ شریعت روحانی سمجھنے اور عمل کرنے کے قابل نہ تھے تو پھر اصلی شریعت کے ساتھ رسمی شریعت دینے کے کیا معنی جب اونسے اصلی شریعت کا بار نہین اوٹھ سکتا تھا پھر رسمی شریعت کا بار اونپر لادنا ایسا ہی کہ جب کسی شخص سے من بھر بوجھہ نہ اوٹھ سکے تو بیس سیر بوجھہ اوسپر اور لاد دیا جاوے اور یہ کہا جاوے کہ چونکہ اس سے من بھر

بوجب نہین اوٹھا اسلیے یہ بس سیر بوجب اور او سپر لادو یا گیا معلوم نہین کہ پادریصاحب کے
ایسا کہنے والا کس زمرے مین شمار کیا جائیگا۔

قولہ صفحہ ۲۹- اسواسطے خدا نے انجیل مقدس اور اپنے رسولون کے تصنیفات کے ذریعہ سے اخلاقی شریعت

اقول افسوس ہر جگہ ہمارے مخاطب موی ہی پر اکتفا کرتے ہین ای جناب وہ کون اخلاقی
ہی جو پہلے نہتی دو چار احکام تو بطور مثال بیان فرمائے ہوتے آپ کی کتاب کے صفحہ ۲۴ سطر اخیر
ظاہر ہے کہ پہلے بھی بنی اسرائیل کو شریعت اخلاقی دی گئی تھی مگر آپ تھوڑی دیر کے بعد اپنا لکھا
خود بھول جاتے ہین اور اگر یہ کہیے کہ پہلے بھی اخلاقی شریعت عنایت ہوئی تھی مگر انجیل نے او
کمال کے ساتھ ظاہر فرمایا تو جناب کمال کا حال بھی تعلیمات کے مقابلہ مین ناظرین نے دریافت کیا۔ ا
یسے کہنے کی کیا حاجت ہے حقیقت حال یہ ہے جو جان ڈیون پورٹ صاحب نے اپنی کتاب مین
وہ یہ ہے کہ جب جناب مسیح مبعوث ہوے تھے تو جو یہودی یہودیہ مین رہتے تھے اونکے اخلاق
خراب ہوگئے تھے اور اونکے علما اور عوام الناس دونون مین نفس پرستی اور خود پسندی بسبب
تھی اور اوس ملک مین سوا حرص وطمع اور ظلم و جور کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا اسواسطے کہ
ایمان کو بعض رسوم اور قواعد شدیدہ ظاہریہ کے بجا لانے مین منحصر رکھا تھا اور اصل لب لبا
مذہب ضائع کر دیا تھا پس جناب مسیح کی رسالت کا یہ مقصود تھا کہ شریعت اصلی او روا قعی حضر
موسی بحال کرین اسواسطے تمام احکام اسی امر کیطرف منجر ہین۔ پس اس تمہید سے یہ بات بخو
ثابت ہوتی ہے کہ اصل مین شریعت عیسی فقط مجدد ملت موسی تھی انتہی۔ الحق واقعی امر یہی ہے جو
عیسائی نے بیان کیا۔ مگر ان نافہم عیسائیون نے اس مدعا کو نہ سمجھکر شریعت موسویکو بالکل
نابود کر دیا وائے بر نافہمی ایشان۔

قولہ صفحہ ۳۰ جب انسان حالت طفولیت مین تھا اوس وقت خدا نے اوسکو تعلیم دینا شرو
کیا اور ابتدا مین گویا اوسکو ابجد سکھا کر یعنی شریعت ظاہری دیکر تعلیم فرمائی انتہے ملخصاً۔

اقول پادریصاحب محض ابلہ فریبی کر رہے ہین یہ نہین خیال کرتے کہ یہ تمثیل جب صحیح ہو سکتی

کہ توریت مین صرف شریعت ظاہری ہوتی اور شریعت باطنی نہ ہوتی حالانکہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ توریت
ور دیگر صحف مین دونون طرح کی شریعت مذکور ہین اور پادری صاحب بھی اسکے مقر ہین (صفحہ ٢٦ نیاز نامہ
قولہ جب ورفتہ رفتہ علم الٰہی سیکھنے کے لائق ہوا تب اوسکو اصلی شریعت بتلائی ۔

قول پادری صاحب وہ اصلی شریعت کونسی ہی اور کہان ہی اور کسنے سکھائی ہی ہر جگہ دعویٰ ہی
وتا ہی ثبوت کا کہین نشان نہین ملتا البتہ اگر اصلی شریعت اسکا نام ہی کہ ایک تین ہین اور تین
یک ہین اور خدا وحدہ لاشریک کی ذات غیر محدود ایک قفس خاکی مین آکر بند ہوگئی اور اپنے
ندون کے لیے ذلیل و خوار ہوکر تین روز کے لیے داخل جہنم ہوئے (نعوذ باللہ من ہذہ الکفریات)
بیشک ہم کہ سکتے ہین کہ ایسی شریعت کسی نبی نے نہین سکھائی تھی کیونکہ تمام انبیا خدا کو یکتا
ور بے ہمتا اور غیر محدود اور غیور اور قادر توانا کہتے تھے کیونکہ خدا کی یہی تعلیم تھی اب جسے پادری صاحب
صلی شریعت کہتے ہین ہم نہین کہتے کہ وہ کسکی تعلیم ہے عاقلان خود میدانند پادری صاحب کیون
ی باتین کرتے ہین یون کہنا چاہیے کہ جب وہ رفتہ رفتہ کامل علم الٰہی سیکھنے کے لائق ہوا تب
سکو کامل شریعت سکھلائی اور وہ شریعت محمدی ہی کیونکہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہین کہ شریعت
وسوی کے احکام اخلاقی بھی کامل نہ تھے شریعت محمدی نے کامل کر دیے ۔

قولہ قرآن و حدیث اصلی اور اخلاقی شریعت پر رسمی شریعت کو فوقیت دیتے ہین ملخصاً ۔

قول واضح ہو کہ پادری صاحب کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہی قرآن مجید نے تو صاف صاف شریعت
خلاقی کو ترجیح دی ہی بلکہ نیکی اوسیکو کہا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا ہی لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ
اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي
الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

صدقوا واولئک ھم المتقون ○ نیکی نہیں ہی تمھارا منہ کرنا پورب اور پچھم کی طرف لیکن نیکی
یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتون پر اور کتاب پر اور نبیون
پر اور مال دیوے اوسکی محبت پر ناتے دارون کو اور یتیمون کو اور محتاجون کو اور مسافرون کو
اور مانگنے والون کو اور غلام آزاد کرنے مین اور نماز پڑھے اچھی طرح اور زکوۃ دے اور جو پورا کر
ہین اپنے عہد کو جب عہد کرین اور جو صبر کرتے ہین سختی اور تکلیف مین اور وقت لڑائی کے وہ
لوگ سچے ہین اور وہی پرہیزگار ہین٭ اب ہمارے مخاطب فرماوین کہ جن احکام کی بیان اس ترغیب
دی ہی اور جنکو نیکی قرار دیا ہی اون مین سے کونسا حکم رسمی ہے - اس آیت سے واضح ہی کہ شریعت
محمدیہ نے اخلاقی شریعت کو اعلے و اشرف اور اصلی قرار دیا ہے کیونکہ اسی پارہ کے دوسرے مقام
پر فرمایا "ولکن البر من اتقی" یعنی اصلی نیکی یہ ہے کہ دلی پرہیزگاری کرے اس سے بھی صاف
معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید اونہین احکام کو نیکی قرار دیتا ہی جنسے دلی پاکیزگی حاصل ہووے اخلاقی
شریعت ہی احادیث سے بھی ظاہر ہے کہ شریعت محمدیہ مین مقبول و معتبر شریعت اخلاقی ہی مثلاً فرمایا
ان اللہ لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم اللہ نہ تمھارے جسمون
کو دیکھتا ہی نہ تمھاری صورتون کو لیکن تمھارے دلون کو دیکھتا ہی پس معلوم ہوا کہ دل کی صفائی
منظور نظر ہے اور حدیث مشہور انما الاعمال بالنیات بھی اسی پر دلالت کرتی ہی کیونکہ اس حدیث
مین تمام عملون کے ثواب کو منحصر کر دیا ہے خلوص نیت پر یعنی اگر نیک کام کیا اس قصد سے کہ اللہ
خوشنودی اور اوسکی نزدیکی ہو تو اوسپر ثواب ملیگا اور اللہ کے نزدیک مقبول ہوگا اور اگر یہ قصد نہ
ہے تو وہ عمل بیکار ہے کیا عمدہ کلیہ ہے کہ کل اعمال کے مقبول ہونے کی معیار ہے انجیل مین کوئی ا
جملہ نہین دیکھا گیا اجمل و اشمل اس بیان سے بخوبی یقین کر سکتے ہین کہ شریعت محمدیہ مین کل شریعت اخ
ہے کیونکہ ہر فعل کا مدار جب خلوص نیت پر ہے تو کوئی حکم ایسا نہوا جس سے قلب پر اثر نہو اور جس فعل سے
قلب پر اثر پیدا ہو وہ دستہ پادری صاحب اخلاقی شریعت سمجھتے ہین - جن احکام کو پادری صاحب

سلہ کل اعمال کا ثواب منحصر ہے نیتون پر ۱۲

اخلاقی کہہ رہے ہین وہ جب ہی تک اخلاقی ہین کہ اس کلیہ کے تحت مین ہون ورنہ وہ رسمی شریعت سے بھی بدتر ہین۔ حاصل یہ ہے کہ یہ دعوی کرنا کہ قرآن وحدیث رسمی شریعت کو اعلے واشرف بتاتے ہین سراسر غلط ہے۔

اب یہان اون احکام اسلام کا ذکر مناسب ہے جنھین پادری صاحب نے نسخ کی بحث مین ذکر کیا ہے اور شریعت رسمی قرار دیکر قابل نسخ بتایا ہے وہ پانچ احکام ہین

اوّل قربانی جانوران صفحہ ۲۰۸ مین تحریر کرتے ہین کہ توریت مین حکم تھا کہ گناہونکی بخشایش کیواسطے ذبیح جانورونکی قربانی بشرایط ونمونہ کیا کرین مگر واضح ہے کہ جانورون کی قربانیون اور گناہون کی معافی سے کیا مناسبت ہے بلکہ مدعا اوسکے ایک قربانی عظیم الشان یعنی مسیح کا کفارہ تھا جب وہ پورا ہولیا تو اب اوسکے نشان اور نمونون کے عمل مین لانے کی حاجت نرہی"

مین کہتا ہون کہ جب کفارہ مسیح کا بطلان اختلاف سوم سے اظہر من الشمس ہوگیا تو جانورون کی قربانی کو اوسکا نمونہ اور مدعا سمجھنا خودہی باطل ہوگیا۔ باقی رہا یہ امر کہ گناہون کی معافی اور قربانی سے کیا مناسبت ہے تو جناب یہ خداتعالے سے دریافت کیجیے آپ کی مقدس کتاب مین جسے آپ الہامی کہتے ہین صاف صاف لکھا ہے "اور کاہن اوسکے لیے اوسکی خطا کا کفارہ دیوے تو وہ بخشی جائیگی (احبار باب ۴ ورس ۲۶ و ۳۵ وغیرہ) اب اگر آپ کی مقدس کتاب سچی ہے تو آپ کو ایمان لانا چاہیے پھر آپ مناسبت کیا دریافت کرتے ہین اور اگر اسکے کلام خداہی ہونے مین کلام ہے تو پھر الزام ہم زیادہ بحث نہین کرتے صرف اس قدر کہتے ہین کہ احکام خداوندی کو بجالانا اور اپنے مال کو اوسکے حکم کی بجاآوری مین صرف کرنا بیشک موجب خوشنودی خداتعالے ہے اور جو کام موجب خوشنودی پروردگار ہو اوسکی وجہ سے گناہ کا معاف ہوجانا کونسی عقل کے خلاف ہے اختلاف سوم مین بخوبی ثابت ہوچکا کہ گناہ کی معافی محض خدا کے فضل پر ہے اور جو شخص خدا کی خوشنودی کے لیے نیک کام کریگا اوسپر خدا کا فضل ہوگا۔ الغرض اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ قربانی اور گناہ کی معافی مین مناسبت ظاہر ہے۔ قربانی کے باب مین میری یہ تقریر محض سمجھانے کے لیے تھی ورنہ اسکی

کوئی منسوخ درست نہیں ہی مذہب اسلام مین موسوی قربانیان قائم نہیں رکھی گئین -
اب جو قربانی مذہب اسلام مین واجب ہو وہ موسوی قربانی نہیں ہی بلکہ اس سے مقصود حضرت ابراہیم
کے ایک مخلصانہ فعل کی یادگار ہے جو اونکے کمال قرب الٰہی اور خلوص محبت پر دلالت کرتا ہی حضرت
ابراہیم کا اپنے صاحبزادے کو ذبح کے لیے بالکل مستعد ہوجانا اور صاحبزادہ کا بھی بدل وجان اللہ
کے حکم پر اپنی جان قربان کرنے کو حاضر ہونا اور پھر خداوند کریم کی رحمت کا جوش مین اگر فدیہ کا دینا
ایک واقعہ عظیم الشان اور قابل یادگار ہے اس واقعہ پر نظر کرنے سے کیسا دلپر اثر ہوتا ہی اور
حاکم حقیقی کے حکم بجاآوری کی دل مین کیسی تحریک پیدا ہوتی ہی مگر دل چاہیے پتھر نہو بانی اسلام نے
چونکہ یہ دعوی کیا کہ اسلام ملت ابراہیمی ہے چنانچہ فرمایا دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اسلیے ضرور ہوا
کہ ایسے واقعہ ابراہیمی کو یاد دلائے کیونکہ صرف محبت خدا مین باپ کا اپنے عزیز بیٹے کی قربانی پر
مستعد ہوجانا ایک عظیم الشان واقعہ ہے اس وجہ سے اوسکی یادگار شریعت محمدی مین قائم
کی گئی غرضکہ اس یادگار اور محبت الٰہی کے جوش دلانے کے لیے شریعت محمدی مین قربانی
مقرر کی گئی ہے نہ یہان کسی پتھر یا پہاڑ پر بھینٹ چڑھایا جاتا ہی نہ اوسکا لہو کسی مقام پر چھڑکا جاتا
ہے نہ خدا کو اوسکا گوشت بھاتا ہی نہ اوسکا لال لال لہو پسند آتا ہے وہ تو ہر ایک سے پرہیزگاری
اورنکوکاری چاہتا ہے چنانچہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى
اس قربانی کے منسوخ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے - اگر پادری صاحب کی وہ فرضی قربانی یعنی
کفارۂ مسیح بھی ہو تو موسوی قربانی کی ناسخ ہوگی نہ محمدی قربانی کی -

چونکہ بانی اسلام نے ہر کام و ہر امر مین خدا کی یاد دلانا ایک تمغہ اسلام قرار دیا ہی اسلیے قربانی
مین بھی اوسنے یہ حکم کیا فَلْيَذْبَحْ عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ یعنی اللہ کا نام لیکر ذبح کر قربانی مین جسقدر پڑھنا
ضروری ہی وہ اسی قدر ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے البتہ اوس وقت کلام مقدس
کی دو آیتین پڑھنا بھی افضل ہین ایک آیت یہ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الخ مین یکسو ہوکر متوجہ ہوا اوسکی
کیطرف جسنے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو اور مین نہیں ہون شریک کرنے والا اور دوسری

آیت یہ ہے اِنَّ صَلوٰتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا خدا کے لیے ہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

اب پادری صاحب کی دیانت پر مجھے سخت افسوس ہے کہ ان واقعی امور کو چھوڑ کر وہ الفاظ جو بعض عوام میں مشہور ہیں نقل کرتے ہیں اور بیدھڑک کہتے ہیں کہ یہ خدا نے سکھایا ہے چنانچہ صفحہ ۱۹۲ میں لکھتے ہیں "خدا تعالے یہ دعا سکھاوے کہ نمہا تمھی ودھا بدمی الخ" میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ دعا جو انھوں نے نقل کی ہے آیا قرآن شریف میں کسی مقام پر ہے یا کسی حدیث میں آئی ہے یا کسی معتبر کتاب میں اسے واجب یا سنت کہا ہے اسکا جواب پادری صاحب بجز سکوت کے کچھ نہیں دے سکتے پھر ایسی صریح فاحش غلطیاں کس وجہ سے ہیں اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو وہی فرمائیں کہ یہی حق شناسی اور طلب حق ہے کہ واقعی امر چھپا کر خلق خدا کو گمراہ کرنا اور اگر بے علمی سے ایسا لکھا ہے تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ جسے اسلام کی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی خبر نہو وہ اسلام کے رد میں کتاب لکھنے بیٹھے ایسا لاعلم شخص بجز اسکے کہ اپنی اوقات تباہ اور نامۂ اعمال سیاہ اور عوام کو گمراہ کرے اور کیا کر سکتا ہے افسوس ہے کہ پادری صاحب نے نہ تو بطور خود مذہب اسلام میں غور و فکر کیا اور نہ کسی محقق سے پوچھ لیا جو کچھ کسی گنٹھ ملا سے سنا یا کسی اردو فارسی کی کتاب میں دیکھا اوسے مذہب اسلام کا مسئلہ سمجھا وائے بر غفلت ایشان۔

دوم طہارت جسمانی۔ پادری صاحب اس حکم کو ضروری تو قرار دیتے ہیں چنانچہ صفحہ ۱۹۱ میں لکھتے ہیں "ہر چند ایماندار حقیقی جو طہارت قلبی حاصل کرتا ہے اوسکو جسم و جامہ و مکان وغیرہ کی صفائی بھی ضرور ہے" مگر یہ کہتے ہیں کہ اس سے (۱) نہ تو روح پاک ہو سکتی ہے (۲) نہ گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور (۳) نہ نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے اور (۴) بعض عبادت کے لیے اسکو شرط قرار دینا بھی نامعقول ہے۔ یہاں پادری صاحب نے چار باتیں کہیں اول یہ کہ طہارت ظاہری سے باطنی نہیں ہو سکتی اس کہنے سے اگر یہ غرض ہے کہ فقط طہارت ظاہری سے طہارت باطنی نہیں ہو سکتی تو ہم تسلیم کرتے ہیں مذہب اسلام میں ہرگز یہ حکم نہیں ہے کہ فقط شست و شوی ظاہری سے باطن پاک

ہوجایا کرتا ہے بلکہ اوسکے لیے بہت سے احکام کی تعمیل ضرور ہے اور اگر یہ مقصود ہو کہ اس ظاہری
طہارت کو روح کی پاکی سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے تو اسمین گفتگو ہے کیونکہ ظاہری طہارت کی دو
صورتین ہین ایک یہ کہ حکم الٰہی ہو اور بندہ اوسکو اپنے خالق منعم کا حکم جان کر بجالائے دوسرے
یہ کہ حکم الٰہی نہو یا ہو مگر وقت کرنے کے بندے کو اوسکے حکم الٰہی ہونیکا خیال نہین ہے محض
خواہش نفس اور تفریح طبع کے لیے باتھ پیر دہوتا ہے اگر دوسری صورت ہے تو ہم بھی یہی کہتے ہین کہ روح کی پاکی
اسکو کچھ تعلق نہین ہے اور اگر پہلی صورت ہے یعنی وہ طہارت حکم الٰہی ہے اور یہ شخص اوسکو
خالق کا حکم جانکر بجالاتا ہے تو مقتضای عقل یہی ہے کہ اسکو روح کی پاکی سے تعلق ہونا چاہیے
کیونکہ کوئی عاقل اس سے انکار نہین کرسکتا کہ تمام احکام الٰہی کی اصلی غرض انسان کی روح
پاک کرنا ہے لہذا جو کوئی احکام الٰہی بجالائیگا اوسکی روح کو پاکی حاصل ہوگی تمام احکام کی بجا
کو پاکی مین پورا اثر ہے اور ہر ایک حکم کو تھوڑا تھوڑا مگر اون احکام مین مراتب کا فرق ضرور
اور ہر ایک حکم موافق اپنے مرتبے کے روح کی پاکی مین دخل رکھیگا یعنی اگر اعلے مرتبہ کا حکم
مثلاً اللہ سے محبت کرنا تو اس سے روح کو کمال مرتبہ کی پاکی حاصل ہوگی اور اگر ادنی مر
کا حکم ہے تو اوس سے تھوڑی پاکی ہوگی - اب اگر طہارت جسمانی کا حکم الٰہی ہونا ثابت ہوجا
تو یہ امر بھی بالضرور ثابت ہوجائیگا کہ اسکو روح کی پاکی مین کچھ نہ کچھ دخل ہے جب اس امر کی تحقیق
کی گئی تو معلوم ہوا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مجید بالاتفاق طہارت جسمانی کو حکم الٰہی بتا
ہین چنانچہ توریت اور قرآن مجید مین اس حکم کا ہونا تو پادری صاحب کے نزدیک مسلم ہے البتہ انجیل
مین اس حکم کا ہونا مسلم نہین رکھتے چنانچہ صفحہ ۲۹۲ مین فرماتے ہین خدا تعالے نے پہلے تو
مین شست وشوی ظاہری مقرر فرمائی اور بعدہ بذریعہ انجیل اوسکے بجاے پاکی باطن مقرر کی
اگرچہ پادری صاحب کا یہ مقولہ ایسا ہے کہ توریت و انجیل دونون پر اس سے الزام آتا ہے کہ او
پاکی باطن کی کوئی سبیل معین نہ تھی ہزارون برس تک تمام عالم کو خدا تعالے نے پاک باطنی
محروم رکھا (نعوذ باللہ منہ) اور انجیل پر یہ الزام ہے کہ اوسنے ایک لخت طہارت جسمانی کو موقوف

اور طہارت جسمانی کے موقوف کرنے کے معنی سوا اسکے اور کچھہ نہیں ہو سکتے کہ نجاست جسمانی کو پسند
کر کھا آب ناظرین دونوں امروں کو ملاحظہ فرمالیں کر کیسے ہیں میرے بیان کی ضرورت نہیں مگر مین
اسکو پادری صاحب کی سراسر خطا سمجھتا ہون توریت و انجیل کو جسنے دیکھا ہے وہ اس امر کا یقین کر سکتا ہے
کہ طہارت باطنی کا طریقہ جس طرح انجیل مین مذکور ہے اسی طرح توریت مین ہے اور طہارت جسمانی بھی دونوں
مین فرض ہے حضرت مسیح چونکہ توریت کے متبع تھے اسلیے اسکی تفصیل اونہین ضرور نہ تھی اور پولوس
مقدس تو اسکی تصریح بھی کرتے ہین چنانچہ نامہ دوم قرنتیون مین لکھتے ہین "پس ای عزیزو چاہیے کہ ہم
ایسے وعدے پاکے آپ کو ہر طرح کی جسمانی اور روحانی نجاست سے پاک کرین" (باب ۷ ورس ۱)
اور بیشک یہی حکم خدا کا ہے جسپر خدا کی سب کتابین متفق ہین — الحاصل یہ امر ثابت ہو گیا کہ
طہارت جسمانی حکم خداوندی ہے اور حکم خدا کی تعمیل روح کی پاکیزگی مین بیشک دخل رکھتی ہے —
ناظرین نے تقریر سابق سے دریافت کیا ہوگا کہ میری غرض یہ نہین ہے کہ صرف بدن پر پانی
ڈالنا روح کو پاک کرتا ہے بلکہ اوسکے لیے ایک فعل قلبی بھی ضرور ہے وہ یہ ہے کہ وقت طہارت کے
دل مین یہ خیال کرے کہ چونکہ مجھے اسطرح کی طہارت کا حکم الٰہی ہے یا فلان عبادت کے لیے یہ طہارت
ضرور ہے اسلیے مین تعمیل حکم کرتا ہون تا کہ اس حکم برداری سے خدا کی نزدیکی حاصل ہو جس طہارت
کو روح کی پاکیزگی مین دخل ہے اور جسکی وجہ سے خفیف گناہون کے معاف ہو جانیکی امید ہوتی ہے
وہ یہی طہارت ہے جسمین یہ خیال پیدا ہو گیا ہو ورنہ اگر تمام دن مونہ ہاتھہ دھویا کرے تو کچھہ نہین
ہوتا اس بیان سے یہ عقدہ کھل گیا کہ ظاہری شست و شو سے باطنی پاکی مین کیونکر اثر ہو سکتا ہے
یعنی معلوم ہو گیا کہ باطنی پاکی فقط اوس ظاہری شست و شو سے نہین ہوتی بلکہ بوجہ اوس
خیال کے ہوتی جو حقیقت مین عبادت روحانی ہے جسکا اثر صفای باطن مین ہر ایک عاقل کے
نزدیک مسلم ہے اور دوسری اور تیسری بات کے طے کرنے مین زیادہ گفتگو کی یہان
ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ طہارت حکم الٰہی ہے اور روح کی پاکی مین بھی اسکو
اسی طرح کا دخل ہے جیسا کہ حکم الٰہی کو ہونا چاہیے پھر اگر اوس سے خفیف گناہ معاف ہو جاتے ہین

توکیا خرابی لازم آئیگی پادری صاحب بیان کرین تعمیل احکام الٰہی کے سبب گناہون کا معاف ہوجانا عقلاً و نقلاً ثابت ہے اسکی تفصیل میرے اختلافات مین دیکھنا چاہیے جہان نجات کی بحث کی گئی ہے اور بعض عبادات کے لیے طہارت کا شرط ہونا بالکل مطابق عقل ہے کیونکہ مذہب اسلام مین طہارت ہر ایک عبادت مین شرط نہین ہے مثلاً ہر وقت خدا کی یاد کیا کرے یا خلقت کو کسی نوع سے نفع پہونچاوے یا روزہ رکھے یہ سب امور عبادات الٰہی ہین مگر کسی مین طہارت ظاہری شرط نہین ہے البتہ اُس عبادت کے لیے شرط ہے جس مین روح کے ساتھ جسم کو بھی پورا پورا دخل ہے مثلاً نماز کہ اوسکے لیے یہ شرط ہے کہ اس طرح دل کو حاضر کرنا اور خیال کرنا چاہیے کہ مین خداوند کی حضوری مین حاضر ہون اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس صورت مین ایک صورت حضوری دربار کی پائی جاتی ہے اسلیے پاس ادب اس امر کو واجب کرتا ہے کہ پاک و صاف ہوکر اوسکے روبرو حاضر ہو اور بغیر طہارت بھی ویسی ہونا چاہیے جو اوس قدوس کے نزدیک پسندیدہ ہو اور اسکا علم بغیر اس کے نہین ہو سکتا کہ وہ قدوس خود ہی بیان کردے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب ایک گنوار دیہاتی مہذب شہری کے لائق پسند بغیر تعلیم صفائی نہین کر سکتا تو بندہ خالق کے لائق پسند صفائی بغیر تعلیم کے کیونکر کر سکتا ہے اب اگر انجیل مین باوجود طہارت کو ضروری بتانے کے اوسکا طور نہین بتایا تو اس قدر اوسمین نقصان رہا اوسکی تکمیل قرآن و حدیث نے کی تمام طہارت کو منسوخ بتانا اور یہ سمجھنا کہ طہارت روحانی کے لیے وہ علامت تھی محض نادانی ہے —

طہارت کی اصلی حالت تو ناظرین کو معلوم ہوئی اب پادری صاحب کے بعض اقوال بھی معلوم کرین لکھتے ہین تطہارت کا مدعا یہ تھا کہ انسان معلوم کرے کہ جس طور جسم کی صفائی پانی سے ہوتی ہے اسی طرح روح بنی آدم کی بہ نسبت جسم کے زیادہ تر محتاج طہارت اور پاکی کی ہے (صفحہ ۲۹۱) پادری صاحب جو طہارت کا مدعا بیان کر رہے ہین یہ خاص اونکا الہام ہے یا خداتعالے کا کلام ہے اگر کہین خدا کا کلام ہو تو دکھائین حضرت مسیح کے علاوہ پولوس بھی طہارت جسمانی کا حکم دیتے ہین پھر آپ اپنے دل سے تمام انبیا کے خلاف یہ مدعا کیسا بیان کر رہے ہین کیا خداتعالے کا کلام اور اوسکے احکام

ایسے کمزور اور بے فایدہ ہین کہ آپ کے خیالات سے باطل اور بیکار ٹھہر گئے کیسا اندھیر ہے
کہ ایک خیالی بنیاد اوٹھاکر احکام خداوندی کو رد کیا جاتا ہے۔ یہ کیون نہین کہا جاتا کہ تم طہارت سے
مدعا یہ تھا کہ انسان تہذیب باطنی کے ساتھ تہذیب ظاہری اور پاکی روحانی کے ساتھ پاکی جسمانی
حاصل کرکے کامل ہو جکہ چنانچہ پولوس کے کلام مذکور سے ظاہر ہے اسیواسطے توریت مین دونون طرح کے
احکام تعلیم کیے گئے اور تمام انبیا اونکی تعین کرتے آئے اور قرآن وحدیث بھی مطابق تمام انبیاے
کرام کے تعلیم کرتا ہے اب اگر پادری صاحب کا مدعا یہ ہے کہ وہ تمام احکام الٰہی جو طہارت ظاہری سے
متعلق تھے انجیل نے رد کرکے صرف باطنی احکام قایم رکھے تو یہ کہنا ہوگا کہ خدا تعالی نے پہلے تو کمال
حاصل کرنے کے لیے دونون طرح کی طہارت تعلیم کی اور پھر ایک قسم کی تعلیم کو بالکل موقوف کرکے
انسان کو ناقص بنانا چاہتا ہے مگر ایسی بدگمانی اوس ذات مقدس کی نسبت خلاف ہے لہذا
اس تعلیم کا بالکلیہ موقوف کردینا ہرگز خدا کی طرف سے نہین ہوسکتا البتہ بمقتضاے مصلحت وقت
اونمین کسیقدر تغیر ممکن ہے چنانچہ شریعت محمدیہ مین ویسا ہی ہوا کہ وہ اصلی مدعا یعنے طہارت باطنی
اور ظاہری دونون قایم رہین مگر وہ شدت اور سختی جو بنی اسرائیل پر اونکی سخت دلی کی وجہ سے
تھی شریعت محمدیہ مین نہین رہی جسکا جی چاہے مقابلہ کرکے دیکھ لے اور پادریصاحب کا صفحہ ۹۲
مین یہ کہنا کہ گویا خدا تعالی نے پہلے توریت مین شست شوی ظاہری مقرر فرمائی اور بعدہ بذریعہ
انجیل اوسکے بجاے پاکی باطن مقرر کی اور اب پھر اوسکو رد کرتا ہے اور پھر ظاہری پاکی کو بجای باطنی
کے مقرر کرتا ہے" محض ابلہ فریبی ہے کیونکہ اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توریت مین پاکی باطن
کے احکام نہتی انجیل نے مقرر کیے اور شریعت محمدیہ اون باطنی احکام کو رد کرکے صرف ظاہری احکام
مقرر کرتی ہے اور یہ دونون امر محض افترا ہین توریت مین طہارت باطنی اور ظاہری دونون کے
احکام موجود ہین انجیل نے کوئی نئے احکام طہارت باطنی کے نہین بیان کیے۔ اور شریعت محمدیہ مین نہایت
کمال کے ساتھ دونون طرح کے احکام موجود ہین ان دونون باتون کا ثبوت کماحقہ عنقریب
گذرچکا ہے پادری صاحب ذرا انصاف دلی سے ملاحظہ فرمائین۔

تیسرا حکم بیت المقدس یا خانہ کعبہ کو قبلہ بنانا - پادریصاحب صفحہ ۲۹۲ مین بیت المقدس کی نسبت لکھتے ہین کہ وہ مکان نمونہ جسم اطہر خداوند مسیح کا تھا اور اوسکا یہ بھی مطلب تھا کہ دل انسان مسکن خداوند کریم کا ہووے پھر جب خداوند مسیح کا ظہور قالب انسانی مین ہوا اور ہر مومن مسیح کا دل خانہ خدا بنا لہذا اب حاجت خانہ سنگی کی نہین ہے اسیواسطے خداتعالے نے بعد عروج مسیح بیت المقدس کو برباد کردیا انتہی مختصرا - مین اس مقام پر کئی بحثین لکھنا چاہتا ہون تاکہ اس حکم کی اچھی طرح تفصیل ہو پہلی بحث مطلب مذکور کے رد مین - اوّل پادریصاحب یہ تو فرماوین کہ یہ مطلب آپ نے یا آپ کے مقتداؤن نے صرف حکم شریعت مٹنے کے واسطے بنا لیا ہی یا کہین سے اسکا ثبوت بھی ہی ذرا انصاف کیجیے کہ اگر بیت المقدس کے بنانیکا یہ مطلب ہوتا جو آپ بیان کررہے ہین توجنکے پاس سیکڑون برس ہمیشہ سے توریت رہی اونمین سے اکثر نہین توکوئی فرقہ کوئی گروہ یا کوئی شخص تو اس مطلب کو بیان کرتا پھر کیا لاکھون خداپرست ربّی اور بہت سے انبیا جو خاص اسی لیے بھیجے گئے کہ خالق کی مرضی مخلوق پر ظاہر کرین یہ سب اس مطلب سے ناواقف رہے صرف تثلیث پرستون پر یہ مطلب کھلا کون عاقل اسے باور کرسکتا ہے - دوسرے یہ کہ پادریصاحب کتاب مقدس کو ملاحظہ کرین اونمین تو صاف صاف اسکا مطلب بیان کردیا ہی چنانچہ تواریخ دوم کے باب دوم مین ہی (۴) دیکھہ مین خداوند اپنے خدا کے نام کے لیے ایک گھر بناتا ہون کہ اوسکے لیے مقدس کرون اور اوسکے آگے خوشبوی کا بخور جلاؤن اور ہمیشہ کو نذر کی روٹیان اور صبح شام کی اور سبتون اور نئے چاندون اور خداوند ہمارے خدا کی عیدونکی سوختنی قربانیان گذرانون کہ یہ ابدتک اسرائیل پر فرض ہی (۵) اور وہ گھر جو مین بناتا ہون عظیم ہوگا کیونکہ ہمارا خدا سب معبودون سے عظیم ہے (۶) لیکن کسکا مقدور ہی کہ اوسکے لیے ایک گھر بناوے حالانکہ آسمان مین بلکہ آسمانون کے آسمان مین اوسکی سمائی ہو نہ سکے پھر مین کون ہون جو اوسکے لیے گھر بناؤن مگر فقط اس لیے کہ اوسکے آگے قربانی جلاؤن انتہے -

اب فرمائیے کہ جنھون نے بیت المقدس بنایا ہی وہ تو اوسکا مقصد صرف اس قدر بیان کرتے ہین کہ اوس وقت کی معمولی رسوم عبادت اونمین ادا کیے جاوین - اب ناظرین ہی انصاف فرماوین

کہ جو مطلب خدا کے رسول بیان کرتے ہین جنھون نے اوس مکان کو خدا کی مرضی کے مطابق
بنایا اوسے ہم صحیح کہین یا اوس مطلب کو جو پادریصاحب کے مقتدا کتاب مقدس کے مخالف اپنے
دل سے تراش کر بیان کرتے ہین۔ غرضکہ کوئی ایماندار خداترس اس واقعی بیان کو دیکھکر پادریصاحب
کے مطلب کو صحیح نہین کہہ سکتا۔ تیسرا یہ کہ پادریصاحب کا مطلب تو یہ ہی کہ چھوٹے سے مکان کو
خدا کا مسکن حقیقی ٹھہرائین حالانکہ کتب مقدسہ اسکو صاف صاف رد کرتی ہین اور بیان کرتی ہین
کہ وہ ذات کبریا جسکی ابتدا ہی نہ انتہا نہ کسی مکان مین سما سکتی ہی نہ جسم مین آسکتی ہی چنانچہ تواریخ
دوم کے باب ۶ درس ۶ سے ظاہر ہوا اور سلاطین اول کے باب ۸ درس ۲۷ مین حضرت سلیمان
کا قول ہی کہ کیا خدا فی الحقیقت زمین پر سکونت کرے دیکھ آسمان اور آسمانون کے آسمان تیری
گنجایش نہین رکھتے پھر کتنی کمی اس گھر مین ہوگی اور یہی مضمون تواریخ دوم کے باب درس ۱۸ مین ہی
اور اعمال کے باب درس ۴۸ مین ہی اور سلیمان نے اوسکے لیے مکان بنایا لیکن خدا تعالے
اون ہیکلون مین جو ہاتھ سے بنی ہین نہین رہتا الخ۔ ان حوالون سے ثابت ہوا کہ خدا تعالے
نہ بیت المقدس مین رہتا ہی نہ کسی اور مکان مین رہ سکتا ہی لہذا جسم مسیح مین بھی اوسکا رہنا غیر ممکن
ہی کیونکہ وہ بھی ایک مکان ہی جب آسمانون کے آسمان اوسکی گنجایش نہین رکھتے تو اوس
چھوٹے سے جسم مین کسقدر کمی ہوگی۔ اب جس مقام مین بیت المقدس کو خدا کا مسکن قرار دیا ہی اور
اوسمین رہنا بیان کیا ہی اوسکے معنی یہی ہو سکتے ہین کہ وہ مکان مورد انوار الٰہی ہے اب اگر یہ مکان
نمونہ جسم مسیح ہو تو اوسے بھی صرف مورد انوار الٰہی ہونا چاہیے نہ یہ بات کہ خدا اوسمین سما گیا ہی یہ ایسی
صاف اور صریح باتین ہین جسمین کسی عاقل کو شک وشبہہ نہین ہو سکتا مگر تثلیث پرستون کی عقل
پر نہایت افسوس ہی کہ وہ ایسی موٹی باتون کو بھی نہین سمجھتے۔ جب بیت المقدس مین خدا کے
رہنے سے بیت المقدس خدا نہین ہو سکتا تو حضرت مسیح کیونکر خدا ہو سکتے ہین البتہ اس نمونہ سے
اتنی بات ثابت ہوگی کہ حضرت مسیح مہبط انوار الٰہی ہین اور اسمین ہمین کچھ کلام نہین۔
چوتھے یہ کہ جب بیت المقدس کا مدعا یہ تھا کہ انسان کا دل خدا کا مسکن ہو تو منسوخ ہونے کی کیا وجہ

پر عمل تو ہمیشہ رہنا چاہیے تاکہ ہر ایک شخص اس نمونہ کو سمجھکر اپنے دل کو مسکن خدا بنا وے ۔
آپ یہ کہین کہ جب انسان کا دل مسکن خدا بن گیا تو اُس مکان کی حاجت نہ رہی تو کیا حضر
مسیح سے پہلے مومن ابراہیمؑ و مومن موسیٰؑ اور مومن داؤدؑ وغیرہم یا خود انبیاء کرام کا دل
خدا نتھا جو اوسوقت مکان کی حاجت تھی اور مومن مسیح ہوتے ہی حاجت جاتی رہی یہ کی
غلط ہے کہ اون انبیاء کرام کا دل تو مسکن خدا نہ بنے جو ایک سچے خدا کے ماننے والے اور ا
جان و مال خدا کر نیوالے اور مہبط انوار الہی تھے اور اسوقت عیسائیون کا دل تین خداون کی
اور اپنے گناہون کے عوض خدا کے معصوم بیٹے کو جہنم مین بھیجکر اور شرابون کی بوتلین پی
اور تمام شریعت الہی کو بیکار بتا کر خدا کا مسکن بنگیا ذرا کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیے کیا انبیاء سابقین
بیز اسکے کہ اونکا دل مسکن خدا نبجاے یون ہی نبی اور مہبط انوار الہی ہوگئے افسوس عیسا
کے نزدیک خدا کے برگزیدہ رسولون کی اتنی بھی قدر نہین جتنی ادنی تثلیث پرست شرابی کی
باینہمہ اپنے تئین ایماندار سمجھتے ہین جو کہتے ہین کہ کتاب مقدس تو اوس مکان کی بربادی کا باعث
بنی اسرائیل کی نافرمانی بتاتی ہے (تواریخ ۲ ب ۷) اور پادری صاحب مسیح کے ظہور کو بیان کرتے ہین
اور پھر سرور انبیاء پر توریت کی نافہمی کا الزام لگاتے ہین سبحان اللہ کیا عقل و انصاف ہے کہ جو
توریت کی مخالفت کرین اور عقل کو بھی بالای طاق رکھدین وہ تو توریت کے سمجھنے والے ٹھہرین او
جنکا بیان بالکل توریت کے موافق اور عقل سلیم کے مطابق ہو وہ نہ سمجھنے والے قرار پائین
برین عقل و انصاف اسکے علاوہ کیا پادری صاحبکو یہ خبر نہین کہ رحبعام بن سلیمان کے وقت سے
اسیری بابل تک اکثر اوقات بیت المقدس تباہ ہوتا رہا تین مرتبہ تو بخت نصری نے لوٹا اور خراب کیا اول مرتبہ ۶۰۶
دوسری مرتبہ ۵۹۹ق م اور تیسری مرتبہ ۵۸۶ق م قبل مسیح بالکل ہی تباہ کر دیا دوم تواریخ کا باب ۳۶ اور اسمال ربائبل
ڈکشنری مولفہ ولیم اسمتھ مطبوعہ لندن ۱۸۶۳ء صفحہ ۲۵۳ ملاحظہ کیجیے ۔ اب فرمائیے کہ یہ بربادیان کیون ہوئین
اگر بیت المقدس مسیح کی ظہور کا نشان نہ تھا تو اونکے وجود تک اوسے قائم رہنا چاہیے تھا اور اگر یہ کہیے کہ او
بربادی کے بعد پھر بنایا گیا تو جناب ـــ مسیح کے بعد جو برباد ہوا تھا اوسکے بعد بھی بنایا گیا

ہے اور اب تک موجود ہے۔ ولیم بیل صاحب مفتاح التواریخ مین لکھتے ہین کہ "مسجد اقصی در شہر اورشلیم
ست کہ آنجا بیت المقدس در ایام سلف استادہ بود چون یکی از قیاصرہ روم کہ اصنام پرست بود در
ہفتاد عیسوی بیت المقدس را از بیخ و بن برکندہ مسمار ساخت بعد ازین سہ صد سال قیصر روم بسبب
آنکہ آن مکان مخ بود حضرت عیسی است مسجد اقصی تعمیر ساختہ بود حضرت عمر بن خطاب در ایام خلافت
خود ۶۳۷ء آن شہر را تسخیر نمود" اور اسمارلز بائبل ڈکشنری کے صفحہ مذکور مین ہے کہ "طیطس رومی نے
بعد بڑے محاصرہ پانچ مہینے کے یروشلم کو ۷۰ء مین بالکل تباہ کر دیا اور ۱۳۵ء مین ہدرین بت پرست نے
علاوہ اور عمارتون کے خاص یروشلم کی جگہ ایک مندر جوپیٹر کاپیٹولینس (دیوتا) کا بنایا اور ایلیا کا
پیٹولینا اوس مندر کا نام رکھا پھر ۳۲۳ء مین شہنشاہ قسطنطین عیسائی نے اندازہ سے خاص اوسی
مقدس جگہ پر عیسائیون کے طرز کا گرجا تعمیر کیا پھر جسٹینین نے ۵۳۲ء مین بہت سے گرجا اور شفاخانہ انکے
اضافہ کیے" دیکھیے جناب جسطرح حضرت مسیح کے پیشتر بیت المقدس تباہ ہو کر پھر بنایا گیا تھا اسیطرح
بعد مسیح بھی مسمار ہو کر تیار کیا گیا اب فرمایئے کہ پہلی بربادی اور پچھلی بربادی مین کیا فرق ہے
الحاصل بیت المقدس کو جسم مسیح کا نمونہ قرار دینا محض غلط خیالی ہے پادری صاحب کے مقتدا اپنی
ناقص عقل سے خدا کی مقرر کی ہوئی باتون کو اولٹ پلٹ کرنا چاہتے ہین اور اوسکی
اور اوسکی سچی شریعت پر انگشت نما ہوتے ہین مگر کیا ممکن ہے کہ اوس حکیم مطلق و عالم الغیب کے احکام
انگشت نمائی کے لایق ہون کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان اپنی عقل ناقص سے اوسکے احکام کو میٹ دے
ہرگز نہین بلکہ اوسکی وہ بے اصل باتین جو اوسنے اپنی ناقص عقل سے بنائی ہین ہر ایک حقانی آدمی
کے نزدیک ناکارہ اور بے بنیاد ثابت ہو جاتی ہین چنانچہ میرے بیان سے اسکا ثبوت اظہر من الشمس ہو گیا

دوسری بحث بیت المقدس کے بیان مین۔ واضح ہو کہ یہ مقدس مکان شہر یروشلم مین ہے
اور اسکی وجہ سے وہ تمام شہر مقدس گنا جاتا ہے اور اس جگہ کا مقدس ہونا بوجہ حضرت سلیمان کے
ہیکل بنانے سے نہین قرار پایا بلکہ بہت پہلے سے وہ مقام مقدس اور منظور نظر خداوند تعالی تھا چنانچہ استثنا
باب ۱۲ ورس ۵ و ۱۱ وغیرہ مین اسی کی طرف اشارہ ہے اس شہر کا نام سالم تھا

تھا اور ملکی صدق مشہور خدا پرست کا یہ مقام تھا (دیکھو پیدایش ۱۴ باب ۱۸) پھر جب یبوسی قوم اس مقام پر
رہی تو اسکا نام یبوس ہو گیا آخر مین یہ مقام یروشلم کے نام سے مشہور ہوا زبور ۷۶ مین ہے خدا یہود
کے درمیان مشہور ہے اوسکا نام اسرائیل مین بزرگ ہی اور سالم مین اوسکا خیمہ ہے اور صیہون میں
اوسکا مسکن ہے" پادری جوزف اوین اسکی تفسیر مین لکھتے ہین "سالم سے یروشلم مراد ہے او
یہ اوس شہر کا قدیم نام تھا (پیدایش ۱۴ باب ۱۸) لفظ یروشلم دو کلمون سے مرکب ہی یعنی یروش معنی
اور شلیم اور اوسکے معنی سلامتی کی میراث خدا کی پہلی سکونت گاہ جو اوسنے سلیمان کے ہیکل بنا
سے پیشتر سالم یعنی یروشلم مین مقرر کی وہ ایک خیمہ تھا" ولیم اسمتھ لکھتا ہی کہ "یہودی مفسر اقرار
کرتے ہین کہ سالم اور یروشلم ایک شے ہی جیسا کہ زبور ۷۶ مین ہی البتہ عیسائیون مین صرف جیر
اسکا مخالف ہے وہ کہتا ہی کہ سالم ملکی صدق کی جگہ یروشلم نہین ہی بلکہ دوسری جگہ ہے سایتھوپ
کے قریب ایسا لکھتا ہے) یہ امر ہر طرح مسلم ہے کہ سالم موسوم ہوا ہی یروشلم سے" (اسمار بائبل ڈکشنری
صفحہ ۵۰۴) غرض کہ یہ مقام قدیم سے متبرک رہا حضرت سلیمان نے ایک ہزار پانچ برس پہلے حضرت
مسیح کے اسجگہ نہایت شاندار اور عمدہ ہیکل بنائی اور بائبل سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت سلیمان
کی دعا کی وجہ سے یہ ہیکل قبلہ قرار پائی چنانچہ ۲ تواریخ کے باب ۶ مین ہی اور سلیمان نے اسرائیل
کی ساری جماعت کے روبرو خداوند کریم کے مذبح کے آگے کھڑا ہو کے اپنے ہاتھ پھیلائے اور
اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھسا کوئی خدا نہ آسمان مین ہی نہ زمین مین کہ تو اپنے بندون کے
جو تیرے آگے اپنے سارے دلون سے چلتے پھرتے ہین عہد کو حفظ کرتا اور اونپر رحمت دکھاتا ہے
خداوند میرے خدا اپنے بندے کی دعا اور زاری پر کان دھرے اور وہ دعا اور زاری جو تیرا بندہ تیرے
آگے کرتا ہے سنئے کہ رات دن تیری آنکھین اس گھر پر کھلی رہین اس مکان پر کہ جسکی بابت تو
فرمایا کہ اپنا نام وہان رکھونگا کہ تو اوس دعا پر جو تیرا بندہ اس گھر کیطرف متوجہ ہو کے کرے کا

له دیکھو کتاب القضات کا باب ۱۹ ورس ۱۰ و ۱۱ و یشوع کا باب ۱۸ ورس ۲۸ و باب ۱۵ ورس
و تواریخ اول باب ۱۱ ورس ۴ و اسمار بائبل ڈکشنری مولفہ اسمتھ صفحہ ۲۳۸-۱۲

رہیے اور تو اپنے بندے کی دعا پر اور اپنے گروہ اسرائیل کی دعاؤن پر جو وے اس مکان کیطرف
کرین کان دھر اپنے رہنے کی جگہ مین سے آسمان پر سے سن اور جب تو سنے تو بخشدے الخ۔
اور کتاب مذکور کے باب ۷ ورس ۱۲ وغیرہ مین اس دعا کا مقبول ہونا مذکور ہے پھر ورس ۱۹ وغیرہ
مین ہے پھر اگر تم میری پیروی سے برگشتہ ہوگے اور میری شریعتون اور عدالتون کو جو مینے
تمھین بتا مین حفظ نکروگے تو مین اونھین اپنی اس سرزمین سے جو مینے اونھین دی ہے اوکھاڑ
ڈالونگا اور اس گھر کو جسے مینے اپنے نام کے لیے مقدس کیا ہے اپنی نظر سے گرا دونگا اور اسرائیل
کو تمام جہان مین ضرب المثل اور کہاوت کر دونگا اور یہ گھر جو عالیشان ہے ہر ایک کو جو اوس سے
گذرے خرابی کا باعث ہوگا انتہی مختصراً۔ اور سلاطین اول کے باب ۸ مین حضرت سلیمان کی دعاے
مذکور نقل کرکے باب ۹ مین اوس دعا کی نسبت لکھا ہے (۳) اور خداوند نے اوسے کہا کہ مینے
تیری دعا اور تیری مناجات جو تو نے میرے آگے کی سنی ہے اور اس گھر کو جو تو نے بنایا کہ میرا نام ابد
تک وہین رہے مقدس کیا سو میری نگاہ اور میرا دل سدا اوسی پر رہیگا (۶) پر اگر تم یا تمھاری اولاد
میری پیروی سے کسی طرح سے برگشتہ ہو اور تم میری شریعتون اور میری عدالتون کو جو مینے تمھین
بتا مین حفظ نکروگے اور اجنبی معبودون کی عبادت کرنے کو جاؤگے اور اونھین سجدہ کروگے (۷)
تو مین اسرائیل کو اوس سرزمین سے جو مینے اونھین دی ہے فنا کر دونگا اور اس گھر کو جسے مینے اپنے
نام کے لیے مقدس کیا ہے اپنی نظر سے گرا دونگا الخ ان دونون حوالون سے ظاہر ہوا کہ حضرت سلیمان
نے یہ دعا کی کہ جو کوئی اسکی طرف متوجہ ہوکر دعا کرے اوسکی دعا مقبول ہو اور اللہ تعالے نے یہ
قبول کی اس سے اوسکا قبلہ ہونا ثابت ہوا کما لا یخفی علی اللبیب پھر جب بنی اسرائیل مین بت پرستی
شائع ہوئی اور ۶۹۸ برس قبل مسیح کے منسی کے عہد مین اسکا نہایت زور شور ہوا اور خاص بیت المقدس
مین بتون کی بھینٹ چڑھانے کو اوسنے مذبح بنوائی اور اوسکے اندر بت رکھا (جسکا ذکر تواریخ دوم
کے باب ۳۳ اور سلاطین دوم کے باب ۲۱ مین ہے) پھر منسی کے بیٹے امون نے اپنے
باپ کی پیروی کی پھر یہویقیم اور یہویکین اور صدقیاہ کے عہد مین بھی بت پرستی جاری رہی در عہد قیاہ

کے عہد مین ۵۸۸ یا ۶۰۰ برس قبل حضرت مسیح کے بخت نصر شاہ بابل کے خادم نبوزرادان کے
ہاتھ سے بیت المقدس تباہ کیا گیا اور اوسمین جسقدر مال و متاع تھا وہ سب بابل بھیجدیا گیا بلکہ تمام شہر
یروشلم برباد کردیا گیا اور جسقدر باشندے تہ تیغ ہونے سے بچے وہ قید کرکے بھیجدیے گئے بجز چند
لوگ مزدوری کی غرض سے باقی رکھے گئے - پھر بہتر برس کے بعد ۵۱۵ برس قبل حضرت مسیح کے
خورس اور دارا شاہان فارس کے حکم سے دوبارہ تیار کیا گیا - عزرا کے باب ۶ - ورس ۱۴ مین ہے
یہودیون کے بزرگون نے اسرائیل کے خدا کے حکم کے مطابق اور فارس کے بادشاہ خورس اور
ارتخششتا کے حکم کے مطابق تعمیر کی یہان ارتخششتا نام غلطی سے لکھا گیا کیونکہ اس نام کے دو بادشاہ
فارس مین گذرے پہلے نے اوسکی تعمیر موقوف کردی تھی اور دوسرا اوسکی تیاری کے ۵۰ برس
بعد بادشاہ ہوا پھر اسقدر پیشتر اوسکا حکم کیونکر ہو سکتا ہے - غرضکہ بیت المقدس دوبارہ بنایا گیا
مگر پھر دشمنون کے ہاتھ سے برباد ہوا اور تیسرے مرتبہ ہیرود اعظم نے حضرت مسیح کے سولہ برس پیشتر پھر
اوسے تعمیر کیا مگر اسپر بھی بنی اسرائیل شرارت سے باز نہ آئے یہانتک کہ حضرت مسیح مبعوث ہوے
اونکو بھی بیٹون نے نہ مانا اسلیے پھر وہ مکان برباد ہوا اور مرضی خدا یہ ہوی کہ اب وہ قدیم خانۂ خدا
جو اسکے خلیل حضرت ابراہیم نے بنایا تھا آباد ہو - اسکے بعد پھر بھی یہ مکان تعمیر کیا گیا اور بت پرستونکے عہد مین
جوپیٹر دیوتا کا مندر - اور عیسائیونکے عہد مین اونکا گرجا اور مقدس مکان رہا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور جب سے
یہ مکان مسلمانونکے ہاتھ مین آیا اوسوقت سے اسکی بربادی موقوف ہوی اور تیرہ ۱۳۰۰ سو برس سے بدستور قایم ہے
یہ امر اسبات کی کامل دلیل ہے کہ مسلمان ہی خدا کی سچی شریعت پر عمل کرنیوالے اور اوسکے برگزیدہ ہین ورنہ
یہ مقدس مکان جو بنی اسرائیل کی بداعمالیون کی وجہ سے ہمیشہ تباہ ہوتا رہا اسکے قبضہ مین
اسقدر عرصۂ دراز تک صحیح و سالم رہتا ہان چونکہ اوسکا قبلہ ہونا ایک

---

۵۸۸ درستی مین شک ہو کہ کیا گیا کہ اسکاٹ صاحب اپنی روشن تفسیر مین ۵۸۸ وسکھتے ہین اور ہل کے حاشیہ پر اور مقدس کتاب کے اوایل مین
لکھا ہے ۵۸۸ ۲ دوم سلاطین باب ۲۵ - ۱۲ دوم تواریخ باب ۳۶ ۵۸۸ عزرا کے باب سے مگر مین اوساخشیا اور مقدس کتاب کے
اوایل ملاحظہ ہو حلقه لغت کتب مقدس روشن مولفہ مسٹر ہادو مطبوعہ سنہ ۱۸۷۶ اور مرزا پورشن پریس مین ارتخششتا کا بیان -
۵۵ عزرا باب ۳ ورس ۱۳ - ۱۴ ۵ یہ مدت عزرا کے باب اور اسکا حاشیہ دیکھنے سے ظاہر ہے ۵ متی باب ۲۱
ورس ۴۲ کی روشن تفسیر اسکاٹ ملاحظہ ہو ۱۲

شرط کے ساتھ مشروط تھا اور وہ شرط نباہی نگئی اسلیے وہ قبلہ نرہا۔

اس بیان سے کئی باتین ثابت ہوئین اوّل یہ کہ بیت المقدس کی جگہ قدیم سے متبرک تھی دوسرے یہ کہ حضرت سلیمان کے وقت سے وہ قبلہ قرار پایا۔ پادری جی ایل بھی عدم ضرورت قرآن کے صفحہ ۲ مین اسکا اقرار کرتے ہین یہود ہمیشہ بیت المقدس کیطرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے جسوقت سے سلیمان نے ہیکل کی تقدیس کی اوس وقت سے ہی انکا قبلہ رہا دانیل باب ۶ آیت ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ دانیل اپنی کوٹھری کا دریچہ جو یروشلم کیطرف تھا کھولکر خدا کے حضور دعا اور شکرگزاری کرتا رہا۔ باقی رہا یہ امر کہ اس سے پیشتر وہ قبلہ تھا یا نہ تھا اسکا ثبوت عیسائیون کی کتاب مین میری نظر سے نہین گذرا تیسرے یہ کہ ہمیشہ اوسپر توجہ رکھنے کا وعدہ ہے بشرطیکہ بنی اسرائیل احکام خداوندی کے پابند رہین اور اگر پابندی نکرینگے تو اوس مکان سے نظر توجہ اوٹھ جائیگی اور ایسا ہی ہوا یہان سے ثابت ہوا کہ وہ مکان نمونہ جسم مسیح ہرگز نہ تھا ورنہ بشرط فرمانبرداری اوسکے قائم رکھنے کا وعدہ خداوندی نفرماتا اور وقت نافرمانی کے اوسے تباہ نکرتا کیونکہ نمونہ ہونے کی تقدیر پر اوسکا قیام اور تباہی حضرت مسیح کے ہونے اور نہونے پر ہوتی اور بجاے شرط فرمانبرداری کے یہ کہا جاتا کہ جسم مسیح جب تک موجود نہو اوس وقت تک یہ مکان قائم رہیگا اور پھر برباد کردیا جائیگا اور جب یہ نہین کہا گیا تو اوس مکان کو جسم مسیح کا نمونہ کہنا خدا کے کلام کو صاف وصریح تحریف کرنا اور اوسکے مدعا کو پلٹ دینا ہے پادری صاحب فی الانصاف دل سے غور فرمائین۔

تیسری بحث خانہ کعبہ کے بیان مین — خدا کی اوس سچی کتاب سے جو توریت وانجیل پر مشتمل اور اونکی مکمل ہے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ یہ مقدس خانہ خدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے یہ پاک مکان خدا کا ایسا مقبول اور پیارا ہوا کہ کسی وقت کسی کے ہاتھ سے اسکی بربادی خدا نے پسند نہین کی یہان تک کہ ابرہا بادشاہ جب اوسکے مسمار کرنے کو چڑھ آیا تو خدا تعالے نے اوسے غیبی اور قدرتی مار سے ایسا تباہ و برباد کردیا کہ جہان کی تواریخ مین اوس واقعے کی نظیر ملنا دشوار ہے اگرچہ بت پرستون کے عہد مین وہان بت رکھے ہوے تھے مگر وہ نجاست ایک عارضی امر تھی جیسے

کوئی کسی برگزیدہ شخص کے بدن پر کوئی پلیدی لگا دے اس سے اوس شخص کے برگزیدہ ہونے
مین کسی طرح کا نقص نہین ہو سکتا یا جس طرح بیت المقدس ابن مُنتّنی وغیرہ کے عہد مین بت رکھے
تھے مگر اس سے اوس مکان کے مقدس ہونے مین کوئی نقص نہین آیا البتہ بیت المقدس اور کعبہ
مین اسقدر فرق ہوا کہ بیت المقدس پر نظر توجہ کا ہونا مشروط بشرط تھا اور کعبہ شریف کے منظور نظر
ہونے مین کوئی قید اور شرط نہین تھی وہ ہر حال مین مورد عنایات تھا بیت المقدس بار بار اجنبیون
کے ہاتھون سے بیحرمت ہوتا رہا اور خانہ کعبہ کی بیحرمتی ایک مرتبہ بھی خدا نے پسند نہین فرمائی
عرب کے لوگ گرچہ حضرت ابراہیم کو اپنا دادا اور مقتدا اور رہنما یقین کرتے تھے مگر چونکہ بہت عرصے
تک ان مین کوئی نبی نہیں بھیجا گیا اسیوجہ سے سخت جہالت انہین پھیل گئی تھی اور مثل بنی اسرائیل
کے بت پرست ہو گئے تھے فرق ان دونون گروہون مین اس قدر تھا کہ بنی اسرائیل مین بار ہا
ہمیشہ نبی موجود رہے اور فہمایش کرتے رہتے اور خدا کی طرف سے بھی ہمیشہ تنبیہ ہوتی رہتی تھی
پھر بھی وہ اپنی بدکاریون سے باز نہین آتے تھے اور بیچارے عرب بوجہ جہالت اور کسی مصلح کے
نہونے سے بت پرستی وغیرہ مین مبتلا ہو گئے۔

عرب مین بت پرستی کی بنیاد علامۂ شہرستانی اس طرح بیان کرتے ہین کہ عمر بن لحی بادشاہ
اپنی بادشاہت کے عہد مین ملک شام کو گیا تھا وہان ایک قوم کو بت پرستی کرتے دیکھا اوس سے
دریافت کیا کہ یہ کیا کرتے ہو اونھون نے کہا کہ اصل مین یہ ہمارے پروردگار ہین ہم انسے مدد مانگتے
ہین ہم انسے شفا چاہتے ہین یہ ہمین مدد دیتے ہین یہ ہمین شفا بخشتے ہین عمر کو یہ بات پسند آئی
اور اونسے ایک بت مانگا اونھون نے ہبل نامی ایک بت دیا عمر نے اوسے لاکر کعبہ مین رکھا اور
لوگون کو اوسکی تعظیم کے لیے کہا لوگون نے قبول کر لیا۔ اور یہ بھی شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ بادشاہ
عرب شاپور شاہ فارس کے عہد مین تھا اب اگر یہ شاپور ابن اردشیر بن بابک ہے تو چار سو برس سے
بت پرستی کی ابتدا وہان ثابت ہوگی اور اگر شاپور ذوالاکتاف ہے جو شاپور اول کی اولاد مین ہے
تو کمسے کم تین سو برس پیشتر اسلام سے وہان بت پرستی کی ابتدا ہوگی کیونکہ شاپور ثانی ۲۹۸ برس

قبل اسلام کے پیدا ہوا تھا اور ۶۰ برس کی عمر ہوئی اور تمام عمر اسکی سلطنت رہی (ابوالفدا) شاہ ولی اللہ صاحب فوزالکبیر مین تخمیناً تین سو برس بت پرستی کی ابتدا لکھے ہین۔ اسی دوسرے قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

پادری صاحب صفحہ ۹۵ مین یہ امر ظاہر کرتے ہین کہ کعبہ حضرت ابراہیم کا بنایا ہوا نہین ہے کیونکہ کتب عہد عتیق مین کسی مقام پر اسکا ذکر نہین پایا جاتا مگر پادریصاحب کی لاعلمی قابل افسوس ہے کیا وہ اس بات کا دعوی کر سکتے ہین کہ تمام قصے کتب عہد عتیق مین لکھے ہین ہرگز نہین ہرگز نہین۔ کل حالات سے قطع نظر جن شخصون کے حالات اونمین مذکور ہین بہت سے اون مین ایسے ہین جنکے پورے حالات نہین ہین اور اسکی تصریح خود اوسی کتاب مین بیسیون جگہ موجود ہے مین چند حوالے نقل کرتا ہون ملاحظہ کیجیے سلاطین مین سے (۱) یوآس (۲) یہوآخز (۳) امصیاہ (۴) یربعام (۵) سلوم (۶) خزقیاہ (۷) رحبعام (۸) ابیاہ (۹) آخز (۱۰) منسی (۱۱) یوسیاہ۔ وغیرہم کے حالات مذکور ہین مگر کل حالات نہین ہین سلاطین دوم اور تواریخ دوم ملاحظہ کرنا چاہیے جس طرح ان لوگون کے کل حالات کتاب مقدس مین مذکور نہین ہے اوسی طرح حضرت ابراہیم کا کعبہ بنانا اور عرب مین آنا اگر ذکر نہین کیا گیا تو کیونکر اوسکی نفی ہو سکتی ہے کیا اندھیر ہے کہ وہ کتاب خود کہہ رہی ہے کہ مین کل حالات کی متکفل نہین پھر بھی پادریصاحب کسی حال کے اوسمین نہونے سے اوسکی تکذیب کرتے ہین۔ اور اگر اسپر بھی اونھین اپنے دعوی پر اصرار ہے تو اونھین عہد جدید کی بھی تکذیب کرنی ضرور ہوگی کیونکہ اوسمین بھی بعض باتین ایسی مذکور ہین جو عہد عتیق مین نہین مثلاً متی باب ۲ ورس ۲۳ مین حضرت مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ "وہ جو نبیون نے کہا تھا پورا ہو وہ ناصری کہلائیگا" یہ مضمون کسی عہد عتیق کی کتاب مین نہین ہے اور ۲ طمطاوس کے باب ۳ ورس ۸ مین ہے "اور جس طرح کہ ینیس اور یمبرس نے موسی کا سامنا کیا" اور نامۂ یہوداہ کے ورس ۹

سہ دیکھو سلاطین ۲ کا ۱۴/۱۹ و ۱۳/۸ و ۱۳/۱۵و۱۸و۲۸ و ۱۵/۱۵ و ۲۰/۲۱ تواریخ ۲ کا ۱۳/۲۲ و ۱۳/۲۱ و ۲۸/۲۶ و ۳۲/۸ و ۳۵/۲۶و۲۷ وغیرہ ۱۲

میں ہے کہ جب میکائیل نے شیطان سے تکرار کر کے موسیٰ کی لاش کی بابت بحث کی اب دیکھیے کہ
حضرت موسیٰ کے حالات عہد عتیق میں مفصل مذکور ہیں مگر نہ تو ینیس اور یمبریس کا سامنا کرنا کہیں لکھا ہے
اور نہ موسیٰ کی لاش کی بابت میکائیل کی بحث لکھی ہے مگر یہاں پادری صاحب کو کچھ تردد نہیں ہوتا
اور پھر اظہار حق کا دعویٰ ہے اب اگر حضرت ابراہیم کا کعبہ شریف بنانا اس وجہ سے غلط ہے کہ توریت
میں اوسکا ذکر نہیں ہے تو حضرت موسیٰ کے حالات مذکورہ اور نبی کا حضرت مسیح کو ناصری کہنا بھی غلط
ہوگا اور اگر یہ غلط نہیں ہے تو حضرت ابراہیم کا کعبہ بنانا بھی غلط نہیں ہے ذرا انصاف کیجیے اور
یہ جو پادری صاحب لکھتے ہیں کہ بلکہ خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کبھی اسمٰعیل کے پاس
عرب کو نہیں گئے" محض خلاف ہے اسوجہ سے پادری صاحب اسکا حوالہ نہیں دے سکے باوجودیکہ دو دو
مرتبہ جو نیا زمانہ ۱۸۶۸ء میں چھپا ہے اوسکے حاشیہ پر پادری صاحب نے جابجا حوالے لکھے ہیں مگر اس
مقام پر نہیں لکھا۔ خوب یاد رہے کہ یہ بیان ہمارا صرف اس غرض سے ہے کہ پادری صاحب کی
ناحق کوشش اظہر من الشمس ہوجاوے ورنہ ہمیں اس قدر کہنا کافی ہے کہ حضرت ابراہیم کا کعبہ بنانا خدا
کی اوس سچی کتاب سے ثابت ہے جو توریت و انجیل پر مشتمل ہے اور اب جسے پادری صاحب کتاب
مقدس کہتے ہیں وہ کتاب ایسی نہیں ہے جسکے اقرار یا انکار پر کسی واقعہ کی صحت یا عدم صحت
موقوف ہو جیسا کہ ہم پہلے مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

چوتھی بحث ۔ اس امر میں کہ بیت المقدس یا کعبہ شریف کے قبلہ بنانے سے کیا مقصود ہے
اس امر کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ بیت المقدس کیطرف جو سجدہ کیا گیا یا کعبہ شریف کیطرف جو
سجدہ کیا جاتا ہے اس سے یہ مقصود تو ہرگز نہیں تھا اور نہ ہے کہ کل مکانات یا انکا کوئی حصہ یا اون
کوئی اینٹ پتھر پرستش کے لائق ہے (نعوذ باللہ منہ) اور نہ یہ مطلب ہے کہ خدا تعالے ان مکانوں میں

سلہ عہد عتیق میں صرف اس قدر ہے کہ فرعون نے داناؤں اور جادوگروں کو طلب کیا اور اونھوں نے
حضرت موسیٰ کے سامنے اپنا کرشمہ دکھایا مگر ان دو شخصوں کا کہیں ذکر نہیں ہے مفسرین کہتے ہیں
کہ بطریق روایت کے معلوم ہوا ہے چنانچہ صفحہ ۲۰۴ شرح فقرہ ۸ بائبل میں جو نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی
کے اخراجات سے ترجمہ ہو کر لندن میں چھپی ہے لکھا ہے ۱۲

سمایا ہوا ہے جیسا عیسائی جسم مسیح مین اعتقاد کرتے ہین (نعوذ باللہ منہ) شریعت محمدیہ نے خاص
خدا کی عبادت کا طریق ہے وہ نہایت زور شور سے بت پرستی اور انسان پرستی کو نیست و نابود کرتی ہے
خانہ کعبہ کو سمت قبلہ قرار دینے کی یہ وجہین ہین۔

اولؔ یہ کہ بیان سابق سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ انسان کے کامل ہونے کے لیے طہارت ظاہری و باطنی
اور عبادت روحانی اور جسمانی دونون کا ہونا ضرور ہے اسی غرض سے شریعت محمدیہ مین نماز مقرر کی گئی
ہے جسمین عبادت روحانی اور جسمانی دونون ہین اس عبادت مین توجہ باطنی اور جوش قلبی کے برانگیختہ
کرنے کو سمت قبلہ مقرر کی گئی ہے کیونکہ خدا تعالے نے اوس مقدس مکان کو اپنا گھر فرمایا ہے اس نظر سے
سچے ایمان دار اور خدا کے جان نثار کو اس خیال سے کہ مین اوس مکان کیطرف متوجہ ہون جسکو خالق
کون و مکان نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اپنا گھر فرمایا ہے کیسا ذوق و شوق پیدا ہوگا اور عبادت
الٰہی مین لطف آئیگا جسکا بیان نہین ہوسکتا اسیوجہ سے شریعت محمدیہ مین یہ حکم ہے کہ جس مقام پر
کعبہ شریف کی جہت معلوم نہو وہان اپنے دل مین خوب غور کرے اور جس طرف اوسکا دل شہادت
دے کہ وہ مکان جسکو میرے خدا نے اپنا گھر فرمایا ہے اس طرف ہے اوسی طرف نماز پڑھے اب واقع
مین اوس طرف کعبہ شریف ہو یا نہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف منہ کرنے سے مقصود
یہی ہے کہ اسکا دل اوس خالق کون و مکان کیطرف متوجہ ہوجاے اور اسی سوچنے اور غور کرنے سے
یہ مدعا حاصل ہوجاتا ہے۔ دومؔ یہ کہ بانی اسلام کو نظام عالم کی غرض سے اتفاق باہمی پر نہایت نظر تھی
اسی وجہ سے بہت سی باتین مقرر کی ہین جنکی بنا اسی عمدہ مسئلہ پر ہے اسی غرض سے نماز کے لیے بھی
وہ صورت تعلیم کی جس سے اتحاد باہمی ظاہر ہو اور اس امر کیطرف اشارہ ہو کہ سبکو چاہیے کہ ایک دل ہوکر
اوس معبود یکتا کی عبادت کرین۔ سومؔ یہ کہ چونکہ اسلام ملت ابراہیمی ہے اس لیے اوسی کے بنائے ہوئے
بیت اللہ کیطرف اوسکے ماننے والون کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تاکہ معلوم ہو کہ ان خدا پرستون کو اوس
بزرگ ہادی اور خلیل خدا سے رابطہ ہے جسکو خدا تعالے نے تمام عالم کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور رہنما
کا مرکز بنایا تھا۔ غرض کہ ان وجوہ سے اوس طرف منہ کرکے خدا کی عبادت کرنے کا حکم ہے ورنہ قرآن

شریف مین صاف صاف فرما دیا ہی وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ
یعنی پورب اور پچھم سب اللہ کا ہی جدھر تم پھیرو اوسی طرف اللہ کی ذات ہی کسی خاص مکان کی
خاص جہت مین وہ سمایا ہوا نہین ہی البتہ کعبہ شریف کو اس قدر خصوصیت ہی کہ تجلی گاہ ربانی
اور مورد انوار یزدانی ہی اس بیان سے تو خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہونے کی وجہ معلوم ہو گئی
ابتدا مین جو بیت المقدس کیطرف توجہ کی گئی اوسکی وجہ آیندہ بیان ہو گی۔ الغرض یہ امر ثابت
ہو گیا کہ قبلہ کیطرف متوجہ ہونا عبادت روحانی کا مکمل ہے پھر کیا پادری صاحب کے مقتدا اسکو
بنا کر کامل کو ناقص کیا چاہتے ہین۔

یہ امر بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ شریعت محمدیہ نے خانہ کعبہ کی عمارت اور در و دیوار یا پتھرون کیطرف
متوجہ ہونے کا حکم نہین دیا بلکہ اوس مقام کی طرف جہان وہ عمارت بنی ہوئی ہی بالفرض
اگر اوس جگہ عمارت نہ ہوتی یا خدا نخواستہ نرہے تو بھی اوسی طرف متوجہ ہونے
کا حکم ہے کیونکہ مورد انوار وہ جگہ ہے نہ خاص در و دیوار۔ یہان سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب
صفحہ ۲۹۳ مین شریعت محمدیہ کا جو یہ حکم بتایا ہے کہ "اون پتھرون کیطرف شرق و غرب و جنوب و شمال
سے سجدہ کرین" محض غلط ہی۔

پانچوین بحث تحویل قبلہ کے بیان مین۔ اس بیان مین پادریصاحب نے عوام کو عجب مغالطہ
مین ڈالا ہے چنانچہ صفحہ ۲۹۵ مین لکھتے ہین کہ "حسب دعای قرآن و حدیث کے پہلے خدا تعالیٰ نے
حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے بعد تک تو خانہ کعبہ کو مسجود خلائق و بیت اللہ قرار دیا پھر اوسکو چھوڑ
بنی اسرائیل کا معبد بیت المقدس ٹھہرایا پھر انجیل سے اوسکی پابندی موقوف ہوئی اوسکے بعد پھر
کعبہ معبد مقرر ہوا بعدہ وہ بھی منسوخ ہوا اور بیت المقدس کیطرف سجدہ کرنے کا حکم ملا پھر یہ حکم بھی منسوخ
ہوا اور پھر کعبہ قبلہ قرار دیا گیا انتہے ملخصا۔

اب مین کہتا ہون کہ اگر پادریصاحب نے حقانیت کی راہ سے بعد تحقیق یہ تحریر کی ہے تو براہ عنایت
ان کل تغیرات کو جو قرآن و حدیث و انجیل کیطرف منسوب کیا ہے ان کتابون سے ثابت کر دین

ورنہ پھر حقانیت کا دعوی نکرین فرمائین توکس آیت وحدیث مین ہے کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم و
اسمعیل کے بعد تک مسجود خلائق اور بیت اللہ قرار دیا اور پھر اوسے چھوڑکر بنی اسرائیل کا معبد بیت المقدس
ٹھرایا اور انجیل کے کس مقام سے بیت المقدس کیطرف متوجہ ہونا منسوخ ہوا۔ مین بالیقین کہتا ہون
کہ پادری صاحب کے پاس اس دعوی کی کوئی سند نہین ہے اسیوجہ سے اونھون نے اپنے رسالہ
کے طبع ثانی مین بھی اسکا حوالہ نہین دیا۔ افسوس ہے کہ پادریصاحب ذرا بھی تحقیق نہین کرتے جو کچھ
اونھون نے سن لیا ہے یا کہین لکھا ہوا دیکھ لیا ہے اوسے قرآن وحدیث کیطرف منسوب کر دیا ہے واے
برنا عاقبت اندیشی الیشان۔

حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید سے یہ امر بشبک ثابت ہے کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ
نے بنایا اور اوسکی نسبت اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمنے اسے لوگون کا مجمع قرار دیا ہے چہار طرف سے لوگ
یہان آئینگے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمنے ابراہیم اور اسمعیل کو وحی کی کہ میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے
والون کے لیے اور اوسکے اندر بیٹھنے والون کے لیے تاریخ ابن خلدونؒ کی جلد ۲ مین کعبہ کی نسبت
لکھا ہے فرفع قواعدہا مع ابنہ اسمعیل وصیرہا خلوۃ لعبادتہ وجعلہا حجا للناس کما امرہ وانصرف الی الشام
فقبض ہنالک انتہی یعنے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے ہمراہ کعبہ کی بنیادین اوٹھائین اور
بموجب حکم خداوند کریم اوسے اپنی عبادت کے لیے خلوتکدہ اور لوگونکیلیے حج قرار دیا اور پھر ملک شام
کیطرف چلے گئے اور وہین آپ کا انتقال ہوا۔

قرآن مجید مین اوس وقت اوسکے قبلہ ہونے کا ذکر نہین ہے ہان بعض روایتون مین اسکا ذکر
ہے اونکے بموجب یہ ثابت ہوگا کہ حضرت ابراہیمؑ سے لیکر بنی اسمعیل مین تو ہمیشہ یہی قبلہ رہا البتہ بنی اسرائیل کو
بیت المقدس کیطرف متوجہ ہونے کی اجازت دی گئی مگر اس اجازت سے خانہ کعبہ کو چھوڑنا کسطرح
لازم آگیا وہ مکان بنی اسمعیل کا معبد اور قبلہ جس طرح چلا آتا تھا ویسا ہی چلا آیا حضرت مسیح چونکہ
بنی اسرائیل کے لیے نبی تھے اور خود بھی اونھین کی اولاد مین تھے اسلیے وہ بھی بیت المقدس کو
بیت اللہ سمجھتے رہے (دیکھو متی ۲۳/۱۲ و یوحنا ۲/۱۶) نہ اونھون نے اوسکی پابندی موقوف کی نہ کوئی

عبادت روحانی علاوہ توریت کے تعلیم فرمائی اور نہ بیت المقدس کو بیت اللہ کہنا عبادت روحا
کے مخالف ہی پھر اوسے موقوف کرنا چہ معنی دارد۔ بعدازاں جب حضرت سرور انبیا مبعوث ہوئے
اوسوقت دو قبلے تھے بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس اور بنی اسمعیل کا خانہ کعبہ مگر وہ مشرکون کا
زمانہ تھا خانہ کعبہ مین بت رکھے تھے اسوجہ سے آنحضرتؐ ذاتی رائے سے بیت المقدس کیطرف توجہ فرما
کی مگر خانہ کعبہ کی بزرگی سے بھی آپ واقف تھے اسلیے آپ اوسے پشت دیکر نماز نہین پڑھتے
البتہ جب مدینہ شریف تشریف لے گئے تو مجبور ہوئے اور خانہ کعبہ کیطرف پشت کرنا پڑی شاید اسیو
سے بعضون نے یہ سمجھا کہ جب تک آپ مکہ مین رہے تو خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہوتے تھے جب مد
مین تشریف لائے ہین اوس وقت بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوئے اور سترہ مہینے کے بعد
پھر کعبہ کیطرف متوجہ ہوئے حالانکہ تحویل صرف ایک ہی مرتبہ ہوئی یعنی پیشتر آپ بیت المقدس
کیطرف متوجہ ہوتے تھے مدینہ شریف مین آکر چند ماہ کے بعد کعبہ شریف کیطرف متوجہ ہونیکا حکم
فقط ایک ہی تغیر معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت بھی کوئی تغیر نہین ہے کیونکہ بیت المقدس کی طرف
متوجہ ہونیکا حکم نہین ہوا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ پہلے وہ حکم ہوا تھا پھر یہ ہوا بلکہ پہلا امر آنحضرت
کا اجتہادی تھا مگر چونکہ اس اجتہاد نبوی کی بنا نہایت صحیح اور عمدہ مصلحت پر تھی اسلیے خدا نے آ
سے روکا نہین بلکہ قائم رکھا اوس مصلحت کو خداتعالے اپنے کلام پاک مین اس طرح بیان فرماتا ہے
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ
جس قبلہ پر تو تھا (یعنی بیت المقدس) اوسے ہمنے اس لیے قبلہ ٹھہرایا تھا تاکہ جان لین کہ کون
رسول کی تابعداری کریگا اور کون الٹے پیرون پھر جائیگا۔ اہل عرب کے ذہن مین خانہ کعبہ کی
کمال عظمت سمٹی ہوئی تھی اور آنحضرتؐ بھی اوسکی عظمت کرتے تھے مگر قبلہ نہین قرار دیتے تھے
اونھین نہایت شاق و ناگوار ہوگا اب باوجود ناگواری کے محض باتباع رسول خدا اوسی بسر و چشم
قبول کرنا کمال ایمان کی دلیل ہو اور ایمان کا پورا امتحان ایسی باتون سے ہوجاتا ہے اسکے علاوہ
یہ امر بھی تھا کہ اوس وقت خانہ کعبہ مین بت رکھے ہوئے تھے اور بہت سے مسلمانون کو بت پرستی

چھوڑے ہوے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اگر اوس حالت مین اونہین خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہونیکا حکم ہوتا تو حسب عادت عبادت خدا مین بتونکے تصور کا گمان تھا اسلیے حضرت سرور انبیا اگرچہ بنی اسمٰعیل تھے اور آپکا مذہب بھی ملت ابراہیمی تھا مگر آپ بیت المقدس کیطرف متوجہ ہے جب وہ غدر جاتا رہا اور بت پرستی کو چھوڑے ہوے بھی عرصہ ہو گیا اوس وقت خدا تعالےٰ نے اصلی قبلہ کیطرف متوجہ ہونیکا حکم دیا جو ہمیشہ سے بنی اسمٰعیل کا قبلہ تھا اور چونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی اسلیے اب بنی اسرائیل کو بھی اسی قبلہ کیطرف متوجہ ہونا ضرور ہوا۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ اس حکم مین کیطرحکا تغیر نہین ہوا یہ اصلی بات تھی جسکو پادریصاحب نے پھیر پھار کر عوام کی نظرون مین بہت سے تغیرات دکھلائے ہین مین نہین سمجھتا کہ اگر ایسے تغیرات کو مان لیا جاے تو پادریصاحب پر کیا اعتراض کرتے ہین کیا اونکی کتاب مین اس قسم کے تغیرات نہین ہین ذرا غور کرین مثلاً مسئلہ طلاق ہے کہ انجیل کے بیان سے اوسمین کسی طور کا تغیر ثابت ہوتا ہے یعنے حضرت موسیٰ سے پہلے تو ہر ایک باعث سے طلاق دینا جائز نہ تھا حضرت موسیٰ کے وقت مین جائز ہو گیا پھر حضرت مسیح کے وقت مین خاص زنا پر اوسکا حصر کیا گیا ان تغیرات کے بعد بھی وہ حکم ناقص رہا (تعلیم دوازدہم صفحہ ۱۰۵ وغیرہ ملاحظہ کرنا چاہیے) پادریصاحب ان تغیرونکو اہل انصاف کے روبرو پیش نہین کرتے اور یہ نہین فرماتے کہ ایسے احکام اوس علیم و حکیم و غیر متغیر و قادر مطلق کیطرف سے کیونکر ہو سکتے ہین

اب اگر کسیکو یہ شبہہ ہو کہ بیان سابق سے تو معلوم ہوا کہ جب آنحضرت مکہ شریف مین تھے تو بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوتے تھے حالانکہ بعض نے لکھا ہے کہ اوس وقت آپ خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہوتے تھے اور مدینے آکر آپ بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوے جیسا کہ پادریصاحب نے تفسیر بیضاوی سے نقل کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس امر مین بعض نے اختلاف کیا ہے مگر صحیح امر وہی ہے جو مین پہلے بیان کر چکا ہون پادری صاحب نے جو تفسیر بیضاوی کا حوالہ دیا ہے اوسمین دونون قول لکھے ہین جو قول پادریصاحب نے نقل کیا ہے اوس قول کے نیچے لکھا ہے (ضعفہ ابن حجر فی فتح الباری) یعنی ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی شرح فتح الباری مین اس قول کا ضعیف ہونا بیان کیا ہے مگر

پادری صاحب کا یہ مقتضای دیانت ہے کہ جس قول کو اوسمین ضعیف لکھا ہے اوسے تو نقل ک
اعتراض کرتے ہین اور جو قول اوسمین صحیح لکھا ہوا ہے جسپر اعتراض وارد ہی نہین ہوتا
نقل ہی نہین کرتے ہم سمجھے ہین کہ یہ کیسا اظہار حق ہے ناظرین انصاف فرمائین۔
اب مین چند شواہد اپنے دعوی کے اثبات مین پیش کرتا ہون **اول** علامہ ابن اثیر ا
کتاب الکامل فی التاریخ مین سنہ دو ہجری کے واقعات مین لکھتے ہین۔ وفیہا صرفت ا
من الشام الی الکعبۃ وکان اول ما فرضت القبلۃ الی بیت المقدس والنبی صلی اللہ علیہ
بمکۃ انتہی **دوم** سیرت ابن ہشام مین عقبہ ثانیہ کے بیان مین ابن اسحق سے مروی ہے
کعب بیان کرتے ہین کہ ہم بقصد حج مدینہ سے مکہ کو چلے اور ہمارے ساتھ براء بن معرور بھی
براء نے کہا کہ میرے دل مین یہ آتا ہے کہ کعبہ کیطرف نماز پڑھون کعب نے کہا کہ ہمکو تو ہمارے
سے یہی پہونچا ہے کہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھین ہم اسکے خلاف نہین کر سکتے الحاصل
براء نے کعبہ کیطرف نماز پڑھی اور کعب وغیرہ نے بیت المقدس کیطرف پڑھی جب مکہ مین پہونچے
رسول اللہ سے دریافت کیا حضرت نے براء بن معرور سے کہا کہ قد کنت علی قبلۃ لو صبرت علیہ
قال فرجع البراء الی قبلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصلی معنا الی الشام یعنی تو
تو ایک قبلہ پر تھا اگر تو اوسی پر ٹھہرا رہتا (تو بہتر ہوتا) کعب کہتے ہین کہ حضرت کے فرمانے
(بعد) براء رسول اللہ کے قبلہ کیطرف پھر گئے اور ہمارے ساتھ بیت المقدس کی طرف
نماز پڑھی۔ اس بیان سے بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ مکہ مین بیت المقدس کیط
نماز پڑھتے تھے **سوم** علامہ زین الدین عمر بن الوردی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین۔ کانت
الصلوۃ بمکۃ وبعد مقدمہ الی المدینۃ ثمانیۃ عشر شہرا الی بیت المقدس۔ یعنی مکہ مین اور
تشریف لانیکے مہینے مین اٹھارہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جاتی تھی
چہارم تفسیر کبیر مین ہے لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان متوجہا الی بیت المقدس حین
بمکۃ۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہین فامر اللہ تعالے حین کان بمکۃ ان یتوجہوا الی بیت المق

قبلتیہ واضح المشرکین یعنے جب اہل اسلام مکہ مین تھے تو خدا تعالے نے بیت المقدس کیطرف
متوجہ ہونیکا حکم کیا تاکہ مشرکون سے امتیاز ہو جاے پنجم علامہ جلال الدین روضۃ الاحباب مین
تحریر کرتے ہین۔ بدانکہ ائمہ سلف اختلاف دارند در آنکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در مکہ پیش ہجرت
بکدام جہت نماز میگذارد ابن عباس و جماعتی دیگر برانند کہ بجانب بیت المقدس نماز میگذارد
ولیکن کعبہ را تمام بجانب قفای خود نمیگذاشت بلکہ چنان مے ایستاد کہ کعبہ بریکطرف وے
بود واصح اینست ششم ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین ہی کہ حضرت سرور عالم کا مکہ مین
بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنا صحیح ہی اور بعض کا یہ قول کہ خانہ کعبہ کیطرف پڑھتے تھے
ضعیف ہے۔ پس محققین کے اقوال سے بھی وہی ثابت ہوا جو ہمنے لکھا تھا لہذا اسکی خلاف پر توجہ بیجا ہی

چھٹی بحث اس بیان مین کہ شریعت حقہ مین ایسے احکام ہونا چاہیین جو دنیا کے کسی
مذہب اور کسی قوم مین نپائی جائین یا ایسا ہونا ضرور نہین ہے اور شریعت موسوی اور
عیسوی کے احکام بت پرستون وغیرہ کی رسوم سے بالکل علیحدہ ہین یا نہین۔

چونکہ پادری صاحب نے شریعت محمدیہ پر یہ طعن کیا ہے کہ اوسمین کوئی عمدگی نہین ہی کیونکہ بعضی
رسمین اوسکی تو شریعت موسوی سے نقل کی گئین ہین مگر وہ بھی نافہمی سے اور بہت رسمین
بت پرستون وغیرہ کی ہین جن مین تھوڑا سا تغیر کر دیا گیا ہے اس لیے مجھے دو امرون کی
تحقیق ضرور ہوئی اول یہ کہ شریعت حقہ مین بعض ایسے احکام ہو سکتے ہین یا نہین جو وقت
نزول شریعت کے دنیا کی کسی قوم مین رائج ہون دوسرے یہ کہ شریعت موسوی اور عیسوی کے
احکام بت پرستون وغیرہ کے احکام سے بالکل علیحدہ تھے یا نہین مگر نہایت غور اور کامل تحقیق
کے بعد پہلے سوال کا یہی جواب ہوتا ہی کہ ہر شریعت مین بعض ایسے احکام ہو سکتے ہین جو دنیا
کے مذاہب اور قومون مین رائج ہون اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ شریعت موسوی

ف اگرچہ یہ امر کہ بیت المقدس کیطرف متوجہ ہونا آنحضرت کا اجتہادی امر تھا (تفسیر فتح العزیز
پارہ اول ملاحظہ ہو) مگر چونکہ خدا تعالے نے اوس سے منع نہین فرمایا اسلیے وہ حکم خدا تعالے قرار دیا گیا ۱۲

اور عیسوی کے احکام بت پرستون وغیرہ کے احکام سے ہرگز علیحدہ نہین ہین لہذا یاد رکھیا
کہ یہ یقین اونکی کمال حق پوشی یا بے علمی ثابت کرتا ہی اگر وہ نبی کی ماہیت دریافت کر لیتے
اور توریت و انجیل کے احکام کو بنظر تحقیق دیکھتے تو مین امید کرتا ہون کہ ایسی بات زبان سے
نہ نکالتے — اب مین یہ امر بیان کرتا ہون کہ نبی کے آنے سے کیا مقصود ہوتا ہی اور کیا اوسکا
کام ہی واضح ہو کہ نبی اپنے قوم کا مصلح اور مربی اور ہدایت کنندہ ہوتا ہے اوسکے لیئے یہ ضرور
نہین کہ اپنی قوم کی تمام بھلی اور بری بات کو میٹ کر ایک انوکھی شریعت تعلیم کرے جو اونھون نے
کبھی خواب مین بھی نہ سنی ہو بلکہ با لہام الہی اوسی قوم کے عقائد اور افعال و عادات کی اصلاح کرتا ہے
جو باتین اون مین بری رائج ہین اونھین بحکم خدا مٹاتا ہی اور جو بری نہین اونھین قائم رکھتا ہی اور
بعض باتون مین بسبب مصلحت کم و بیش تغیر کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہی کہ دنیا مین کوئی قوم اور کوئی
گروہ ایسا نہین پایا گیا کہ اون مین کل عادات و اطوار اور کل عقائد خراب ہی ہون اور کوئی
بات اونمین اچھی نہو کیونکہ اول تو ہر ایک قوم مین اللہ تعالے نے کم و بیش ہدایت کرنے والے
ضرور بھیجے ہین جیسا کہ اوسکی وسیع رحمت اور شفقت عامہ کا مقتضا ہی — دوسرے یہ کہ خداوند
تعالے نے ہر ایک انسان مین جو ایک شے دی رکھا ہی یعنی عقل وہ بھی ایسی شی ہے کہ (اگرچہ بعض
تمام اپنی غلطی کرے مگر) بہت سی عمدہ عمدہ باتین انسان کو ہدایت کرتی ہی پھر کیسے ہو سکتا ہے
کہ باوجود عقل و شعور کے کسی قوم مین (گو وہ کیسی ہی بدتر حالت مین ہو) تمام باتین اور اوسکے
کل افعال اور رواج باطل اور ناپسندیدہ ہون — الغرض یہ بات بخوبی ثابت ہی کہ ہر ایک قوم
مین کچھ نہ کچھ باتین عمدہ ضرور ہوتی ہین پھر کیونکر ممکن ہی کہ نبی اون عمدہ باتون کو بھی مٹا دے
جو اونکے کسی ہادی ظاہری یا باطنی نے تعلیم کی تھین یہی امر تمام انبیا کی شریعت دیکھنے سے
ظاہر ہوتا ہے مثلاً حضرت موسی علیہ السلام نے جو شریعت بیان فرمائی وہ کوئی انوکھی شریعت
نہ تھی بلکہ اوسمین بعینہ اکثر وہی احکام تھے جو اوس وقت کے بت پرستون مین رائج تھے البتہ
کہین کہین کسیقدر تغیر کر دیا تھا اسکی تفصیل تو بہت طویل ہے اہل علم توریت وغیرہ کو ملاحظہ

کرکے خود دریافت کر سکتے ہین مگر مین بطور نمونہ چند باتین بیان کرتا ہون —

(۱) مشرکین بھینٹ چڑھانیکے لیے بیدی یعنی قربانگاہ بناتے تھے حضرت موسیٰ کو بھی مذبح بنانے کا حکم ہوا (۲) تواریخ سے بخوبی ثابت ہی کہ بت پرستون مین پُرش میدہ اور اشو میدہ یعنی آدمی اور گھوڑے اور دیگر جانورتون کے نام پر بھینٹ چڑھائی جاتی تھے — توریت مین خطا کی قربانی اور سوختنی قربانی اور سلامتی کی قربانی وغیرہ مقرر ہوئین پھر اونکے قواعد وضوابط اور شروط جس قدر بیان ہوئے ہین وہ بھی حیرت انگیز یعنے بعینہ بت پرستون کے افعال ہین یا بالکل اونکے مشابہ مثلاً خطا کی قربانی سے کاہن لہو لیکر اپنی اونگلی ڈبووے اور مقدس کے پردے کے سامنے سات مرتبہ چھڑکے اور مذبح کی دیوار پر چھڑکے باقی لہو مذبح کی جڑ پر نچوڑے اور سوختنی قربانی کے لیے کلکھائے کہ کاہن کتان کا پیراہن پہنے اور اوس قربانی کو مذبح پر جلاوے اور اوسکی راکھ اوسکی قریب ڈالے پھر وہ کپڑے اوتار کر دوسرے کپڑے پہنے اور اوس راکھ کو خیمے کے باہر ڈالے اور مذبح پر آگ ہمیشہ جلتی رہے ہرگز بجھنے نپاوے (احبار باب ۴ و ۵ و ۶) اسیطرح اور بہت سے احکام ہین غرضکہ اس قسم کی قربانیان بت پرستون کی رسم تھی ان مین سے صرف آدمی اور گھوڑے کی قربانی کو موقوف کردیا اور دیگر جانورونکی قربانی کو بدستور جاری رکھا البتہ شریعت محمدیہ نے ان سب قربانیون کو منسوخ کردیا ہے (۳) جریان والے مریض کے احکام کو ملاحظہ کیجیے کہ وہ خود ناپاک اوسکے سارے کپڑے ناپاک اور جو شے اوسکے بدن کو لگ جاے وہ ناپاک اور جو کوئی اوسکے بدن کو یا اوسکی چھوئی ہوئی چیز کو چھوے وہ ناپاک اور یہی حال حائضہ عورت کا ہے کہ وہ بھی بالکل اچھوتری ہوجاتی ہے (احبار باب ۱۵) پادریصاحب فرمائین کہ یہ سب احکام بت پرستون سے کے ہین یا نہین (۴) مبروص کے لیے چار ابرو کی صفائی کا حکم ہے احبار کا باب ۱۴ درس ۹ ملاحظہ ہو — "اور ساتوین روز اپنے سر کے سب بال اور اپنی ڈاڑھی اور اپنی بھوین غرض اپنے سارے بال منڈاوے" اور حضرت مسیح نے بھی اوسکی تعمیل کا حکم فرمایا ہے (متی ۸) پادریصاحب ملاحظہ کرین کہ پورا بھدرا یہ ہے جسے مشرکین اب تک پراگ مین جاکر کیا کرتے ہین — اسلام ایسی

رسم مبیح کو ہرگز جائز نہیں رکہتا (۵) ہیکل میں عبادت کے وقت جہیرے جہانجہ (کرتال
بربط (طول) ہین (ڈہی) بجانا نرسنگہا پہونکنا اور لاویون کو باجون کے لیے اور کاہنونکو نرسنگون
کے لیے مقرر کرنا (۲ تواریخ باب ۲۹) پہر یہ سب باتیں مندر میں پوجا کے وقت پوجاری ا
پروہت اب تک کرتے ہین یا نہیں (۶) تپاون کرنا پتہر پر تیل ڈالنا اور ہوم کرنا (پیدایش
باب ۲۸ خروج باب ۲۹) پہر یہ کیا بت پرستون کی رسمین نہین ہین (۷) ختنہ کے بارے
مین جس قدر تاکید توریت مین ہے اوسیقدر مصریون مین تہی (اسمالر بائبل ڈکشنری مولفہ
ڈاکٹر اسمتھ مین ایجپشین کا بیان ملاحظہ ہو) اب مین کہان تک بیان کرون ناظرین کتاب
خروج اور احبار کو ملاحظہ کرین اوسوقت معلوم ہوجائیگا کہ شریعت موسوی کو بت پرستون کی
رسمون سے کس قدر مشابہت ہے - یہان پادری صاحب کا وہ قول قابل ملاحظہ ہے جو
اونہون نے صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۶ مین لکہا ہے کہ شریعت ظاہری موسوی کی غرض یہ تہی کہ بنی
اسرائیل بت پرستونکی رسم و رواج مذہبی سے کنارہ کش ہون اور اون سے ممتاز ہون پس
جب بنی اسرائیل ظاہری شریعت موسوی پر عمل کرکے عبادت الہی کے خوگر ہوے اور بت پرستی
سے جدا ہوے اور خدا کی بتلائی ہوئی شریعت کے مطابق عبادت بجالانے لگے تب خدا نے
اونکے باطنی حقائق کو ظاہر کردیا انتہے ملخصاً —

مقام افسوس ہے کہ باوجود اس قدر مشابہت تامہ کے پادری صاحب شریعت موسوی کو خدا کیطرف
سے بتاتے ہین اور اوسکے نزول کی غرض یہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل بت پرستون سے ممتاز
ہوجائین اور شریعت محمدیہ کو ادنی مشابہت کی وجہ سے منزل من اللہ نہین کہتے بلکہ بت پرستون
کی رسمین بتاتے ہین وائے برنا انصافی ایشان —

اب شریعت عیسویکو دیکہیے جسے آپ کامل اور اکمل سمجہتے ہین اوسمین بہی کوئی تعلیم نئی نہین ہے
بلکہ اوسوقت جو تعلیم حکما اور بت پرستون اور یہود اور بدہ مت والون مین رائج تہی اوسیکا انتخاب
ہے اہل یورپ نے اپنی تصانیف مین بخوبی ثابت کردیا ہے کہ شریعت عیسوی گوتم بدہ اور حکما اور

ت پرستون کی تعلیم سے لیگئی ہے مثلاً مریت نے اپنی کتاب مین حضرت مسیح کے اقوال افعا
و بت پرستون اور جوگیون کے اقوال اور افعال سے ملایا ہے - اور اکیسو ہونے شریعت
یسوی کی اخلاقی تعلیم کو کنفیوشس کی کتاب سے منقول بتایا ہے - ڈاڈو صاحب نے
علیم عیسوی اور بدھ کو یکسان کیا ہے - اور آئینہ تاریخ نما کے صفحہ ۵۶ مین ہے[۳] کام مسی
سیح کا اور وعظ کہنا اونکا بدھ کے کام اور وعظ سے بہت مطابقت رکھتا ہے"

ن صاحبون نے کتب مذکورہ کا ملاحظہ کیا ہے وہ تو بے تامل میرے مقولہ کی تصدیق کرینگے
گر جنکی نظر سے یہ کتابین نہین گذرین عجب نہین کہ اونھین تامل ہو اسلیے مین نمونے کے
ور پر چند باتون کا مقابلہ کرکے دکھاتا ہون تاکہ کسی صاحب کو تامل کی گنجایش نہ رہے (۱)
وتم بدھ اپنے مذہب کی منادی خود بھی کرتا پھرتا تھا اور اپنے معتقدون[۱] کو بھی اس کام کی
کید کرتا تھا اور کہتا تھا کہ راہ راست پر چلنا ہی کافی نہین ہے بلکہ اوسکا وعظ کل بنی آدم کو
نانا ضرور ہے اسی طرح سے حضرت مسیح خود بھی منادی[۲] کرتے تھے اور اپنے معتقدونکو بھی اسکا حکم
یا تھا (۲) آریہ فرقہ غیر آریہ یعنے شودرون کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے گوتم بدھ نے
ی تعلیم مین سبکو یکسان کر دیا اور برہمن اور شودر کو یکسان دھرم کا ادھکاری ٹھہرایا[۳] اسیطرح
ی اسرائیل غیر قومون کو کمال حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اونکے یہان جانے اور اونسے
بت رکھنے کو بہت برا جانتے تھے حضرت مسیح اور حواریون نے سب کو یکسان ٹھہرایا[۴] (۳)
ہمنون نے شاستر کی تعلیم آریہ فرقون سے خاص کی تھی بدھ نے عام طور پر تمام فرقون کو تعلیم
ا اسی طرح بنی اسرائیل اپنی ہی قوم سے توریت کی تعلیم کو خاص کرتے تھے حواریون نے
عام کر دیا (۴) بدھ مذہب مین عام طور پر دین مین لانیکا حکم ہے مگر اوسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ جبر نکیا جاے بلکہ
ت اور ترغیب سے دین مین لائے جاوین ہنٹر صاحب لکھتے ہین[۵] کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ مذہب مین بہ نسبت اور

---

[۱] ترجمہ مختصر تواریخ اہل ہند مولفہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب صفحہ ۱۱۰ ملاحظہ ہو ۱۲ [۲] لوقا ۲۲ ملاحظہ ہو ۱۲ [۳] آئینہ تاریخ نما کا صفحہ ۹۵ ملاحظہ ہو ۱۲ [۴] اعمال ۳۴/۱۰ ملاحظہ ہو
[۵] تاریخ اہل ہند حصہ اول مولفہ ہنٹر صاحب کا صفحہ ۱۱۴ ملاحظہ ہو ۱۲

ہوتے ہونگے نہ صرف دین کے پھیلانے کی زیادہ تاکید آئی ہے بلکہ عمل اور بردباری بھی زیادہ مذہب عیسا
بھی ان سب باتوں کے اپنے مذہب میں ہونیکا دعوی کرتے ہیں — (۵) مہاتما بدھ کا مقولہ ہے کہ کل چیزیں
کی حالت میں ہیں مگر میری تعلیم کو ہرگز تغیر نہیں۔ حضرت مسیح کا قول بھی اسی کے قریب ہے وہ
آسمان اور زمین ٹل جاوینگے پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلینگی" (متی ۲۴/۳۵) (۶) کنفیوشس کی کتا
کے ۲۴ خلق میں ہے تو دوسرے کے ساتھ وہ کر جیسا تم چاہتے ہو کہ دوسرا تمہارے ساتھ کرے
اور تمام اخلاق کی یہی اصل ہے۔ انجیل متی کے باب ۷ ورس ۱۲ میں بعینہ یہی تعلیم حضرت مسیح کی
اب میں انجیل متی کے باب ۵ کی تعلیم کو دوسرے مذاہب میں دکھاتا ہوں تاکہ مسیحی بھائی سو
کریں کہ وہ عمدہ تعلیم جسپر وہ ناز کرتے ہیں اور نہایت کامل و مکمل توریت جانتے ہیں وہ
انجیل سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سیکڑوں برس پیشتر اون مذاہب میں پائی جاتی ہے جنھیں عیسا
منجانب اللہ نہیں کہتے ملاحظہ ہو — (۷) کسیکو ایذا نہ دینا اور ہر ایک پر شفقت اور مہربا
کرنا متی کے باب ۵ ورس ۲۲ میں ہے جو کوئی اپنے بھائی پر بے سبب غصہ ہو عدالت میں
سزا کے لائق ہوگا پادری عماد الدین صاحب عدم ضرورت قرآن کے صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں
"کہ حضرت مسیح نے اس حکم سے خون کے ارادے کی جڑ کو دل سے دور کیا تاکہ خون کی نوبت
ہی نہ پہونچے" میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کو چشم انصاف کھولکر بت پرستوں وغیرہ کی کتا
کو دیکھنا چاہیے کہ وہاں سیکڑوں برس پیشتر سے اس ارادے کی جڑ کو دل سے دور کیا ہے —
منوسمرتی کے ادھیائے دوم اشلوک ۱۵۹ میں ہے "ایسے کام کی اگیا دینا چاہیے جسمین کسی جی
کو تکلیف نہو اور دھرماتما آدمی کو میٹھی بانی بولنا چاہیے" اور ادھیائے ششم کے اشلوک
میں ہے "سب جیوون پر دیا رکھے" ہنٹر صاحب لکھتے ہیں "قربانیوں کے بجائے بدھ نے
بڑے فرایض مقرر کیے ہیں یعنے اپنے نفس پر قادر ہونا اور غیروں کے ساتھ شفقت سے پیش
اور ہر ذیحیات کی جان کا لحاظ رکھنا۔ راجہ اشوک شہنشاہ ہند جو بدھ مذہب کا نہایت پیرو

ملاحظہ ہو ترجمہ مختصر تاریخ اہل ہند حصہ اول مولفہ ہنٹر صاحب کا صفحہ ۱۰۰ ملاحظہ ہو ۱۲ ترجمہ مختصر تاریخ اہل ہند
کا صفحہ ۱۱ ملاحظہ ہو ۱۲ آئینہ تاریخ نما کا حصہ سوم صفحہ ۔۔۔ ملاحظہ ہو ۱۲

مسمین تھا اوسنے اپنے راج کی سرحد پر اور بڑے بڑے شہرون مین ہر طرف پتھر کی چٹان
اور لاٹون پر جو کہ وہ حکم کھدوا دیے تھے اونمین سے ساتوین حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مذہب والونکو
کچھ دکھہ مت دینا اور بیراٹ کی چٹان پر یہ کھدا ہوا ہے کہ راجہ پریہ درشی مگدھ کے سنگہ کو حکم دیتا ہے
کہ جاندار کو ہرگز نہ ستاوین الخ ۔ اب پادری صاحب انصاف سے کہین کہ پانچ چھہ سو برس
پیشتر حضرت مسیح کے ان دونون مذہبون نے خون کے ارادے کی جڑ کو کیسا دل سے دور
کیا ہے اور کس طرح صاف صاف شفقت عامہ کا حکم دیکر ایذا رسانی کا انسداد کیا ہے
انجیل مین کونسی بات زیادہ ہے جسکی وجہ سے اس حکم کے نزول کی ضرورت ہوئی (۸)
باب مذکور کے ورس ۲۸ مین بنظر شہوت عورت کو دیکھنے سے منع کیا ہے ۔ منوسمرتی کے
ادھیاے دوم اشلوک ۱۷۹ مین بھی یہی تعلیم ہے یعنی عورتون کو دیکھنا اور اونسے ملنا بالکل
ممنوع ٹھہرایا ہے (۹) اور ورس ۳۲ مین طلاق کو زنا پر منحصر کیا ہے مگر یہ بھی کوئی نیا حکم نہین
ہے بلکہ ربی شمی کی راے ہے اور حضرت مسیح کے عہد مین اکثر یہودی اسی راے کے پابند تھے
چنانچہ علماے مسیحیہ نے متی کے باب ۱۹ ورس ۳ کی شرح مین لکھا ہے "اس سوال کا جو جواب
ہمارا خداوند دیتا تو ضرور تھا کہ کوئی برا مانتا کیونکہ ربی لوگ اسکی بابت (یعنی طلاق کے) متفرق
راے رکھتے تھے بعضے سمجھتے تھے کہ جس وقت جورو اپنے شوہر کو کسی طرح رنجیدہ کرے تو ایسی
حالت مین اگر وہ اوسے طلاق دے تو واجبی کریگا پر اکثر کہتے تھے کہ زنا کے سوا کسی دوسرے
سبب سے اوسکا چھوڑنا مناسب نہین" (شرح فقرہ بائبل صفحہ ۴۱ مطبوعہ ۱۸۹۶ء لندن مطبع
ہو) تفصیل اسکی تعلیم دوازدہم مین دیکھنا چاہیے (۱۰) ورس ۳۳ مین قسم کھانیکو منع کیا یہ حکم فیثا غورث

سلہ یہ یونانی حکیم پانسو چالیس برس پہلے حضرت مسیح کے پیدا ہوا تھا اسکو علم کہانت مین کمال تھا
اکثر پیشین گوئیان اسکی سچ ہوتی تھین تحصیل علوم کے شوق مین جا بجا اسنے سفر کیا مدت تک مصر
مین رہا اور مصریون کی دینی باتون کو دریافت کیا پھر کلدانیہ کے شہرون کو گیا اور آتش پرستون کے
علوم سیکھے پھر مشرقی ممالک مین پھرتا ہوا ہندوستان مین آیا اور یہانکے ہندو فاضلون سے مختلف علوم
مین تکرار اور بحث کرکے کریٹ پہونچا یہ حکیم جاندار کی قربانی کو برا جانتا تھا اور حکم کرتا تھا یا نہ ردی کم

کی تعلیم تھی اور اسکا مقصود تھا کہ قسم کھانا اور خدا کا نام لیکر گواہی دینا حرام ہے بلکہ ہر ایک آدمی کو لازم ہے
کہ اپنے نفس پر سختی کرے اور کمالات سے متصف ہو تاکہ کسیکو اوسکی بات میں شک نرہے —
(۱۱) ورس ۳۸ سے ۴۸ تک جو تعلیم ہے اگر اوسکا ظاہری مطلب لیا جاے تو کسیطرح صحیح نہیں ہوسکتی
اسلیے مفسرین بائبل کو بھی کہنا پڑا ہے کہ ورس ۳۹ سے ۴۱ تک جو کچھ کہا گیا ہے اوس سے مقصود
صرف تحمل اور برداشت کی عادت کرنا ہی اور ۴۴ ورس میں جو دشمن کو پیار کرنیکا حکم ہے اوس سے مراد
دشمن سے مروت اور نیک سلوک کرنا ہے (دیکھو رومن تفسیر اسکاٹ اور شرح فقرہ بائبل میں
ورس مذکور کی شرح) یہ تعلیم بھی حکماء قدیم بت پرستوں کے یہاں بخوبی موجود تھی چنانچہ کنفیوشس کی
کتاب کے خلق ۳ ... میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کر اور کبھی بدی کے بدلے میں بدی نکر" اور
منوسمرتی کے ادھیاے دوم اشلوک ۱۶۱ میں ہے "دکھی ہونے پر بھی ایسی بات نہ کہے جس سے کسی کے
دل پر گھاو لگے" اور ادھیاے ششم کے اشلوک ۴۸ میں ہے کہ "اپنے اوپر کوئی غصہ کرے تو آپ
اوس پر غصہ نکرے اور اگر کوئی برائی کرے تو بھی اچھی باتوں سے اوسے خوش کرے" اور اشلوک
۴۷ میں ہے "کہ لوگوں کی بیہودہ باتوں کی برداشت کرے اور کسیکی توہین نکرے اور نہ کسی سے
دشمنی رکھے" اور اشلوک ۹۲ میں دھرم کے دس لکشن قرار دیے ہیں اون میں سے ایک لکشن
(یعنی خصلت) عفو تقصیر کرنا ہے یعنی کسی سے نقصان پاکر اوسکا نقصان نکرنا - دوسرے
غصہ کرنے والی بات پر غصہ نہ کرنا - اس مقام پر عفو تقصیر اور تحمل اور برداشت کو گویا ایمان کا جزو

اور ظاہر کرنا طریق کے ساتھ موافق کرنیکا اور والدین سے سلوک کرنے کا اور ریاضت کی عادت
رکھنیکا اور بزرگوں کی عزت و حرمت کرنیکا اور خداوند کریم کی عبادت اور اطاعت کا اسکے
نصائح میں سے یہ کلمات بھی ہیں کہ دنیا چند روزہ ہو کسیکو یہاں مقام نہیں اس واسطے
کسی سے لڑائی اور فساد کرنا نہ چاہیے بلکہ ہر طرح کی خواہشات نفسانی یعنی غصہ بدمزاجی اور زناکاری
دغابازی اور بے ایمانی وغیرہ سے انسان کو احتراز لازم ہے (دیکھو بمبئی گزٹ مطبوعہ ۲ نومبر ۱۸۹۶ء
نمبر ۲۴۶ ملاحظہ ہو) ۲ ... اس تفصیل کے لیے تکمیل الادیان ... صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۱
ملاحظہ ہو ۱۲ ... حکیم سقراط کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے اوسکے تھپڑ مارا
دوسرے ... لیکن وہ کچھ نہ بولا بلکہ ہنسنے لگا - ۱۲ منہ

قرار دیا ہی پھر اس سے زیادہ مکمل اور برداشت کی اور کیا تعلیم ہوگی غرضکہ یہ تعلیم بھی کیا حضرت مسیح کے پہلے موجود تھی اگر فرق ہے تو اس قدر کہ انجیل کے ظاہری مطلب پر مخالفین انگشت نما ہوتے ہین اور یہ کہتے ہین کہ یہ تعلیم حکما اور بت پرستون کی کتابون سے لیگئی مگر نافہمی کے ساتھ آپ پادری صاحب فرمائین کہ انجیل کی کونسی اخلاقی تعلیم ہے جو پہلے سے حکما وغیرہ مین رائج نہ تھی کیا اونھون نے اپنے علما کا مقولہ نہین سنا کہ اگر انجیل کبھی کھو جائے تو ارسطو کی دانائیون کو یاد رکھنے سے کلیسیا کو وہی فائدہ ہوگا جو انجیل سے ہوتا ۵۱ یہ تو احکام و اخلاق کا حال تھا اب عقائد ملاحظہ کرنا چاہیے جو اصل اصول مذہب مین (۱۲) مشرکین کا اعتقاد تھا کہ خدا تعالے جسم انسانی مین اوتار لیتا ہے وہی عیسائیون کا عقیدہ ہو جس طرح وہ کرشن جی کو اوتار مانتے ہین اسی طرح مسیح یہ حضرت مسیح کو جانتے ہین (۱۳) جس طرح ہنود تثلیث مانتے تھے اسی طرح عیسائی مانتے ہین تثلیث ہنود کی تفصیل ہنٹر صاحب ۵۲ اس طرح بیان کرتے ہین کہ قدیم ہنود دیوتاؤن کے خیال سے جو ویدون مین بکثرت خلط ملط پائے جاتے ہین خدائے واحد کا تصور پیدا ہوا اور اس تصور نے تین پاک صورتون مین ظہور پکڑا یعنے برہما خالق وشن حافظ شیو نیست و نابود اور پھر موجود کرنے والا ۵۳ انہین سے ہر ایک کا مصداق وید کے دیوتا پائے جاتے ہین وہ ہنوز اہل ہنود کی تثلیث کے تین اقانیم موجود ہین برہما پہلا اقنوم یا رکن ہے وشن جو اس تثلیث کا اقنوم ثانی ہے وہ مرتبہ

---

۵۱ پادری ٹھاکر داس صاحب کہیے کہ آپکی انجیل فضول ٹھہری ہو یا نہیں اب کس منہ سے آپ انجیل کی ضرورت اور قرآن مجید کی عدم ضرورت کہینگے خدا کے لیے انصاف کیجیے گا ۱۲ ۵۲ ہنٹری تواریخ کلیسیا چھاپہ بپٹسٹ مشن کلکتہ ۱۸۶۸ء صفحہ ۱۶۳ ملاحظہ ہو ۱۲ ۵۳ اگرچہ ہم یقین جانتے ہین کہ جو عقائد ہنٹر نے بیان کیے ہین وہ ہرگز خدا کی کسی کتاب مین نہین ہین اور توریت و انجیل ان عقائد سے بالکل منزہ ہے مگر چونکہ عیسائی ان عقائد کو شریعت الٰہی کہتے ہین اسلیے انکا غلطی کے لیے ہمنے انکے ماخذ کو بیان کیا ہے اور یہ امر دکھایا ہے کہ کیونکر یہ عقائد مذہب عیسوی مین داخل ہو گئے اور آخر مین کچھ مضمون ایشیاٹک کوارٹرلی ریویو کا ہم نقل کرینگے جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ مجبور ہو کر انصاف پسند عیسائیون کی بھی یہی رائے قرار پائی جو مین بیان کر رہا ہون کاش ہمارے مخاطب معز... اور نفسانیت سے علحدہ ہو کر منصفانہ نظر سے ملاحظہ فرمائین ۱۲ منہ ۵۴ ترجمہ مختصر تاریخ اہل ہند حصہ اول مطبوعہ گورنمنٹ پریس الہ آباد ۱۸۷۸ء ملاحظہ ہو ۱۲

آسمان سے نازل ہو کر زمین پر بود و باش کی تھیو اس تثلیث کا اقنوم ثالث ہو انتہے مختصرا۔

انگریز چونکہ اونھین تثلیث پرستون کے بھائی برادر اور ایک جدی ہین تو جب عیسائی ہوے تو اس تعلیم کا اثر اون مین تھا کیونکہ آبا و اجداد سے اونھون نے سنا تھا اور اوسی پر ایمان رکھتے تھے اس لیے بعد عیسائی ہونے کے بھی اونکے قدیم اعتقاد نے اپنا اثر دکھایا اور یہ عیسائی اوس تثلیث کو دوسرے طور پر ماننے لگے یعنی برہما۔ بشن۔ شیو کی جگہ اب۔ ابن۔ روح القدس کو قرار دیا اور کسی قدر معنی مین بھی تغیر کر دیا ماہرین کتب سابقہ بنظر انصاف غور کرین کہ اگر اون نصوص صریحہ سے قطع نظر کیجاے جنسے توحید محض ثابت ہوتی ہے اور اونھین اشارون اور کنایون اور مجمل نصوص کو دیکھا جاے جنسے عیسائی تثلیث ثابت کرتے ہین تو بھی تثلیث ہرگز ہرگز ثابت نہین ہوتی اگر عیسائیون کے خیال کے بموجب اونکے معنی تسلیم کر لیے جائین تو صرف تعدد ثابت ہوتا ہے پھر اون مقامات سے خواہ مخواہ تثلیث ثابت کرنا اوسی قدیم مذہبی خیال کا باعث ہے کیونکہ کلام کے معنی سمجھنے مین عادت۔ رواج۔ قدیم خیالات کو بڑا دخل ہے جب مختلف خیال کے شخصون سے کسی مجمل کلام کے معنی بیان کرائے جائین تو بالضرور یا غالباً اونمین اختلاف ہوگا اور ہر ایک شخص اپنے خیال کے مناسب اوسکے معنی بیان کریگا اسی وجہ سے عیسائیون نے اپنے پرانے خیال کے موافق توریت و انجیل کی بعض مجمل آیتون کو تثلیث پر محمول کیا اور بت پرستون کے اعتقاد کو مذہب عیسوی مین قائم کر دیا اور کلام کی حقیقت کو نہ سمجھا حیف صد حیف بر نافہمی ایشان۔

(۱۴) جو کچھ تثلیث کا حال بیان کیا اوسکے قریب قریب کفارہ کے مسئلہ کو سمجھنا چاہیے یعنی بت پرستون کے یہان دفع بلیات اور کفارہ سیئات کے لیے قربانیان ہوا کرتی تھین اور جیسا بھاری گناہ اور جیسی سخت بلا ہوتی تھی ویسی ہی بڑی قربانی کیا کرتے تھے یہانتک کہ اپنی اولاد کو ذبح کر دیا کرتے تھے عیسائیون نے یہ خیال کیا کہ جب کسی جانور یا انسان کے فدیہ ہو جانے سے ایک شخص کے گناہ بسبب خصوصیت کے معاف ہو جاتے ہین تو عام انسانون کے گناہ

ایسے فدیہ سے معاف ہو جاینگے جسکو کسی خاص انسان سے خصوصیت نہ ہوگی بلکہ ہر ایک مخلوق سے اوسکو برابر نسبت ہوگی وہ خدا تعالےٰ ہے یا اوسکا بیٹا جو صفات کمالیہ مین خدا کے برابر ہے اسی خیال پر بیبل کے بعض اشارات اور مجمل بیانات جو بطریق مجاز و استعارہ بیان ہوے تھے معاون ہوگئے اگرچہ بیبل کے اون اشارون اور مجمل بیانون کا مطلب تو کچھ اور ہی تھا مگر یہ لوگ بموجب اپنے قدیم خیال کے جو حالت بت پرستی مین تھا اونسے کفارہ مسیح کا مطلب سمجھے اور چونکہ اوس وقت بت پرستی ایک عالم مین پھیلی ہوئی تھی تو تمام خیالات کا پرتو بھی اوسی معنی کا معین ہوا غرضکہ اس طرح یہ خیال خام پختہ ہوگیا اور بعد ازان بزرگون کی تقلید چلی اور طرح طرح کی فضول تقریرین اسکے باب مین ہونے لگین مگر اصل مین اس عقیدہ کی بنیاد وہی بت پرستون کا عقیدہ ہے جو بیان کیا گیا۔

غرضکہ عیسائیونکے تمام احکام اخلاقی اور اصل اصول عقاید بت پرستون کے احکام اور عقاید کے بالکل مطابق ہین باقی رہے احکام رسمیہ اونکا بھی یہی حال ہے کیونکہ توریت کے احکام رسمیہ کو حضرت مسیح نے منسوخ نہین کیا جیسا کہ اس اختلاف کے شروع مین ہم ثابت کرآئے ہین اور بعض محقق علماے مسیحیہ نے بھی اسکو خوب ثابت کیا ہے چنانچہ پادری جان ہیری صاحب اپنے رسالہ تنظیم التوراۃ مین لکھتے ہین ــ ,,پوشیدہ نرہے کہ انجیل کے معنی خوشخبری ہین جس مین گنہگارون کی نجات کے لیے خوشی کی خبر ہے ــ انجیل مین کوئی نیا حکم نہین ہے بلکہ توریت کی شریعت مین حضرت عیسےٰ مسیح کی تعلیمات ونصایح اور معجزون کا بیان ہے خصوصاً دل کی صفائی اور محبت اور باطنی پاکیزگی کی بڑی تعلیم ہے لیکن ایک بات قابل غور کے یہ ہے کہ توریت مین عدل و انصاف کا بیان ہے مثلاً جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ پانون کے بدلے پانون جلانے کے بدلے جلانا زخم کے بدلے زخم چوٹ کے بدلے

چوتھے۔ خروج کی کتاب ۲۱ باب ۲۲۔ آیت سے ۲۵ آیت تک۔ اور انجیل مین حکم
کا مذکور ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ تمنے سنا کہ اگلون سے کہا گیا ہے آنکھ کے بدلے آنکھ اور
دانت کے بدلے دانت۔ پر مین تمسے کہتا ہون کہ شر سے مقابلہ نکرنا بلکہ جو کوئی تیرے
دہنے گال پر تمانچہ مارے تو دوسرا بھی اوسکی طرف پھیر۔ اور جو چاہے کہ تجھپر نالش کرکے
تیری قبا لیوے اوسے اپنا کرتہ بھی دے ڈال اور جو تجھے ایک کوس بیگار
لیجاوے اوسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو تجھسے مانگے اوسے دے اور جو تجھسے
قرض چاہے اوس سے منہ مت پھیر۔ تمنے سنا ہے کہ کہا گیا ہے کہ تو اپنے قریب سے
محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت پر مین تمسے کہتا ہون کہ اپنے دشمنون سے
محبت رکھو اور جو تمپر لعنت کرین اونکے لیے برکت چاہو جو تمسے عداوت کرین اونسے
نیکی کرو اور جو تمکو دکھ دین اور ستاوین اونکے لیے دعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے
جو آسمان پر ہے فرزند ہو کہ وہ اپنے سورج کو بدون اور نیکون پر طالع کرتا ہے اور
عادلون اور ظالمون پر مینہ برساتا ہے متی ۵ باب ۳۸ آیت سے ۴۵ تک۔

یون ہم دیکھتے ہین کہ توریت سے خدا تعالی کا عادل اور منصف ہونا ظاہر ہوتا ہے اور
انجیل سے اوسکا رحیم و کریم بخشندہ ہونا آشکار ہوتا ہے چنانچہ توریت مین خدا تعالی کے
عدل و انصاف کی صفتون کا بیان ہے۔ اور انجیل مین اوسکی رحمت اور بخشش اور کرم کی
کی صفتون کا بیان ہے۔ اس طرح یہ دونون کتابین باہم موافقت و مطابقت رکھتی ہین
کیونکہ اونمین خدا تعالے کے عدل اور اوسکی رحمت کی صفتون کا بیان ہے اور یہ دونون
صفتین خدا تعالے مین موجود ہین بنا بران وہ قول جو ۸۵ زبور کی ۱۰۔ آیت مین مندرج
ہے سو توریت و انجیل مین پورا ہوا یعنے رحمت اور امانت ملتے والیان ہین صداقت اور
سلامت بوس و کنار کرتیان ہین۔

بیان مذکورہ بالا سے صاف صاف واضح ہوا کہ توریت سے خدا تعالی جل شانہ کی جلالی صفتین

ظاہر ہوئین اور انجیل سے اوسکی جمالی صفتین ہویدا ہین۔

اب ایک اہم اور سنجیدہ بات کا سوال پیش آتا ہے کہ آیا توریت کے احکام چند روز کے لیے تھے یا ہمیشہ کے لیے۔ اگر کوئی کہے چند روز کے لیے تھے کیونکہ کہتے ہین کہ شریعت آنے والی چیزون کی علامت تھی اور سب فرقہ مسیحیان اس بات پر متفق الراے ہین تو اب ایک دوسرا سوال پیش آتا ہے کہ پھر حضرت عیسے مسیح نے اپنے پہاڑی وعظ مین کیون کہا ہے مت سمجھو کہ مین توریت یا نبیون کو منسوخ کرنیکو آیا ہون نہین بلکہ پورا کرنے کو آیا ہون مین تم سے سچ کہتا کہتا ہون کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجاسے نہ حرف نہ حرکت توریت سے ٹل جائیگی جب تک سب پورا نہووے۔ پس جو کوئی ان حکمون مین سے سب سے چھوٹے حکم کو ٹالدے اور آدمیون کو یون سکھلاوے وہ آسمان کی بادشاہت مین سب سے چھوٹا کہلائیگا پر جو کوئی مانے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت مین بڑا کہلائیگا۔ سو مین تم سے کہتا ہون کہ اگر تمھاری صداقت صافرون اور فریسیونکی صداقت سے زیادہ نہو تو تم آسمانکی بادشاہت مین داخل نہوگے (متی ۵ باب ۱ آیت سے ۲۰ تک)

اب ان باتون سے جو حضرت عیسی مسیح نے توریت کے احکام اور استقامت کے باب مین فرمائین کیا نتیجہ نکلتا ہے اس سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ توریت کے احکام قیامت تک جاری رہینگے کیونکہ جب آسمان و زمین کے ٹل جانیکی قید لگائی گئی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ توریت کے احکام قیامت تک جاری رہینگے پھر اوسکے احکام کے ماننے کی بابت آپ فرماتے ہین پس جو کوئی اون حکمون سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور آدمیون کو یون سکھلاوے وہ آسمان کی بادشاہت مین سب سے چھوٹا کہلائیگا پر جو کوئی مانے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت مین بڑا کہلائیگا۔

پس جب ان حکمون کے ماننے کی قید بھی لگائی گئی اور اوسکے ساتھ جزا کا وعدہ بھی کیا گیا تو اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ اون حکمونکا ماننا ایماندارون پر فرض ہے علاوہ اسکے جب یہ فرمایا کہ اگر تمھاری صداقت صافرون اور فریسیون کی صداقت سے زیادہ نہو تو تم آسمان کی بادشاہت مین کسی طرح داخل نہوگے تو یہ ایک بڑی اہم بات ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ صافر اور فریسی توریت

کے سب احکام کی تبعیت کرنے تھے یعنے اخلاقی رسمی اور ملکی تینون شریعت کی پیروی کر
پس جب کہ یہ شرط ٹھہرائی گئی کہ اگر تمھاری صداقت صافرون اور فریسیون کی صداقت س
زیادہ نہو تو تم آسمان کی بادشاہت مین داخل نہوگے تو کیسی بڑی شرط ہے کہ اسپر ایماندار
کی نجات موقوف ہے - پھر ہدایت کیا ہے کہ تم تنگ دروازے سے داخل ہو کیونکہ چوڑا ہے
دروازہ اور کشادہ ہے وہ راہ جو ہلاکت مین پہونچاتی ہے اور بہت ہین جو اس سے داخل ہوتے
کیا ہی تنگ ہے وہ دروازہ اور سکڑی ہے وہ راہ جو حیات مین پہونچاتی ہے اور تھوڑے
جو اوسے پاتے ہین متی ۵ باب ۱۳ و ۱۴ - آیت - پھر ارشاد کیا ہے نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خد
کہتا ہے آسمان کی بادشاہت مین داخل ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر عمل کر
متی ۵ باب ۲۱ آیت - پھر فرمایا ہے اسی طرح جب تم سب کو جو تمھین فرمائے گئے ہین کر چکو تو کہو ہم نکمے
ہین کیونکہ جو ہمین کرنا مناسب تھا وہی ہمنے کیا لوقا ۱۷ باب ۱۰ آیت - پھر لکھا ہے کہ تب یسوع
لوگون اور اپنے شاگردون سے خطاب کرکے کہا کہ صافر اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے
پس سب کچھ جو وہ تمھین ماننے کو کہین سو مانو اور کرو پر اونکے سے کام مت کرو کیونکہ وہ کہتے ہین
نہین کرتے - متی ۲۳ باب ۱ آیت سے ۳ تک -

اوپر کی باتون اور اور مقامون سے جو انجیل مین پائے جاتے ہین ہمارے شفیع نے اپنے حواریون
اور سب لوگون کو توریت کے احکام کے مطابق ہدایت کی اور خاص کرکے آپ نے توریت
سب احکام کو بدل و جان مانا اور اپنے نمونے اور تعلیم سے توریت ہی کے احکام کیطرف ہدایت
ہے بلکہ یہان تک کہ جب آپ بپتسما لینے کو دریاے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس گئے
لکھا ہے کہ یوحنا نے اوسے منع کیا اور کہا کہ مین محتاج ہون کہ تجھسے بپتسما پاؤن اور تو میرے
پاس آیا ہے - عیسےٰ نے جواب مین اوسے کہا کہ ہونے دے کیونکہ ہمین یون مناسب ہے کہ
جو درست ہے پورا کرین تب اوسنے ہونے دیا متی ۳ باب ۱۴ و ۱۵ آیت - اب بڑے غو
تامل کا مقام ہے کہ جب ہمارے پیشوا اور شفیع نے آپ توریت کی تعظیم کی اور اوسکے سب احکا

کو مانا اور بجا لائے تو ہم کون ہین جو کہین کہ ہمکو کچھ کرنا ضرور نہین ہے صرف مسیح پر ایمان لانا
کافی ہے دبس ہماری نجات ہو چکی — یہ تو عجیب گستاخانہ کلام ہے کیا کوئی عقلمند اسکو مانیگا
کہ خدا تعالے کے حکمون سے تو سرتابی کرین اور نجات کے لیے اتنا بڑا دعوی کرین — دیکھیے
جب ہم دعا مانگتے ہین تو کہتے ہین کہ اے خدا ہمین توفیق بخش تاکہ ہم مسیح کی پیروی کرین ہمین ہدایت
کر کہ ہم مسیح کے نقش قدم پر چلین وغیرہ بھلا پیروی کرنے اور نقش قدم پر چلنے سے کیا مراد ہے
کیا یہ نہین کہ اوسکے پیچھے پیچھے چلین اور نقش قدم سے یہ مراد ہے کہ جس راہ پر وہ گیا ہے اوسی راہ
پر ہم بھی چلین — پس جبکہ ہم دعا مین یون کہتے اور عمل اوسکے خلاف کرتے تو کیونکر ثابت ہو کہ
ہم ایماندار ہین کیا ایمان کا پھل عمل نہین ہے — چنانچہ یعقوب حواری نے بھی صاف صاف
فرمایا ہے کہ ایمان بے عمل مردہ ہے جیسا لکھا ہے اے میرے بھائیو اگر کوئی کہے کہ مین ایماندار
ہون اور عمل نکرے تو کیا فائدہ کیا ایمان اوسکو بچا سکتا ہے اگر کوئی بھائی یا بہن عریان یا قوت
لا یموت کے لیے محتاج ہو اور تمسے کوئی اونہین کہے سلامت جاؤ اور گرما گرم اور سیر رہو اور وہ
چیز جسکا بدن محتاج ہے اونہین ندو تو کیا حاصل — اسی طرح اگر ایمان کے ساتھ کوئی کہے کہ
عمل نہو تو وہ حقیقت مین مردہ ہے — ہم دیکھتے ہین کہ جب ہندوستانی لوگ دین عیسوی کو قبول
کرتے تو خواہ نخواہ انگریزی رسمون کو اختیار کرتے یعنی انگریزی لباس پہننا اور انگریزی طور
پر نشست و برخاست کرنا اور انگریزی طور پر بیٹھ کے چھری کانٹے سے کھانا کھانا وغیرہ اور یہ سب
کام اس لیے کرتے کہ وے جانتے ہین کہ ہمنے انگریزون کے وسیلے سے دین عیسوی کو پایا ہے اس
واسطے مناسب ہے کہ اونکی وضع اور طور کو بھی اختیار کرین تاکہ صاحبان انگریز جانین کہ ہم بھی مرید
ہین — حاصل کلام جب دیکھتے ہین کہ ہر ایک آدمی مین یہ خاصیت موجود ہے کہ تتبع کرنے سے
خوش ہوتا اور اوسکو اپنی سعادت سمجھتا ہے تو کیون نہین حضرت عیسیٰ مسیح کی وضع و طور کو اختیار
کرین جسنے خدا تعالے کی توریت کی پیروی کی ہے اور اوسکے نقش قدم پر چل کے خدا تعالے
کی شریعت کی پیروی کرین کیونکہ ہمارے ہادی نے اوسکی پیروی کی ہے تاکہ ہم اونہین وصل ہو جائین

ان باتون سے جو اوپر مذکور ہوئین مصنف کا یہ مطلب نہین ہے کہ توریت کے سب احکام
مثلاً قربان اور کفارہ و اور ملکی انتظام کی بابت جو قانون تھے وے سب کے سب ہنوز جاری ہین
جیسے اونکا ماننا ہمپر فرض ہے - نہین یہ اوسکی غرض نہین کیونکہ ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ توریت کے بعضے احکام فقط علامات کے طور پر تھے جو حضرت عیسی مسیح کے آنے سے پورے
ہو گئے جیسے ہیکل اور سردار کاہن اور قربان و کفارہ جو حضرت مسیح کے پیش نشان تھے اونکو
خدا تعالے نے تو خود موقوف کر دیا ہے کیونکہ نہ اب ہیکل ہے نہ سردار کاہن کہ جہان پر اور جسکے
وسیلے سے ہم قربان و کفارہ گذرانین - اور نہ ملکی شریعت کا دعوے ہے کیونکہ اوسکی بابت ایک
پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کے آنے سے دو ہزار برس پیشتر کی گئی تھی یعنی حضرت یعقوب نے جب اپنے
انتقال کے وقت اپنے بارہ بیٹون کو جمع کر کے آنے والی باتون کی خبر دی تھی تو یہ پیشین گوئی کی
کہ نہ سبط یہوداہ سے عصا اور نہ اوسکے پاؤن مین سے جاتا رہیگا جب تک شیلوہ نہ آوے اور قومین
اوسکی فرمانبردار ہونگی پیدایش ۴۹ باب ۱۰ آیت - مطابق اسکے حضرت مسیح کے آنے تک
یہودیون کی بادشاہت قائم رہی اور وہ شریعت بھی مروج پائی گئی مگر جب آپ مبعوث ہوئے
تو اونکی بادشاہت بھی جاتی رہی اور وہ ملکی انتظام کے قانون بھی موقوف ہو گئے اس سبب سے
ہم اونکو مان بھی نہین سکتے کیونکہ جب اونکی اصل ہی نہ رہی تو اونکا ماننا بھی اشکال ہے -
مگر بعضے احکام ہین جنکا دعوی ہنوز بحال ہے جیسے ختنہ اور حرام و حلال اور غسل و طہارت کے
بابت جو احکام ہین وہ ہنوز جاری ہین اور جاری رہینگے اہل تمیز اس بات کا بخوبی امتیاز کر سکتے
ہین کہ توریت کے احکام تین طرح پر تقسیم کیے گئے ہین یعنی پہلی اخلاقی شریعت دوسری رسمی
شریعت اور تیسری ملکی شریعت ان تینون سے اخلاقی تو فی نفسہ ایک ایک شخص کی ذات خاص سے
علاقہ رکھتی ہے - اور رسمی شریعت مین سے بعضے احکام ہین جنکی تعمیل بغیر ایک درمیانی کے
نہین ہو سکتی مثلاً قربان اور کفارہ گذراننا اور بخور جلانا سوا سردار کاہن کے اور دوسرے شخص کو
اوسکی تعمیل کرنیکا حکم نہ تھا - اس طرح ہم دیکھتے ہین کہ یہ کام ہمارے اختیار سے باہر ہے اور بغیر

ایک درمیانی کے اوسکی تعمیل بھی نہین ہو سکتی تیسرے رسمی شریعت مین بعضے احکام ہین
جو ہمارے ہی ذات خاص سے علاقہ رکھتے ہین مثلاً ختنہ کہ ہمارے جسم سے علاقہ رکھتا ہے
اسمین کسی درمیانی کی ضرورت نہین ہو پھر حرمت اور حلت اور بول و براز کی بابت جو احکام
ہین وہ ہماری ذات خاص سے متعلق ہین اس سبب سے اونکی تعمیل بھی ہمپر فرض ہو (تعلیم التوریت
صفحہ ۲۹-۳۸) -- اس محقق عیسائی نے بخوبی ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح نے رسمی شریعت موسوی
کو موقوف نہین کیا پس جب شریعت عیسوی مین موسوی رسمیات باقی ہین تو نہایت ظاہر
ہے کہ رسمی شریعت عیسوی بھی بت پرستونکی رسوم کے مطابق ہو کیونکہ توریت مین جو احکام رسمی
ہین وہ بت پرستون کے احکام سے نہایت مطابق ہین چنانچہ نمونہ کے طور پر اوپر ذکر کیا گیا اس
طریقے سے ثابت ہو گیا کہ تمام شریعت عیسوی بت پرستون کی رسمون کے مطابق ہو اور اگر
کوئی عیسائیون کا سا خیال رکھے تو یون کہسکتا ہے کہ بت پرستون سے لی گئی ہے اور اگر پادریصاحب
کے گمان کے بموجب توریت کی رسمی شریعت منسوخ ہو گئی تو بے تامل یہ کہا جائیگا کہ بیدینی
حکما کی تقلید ہوئی کیونکہ اس قسم کے احکام کو حکما تسلیم نہین کرتے جسکا جی چاہے دنیا کے
عقلی مذاہب کو دیکھ لے اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جس طرح بت پرستونکی تقلید منع ہو اسی طرح اون
حکما کی بھی تقلید منع ہونا چاہیے جنھون نے خدا کی کتابون کو نہین مانا اور محض اپنی عقل کے
بھروسے پر رہے کیونکہ خدا کی طرف سے نہونے مین دونون برابر ہین حاصل مذہب عیسوی
جس طرح رسمیات کے قائم رکھنے سے مورد طعن ہو سکتا ہو اسی طرح اونکے منسوخ کرنے مین فرق
صرف اسقدر ہوگا کہ پہلی صورت مین یہ کہا جائیگا کہ بت پرستونکی تقلید کی اور دوسری صورت مین
یہ کہینگے کہ بیدین حکما کی پیروی کی انجام دونون کا ایک ہے -- اب یہ کہنا کہ رسمیات توریت کے
باطنی حقائق کچھ اور ہی تھے جسکو حضرت مسیح نے آکر ظاہر کیا لہذا بمنوای آب آمد تیمم برخاست وہ
سب رسمیات موقوف ہو گئے جیسا کہ پادریصاحب کہتے ہین محض گھڑکی بنائی ہوئی بات ہے جسکے سبب سے
جاہل فریب کھا سکتے ہین اول تو وہ کون حقائق ہین جو حضرت مسیح سے پیشتر حکما اور بدھ وغیرہ

مخفی ہو گئے تھے پھر اب ظاہر کی ہوئی اشیا کو ظاہر کرنا چہ معنی دارد دوم یہ کہ جو حکیم منش عقلی مذہب کی بنیاد ڈالے اور شریعت الٰہی کو مٹانا چاہے وہ اوس شریعت کے مقلدون اور دوسرے سادہ لوحون کو اس طرح دھوکا دیسکتا ہے اور نہایت عمدگی سے ایسے ڈھکوسلے نکال سکتا ہے جیسے شریعت موسوی کے مٹنے مین عیسائی کیا کرتے ہین - مین نہایت استحکام اور سچائی سے کہتا ہون کہ اس اعتراض کا جواب وہی ہو سکتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے یعنی شریعت الٰہی مین نئے احکام ہونا ضرور نہین اور آج تک کسی شریعت مین ایسا ہوا -

حاصل پادری صاحب کا یہ اعتراض کہ شریعت محمدیہ مین بعض رسمین تو شریعت موسوی سے نقل کی گئین ہین اور بہت سی رسمین بت پرستون وغیرہ کی ہین محض نادانی پر مبنی ہے -

اس مقام پر کسی قدر وہ مضمون نقل کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہی جو ایشیاٹک کوارٹرلی ریویو اکتوبر ۱۸۸۸ء مین بعنوان (عیسائیت اور اسلام) لندن مین چھپا ہی اور علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۲۹ - جنوری ۱۸۸۹ء مین اوسکی نقل کی گئی ہے - وھو ہذا

اس امر کی وجہ معلوم کرنی چندان مشکل نہین ہے کہ پروٹسٹنٹ مشنریون کی کوشش اہل اسلام کی بہ نسبت کیون کم کامیاب ہوتی ہے - قطع نظر ہمارے مشنریون کے طرز وعظ اور امور اتفاقیہ کے یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ اسکی وجہ زیادہ تر خود اصول مذہب ہین - گو اس بات کے کہنے کے لیے جرات درکار ہے لیکن حقیقت یہ ہی کہ ہم صرف اسوجہ سے ناکامیاب ہوتے ہین کہ ہم ایک ایسا روکھا پھیکا اور خشک مذہب پیش کرتے ہین کہ جو نہ تو کچھ خیالی لطف پیدا کر سکتا ہی اور نہ عقل مین آسکتا ہے - نیک باتین جو اس عالم مین ظہور مین آتی ہین وحشی قومین اونکو ایک معمولی اور طبعی امور سمجھتی ہین مگر برائیون کو مثلاً فساد اور خرابی - کڑک اور بجلی - بیماری اور ہر قسم کی آفتون کو وہ ایک ایسی قوتون سے منسوب کرتی ہین جو مافوق الطبیعت ہین مثلاً ارواح خبیثہ اور شیاطین - چنانچہ سب سے پہلے پرستش کے جس طریقے نے دنیا مین رواج پایا وہ اون ضرر رسان قوتون کا خوش کرنا ہی اور زمانہ سلف سے اسکی یہ صورت چلی آتی ہی کہ لوگ اپنی رضا و رغبت سے

ایسے چڑھاوے اونکی نذر کرتے ہین جو اون لوگون کے نزدیک نہایت مرغوب اور پسندیدہ
ہین اور یہ وہ اس امید سے کرتے ہین کہ وہ قوتین اس طرح پر خوش ہوجاینگی قربانی چیزین
اونہین کے پاس رہنے دینگے اور اسیکا نام قربانی ہے جو ایک ایسی رسم ہے جو بہت مذہبون
مین جاری رہی ہے اور جس سے آج کے دن تک بھی ہم پیچھا نہین چھوڑا سکے لیکن اسمین کچھ
شک نہین ہے کہ اون ضرر رسان قوتون کے خوش کرنیکا یہ طریقہ سب سے زیادہ معتدل قسم
پرستش کی ہے مگر جب لوگ زیادہ مہذب ہوجاتے ہین تو یہ خیال کرنے لگتے ہین کہ امور خیر
کے وقوع اور ظہور کا باعث بھی کچھ اعلے قوتین ہین۔ پس وہ عالی رتبہ اور نیک دیوتاؤن
کی پرستش کرنے لگتے ہین اور بدون سے ڈرتے رہنے کو بھی ترک نہین کرتے ہمکو معلوم ہے کہ آریا
قومون نے انواع واقسام کے دیوتاؤن کی پرستش قائم کی تھی اور اونکی نسبت طرح طرح
کے مذہبی افسانے بنائے گئے تھے جو نسل انسانی کی بہت سی شاخون مین مختلف صورتون
مین مروج رہی ہے اور بہت ترقی پاگئی ہے اور ایسی نہین ہے کہ لوگ اوسکی جانب راغب نہون
لیکن جسقدر انسان عقل اور علم مین ترقی کرتا ہے اوسی قدر ان چیزون کی عجوبگی اوسکی نظر مین
نہین جچتی۔ چنانچہ جون جون لوگون کے خیالات ترقی پاتے گئے ویون ویون اہل روما اور
اہل ہند وغیرہ قومون کا اعتقاد جو وہ اپنے دیوتاؤن کی نسبت رکھتے تھے چپ چاپ
زوال پکڑتا گیا۔ کم ترقی یافتہ قومین اگر اپنے اولڈ فیشن کے اعتقادات کو خود ہی نہین
چھوڑ دیتین تو یہ تو اونکے لیے سخت مشکل ہے کہ اپنے اون اعتقادات کو غیر مذہبون کے سرگرم
واعظون کے حملون سے بچا سکین۔ نیا مذہب قائم کرنے کی بہ نسبت پورانے مذہبون مین رخنہ
ڈال دینا بہت آسان ہے۔ رومن کیتھلک لوگون نے پورانے آرین دیوتاؤن کے مجموعہ کو
بنا سنوار کر اور بدی کے دیوتاؤن کو نیکی کے دیوتاؤن سے بدل کر ایک نئے انداز پر مرتب کیا
اور اوسپر ایسا گہرا رنگ چڑھا دیا جسکو ہم اصل عیسائیت کہہ سکتے ہین اور وہ راہبون اور پادریون
اور پوپ وغیرہ کے ایک عجیب وغریب سلسلہ کی مدد سے ایک ایسا مذہب پیش کرتے ہین جو ایسا

نہیں ہو کہ اون لوگون کو جو ترقی کی ایک متوسط حد سے آگے نہیں بڑھے اپنی جانب مائل کر سکے
جو فی الحال آسانی سے ایسے مذہب کو قبول کر لیتے ہین جو بہت کچھ اونھین کے عقیدون ک
ایک اصلاح یافتہ صورت ہو اور اسمین کچھ شک نہین ہو کہ عیسائیت بحیثیت پشت پناہ ہو
رومن کیتھلک طریقے کے اوسکو متوہمانہ مذاہب سے مقابلہ کرنے کی ایک بڑی طاقت د
ہے - مگر برخلاف اسکے اسلام اون لوگون کے لیے جو توہمات کے چھوڑنے پر آمادہ ہون
ایسا عقیدہ پیش کرتا ہے جو عقل کے نہایت موافق ہے - چنانچہ اس عالم کون و فساد کے ا
علویکے قانون کے تابع ہونے سے مذہب اسلام وحدانیت ذات باری اور اوسکے تنہا حکم الحاک
ہونیکو ظاہر کرتا ہے اور اون سب قسم کی پرستشون کے معدوم کر دینے سے جو انسانی مشتبا
جذبات کی مناسبت سے ایک ایک بوتا ٹھہرالیا گیا ہے اوسکے اپنی صفات و منسوبات مین س
برتر ہونیکا اعتراف کیا گیا ہو اور نہ صرف مورتون اور تصویرون ہی کا امتناع کیا گیا ہو بلکہ کا
وعدا ہون اور پادریون کے سلسلہ کو بھی ملیا میٹ کر دیا گیا ہے اور بجز ایک سیدھی سادی
پرستش کے جو ایک سیدھے سادے مکان کے اندر یا باہر گل مین آسکتی ہے اور کچھ باقی نہیں
گیا ہے - پاکیزگی پاکبازی کا حکم دیا گیا ہے شراب کا امتناع ہے - تمام انسانون کے برابر ہو
وعظ ایک پسندیدہ صورت مین کیا گیا ہے اور دنیا مین نیک عمل کرنے کے اجر کا وعدہ عالم آ
مین ایک قابل فہم بہشت کے ساتھ دیا گیا ہے - پس ایک ایسا مذہب ایسے لوگون سے
کوئی مذہب نہین رکھتے بہت جلد قبولیت حاصل کر لیتا ہو - مگر جب ہم پروٹسٹنٹ طریقہ کی
متوجہ ہوتے ہین تو اوسمین کوئی ایسی بات نہین پاتے جو لوگون کے دلون کو اپنی طرف کھی
ہمنے اپنے پرانے مذہب کی ایسی باتون کی جو بظاہر خوشنما معلوم ہوتی تھین اصلاح تو کی لیکن
وہبہ نک نہین کی جو اوسکو اصل عیسائیت یا کسی ایسی حد تک پہونچا دیتی جو عقل کے موافق
کیونکہ ہمارے مذہب کے موجودہ اصول مبہم اور ناقابل فہم ہین بلکہ شاید اس مین بہ نسبت رو
کیتھلک طریقے کے عیسائیت بھی کم ہے کیونکہ جس قدر اوسمین اعمال حسنہ کے بجا لانے او

اور اپنے لیے عالم آخرت میں اپنی ذاتی کوشش سے بہتری کا سامان مہیا کرنے پر زور دیا گیا ہے
اس میں اس قدر نہیں ہے بلکہ زیادہ تر مسیح کی قربانی اور کفارہ ہی کو ذریعہ نجات قرار دیا گیا ہے اور
اس امر پر یقین رکھنے کی تلقین کی گئی ہے کہ خواہ ہم نیک عمل کریں خواہ بد بہر حالت میں گنہگار اور
تقصیر وار ہیں اور یہ کہ ہماری نجات صرف مسیح کے خون سے دھوئے جانے پر منحصر ہے۔ میں خیال
کرتا ہوں کہ میرا یہ کہنا کچھ خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ مسیح کے خون سے نجات پانیکا مسئلہ تمام پروٹسٹنٹ
اکثر فرقوں کے مذہب کی اصل و بنیاد ہے اور یہ کہ اسی مسئلہ پر تمام فرقے بطور اپنے اصول دین کے
زور دیتے ہیں لیکن ہمکو اب ذرا یہ دیکھنا چاہیے کہ جب یہ عقیدہ غیر مذہب والوں کے سامنے پیش
کیا جاتا ہے تو کیا نتیجہ پیدا کرتا ہے (یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے) کہ سب سے پہلے ہمارا مسئلہ تثلیث — وحدانیت الٰہی
کے معقول مسئلہ کو بالکل مٹا دیتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ ہم ایک
بالکل ناقابل فہم مسئلہ تین مساوی خداؤں کا بھی قرار دیتے ہیں جو حقیقت میں دیکھو تو آریا
قوم کا وہی پرانا ترگنوں کا مسئلہ ہے جو کسی طرح بھی اس لائق نہیں ہے کہ ہمارے مذہب
میں کھپ سکے۔ اس تثلیث کے یعنے تین خدا ہیں یا ایک خدا کی نسبت یعنے قابل فہم طور پر کچھ بھی قرار نہیں دیا کہ اوسکا کام
کیا ہے۔ بس ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ ایک اس قسم کا مسئلہ اپنے لیے اون لوگوں کی قبولیت حاصل کر سکے جنسے ہم
خواہش کرتے ہیں کہ وہ اپنے بہت سے خداؤں کے وجود کی توہم کو چھوڑ کر ہمارا مذہب قبول کر لیں اور ہم اسی پر بھی بس
نہیں کرتے بلکہ اون لوگوں سے یہ بھی منوایا چاہتے ہیں کہ وہ مسیح جسکا دنیا میں پیدا ہونا ایک صحیح
تاریخی واقعہ ہے نہ صرف نبی اور خدا کا پیغمبر تھا بلکہ خود خداوند عالم تھا اور ہم زور دیتے ہیں کہ جو لوگ
ہمارے مذہب میں آئیں ضرور ہے کہ وہ اس مسیح کی پرستش اور اسکو خاص خداوند تعالے سمجھکر کریں
جو ایک نہایت ہی حیرت انگیز مسئلہ ہے۔ کچھ شک نہیں ہے کہ آریا قوم کے لوگ ایسی عجیب و غریب
باتوں کے عادی ہیں جیسے دوم درجے کے خداؤں کا انسانوں کی بھلائی کے لیے اوتار بنکر دنیا
میں آنا۔ مگر جس حد کو ہم پہونچے ہیں اوسکو وہ بھی نہیں پہونچے۔ پس ہمارے اس مسئلہ کے قبول
کرنے کے لیے ایک بہت ہی بڑا ایمان درکار ہے ؛

ہمارا اسپر ذرا بھی شک نہ تو مسئلہ انسان کے کسی حالت مین بھی گناہ سے نہ بچ سکنے اور قربانی کے ذریعے سے اسکے کفارہ ہونیکا ہے اور قبل اسکے کہ ہم اوسکی نسبت کچھ کہین ہمکو یہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ قربانی کا خیال بالکل وہی پرانی اور وحشیانہ بت پوجا ہے جسکا ذکر ہم پہلے کرچکے ہین اور جسکا مدعا اون مافوق الطبیعت شریر قوتون کا خوش کرنا تھا جو دنیا مین آفتین اور مصیبتین پیدا کرتی ہین اور قطعاً ناممکن ہے کہ بت پوجا کے اس خیال کو اوس خداوند تعالی کی جو رحیم و رحمان ہو کسی قسم کی قابل فہم پرستش کے ساتھ مطابق کیا جاوے اور اس بنا پر یہ کل مسئلہ ایک بیحد درجہ کا مبہم اور ایسا ہے جو اپنی تردید آپ ہی کرتا ہے اور در حالتیکہ بعض انسان ایسے ہین کہ جنکو کسی کفارے کی ضرورت نہین مثلاً شیر خوار بچے اسلیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک نہایت ہی عجیب افسانہ انسان کے ہر حالت مین محتاج کفارہ ہونیکا اور نہایت ہی دقیق مسئلہ پہلے انسان سے گناہ کے سرزد ہونے اور اوسکی وجہ سے کل نسل انسانی کے مستوجب سزا ہونے کا ایجاد کیا ہے - اگر ہم مسیح کی طرز زندگی کی بطور ایک عمدہ نمونہ کی تعریف و توصیف کرین تو بجا اور درست ہو مگر ہم تو بجاے اوسکی زندگی کے اوسکی صلیبی موت کو اپنے مذہب کا اصل اصول ٹھہراے ہوے ہین - خاص لفظ "صلیبی" ہی گویا ہمارا اعتقاد نامہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مذہب کا لب لباب صرف صلیب کو باعث نجات اعتقاد ظاہر کرتا ہو اور صرف قربانی اور مسیح کے خون کا بہنا اور اوسکی موت بھی ایک بات ہو کہ جسپر نہایت زور دیکر ہم لوگون سے یہ منوانا چاہتے ہین کہ صرف یہی ایک ذریعہ نجات کا ہے - ہمکو مسیح سے محبت رکھنا اسوجہ سے واجب نہین ہو کہ اوسنے اپنی زندگی ہماری بہتری مین صرف کی بلکہ اس لیے واجب ہے کہ ہمارے لیے اپنی جان قربان کرڈالی ؛

علاوہ ان صریح اعتراضون کے جو ہر ایک ایسی تعلیم کی رو سے جو کسی قسم کی معقولیت کا دعوی کرتی ہو اس خونی قربانی کی نسبت جو ایک رحیم و رحمن خدا کے لیے عمل مین آئے عائد ہوتے ہین خود اِس قربانی کے خیال مین اسکی ایک ایسی تردید موجود ہے کہ جسکو دفع کرنا ناممکن ہے کیونکہ انسان کو زندگی بہت پیاری ہو اور خواہ اوسکو کیسا ہی قوی اعتقاد معاد کی نسبت کیون نہو تو بھی بنی نوع

انسان کے کسی بھلائی کے کام مین اپنی جان قربان کر ڈالنا ہمیشہ ایک نہایت ہی قابل احترام
اور دیوتاؤن کا کام سمجھا گیا ہے اور بیشک ایسا ہی سمجھا جانے کے لائق ہے پس اگر مسیح فی الحقیقت
خدا تھا اور وہ اس بات کو جانتا تھا جو اوسنے ہمکو سکھائی ہے تو اوسکا اپنی جان دیدینا ہرگز قربانی
نہین کہا جا سکتا بلکہ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک تکلیف دہ کام کا انجام بخیر تھا اور ایک اوسی
آسمانی حالت کی طرف بازگشت تھی جس سے اوسنے نزول کیا تھا۔

الغرض پروٹسٹنٹ لوگون نے گو اپنے مذہب کے زیادہ دلچسپ توہمات کی اصلاح کی مگر ان عجیب
و غریب اور ناقابل فہم بلکہ ناقابل قبول مذہبی مسئلون کو باقی رکھ لیا جو اخیر زمانے کے یونانیون کے
خراب شدہ باریک ذہنون کا ایجاد ہین۔ ہم چاہتے ہین کہ وہ لوگ جو ہمارے مذہب مین آئین
اس عجیب و غریب مسئلہ کو نہ صرف عیسائیت کا ضمیمہ سمجھکر مانین بلکہ خاص اسکو عیسائیت سمجھین اور
ہم ان مسائل کو لوگون کے سامنے نہ ایسے سرگرم واعظون کی زبان کے ذریعہ سے پیش کرتے ہین
جو ان مسکینانہ نکوئیون پر عمل کرتے ہین جن کی کتاب مقدس تعلیم کرتی ہے اور غریبون اور
مظلومون کو تسلی دیتے ہون بلکہ ایسے مشنریون کے وسیلے سے پیش کرتے ہین جنکو ہر طرح
کا آرام حاصل ہے اور عمدہ تنخواہین پاتے ہین اور لوگون سے اس امر کے خواہشمند ہوتے
ہین کہ وہ ہمارے زمانہ حال کی اس سوسیٹی مین داخل ہون جسمین ذات کا امتیاز نہایت ہی بے
اور انسان کا اعزاز و اقتدار صرف اوسکی دولتمندی پر منحصر ہے پس کیا یہ کچھ تعجب کی بات ہے
کہ اس قسم کی تعلیم سیدھے سادے اور مفلس اور تعلیم یافتہ لوگون کو کم مرغوب ہو اور تعلیم یافتہ
ہنود اوسکو بالکل قبول نہ کرے۔

رسوم و دستورات کے معاملہ مین بھی ہم مسلمانون سے ابتک بہت پیچھے ہین۔ ہم لوگون مین ایک روز
افزون میلان آرایشی و زیبایشی پرستش اور گانے بجانے اور رنگین کھڑکیون اور گرجا کی لکڑیان مرادین اور غرض
ایسی رسوم کیطرف ہے جو خداوند تعالی کی اوس اعلے درجہ کی تصور سے جسکا اظہار مسلمان اپنی سادہ طرز عبادت
مین کرتے ہین موافقت نہین رکھتا۔ ہم انسان کی مرغوبات شہوت کی طمع پر دیکر لوگون کو اپنے عبادتخانون مین

بنانیکی کوشش کرتے ہین اور اوسمین فی الجملہ کامیابی بھی ہوتی ہے لیکن اگر ہم اسکو بہ تعمق نظر دیکھین تو یہ طریقہ ایک معقول طور کی پرستش الٰہی کے کسی طرح موافق نہین ہو سکتا یہ ہو کہ اگر ہم ان لوگون کو عیسائی بنانا اور اونکی اصلاح کرنا چاہتے ہین تو ہمکو پہلے خود اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور یہ اصلاح کا کام اوس حد سے بہت زیادہ بڑھکر کرنا چاہیے جہان کہ اوس وقت ہوا تھا جسکو ریفارمیشن ،، کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اول ہمکو اپنے بشپون ۔ پادریون ۔ مشنریون اور عام عیسائی لوگون کو عیسائیت سکھلانی چاہیے پھر البتہ ہم کافرونکو عیسائی بنانیکی امید کر سکتے ہین پھر کہا ہے کہ جب مسلمانون نے سلطنت متحدہ یونان و روم کے مہذب ملکون پر قبضہ کیا تو وہ اوس سلطنت کی تہذیب وشائستگی اور علوم وفنون کے بھی وارث ہو گئے اور یہی وجہ تھی کہ اونھون نے دنیا کو نہ صرف ایک بہتر مذہب ہی عطا کیا بلکہ اوسکے ساتھ تمدن اور علوم وفنون اور تجارت کو بھی اوسکو بہرہ ور کیا حالانکہ ہمارے بزرگ اوس وقت تک بالکل وحشی تھے اور اس طرح پر اسلام کے دنیا مین قائم ہونیکے بعد ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک ہر ایک بات مسلمانون کی مسلسل ترقی کا باعث رہی اور وہ اب بھی دنیا کے کم تہذیب یافتہ حصون خصوصًا افریقہ مین ترقی کر رہے ہین یہ ٹھیک ٹھیک کہنا بہت مشکل ہو کہ اسلام کیا ہے کیونکہ وہ ہمارے مذہب کیطرح جو تمامہ آنا جیل ثلاثہ مین منحصر ہے صاف اور واضح طور پر ایک مختصر دائرہ کے اندر محدود نہین ہے اس لیے غیر مذاہب کے لوگ اس کا اندازہ صرف اوسکے نتیجون سے کر سکتے ہین چنانچہ اوسکی عام حالت تو بیان ہو چکی ہے اور کچھ شک نہین ہو کہ وہ لوگون کی طرز زندگی اور اون کے چال چلن کے ظاہرا شائستہ اور معزز بنانے مین بہت موثر معلوم ہوتا ہی اور ایک بہت بڑی خوبی اوسمین یہ ہو کہ اوسمین نہ تو کچھ مشکل مسئلے ہین اور نہ وہ شروع ہی سے لوگون کو ایسے اعتقادات پر مجبور کرتا ہے جو عقل اور ہر ایک انسان کی معمولی سمجھ کے برخلاف ہون اور اسیوجہ سے مسلمانون مین اپنے مذہب سے پھر جانیکا میلان بہت ہی کم ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذہب اسلام کے پیرو اوسکی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرنے مین کچھ شرم نہین کرتے (یعنی) اوسمین کوئی ایسی بات

نہین ہے جو اونکے لیے موجب شرم ہو) بلکہ مرد اور پیرو ویسا ہی علانیہ طور سے اعتقاد رکھتے ہین جیسے کہ ہماری عورتین عیسائیت کی نسبت پختہ اعتقاد رکھتی ہین۔ جو اخلاق اسلام نے تعلیم کیے ہین وہ عمدہ ہین اور جو لوگ اسلام قبول کرتے ہین اونکا اس برتاو کی نسبت جو ہم عیسائی ہونے والون کی ساتھ کرتے ہین بہت بڑھکر برادرانہ اور مساوی طور پر خیر مقدم کیا جاتا ہے"۔

اس مصنف عیسائی کے کلام سے دو امر ظاہر ہوے ایک یہ کہ عیسائیونکے عقائد بے بنیاد ہین اور لائق قبول نہین اور یہ تثلیث وہی آدہا کی تثلیث ہے اور یہی ہمارا مدعا تھا دوسرے یہ کہ مذہب اسلام اور مذہب عیسوی مین یہ فرق ہے کہ جیون جیون علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے ودن دون اسلام کی خوبی اور مذہب عیسوی کی برائی ظاہر ہوتی جاتی ہے۔

ساتوین بحث ارکان حج کے بیان مین

افعال حج کو پادری صاحب بت پرستونکی رسمین بتاتے ہین چنانچہ صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴ نیاز نامہ مین لکھتے ہین وہ پھر کعبہ کو سجدہ کرنیکا حکم جاری ہوا جو شہر مکہ مین بت پرستان عرب کا مندر تھا اور مسلمانون کو حکم ہوا کہ ان بت پرستون کی تمام رسوم تعمیل کرین جیسے پرکرما دینا - دوڑنا - کنکری پھینکنا - پہاڑ پر چڑھنا - بھدرا کرانا ایک کالے پتھر کو چومنا - اور سر اوسپر رکھنا - اور دور سے اوسکی طرف جھکنا -

واضح ہو کہ جس منشا سے طعن کیا گیا ہے اوسکا کافی جواب چھٹی بحث مین گزر گیا اب بیان یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آیا جو افعال حج مین کیے جاتے ہین اونکی نسبت حضرت ابراہیم کیطرف ہو سکتی ہے یا نہین مطلب اصلی بیان کرنے سے پہلے مین ناظرین کو متنبہ کرتا ہون کہ اس مقام پر پادری صاحب نے شریعت محمدیہ پر دو اتہام صریح لگائے ہین ایک یہ کہ کعبہ کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا - دوسرا یہ کہ دور سے حجر اسود کی طرف جھکنا - ہمارے فقہانے صاف صاف لکھ دیا ہے اگر کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ کرے تو اسلام سے خارج ہوجاتا ہے (حتے لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر۔ در مختار) کمال تعجب بلکہ افسوس ہے کہ پادری صاحب باین شہرہ علم اسلام کی موٹی باتونسے بھی واقفیت نہین رکھتے - اب مین اصل مطلب بیان کرتا ہون جو منصف عرب کی تاریخ پر نظر کریگا اور حضرت ابراہیم اور انبیای بنی اسرائیل کے حالات سے واقف ہوگا وہ بے تامل کہدیگا کہ افعال حج کی نسبت

حضرت ابراہیم کیطرف انکا نہایت قرین قیاس ہے تاریخ عرب سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ تمام عرب حضرت
ابراہیم کو اپنا منتہا اور اپنا جد امجد جانتے تھے اور افعال حج کو اونھین کے طرف منسوب کرتے تھے اور
ہمیشہ اونہون نے اسی خیال سے ارکان حج ادا کئے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اسیطرح کیا کرتے
تھے اور یہ ثابت نہین ہوتا کہ اوسوقت جو یہود و عیسائی وہان آئے اونہون نے حضرت ابراہیم کے وہان آنے
اور کعبہ بنانے اور ارکان حج اونکی طرف منسوب ہونے سے انکار کیا ہو بلکہ یہود[1] خانہ کعبہ کو معظم جانتے تھے اور
نذرین چڑھایا کرتے تھے علاوہ اسکے ارکان حج ایسے بھی نہین ہین کہ وہ افعال بعینہ یا اوس قسم کے حضرت
ابراہیم اور اونکی اولاد نے نکئے ہون یا اونکو جائز نرکھتا ہو اگر ایسا ہوتا تو بھی انکار کرنے کی گنجایش ہو سکتی ہے ملاحظہ
کیجئے بیکریا یعنی طواف اوسکی نسبت حضرت داؤدؑ زمانے مین زبور مین ہے کہ اے خداوند تیرے مذبح کا طواف کرونگا (زبور ۲۶ ورس ۶)
بجز اسکے تابعد سہ ارکان حج مین نہین ہے پادری صاحب نے غلطی سے اسے داخل کیا ہو البتہ شریعت موسوی اور عیسوی مین حکم
بعض وقت منڈوا کرنے کو ضروری قرار دیا ہے چنانچہ احبار کے باب ۱۴ ورس ۹ مین ہے "اور ساتوین روز
اپنے سر کے بال اور اپنی داڑھی اور اپنی بھوین غرض اپنے سارے بال منڈاوے" اور حضرت مسیح نے بھی اس حکم کو بحال
رکھا ہو متی باب ۵ ورس ۱۷ ملاحظہ ہو۔ اب پادری صاحب فرماوین کہ اگر بیکریا یا بقصد اخلاص بت پرستون کی رسم ہو تو کیا
حضرت داؤدؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بت پرستون سے سیکھا تھا (نعوذ باللہ منہ) اور اگر نہین ہے تو کیا ہو سکتا
ہو کہ ایک ہی عمل اگر انبیای بنی اسرائیل کرین تو خدا پرستون کا فعل ٹھہرے اور اگر اوسیکو بنی اسمٰعیل مین سے ایک نبی کرے
تو بت پرستونکی رسم کہی جائے پادری صاحب ذرا سوچو اور انصاف کیجئے کہ سب سے زیادہ محل طعن عیسائیون کے نزدیک افعال حج
مین حجر اسود کو بوسہ دینا ہے اسلیئے مین اوسیکا بیان کرنا کافی سمجھتا ہون عیسائی کہتے ہین کہ جس طرح بت پرست
بتون کو معظم و مکرم جانکر اونکی پرستش کرتے ہین اور اونھین بوسہ دیتے ہین اسیطرح مسلمان حجر اسود کو بوسہ دیتے
ہین مین کہتا ہون کہ نہ مطلقاً پتھر وغیرہ کی توقیر کرنی بت پرستی ہو سکتی ہے نہ خاص بوسہ دینا ایسا فعل
ہے جو پرستش سے مخصوص ہو۔ کیونکہ بت پرستی کے یہ معنی ہین کہ غیر خدا مین وہ صفت ماننا جو خدا

[1] اسیواسطے خانہ کعبہ مین اونکی تصویر بنا رکھی تھی

[2] چنانچہ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب اپنی کتاب مین کاسن ڈی پرسول صاحب کی تاریخ عرب جلد ۱ صفحہ ۲۶۹۔ ۲۷۰ سے تمام مین

کے ساتھ خاص ہے اور اس اعتقاد کے ساتھ اوسکی تعظیم کرنا اب خواہ اونکی یادگار کے لیے اونکی مورت یا کوئی اینٹ پتھر سامنے رکھ لے یا نرکھے صرف دل ہی مین اوس سے ایسا اعتقاد کرکے اونکی پرستش کیا کرے مگر چونکہ پیشتر ایسے اعتقاد والون نے یادگار کے لیے پتھر وغیرہ سامنے رکھکر اوسکی تعظیم کی ہے اسلیے بت پرستی کا لقب اونھین سے خاص ہوگیا۔ عرصہ کے بعد اونکے پیروون نے اس امر کو بھلا دیا کہ پتھر محض یادگار ہین بذاتہ پرستش کے لایق نہین ہین بلکہ خود اونھین کی پرستش کرنے لگے۔ مذہب اسلام مین حجر اسود نہ بذاتہ ایسی شے سمجھی گئی کہ پرستش کے لایق ہو اور نہ وہ ایسی شی کا یادگار خیال کیا گیا جسے باوجود غیر خدا ہونے کے خدا کی صفت اوسے دی گئی ہو اسکا ثبوت خود پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اونکے اصحاب کبار کے قول سے بتصریح موجود ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ ناقل ہین کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس آکر کھڑے ہوے اور کہا کہ انی اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ثم قبلہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے نقصان اور نفع کچھ نہین دے سکتا یہ کہکر اوسے بوسہ دیا پھر حضرت ابوبکر خلیفہ اول آئے اور اونھون نے بھی اوسکے سامنے کھڑے ہوکر وہی الفاظ کہے جو رسول اللہ نے کہے اور کہا کہ اگر رسول خدا تجھے بوسہ نہ دیتے تو مین ہرگز بوسہ نہ دیتا اسکے بعد حضرت عمر رض خلیفہ دوم حجر اسود کے روبرو آئے اور باواز بلند وہی الفاظ کہے جو رسول اللہ اور خلیفہ اول رض نے کہے تھے یہان سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ حجر اسود کو پرستش کی غرض سے ہرگز بوسہ نہین دیا جاتا بلکہ یہ فعل اوسی قبیل کا ہے جیسے کہ انبیاے سابقین نے کیا ہے مثلاً پیدایش کے باب ۲۸ ورس ۱۸ مین ہے "اور یعقوب صبح سویرے اوٹھا اور اوس پتھر کو جسے اوسنے اپنا تکیہ کیا تھا لیکے ستون کھڑا کیا اور اوسکے سر سے پر تیل ڈھالا" اور اسیکے باب ۳۵ ورس ۱۴ مین ہے "یعقوب نے اوس جگہ جہان وہ اوس سے ہمکلام ہوا ایک ستون پتھر کا کھڑا کیا اور اوسپر

یہ واقعہ امام مالک اور امام بخاری اور مسلم وغیرہم اکثر محدثین نے اپنی کتابون مین حضرت عمر رض سے روایت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رض نے مجمع عام مین بغرض اظہار یہ فعل کیا تھا اسلیے اوسکی شہرت زیادہ ہوئی ۱۲ —

تیاون کیا اور اوسپر تیل ڈالا۔ اور امبار باب ۹ درس ۱۰ اور ۱۱۔ اور گنتی باب ۷ درس ۱ بھی ملاحظہ
اب خیال کرنا چاہیے کہ جب پتھر پر تیل چڑھانا اور اوسپر تیاون کرنا (جو نہایت مرتبہ کی تعظیم تھی)
پرستش نہیں قرار پایا تو بوسہ دینا کیونکر پرستش ہو سکتا ہے۔ جو عیسائی یہ کہتے ہیں کہ اگر حجر اسود
کے بوسہ دینے کو حضرت ابراہیم کیطرف منسوب کیا جاوے تو وہ نکو بت پرستی کا بانی کہنا پڑیگا وہ
صاحب حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسیٰؑ کے اس فعل کو ملاحظہ کریں کیا یہ انبیا بت پرستی کے
بانی تھے (نعوذ باللہ منہ) اور اگر یہ انبیا باوجود پتھر کی ایسی تعظیم کے بھی بت پرست نہیں ٹھہرے
تو حضرت ابراہیم کو حجر اسود کے بوسہ دینے کی وجہ سے بت پرستی کا بانی کہنا نہایت ہی ناانصافی ہے
اب اگر کسیکو ان انبیا کے افعال پر تیل ڈالنے اور بوسہ دینے کی وجہ دریافت کرے تو مین کہتا ہون کہ
جب پیغمبر اسلام کے قول سے بتصریح ثابت ہو گیا کہ پرستش اسکی وجہ نہیں ہو تو بالضرور اسکے سوا کوئی
اور وجہ ہو گی میرے نزدیک کئی وجہین ہو سکتی ہین۔

(۱) ظاہر ہے کہ بوسہ دینا پرستش کیا تعظیم کے لیے بھی مخصوص نہیں ہے اسیواسطے میان بی بی کو
باپ بیٹے کو عاشق اپنے معشوق بلکہ اوسکے لباس وغیرہ کو اور عیسائی خصوصاً مقدس پادری صاحب
ہر ایک میم صاحبہ کو یعنی جسے دل چاہے بوسہ دیتے ہین نہایت ظاہر ہے کہ اس قسم کے بوسے تعظیم
کی غرض سے نہیں ہوتے بلکہ صرف تقاضائے جوش محبت ہوتا ہے اب اگر حجر اسود کے بوسے کو
اسی قبیل کا قرار دین تو بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خانۂ خدا کا ایک ممتاز جزو ہے اور اوس رہنمائے قدیم
کے دست مبارک کا نصب کیا ہوا ہے جنہیں اوس ہادی مطلق نے ایک عالم کے لیے سرچشمۂ ہدایت
بنایا تھا پھر کیا خدا پرستون کو اوس سے اتنی بھی محبت نہو گی جتنی باپ کو بیٹے سے ہوتی ہے۔

(۲) اور اگر یہ بوسہ اوس قبیل کا قرار دین جیسا حضرت داؤدؑ نے ساؤل کے سامنے کیا
تھا تو بھی ممکن ہے ڈاکٹر اسمتھ اپنی اسمال بیبل ڈکشنری مین لفظ اڈوریشن (یعنے
عبادت) اور لفظ کس (یعنے بوسہ) کے بیان مین لکھتے ہین کہ بادشاہ کے
فرمان کو بوسہ دیا جاتا تھا اور اظہار اطاعت کے لیے زمین کو بھی بوسہ دیتے تھے

جیسا کہ حضرت[ك] داؤد نے کیا (اول سموئیل باب ۲۴ درس ۸) نہایت ظاہر ہے کہ شاہی فرمان
کو اور بادشاہ کے روبرو کی زمین کو یا تخت کو پرستش کی غرض سے ہرگز بوسہ نہین دیتے بلکہ
اوس بادشاہ کے صرف اظہار عظمت اور اطاعت کی غرض سے یہ فعل کیا جاتا ہے جسکی طرف
یہ فرمان منسوب ہے اور جسکے دربار مین ہم آئے ہین یہان پر اوس فرمان اور اوس زمین کی تعظیم
کا خیال بھی نہین ہوتا اسی طرح حجر اسود کے بوسے کو سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر یہ خیال کیا جاے
کہ یہ خانہ خدا کا ایک ممتاز جز ہے تو خدا کی طرف منسوب ہے اور اگر اسپر نظر کیجاے کہ سرچشمہ ملت
یعنی حضرت ابراہیم کا نصب کیا ہوا ہے تو اونکی طرف اوسکو نسبت ہے غرض دونون وجہ سے اظہار عظمت
اور اظہار اطاعت ہو سکتا ہے کیونکہ پیغمبر اسلام جس طرح شریعت الٰہی کے مطیع تھے اسی طرح ملت
ابراہیمی کے۔

(۴۴) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح نماز عیسوی اور نماز محمدی مین زمین پر یا کسی اور چیز پر محض
خدا کی بندگی کے لیے سجدہ کیا جاتا ہے اور جس چیز پر سجدہ کیا جاتا ہے اوسکی تعظیم کا مطلقاً لحاظ
نہین ہوتا اسی طرح نماز ابراہیمی یعنے طواف کعبہ مین بجاے سجدہ کے حجر اسود پر بوسہ دینا قرار
پایا اور جس طرح سجدے سے خاص خدا تعالے کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اسی طرح اس بوسہ سے
اوسکی تعظیم مطلوب ہے اور جس طرح سجدہ کرنے مین زمین کی پرستش کا خیال نہین ہوتا یہان بھی
ایسا ہی سمجھنا چاہیے الغرض حجر اسود کے بوسہ دینے کے متعدد وجہین ایسی ہین جنکے سبب سے
کسی منصف کے نزدیک یہ فعل طعن کے لایق نہین ہو سکتا پیغمبر اسلام علیہ السلام کے قول نے
ہر قسم کے شبہ کو یہ جملہ کہہ کے بالکل مٹا دیا انک حجر لا تضر ولا تنفع باقی رہی بوسہ دینے کی وجہ وہ ہر
عاقل منصف موافق اپنی فہم کے نکال سکتا ہے اوسکے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اسوجہ
سے شارع نے بیان نہین کی۔ الحاصل جب عالم کا ایک بڑا گروہ یعنی بنی اسمٰعیل سب کے سب متفق

ك اگرچہ موجودہ ترجمون بیبل مین اس مقام پر حضرت داؤد کا ساؤل کو سجدہ کرنا لکھا ہے مگر داؤد کا سجدہ تو
نبی کی نظر مین سے گرتے ہین اور بالفرض اگر سجدہ ہی کیا تو وہ فعل کیا جو بوسہ سے تعظیم مین بڑھا ہوتا
پھر اگر بوسہ کو اوسپر قیاس کیا جاے تو کسی طرح جمع نہین ہو سکتا ۱۲

ہیں کہ ارکان حج حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی طرف منسوب ہیں اور اُس وقت کے بنی اسرائیل
بھی اپنے بھائیون کی تکذیب نہیں کرتے اور نہ حضرت ابراہیم اور اونکی اولاد کے افعال اونکی
تکذیب کرتے ہین بلکہ ایک طور سے تصدیق ثابت ہوتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ خواہ مخواہ اتنے بڑے
گروہ کو جھوٹا ٹھہرایا جاوے بلکہ عقل و انصاف اسیکا مقتضی ہے کہ اونکے قول کی تصدیق وہان تک
کیجاوے جہانتک کہ عقل سلیم جائز رکھے البتہ حسب عادت زمانہ بوجہ مدت دراز ہونے کے ارکان
ابراہیمی میں کچھ زیادتی ہوگئی تھی جسکی اصلاح حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا نے کردی اب مین
اس بحث کو زیادہ طول نہیں دیتا جسکا جی چاہے غایۃ الشعور فی الحج المبرور[1] اور خطبات احمدیہ
ملاحظہ کرے انمین ارکان حج کا مفصل بیان ہے[2]۔

---

[1] یہ کتاب مولفہ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم لکھنوی اول مرتبہ ۱۲۸۳ ہجری میں مطبع سرکاری دار السلطنت کلکتہ میں چھپی تھی اور دوبارہ منشی نول کشور صاحب کے ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ عیسوی میں ۲۴۴ صفحون پر چھاپی ہے۔

[2] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاشیہ میں غایۃ الشعور کے چھٹے باب کی عبارت یہان نقل کردیجائے جسمین بطور اجمال ارکان حج کے اسرار بیان کیے ہیں اور اوسکے بعد مولف نے ساتوین باب میں حج کے ہر ایک فعل کی تعداد اسرار مفصل لکھے ہیں وہ عبارت یہ ہے طواف او دوست گرد خانہ دوست و استلام حجر اسود مراد از بوسیدن سنگ آستانہ او دست سجدہ کون عبادت ازینکہ بر صفحہ عالی تراش حسب چنین می باید سود و تر پارہ حیزکردہ ام و علم پوشیدن و کشف ابادی از خانہ حون دوستش سعیش یعنی سودایات تن و دلالت بر کنہ خوشتن را میش مرجلیل القدرش برمیان نیل و خوار و مجبور اختیار میباید نمودیعنی کالیست بین الرنسال صفت حالی و ساخت و از عالم قدرت و اختیار رکه اجابل و خود را دو تر می باید انداخت آب زہاب از صفا و مروہ و از مروہ تا صفا اباست بلکہ بتلاش مرضیاتش از فات تا فات ازین سو بان سو کو بکو حیران سرگردان گردیدن میباید و ذویدن مابین میلین اخضرین ایماست انکہ در بجاآوری احکام مخالفش بی درنگی باشا بروقوف عرفات عبرت از قیام عرضہ و حشر است تر و ناخن تراشیدن اشارت بر قطع نمودن جملہ زواید و سائر فضولات ست سنگریزہ چیدن اشعر ست کہ در طلب گوہر گم شدہ مقصود خاک در بیابان ہا غربالی نمودن ضرورست کہ خود را براہ دوست ایچنین فدا نمودن شاید رمی شیطان اشارت بآن ست کہ منعہ وظلم را با دشمن خدا اروا اجات طریق محبت اخلاص دارد و ہر وقت کاآن ملعون سنگراہ طلب شدن خواہد ہم بسنگ طرد و بزراندش بر زوبلاد قصا سنج الوزیر تفسیر تحقیق تنوید خود درشیخ خصوصیات کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام از طرف حضرت حق جوان مخصص گردیدہ بود بیان (باقی بصفحہ ۲۴۹)

اختلاف پنجم

اس اختلاف مین پادری صاحب نے چند مسئلے بیان کر کے اپنے زعم مین یہ بات ثابت کی ہے کہ انمین قرآن وحدیث مخالف عقل اور معارض کتب مقدسہ ہین مگر مین نہایت افسوس سے پھر وہی بات کہتا ہون جو پہلے کہہ چکا ہون کہ ہمارے معزز مخاطب نے نہ تو قرآن وحدیث کو اچھی طرح دیکھا اور نہ توریت وانجیل کو بخوبی ملاحظہ فرمایا اور نہ غور وفکر کے ساتھ عقل صائب سے کام لیا کسی مقام پر اگر کوئی ایک کتاب دیکھ لی یا کسی عالم کی رائے نظر سے گذری اور وہ بظاہر اون مضامین کتب مقدسہ کے مخالف معلوم ہوئی جو پادری صاحب کے ذہن مین ہین بس اوسکو قرآن وحدیث کیطرف منسوب کر کے جھٹ پٹ مخالفت کا حکم قطعی دیدیا پھر کیا ایسی بے تحقیق باتون سے کسی پاک مذہب پر الزام آسکتا ہے کیا ایسی سرسری نظر سے مذہب کی تحقیق ہوسکتی ہے استغفر اللہ اسکے لیے بڑی نظر اور نہایت غور اور کمال انصاف دلی چاہیے ہمارے مخاطب ان سب باتون کو بالاے طاق رکھکر اسلام کا مقابلہ کرنے بیٹھے ہین افسوس صد افسوس اللہ اونکے دل ودماغ کو انصاف کی روشنی سے منور کرے اب ہمارے مخاطب ون مسائل پر غور کرین جنپر اونھون نے اس اختلاف مین بحث کی ہے

اجمالی مناسک حج بدین عبارت فیض اشارت افادہ می فرماید بایشان را حکم شد کہ در ہر سال یکبار خودرا والہ وشیدا ساختہ دیوانہ وار وعاشق کردار برای گردگشتن خانہ محبوب خود برہنہ سر وبرہنہ تن وبرہنہ پا ژولیدہ موی پریشان حال وگرد آلودہ از تمام زمین حجاز رسیدہ گاہی بجانب دلکشاے برزمین روبروے خانہ او گردہ ایستادہ شوند وگاہے دشمن اورا درخیال خود تصور نمودہ سنگ لعن وطرد وبیزاری را بروی اندازند وعوض جان خود جان عزیزترین مملوکات خود را براے او قربانی نمایند وبعد گرد خانہ تجلی آشیانہ او طواف کنند وبارہا کنجہاے آن خانہ را ببوسند وبلیسند تا سعی عشق ومحبت کہ در باطن ایشان کامن است در لباس صورت جلوہ گر شود ومشہود خاص وعام گردد ودرین بین باواز بلند لبیک گویان نعرہ بازنند وآتش محبت اندرونی را بآن نعرہ ہا برافروزند وبراے نمود این کیفیت مناسک حج براے ایشان مقرر شد وطواف وسعی الصفا والمروۃ وآمدورفت مزدلفہ وعرفات واقامت درمنا وذبح وقربانی وتلبیہ واحرام مشروع گشت انتہی پادری صاحب ان اسرار پر بنظر انصاف غور فرمائین اور بعض احکام عیسوی مثل عشاء ربانی وغیرہ کی اسرار کو بھی پیش نظر رکھین تاکہ قوت فیصلہ یکطرفی ڈگری یا ڈسمس نکرے ١٢ منہ

پہلا مسئلہ جھوٹ بولنا — پادری صاحب دعوی کرتے ہیں کہ توریت و انجیل میں کسی وقت اور کسی حالت میں جھوٹ بولنے کو جائز نہیں رکھا ہے اور قرآن و حدیث میں بعض وقت اسکی اجازت دی ہے۔ مثلاً ظلم و زبردستی کے وقت اپنے مذہب سے انکار کر دینا یا اصلاح وغیرہ کے واسطے جھوٹ بولنا روا رکھا ہے۔

اس امر کی تحقیق سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے چند آیات و احادیث نمونہ کے طور پر نقل کروں جنمیں جھوٹ بولنے کی سخت برائی اور اسکی ممانعت اور ہر حالت میں سچ بولنے کی تاکید ہو اسکے بعد پادری صاحب کے شبہہ کا جواب دیا جائیگا۔

(١) قرآن مجید کے تیسرے پارے کے چودھویں رکوع میں اللہ تعالے اپنے نبی کو اس کہنے کی تعلیم فرماتا ہے فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ یعنی ہم لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔

(٢) ١٨ پارے کے ٧ رکوع میں ہے اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ کہ لعنت خدا کی اوسپر جو جھوٹا ہے ان دونوں آیتوں کا بعینہ وہی مضمون ہے جو پادری صاحب نے مکاشفات ٢٢ باب ١٥ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

(٣) ١٧ پارہ ١١ رکوع میں ہے وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ بچتے رہو جھوٹی بات سے۔

(٤) منصور صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کو تلاش کرو یعنی قصد کرکے سچ بولو اگرچہ تم اپنی تباہی اوسمیں سمجھو کیونکہ دراصل وہمیں نجات ہے اس حدیث میں ہر حال میں سچ بولنے کی صراحۃً تاکید ہے۔

عن منصور بن المعتمر قال تحروا الصدق وان رأیتم ان الهلکة فیه فان فیه النجاة (ترغیب ترہیب)

(٥) ابو امامہ صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جو شخص ہنسی کی راہ سے بھی جھوٹ نہ بولے اوسکے لیے ایسے مکان کا میں ضامن ہوں جو بیچا بیچ جنت کے ہوگا دیکھیے کہ یہاں ہر حال میں سچ بولنے کی کیسی ترغیب ہے۔

عن ابی امامة عن النبی قال انا زعیم ببیت فی وسط الجنة لمن ترک الکذب وان کان مازحا (ابوداؤد و ترمذی)

(۶) — صفوان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مسلمان نامرد ہو سکتا ہے فرمایا ہاں پھر دریافت کیا گیا کہ آیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے فرمایا ہاں — پھر دریافت کیا گیا کہ آیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے فرمایا نہیں — اس حدیث میں صاف طور سے اسلام کی علامت سچائی قرار دی ہے اس سے زیادہ ہر حال میں سچ بولنے کی تاکید اور ترغیب اور کیا ہوگی —

عن صفوان بن سلیم قال قیل یا رسول اللہ ایکون المؤمن جبانا قال نعم قیل لہ ایکون المؤمن بخیلا قال نعم قیل لہ ایکون المؤمن کذابا قال لا (مالک)

(۷) — حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام بری عادتوں سے زیادہ ناپسند جھوٹ تھا جب جس کسی کے جھوٹ پر آپ مطلع ہو جاتے تو جب تک وہ اس سے توبہ نکر لیتا تھا اور اس بدعادت کو چھوڑ نہ دیتا تھا تو آپ اوس سے کبھی صاف نہیں ہوا کرتے تھے —

عن عائشہ رض قالت ما کان من خلق ابغض الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الکذب الخ (احمد وغیرہ)

(۸) احادیث کثیرہ میں جھوٹ کو اکبر الکبائر میں شمار کیا ہے یعنی جو گناہ سب گناہوں سے بڑے ہیں اون میں ایک جھوٹ بھی ہے — اور منافق کی نشانی بھی اسے اکثر حدیثوں میں فرمایا ہے اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ جو رسول اکرم جھوٹ کو اکبر الکبائر قرار دے اور سچ کو اسلام کی نشانی ٹھہرائے اور ہر حال میں سچ بولنے کا حکم کرے اوس پر یہ الزام لگانا کہ اوسنے جھوٹ کی اجازت دی ہے کیسی سخت ناانصافی ہے — انصاف سے فرمائے کہ جس قدر جھوٹ بولنے کی ممانعت اور سچ بولنے کی تاکید میں قرآن و حدیث سے نقل کیا گیا کتب سابقہ میں اسکے کوئی نامدار بیان ہوا ہے جس سے آپ مذہب موسوی اور عیسوی کو جھوٹ سے بالکل بری خیال کر رہے ہیں اگر کہیں ہو تو بیان کیجیے اور اگر نہیں ہے (اور واقع میں نہیں ہے) تو کیوں مذہب اسلام پر جرح کی کیجاتی ہے خدا سے ڈرنا چاہیے —

اب آپ وہ مقامات پیش کرینگے جہاں سے جھوٹ بولنے کی اجازت آپ سمجھے ہیں لہذا میں

اوسکی تفصیل کرتا ہوں ۔

پہلا مقام جہان آپ جھوٹ کی اجازت بیان کرتے ہین حالت جبر و اکراہ مین مذہب سے انکار کر دینا واقع ہو
مذہب اسلام مین کہین ایسا تو حکم نہین ہے کہ زبردستی اور ظلم سے مذہب کا انکار کر دو بلکہ پیغمبر علیہ السلام کا
[illegible] باللہ [illegible] و ان قتلت او حرقت
ارشاد ہے — کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نکر اگرچہ تو قتل کر دیا جاے
یا جلا دیا جاے اصل مسئلہ اسلام کا یہ ہے مگر چونکہ مذہب اسلام ہر طرح کی افراط و تفریط سے بالکل
بری ہے اور خدا تعالے نے تمام عالم کے لیے اُسے رحمت قرار دیا ہے اس لیے فطرت انسانی کے
مطابق بنایا ہے اور کوئی حکم اسمین ایسا نہین رکھا جو کسی فرد بشر کی طاقت سے خارج ہو اور اوس
مجبور ہو کر رحمت الٰہی سے دور ہو جاے اسواسطے اگرچہ یہ حکم دیا کہ سخت تکلیف مین بھی مذہب کا انکار
نکرے مگر اوسکے ساتھ ہی ضعیف و ناتوان کے حال پر رحم کر کے اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا
حاصل یہ ہے جو ایمان لانے کے بعد دل سے کافر ہو گیا اوسپر خدا کا غضب ہے اور اوسکے لیے
سخت عذاب ہے مگر جو کوئی ظلم اور زبردستی سے انکار کرے اور دل مین ایمان قائم رکھے اوسکے
لیے یہ سزا نہین ہے اس امر کو لحاظ رکھنا چاہیے کہ حالت مجبوری مین بھی مذہب سے انکار کرنیکا حکم
نہین ہے (جیسا کہ پادری صاحب ظاہر کرتے ہین) بلکہ بر تقدیر انکار کر دینے کی سزا سے درگذر کرنیکو ارشاد
فرمایا ہے بیشک یہ ارشاد اوسی ارحم الراحمین کا ہے جو اپنے بندون پر نہایت رحم کرنے والا ہے کیا
اسمین کسیکو شبہہ ہو سکتا ہے کہ بعض انسان سخت سے سخت تکلیف مین بھی مضطر نہین ہوتے اور
بعض تھوڑی ایذا مین بیقرار ہو کر اختیار سے باہر ہو جاتے ہین اور ضبط و تحمل اونکی طاقت سے خارج
ہوتا ہے پھر کیا وہ سزا کا مستحق ہو سکتا ہے جسے مضطر و بے اختیار کر کے جرم کرایا گیا ہو ہرگز نہین ہرگز نہین
دیکھو دنیا مین تمام عادل بادشاہون کے دستور و قوانین بس اسلام کا مسئلہ وہی ہے جسپر تمام دنیا
کے عاقلون اور عادلون کا اتفاق ہے اور کوئی اوسے [illegible] نہین سمجھتا بلکہ عین انصاف جانتے
ہین ۔ قرآن مجید مین یعنی اوس کتاب مین جسے ہم بالیقین کلام خدا اعتقاد کرتے ہین صرف یہی
ایک مقام تھا جہان سے پادری صاحب جھوٹ کی اجازت ثابت کرتے تھے اسکے سوا اور کسی مقام پر

اس اجازت کا ایما اور اشارہ بھی نہیں ہے۔ البتہ بعض حدیثون مین ایسا بیان ہوا ہے جس سے تین مقامون پر جھوٹ کی اجازت سمجھی گئی ہے مثلاً ایک روایت ہی ام کلثوم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی امر مین جھوٹ بولنے کی اجازت نہین دیتے تھے مگر لڑائی مین اور صلح کرنے کی غرض سے اور خاوند کو جورو کے راضی کرنیکے لیے اور جورو کو خاوند کی خوشنودی کے لیے۔ اور اسما بنت یزید سے بھی اس قسم کی روایت ہے مگر شروع روایت مین یہ مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تمھین کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے کہ تم جھوٹ پر ایسے گرے جاتے ہو جیسے پتنگا آگ مین کل جھوٹ انسان پر حرام ہین مگر تین الخ۔

ان حدیثون سے تو یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ تین مقام کے سوا اور کسی جگہ جھوٹ کی اجازت نہیں باقی رہو یہ تین مقام اسکے بارے مین محققین نے لکھا ہے کہ یہان اصلی جھوٹ مراد نہین ہے کیونکہ جو احادیث اوپر نقل کی گئین اونسے مطلقاً جھوٹ کی ممانعت ظاہر ہے لہذا اس سے مراد توریہ ہے یعنی ایسی بات کہنا کہ حقیقت مین سچی ہو مگر سننے والا اوسکے مطلب کو نہ پہونچے بلکہ دوسرے معنی مراد لے جو واقع مین غلط ہون۔ اسکا حاصل یہ ہوا کہ حقیقی جھوٹ تو ہر حال مین ممنوع ہے باقی رہا اس قسم کی دو پہلو بات کہنا وہ بھی اسلام مین جائز نہیں جھوٹ مین داخل ہے مگر ان تین حالتون کے اور یہ تینون حالتین ایسی ہین جن مین غور کرنے سے ہر ایک فہمیدہ کہہ سکتا ہے کہ ان حالتون مین ایسے خفیف جرم کا مرتکب ہونا کسی طرح حرف گیری کا باعث نہیں ہو سکتا۔ خیال کرنیکا مقام ہے کہ اگر اس خفیف جرم سے ہزارون بلکہ لاکھون جانین تلف ہونیسے بچ جائین اور وہ نعل سبب چراغ (یعنے روح انسانی) جس سے قیامت تک لاکھون کیا کروڑون چراغ روشن ہو کر عالم کو منور کرینگے باد مخالف سے محفوظ رہے اور نہ خاک نہ ہونے پائے یا وہ باہمی نزاع جسکا انجام کسی وقت بربادی نظام قوم اور ملک بلکہ برہمی نظام عالم ہے مٹ جائے تو کس عاقل کے نزدیک اوسکا ارتکاب باعث انگشت نمائی ہو سکتا ہے اسیطرح وہ باہمی رشتہ جسے خدا تعالے نے اپنی حکمت بالغہ سے عورت و مرد کے درمیان قایم کیا ہے اگر اس ہلکی برائی سے مستحکم اور مضبوط

ہو جاوے اور نوبت افتراق اور قطع رشتہ کی نہ آوے تو کون عقلمند اسکو ناجائز کہہ سکتا ہے۔
واقعی یہ بات کہ جب اس نفع عظیم پر نظر کیجاتی ہے جو اس خفیف جرم سے حاصل ہوا تو اس کے
ہیں کسیطرح تامل نہیں ہو سکتا کہ اس وقت یہ جرم جرم نہیں ہے۔ اور پادری صاحب کا ان ا
اہم کو خفیف سمجھنا انکی دانشمندی سے نہایت بعید ہے اگر میرے بیان میں غور کرینگے تو غا
اپنے خیال کو بدل دینگے۔ قرآن و حدیث میں جو کچھ اس مسئلے کی بابت حکم تھا وہ بیان تک
کیا گیا اس سے زیادہ جو پادری صاحب نے صورتیں بیان کی ہیں وہ انکی خوش فہمی ہے۔
یہ توریہ جسکو شریعت محمدیہ نے صرف تین مقام پر جائز رکھا ہے کتب سابقہ میں بہت جگہ پایا
(پہلی مثال) حضرت ابراہیم سے جو تمام دنیا کے لیے سرچشمۂ ہدایت تھے اور جنکی نسبت اللہ
توریت میں یوں فرماتا ہے کہ ابراہام نے میری آواز سنی اور میری تاکید کو اور میرے حکموں اور میرے
قانونوں کو اور میری شرعوں کو حفظ کر لیا ہے (پیدائش ۵/۲۶) بخوف جان اپنی بی بی سارہ کو بہن
کہا اور انہیں اپنے آپ کو بھائی کہنے کی تعلیم کی[۱] اگرچہ سارہ حضرت ابراہیم کی علاتی بہن
تھیں اس جہت سے یہ کلام سچ ہے مگر مخاطب اس کلام سے یہ سمجھا کہ بیوی نہیں ہیں اور انکا
مقصود بھی یہی سمجھانا تھا اس نظر سے یہ کلام جھوٹ ہے (دوسری مثال) حضرت اسحاق نے
اپنی بیوی کو بہن کہا ہے[۲] (تیسری مثال) خداوند تعالے نے حضرت سموئیل کو حکم کیا کہ یسی
کے بیٹے حضرت داؤد کو مسوح کرنے (یعنی بادشاہ بنانے) جا سموئیل بولا کہ میں کیونکر جاؤں گا
ساؤل سنیگا تو مجھے مار ہی ڈالیگا خداوند تعالے نے فرمایا کہ ایک بچھیا اپنے ساتھ لے جا
کہہ کہ میں خداوند کے لیے قربانی کرنے آیا ہوں[۳] - یہ کلام اگرچہ صحیح ہو مگر ایک غلط امر[۴] یقین د
کے لیے ایک حیلہ تعلیم کیا گیا ہے۔

اب ہم اپنے علما کی رائے بھی اس مسئلے میں بیان کیا چاہتے ہیں جسکی وجہ سے غالبا پادری صاحب

[۱] پیدائش باب ۱۲ درس ۱۳ و باب ۲۰ درس ۲ ملاحظہ ہو ۱۲ [۲] پیدائش ۷/۲۶ ملاحظہ ہو ۱۲ [۳] سموئیل ۲/۱۶ ملاحظہ ہو ۱۲ [۴] یعنی یہ کہ میں کسیکو مسوح کرنے نہیں آیا ۱۲

جو دھوکا لگا سبب ہمارے علما اس باب مین مختلف[۱] ہین بعض کہتے ہین کہ حقیقی کذب کسی حالت

مین جائز نہین ہے۔ مسلب نے کہا کہ حقیقی جھوٹ کسی دینی امر مین ہرگز جائز نہین ہے اور یہ

امر غیر ممکن ہے کہ وہ ذات بابرکات جھوٹ کا حکم کرے جسکا یہ

مقولہ ہو کہ جو شخص مجھپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم مین کرے

اس گروہ کی سند وہی آیات اور احادیث ہین جو اوپر نقل کی گئین

اور بعض نے مقامات مخصوصہ پر اسکے جواز کا حکم دیا ہے الحکایہ مقولہ

> قال المسیب یجوز الکذب الحقیقی فی شی من الدین اصلا قال وحال ان یامر بالکذب من یقول من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (نیل الاوطار)

ہے کہ مطلقاً کلام (خواہ سچ ہو یا جھوٹ) بیان مطلب کے لیے ذریعہ ہے پھر اگر وہ مطلب عمدہ

اور نیک ہے اور اوس عمدگی اور نکوئی کا حصول بغیر کذب کے ممکن نہین تو اسکی برائی کی کوئی

وجہ نہین ہو سکتی یہ اونکا خیال گرچہ بظاہر عقل پر مبنی معلوم ہوتا ہے مگر میرے نزدیک عقل کے

علاوہ یہود و نصاریٰ کا اختلاط اسکا بڑا سبب ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ مذہب یہود و نصاریٰ

مین نیک مقصد حاصل کرنیکے لیے جھوٹ بولنا صرف جائز ہی نہین بلکہ مستحسن تھا۔ یہ مستحسن

یہود مین تو بہت پہلے سے تھا مگر عیسائیون مین دوسری تیسری صدی سے اسکا شیوع ہوا

اور جس وقت صداقت اسلام کا دریا موجزن تھا اوس وقت عیسائیون مین بطالت اور کذب کا

طوفان اوٹھا ہوا تھا پھر جب ان طوفان کے ڈوبے ہوؤن کی اسلام نے دستگیری کی اور

لاکھون یہود اور عیسائی مسلمان ہو گئے تو اونین اوس طوفان کا اثر باقی رہا بلکہ اونکی وجہ سے

دورون مین متعدی ہوا اسوجہ سے یہ رائے قائم ہوئی جسپر پادری صاحب طعن کر رہے ہین مذہب

---

[۱] نیل الاوطار مین ہے قال الطبری ذہبت طائفۃ الی جواز الکذب لقصد الاصلاح وقال الآخرون لا یجوز الکذب فی شی مطلقا وحملوا الکذب المراد ہنا علی التوریۃ والتعریض وبالاول جزم الخطابی و بالثانی جزم المہلب والاصیلی وغیرہما صاحب نیل الاوطار دونون فریق کے اقوال نقل کرکے کہتے ہین والحق ان الکذب حرام کلہ بنصوص القرآن والسنۃ من غیر فرق بین ما کان منہ فی مقصد محمود او غیر محمود ولا یستثنی منہ الا ما خصہ الدلیل من الامور المذکورۃ انتہی یعنی حق یہ ہے کہ بتصریح قرآن و حدیث کل جھوٹ حرام ہین خواہ نیک مقصد کے لیے بولا جائے یا بد کے لیے کوئی جھوٹ اس سے مستثنیٰ نہین ہے مگر وہی چند (یعنی تین) امور مذکورہ جنکو حدیث نے خاص کر دیا ہے غرض یہ کہ جب توریہ بھی جھوٹ مین داخل کر دیا گیا تو حدیث کا مطلب یہ ٹھہرا کہ کل حقیقی جھوٹ اور توریہ سب کے سب حرام ہین مگر صرف تین مقام پر توریہ یعنی دو پہلو بات کہنا درست ہے

اسلام سے اسے کچھ تعلق نہیں ہے ۔ اور یہ جو پادریصاحب نے لکھا ہے کہ کتاب مقدس مین
ایک جگہ بھی اجازت نہیں دی کہ آدمی کسی حالت مین جھوٹ بولے" محض غلط ہے مین چند شواہد
کتاب مقدس سے نقل کرتا ہون جس سے پادریصاحب کی غلطی اظہر من الشمس ہو جاویگی ۔

(شاہد ۱) خروج کے باب ۳ ورس ۱۸ مین خدا تعالے کا خطاب حضرت موسی کو اس طرح سے ہے
"تو اور اسرائیلیون کے بزرگ مصر کے بادشاہ کے پاس جائیو اور اوسے کہیو کہ خداوند عبرانیون
کے خدا نے ہمسے ملاقات کی اور اب ہم تیری منت کرتے ہین ہمکو تین دن کی راہ بیابان
مین جانے دے تاکہ ہم خداوند اپنے خدا کے لیے قربانی کرین" یہان صریح تعلیم کذب ہے کیونکہ
مقصود تو اوس ملک سے نکلنا تھا نہ تین دن کی راہ پر قربانی کرنا ۔

(شاہد ۲) خروج کے باب ۱۱ ورس ۱ و ۲ مین ہے "خداوند نے موسی سے کہا کہ مین فرعون اور
مصریون پر ایک بلا لاؤنگا سو اب تو لوگون کے کانون مین کہہ کہ ہر ایک مرد اپنے پڑوسی اور ہر ایک
عورت اپنی پڑوسن سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن عاریت لیوے" یہان بخوبی جھوٹ
بولنے اور فریب دینے کی تعلیم دی گئی کیونکہ مطلب یہ تھا کہ مصریون کا مال و اسباب لیکر چلے جاوین
مگر ظاہر طور سے ملنا غیر ممکن تھا اسلیے یہ بہانہ سکھایا گیا کہ اونسے عاریت مانگو اور مطابق اس تعلیم کے
بنی اسرائیل نے کیا اور مصریون کا بہت مال و اسباب لیکر چلے گئے اور ایسے مقامات تو بہت
ہین جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت جھوٹ بولنا فریب دینا خدا کی ناخوشی کا باعث نہین
ہے مثلاً الیسع نبی نے اپنے دشمنون سے جھوٹ بول کر اونہین فریب دیا[ف۱] اور خدا تعالے کی خوشنودی
اونپر ویسی ہی رہی جیسی تھی مگر جب بتصریح جھوٹ بولنے اور فریب دینے کا حکم ہمنے ثابت کر دیا
تو ایسے مقامون کی نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔

(شاہد ۳) متی کے باب ۱۶ ورس ۲۰ مین ہے "تب اوسنے اپنے شاگردون کو حکم کیا کہ کسو سے
نہ کہنا کہ مین یسوع مسیح ہون" یہان درپردہ جھوٹ بولنے کی اجازت ہے کیونکہ جب امر حق کے
پوشیدہ کرنے کا حکم فرمایا تو صریح پایا گیا کہ اگر وقت استفسار بیان کی ضرورت پڑے تو خلاف حق

ف۱ ۲ سلاطین باب ۶ ورس ۱۶ سے ۲۰ تک ملاحظہ ہو ۱۲

یعنی کوئی ناراست بات کہدو اور اس قسم کا حکم حضرت مسیح نے بتاکید[1] بارہا کیا ہے لہذا خوف کی وجہ جھوٹ بولنے کی اجازت ثابت ہوئی۔

(شاہد ۴) حضرت مسیح نے عید کے خیمے میں جانے سے انکار کیا اور پھر چپکے گئے دیکھو یوحنا باب ۷ ورس ۸-۱۰ اگر یہاں بالفرض حقیقی جھوٹ نہ مانا جائے تو توریہ یعنی دو پہلو بات ضرور ہے جسکو شریعت محمدیہ میں بجز تین مقامات کے اور کسی محل میں جائز نہیں رکھا۔

(شاہد ۵) مرقس کے باب ۵ ورس ۳۹ میں حضرت مسیح کا قول سردار کی لڑکی کے بابت اس طرح منقول ہے "کہ تم کاہیکو غل کرتے اور روتے ہو لڑکی مری نہیں بلکہ سوتی ہے" حالانکہ رومن کاتھلک اور پروٹسٹنٹ بالاتفاق کہتے ہیں کہ وہ لڑکی مرگئی تھی حضرت مسیح کے معجزے سے زندہ ہوئی لہذا بالضرور یہ کہنا پڑیگا کہ سردار کی تسلی کے لیے ناراست بات کہی گئی الغرض تسلی کے لیے جھوٹ بولدینا حضرت مسیح کے اس فعل سے جائز ثابت ہوا۔

(شاہد ۶) حضرت پولوس نامہ رومیوں کے باب ۳ ورس ۷ و ۸ میں فرماتے ہیں۔ "پھر اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اوسکے جلال کے لیے زیادہ ظاہر ہوئی تو مجھپر کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے اور ہم کیوں برائی نہ کریں تاکہ بھلائی نکلے" یہاں سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ شریعت عیسوی میں حاشا نیک مقصد کے لیے جھوٹ بولنا کسی طرح برا نہیں ہے یہ عیسائیوں کی مقدس کتاب ہی جس میں اس عموم اور فراخی کے ساتھ جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے[2] افسوس اون بیخبر عیسائیوں پر کہ جس امر کی اجازت اونکی کتاب میں جابجا دیگئی ہے اوسے ناجائز قرار دیکر مقدس مذہب اسلام پر الزام لگاتے ہیں جس سے وہ بالکل بری ہے۔ یہانتک

[1] متی باب ۵ ورس ۳۹-۴۱ و باب ۹ ورس ۲۷-۳۰ و باب ۱۲ ورس ۱۶ و ۱۷ ملاحظہ ہو

[2] پادری ٹھاکر داس صاحب نے جو عدم ضرورت قرآن میں قرآن مجید کے قاصر اور انجیل کے کامل ہونیکا شور مچا رکھا ہے شاید وہ ایسی ہی تعلیمات کی وجہ سے ہے اگر ایسی تعلیم کے ہونے سے تمام کہدینا صحیح ہو تو بے شبہ قرآن مجید قاصر ہے اس میں ہرگز یہ تعلیم نہیں ہے مگر اہل حق اسکو تکمیل کہینگے نہ قصور ۱۲

تو کتب عہد عتیق و عہد جدید کے شواہد جھوٹ کے جواز مین نقل کیے گئے اب کتب تواریخ سے ان کتابون کے ماننے والون کا حال لکھا جاتا ہے کہ اونپر کہان تک اس تعلیم نے اثر کیا تھا اور اونکے نزدیک مقدس جھوٹ صرف جائز ہی تھا یا اوس کو کچھ بڑھا ہوا مرتبہ رکھتا تھا۔

کتاب کرسچین ماتھولوجی ان ویلد مین مرقوم ہے کہ "کلیسیا کا وہ شریف و راستباز فرزند موشیم جسکی سند اور مسلم صداقت مین پادریون کو بھی کبھی کلام نہین ہوا ہے امر ذیل کی تصدیق کرتا ہے پیروان افلاطون اور فیثاغورس نے اس امر کو ایک اصول قرار دیا تھا کہ صدق و پرہیزگاری کے مطالب کی ترقی کی غرض سے دھوکا دینا اور نیز بروقت ضرورت جھوٹ کا استعمال کرنا صرف جائز ہی نہین ہے بلکہ مستحسن ہے۔ یہودیان سکندریہ نے حضرت عیسیٰ کے آنے سے پیشتر اس اصول کو انسے (یعنے پیروان افلاطون و فیثاغورث سے[1]) سیکھا اور اخذ کیا تھا جیسا کہ بیشمار تحریرات سابقہ سے بلا حجت و اعتراض ثابت ہے اور عیسائیون پر اس مضر غلطی نے ان دونون ذریعون سے اثر کیا جیسا کہ ان بیشمار کتابون سے جنکو نامی و گرامی اشخاص کیطرف اتہاماً منسوب کیا ہے ظاہر ہے۔ خلاصہ مصدر صرف دوسری صدی کیطرف اشارہ کرتا ہے جبکہ بیشمار اناجیل و خطوط وغیرہ حسب بیان موشیم غلط موضوع ہوئی تھین اور غلط منسوب کی گئیں تھین۔"

مگر چوتھی صدی مین اس مروجہ اصول مین کہ دینی مطالب کی ترقی کے واسطے دھوکا دینا اور جھوٹ بولنا نہایت ثواب کا کام ہے بہت کم استثنا وقوع مین آئے ہین۔ بلا مثل دوسری صدی کے ذکر مین بیان کرتا ہے کہ خواہ مزدورون اور کذابون کی اشد بیحیائی خواہ معتقدین کی قابل افسوس سریع الاعتقادی کے لحاظ سے یہ ایک نہایت خراب زمانہ تھا اور مقدس جھوٹ مین اور سب زمانون سے سبقت لیگیا تھا کسوبن اس طرح شاکی ہے کہ مجھکو دین عیسوی کے ابتدائی زمانے مین اس بات کے دریافت ہونے سے رنج ہوا کہ بہت سے لوگ کلام ربانی کو اپنی اختراعات سے مدد دینے سے نامودی سمجھتے تھے

لہ جب توریت مین بصراحت اسکی اجازت موجود ہے تو افلاطون اور فیثاغورث پر تہمت لگانا فضول ہے البتہ اس سے کہ اتفاق نے اونکی جرات بڑھادی ہوگی جسکی وجہ سے اس فعل کا استعمال اونکے دنون مین رائج ہوگیا ہوگا۔

ہمین غرض کہ ہمارے نئے عقیدے کو عقلاے کفار گوش دل سے سنین"۔ (صفحہ ۸۰-۸۲)

اسی کتاب مین یہ بھی بیان ہے" اور جب کبھی معلوم ہوتا تھا کہ انجیل ہر امر مین اہل دین کے مطالب یا حکام ملکی کے اغراض کے جو اونکے ساز رکھتے تھے موافق نہین ہے تو ضروری تحریفات کر لیجاتی تھین اور طرح طرح کے مقدس جھوٹ اور جعلسازیان کچھ معیوب ہی نہ تھین بلکہ بہت سے پادریون نے اونکو جائز قرار دیا تھا"۔ (صفحہ ۵۲)

اسی کتاب مین ایک اور مقام پر یہ بیان ہے" اول کی تین صدیون کے لحاظ سے ہمکو اپنے دین کی صحیح تاریخ کا کچھ علم نہین بجز اوسکے جو نہایت خراب اور بگڑے ہوئے ذریعون سے حاصل ہوتا ہے کسواسطے کہ اون اہل سیر کی روایتین اور حکایتین جو اوس زمانے مین گذرے تھے ذرا بھی اعتبار کے قابل نہین ہین یہ محض مقدس جھوٹ اور جعلسازیون کی وجہ سے مشہور ہین مگر ان معدودی کرپون اور ہنرون مین بھی یوسی بیس بشپ قیصریہ صدی آیندہ مین اونسے بھی سبقت لیگیا جسکا کلام حق کو چھانٹ چھونٹ کر دین کے عام مطالب سے موافق کر دینے مین کوئی ہمسر تھا۔ وہ خود براہ فخر بیان کرتا ہے کہ جس سے ہمارے دین کی عظمت و نام آوری بڑھے سینے بیان کر دیا ہے اور جو اوسکی تحقیر و تذلیل کے طرف مائل ہو سینے سب چھوڑ دیا ہے"۔ صفحہ ۶۶

یہ بھی لکھا ہے کہ تمام بے اعتقاد مصنفت جنھون نے احکام الٰہی کا فلسفہ کی رو سے امتحان کیا ہے دین عیسوی کو کفر بتاکر مضرت پہونچانے مین اسقدر ساعی نہین ہوے ہین جس قدر کہ حضرات اہل سیر ہوے ہین۔ اونھون نے چشمۂ آب ہی کو زہریلا کر دیا ہے اور ان بے اعتقاد مصنفین نے ہکا پانی پینے سے لوگون کو باز رکھا ہے۔ اونکی سریع الاعتقادی نے جو اسوجہ سے عارض ہوئی تھی کہ وہ طبایع اور معاملات انسانی سے محض ناتجربہ کاری اور علوم طبعی سے بالکل ناواقفیت رکھتے تھے انجیل کے بے خبرانہ تحریفات و تصرفات کی ہتعانت سے کلیساے روم مین عجیب غریب بیہودگیون اور بدعتون کا ایک جم غفیر شائع کر دیا جنکو باوجود داد و فریاد عقل کے خوش اعتقادی اب بھی ہضم کر جاتی ہے۔ صرف اوسیقدر مضرت اونسے نہین پہونچی ہے۔ اونھون نے اخلاق کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا

اونھوں نے اس مقولہ کی (جسکو مین موشیم کے الفاظ مین لکھتا ہون) تلقین کی کہ دھوکا دینا اور
جھوٹ بولنا جبکہ اون فریبون سے مطالب دین ترقی پذیر ہون تو ثواب ہے۔ کچھ تعجب کی بات
نہین ہے کہ اس طلق العنان اصول نے دروغگوئیون اور جعلسازیون کے چشمے کا دہانا کھول دیا
جسکا پانی ابتداء دین عیسوی کی سرزمین پر مثل طوفان کے چھاگیا اور اون فریبون اور باطنی
ذخیرون کو جو فی زمانہ عیسائیان رومن کیتھلک کو انگشت نما اور بدنام کرتے ہین رواج دیا
اہل ہسٹری مین اول سے لیکر آخر تک سب ترا خاصہ یہ پایا جاتا ہے کہ کفر آمیز سفلگی سریع الاعتقادی
تعصب اور فریب دہی کے حامی تھے باایںہمہ ایسے لوگون کو جانشینان پطرس حواری نے
پاک اور مقدس لوگون کی فہرست مین لکھا ہے۔" (خطبات احمدیہ صفحہ ۲۴۴ وغیرہ)

قولہ صفحہ جس طرح تصدیق بالجنان فرض ہے اسی طرح اقرار باللسان بھی فرض ہے۔

جواب یہ تو مسلم کہ دونوں فرض ہین اوراسی وجہ سے حدیث مین آیا کہ اللہ کا شریک مت ٹھہراؤ اگرچہ
تو مارا جاوے یا جلا دیا جائے مگر اسکی فرض ہونیکی یہ حد نہین ہے کہ کسی حالت اور کسیوقت (لا تشرک باللہ وان قتلت او حرقت)
مین اسکی خلاف جائز نہوا ہے عزیزون اور قریبون کو دینا اور وقت ضرورت اونکی خدمت کرنا فرض ہے مگر جسوقت
یہ خود محتاج ہو یا معذور ہو اوس وقت بھی اوسکے ذمے ویسا ہی فرض رہیگا اور ادا اسکے نکرنے سے
گنہگار ہوگا ہرگز نہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض فرض ایسے بھی ہین کہ کسیوقت اوسکے ادا
نکرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے اوس وقت اوسکو ادا نکرنے کی رخصت دینا عین انصاف ہے اگرچہ
کوئی عالی ہمت اپنی علوہمتی سے اوسکو کر گذرے مگر حاکم کیطرف سے جبر نچاہیے بس اقرار باللسان
بھی ایسا ہی فرض ہے یعنی جب تک انسان سے ہو سکے اور مجبور نہو اقرار کرنا فرض ہے تاکہ اوس
منعم حقیقی کا شکر جس طرح دل سے ہوتا ہے زبان سے بھی ادا ہو اور دوسرے بھائی بنی آدم کا بھی
بھلا ہو مگر جسوقت کوئی اسے مجبور کرے اور اس قدر تکلیف دے کہ اوسکے تحمل کی طاقت نہ رہے
اوس وقت اوس ارحم الراحمین کو رخصت دینا مقتضاے عدل ہے اگرچہ کوئی اپنی جان پر
کھیل جاوے اور کلمہ کفر زبان پر نہ لاوے چنانچہ بہت سے عالی ہمت مسلمانون نے علوہمتی

کو کام فرمایا اور باوجود نہایت جبر اور ظلم کے مذہب سے انکار نہ کیا۔

قولہ ۳۳ خداوند مسیح نے ارشاد کیا ہے کہ جو کوئی آدمیوں کے روبرو میرا انکار کریگا بروز قیامت میں بھی اسکا انکار کرونگا

جواب بلاشبہ اسکے یہی معنی ہونا چاہیے کہ زبان و دل دونوں سے انکار کرے ورنہ لازم آئیگا کہ شمعون سے بھی مسیح انکار کریں حالانکہ اوس سے آسمانی بادشاہت کی کنجیاں دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

قولہ ۳۴ دوم یہ کہ دوسرے لوگوں کی ضلالت کا باعث ہے اگر سب ایسا کریں تو دین حق کسی پر ظاہر نہو

جواب یہاں بھی پادری صاحب نے غور نکیا اور فی الحال اعتراض کر دیا اسکا جواب تو کئی طرح ہو سکتا ہے

اول یہ بات ثابت ہے کہ پیغمبر کو کسی وقت انکار کرنا درست نہیں اونکے لیے صاف حکم ہے بلغ ما انزل الیک الخ یعنی پہونچا دو جو کچھ کہ ہماری طرف سے اوتارا گیا ہے کچھ کسی سے خوف نکرو اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا فاصدع بما تؤمر یعنی کھولکر بیان کر دے جو کچھ تجھے حکم ہوا ہے پس جب نبی کو چھپانیکا حکم نہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ دین حق ظاہر نہو

دوم یہ امر ظاہر ہے کہ حالت جبر و اکراہ کے اقرار و انکار کو کوئی عاقل صحیح نہیں سمجھتا اور کوئی طالب حق اوس سے گمراہ نہیں ہو سکتا گرفتاری مسیح کا واقعہ یاد کیجیے شمعون پطرس نے کیسا سخت انکار کیا اور باقی حواری کس طرح فرار ہو گئے پھر کیا یہ انکار کرنا اور بھاگ جانا لوگوں کی گمراہی کا باعث ہو گیا کیا دین حق کسی پر ظاہر نہوا۔ نہیں بیشک ظاہر ہوا۔ پس کسیوقت خاص میں بمجبوری انکار کو باعث عدم اظہار قرار دینا محض ناسمجھی ہے۔

سوم یہ امر بھی ظاہر ہے کہ سب آدمی یکسان نہیں ہوتے بعض رحم دل بعض سخت دل بعضے منصف مزاج بعضے متعصب ہٹ دھرم بعض حق بات کے ماننے والے پس اگر کسی جگہ کے لوگ سخت بیرحم متعصب ہٹ دھرم ہوے اور اونھوں نے حق بات نہ سنی تو ممکن نہیں کہ کسی جگہ کوئی بھی سننے والا نہو لہذا سامع کو چاہیے کہ ایسی جگہ کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر جاے اور خلق خدا کو ہدایت کرے تاکہ طالب حق ملے اور دین حق کو قبول کرے اگر پادری صاحب میرے کلام میں غور

ڈالینگے تو معاملہ برعکس ہو جائیگا یعنی بوقت جبر و اکراہ عدم انکار باعث ضلالت ہے کیونکہ اگر سب ایسا کرین تو دین حق کسی پر ظاہر نہوگا کیونکہ سب کسی نہ کسی دباو مین ایسا ہی کرینگے اور مارے جاینگے پس کوئی حق کا تعلیم کرنے والا نرہیگا تمام خلقت گمراہ ہوگی - اگر پادری صاحب کہین کہ ممکن نہین کہ سب کے سب مبتلا ہو جائین اور کوئی شخص کسی جگہ باقی نرہے تو ہم کہتے ہین کہ ہمنے تو آپ ہی کے قول ملعونہ سے آپ کو الزام دیا ہے اگر سب کا مبتلا ہونا غیر ممکن ہے تو آپکا اعتراض غلط تھا

قولہ سوم اوسکے پیچھے ایمان کا نشان نہین ہے -

جواب ہم مانتے ہین مگر قرآن و حدیث کب اوسے پیچھے ایمان کی نشانی بتاتا ہے وہ تو صرف ضعف واضطرار کے وقت ایک امر کی رخصت دیتا ہے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اضطرار کی وجہ سے اوس مجرم کو سزا دینے سے درگذر کرتا ہے جیسا کہ مقتضائے عدل و رحمت ہے -

قولہ کیا خدا مین قدرت نہین کہ اگر چاہے تو اس بلا کو اوس سے دور کرے -

جواب - خدا مین سب کچھ قدرت ہے مگر بندون پر وہی حکم ہوتے ہین جسکی وہ طاقت رکھتے ہین علاوہ اسکے بعض باتین مصلحت پر مبنی ہوتی ہین اور اس عالم اسباب مین سبب پر نظر کیجاتی ہے اگرچہ خدا قادر ہے کہ بغیر سبب سب کچھ کردے مسیح کے قول کو ملاحظہ فرمایئے کہتے ہین - جب وے تمھین ایک شہر مین ستاوین تو دوسرے مین بھاگ جاؤ (متی ۱۰/۲۳) اب فرمایئے کہ بھاگنے کا حکم کیون دیا کیا خدا قادر نہین کہ اگر چاہے تو اس بلا کو اوس سے دور کردے اور اگر یون ہی مرضی خدا ہے تو اوسکی رضا پر راضی رہے اور اگر جان پر بھی آبنے تو تصدق راہ خدا کرے بھاگنا کیا معنی - اسی طرح حضرت مسیح اپنے تئین چھپاتے تھے اور بتاکید حواریون سے کہتے تھے کہ مجھے ظاہر نکرو - دیکھو متی کا ۱۶ باب ۲۰ درس اور مرقس کا باب ۸ درس ۲۹ و ۳۰ یہ کیون پوشیدگی کا حکم تھا کیا خدا قادر نہین کہ بغیر پوشیدگی بلا کو دور کردے ان باتون کا جواب پادری صاحب کیا دے سکتے ہین بجز اسکے جو ہمنے بیان کیا ہے -

له صفحہ ۳۰ سطر ۲ نیاز نامہ ملاحظہ ہو ۱۲

قولہ۔ اسیواسطے لاکھون مسیحی مقدسون نے اپنی جان تک دین مگر دین مسیحی سے انکار نکیا۔

جواب۔ جب شمعون پطرس مقدس نے جو اعظم الحواریین تھے انکار کیا قبل اسکے کہ جان پر نوبت آئے تو اور مسیحی کس شمار مین ہین۔

قولہ صہ ایک وقت خدا اپنے رسولون کو حکم دیوے کہ سب طرح کی تکلیف سہو اور اپنی عزیز جان تک دیدو اور کسی انسان سے خوف نکرو جو حق ہے وہی کہو۔

جواب اسکا نادرست اور غلط ہونا اون شواہد سے اظہر من الشمس ہے جو اوپر عہد عتیق و جدید سے نقل کیے گیے۔

قولہ وہی خدا سچائی اور راستی اور دین حق کے اظہار کو یہان تک حقیر جانے کہ جھوٹ بولنے کی اجازت دے۔

جواب۔ یہ عجب خوش فہمی ہے کہ اگر ایک شخص مجبوری کی حالت مین اظہار حق سے قاصر رہا اور حاکم عادل نے اوسے مجبور سمجھکر اوسکی سزا سے درگذر کی تو پادری صاحب کے نزدیک اوس حاکم نے اظہار حق کو حقیر جانا بھلا یہ کونسی عقل کی بات ہے کیا حضرت مسیح نے اپنے پوشیدہ کرنیکا حکم نہین دیا اور وقت ستائے جانے کے بھاگ جانے کو نہین فرمایا پھر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا نے اپنے رسول اور اپنے دین کا اظہار ایسا حقیر جانا کہ اوسکے چھپانیکا حکم کیا کیونکہ حقیر اور بری بات کو چھپایا کرتے ہین اور یہان تک حقیر خیال کیا کہ اوسے چھوڑکر بھاگ جانے کو فرمایا کیا خدائی بدل گئی کہ ایک وقت وہ رسول کا بھیجنا اور خلق پر ظاہر کرنا ضروری سمجھے اور پھر اوسکی پوشیدگی کا حکم دے اور بھاگ جانے کو فرما دے۔ ہرگز نہین ایسا کہنا محض انسان پر معصیان کی عقل کا قصور ہے ایسی باتین مین الزاماً نہین کہتا بلکہ متنبہ کرتا ہون کہ علاوہ نافہمی کے پادری صاحب اپنی کتاب سے غافل ہوکر اعتراض کرتے ہین۔

قولہ نقصان دین وایمان وزیان جان ومال وعزت وآبرو کے خوف کے مارے اور دو مسلمانون مین صلح کرانیکے لیے اور جنگ مین دشمنون پر فتح پانیکے واسطے اور جورو کو راضی کرنیکے لیے وغیرہ جھوٹ بولنا درست ہے

جواب یہان تو پادریصاحب نے جھوٹ کا انبار لگا دیا کیونکہ نو مقام تو شمار کر دیے اور پھر انمیں وغیرہ لگا دیا جسمین بے انتہا باتین داخل ہو سکتی ہین مگر ناظرین خوب یاد رکھین کہ قرآن و حدیث مین کہین ان باتون کا پتہ نہین ہے بجز اوس امر کے جسکا ذکر مین اوپر کر چکا ہون۔ افسوس پادریصاحب کیسی ناروا جرات کر بیٹھتے ہین کہ جس امر کا نشان قرآن و حدیث مین نہین ہے اوسے بے تامل اوسکی طرف منسوب کر دیتے ہین۔

قولہ سلام اور مسایل اکراہ اور شیعون کے مسایل تقیہ قابل غور ہین۔

جواب جناب مسایل اکراہ کون سے ہین اکراہ کا ایک مسئلہ تھا جسکا جواب دیا گیا ناحق آپ عوام کو فریب دیتے ہین اور شیعون کے مسائل تقیہ پر تو آپ غور کرتے ہین مگر مقدس حواریون اور خصوصًا حضرت پولوس کے تقیہ پر نظر نہین فرماتے ملاحظہ کیجیے اعظم الحوارین حضرت پطرس نے تقیہ کیا۔[1] سب حوارئیون نے پولوس کو تقیہ کا مشورہ دیا اور اونھون نے کیا اور ایک مرتبہ نہین بارہا اون مقامون کو لکھنا موجب طوالت ہے مین صرف اونکے ایک قول کی نقل پر اکتفا کرتا ہون قرنتیون کے باب ۹ مین ہے " (۲۰) مین یہودیون مین یہودی سا ہوا تاکہ مین یہودیون کو حاصل کرون (۲۱) اور مین بے شریعت والون مین بے شریعت والا ہوا تاکہ مین بے شریعت والون کو حاصل کرون (۲۲) اور مین کمزورون مین کمزور سا ہوا تاکہ مین کمزورون کو حاصل کرون مین سب آدمیون کے واسطے سب کچھ بنا تاکہ ہر طرح سے کتنے کو بچاؤن (۲۳) اور مین انجیل کے واسطے سب کچھ کرتا ہون تاکہ اوسکے ساتھ اوسکے پھل مین شریک ہو جاؤن " یہان صاف طور سے دین کے لیے تقیہ کرنے کا اقرار ہے اور اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امر دین کے لیے تقیہ کرنا کوئی بُری بات نہین ہے بلکہ باعث ثواب ہے ناظرین یہ خیال نہ فرماوین کہ مینے الزامًا یہ قول نقل کیا ہے کیونکہ مین تقیہ کو محض بیدینی سمجھتا ہون بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ پادری صاحب جو ایک فرقہ شیعہ کے اعتقاد سے مذہب اسلام پر الزام لگانا چاہتے ہین تو اگر کوئی شیعہ پا

[1] دیکھو گلاتیون باب ۲ درس ۱۳ و ۱۴ ۔ ۱۲ اعمال باب ۲۱ درس ۲۰ ۔ ۲۶ و باب ۲۴ درس ۱۸ وغیرہ ملاحظہ ہو ۱۲

کوئی شخص مقدس رسولون کے اقوال و افعال سے مذہب عیسوی پر الزام لگادے تو
پادری صاحب کیا جواب دینگے اتنا خیال نہین فرماتے کہ کسی فرقہ کے اعتقاد سے سچے مذہب
پر الزام آسکتا ہی ہرگز نہین اگر ایسا ہو تو جس وقت اون فرقون کے اعتقادات سے مذہب
عیسوی پر الزام دیا جائیگا جنھین پادری صاحب حق پر نہین جانتے تو مذہب عیسوی کو سخت
ہزیمت اوٹھانا پڑے گی البتہ لائق الزام مقدس رسولون کے اقوال و افعال ہوسکتے ہین
غرضکہ تقیہ کا الزام ہمارے مقابلے مین تو کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا اور شیعون کے مقابلے
مین بھی وہ نھین ساکت ہی ہونا پڑیگا کیونکہ مذہب عیسوی مین حواریون کے اقوال و افعال سے
تقیہ بخوبی ثابت ہے۔

تنبیہ اس تمام بیان سے واضح ہوگیا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام اسلیے بھیجے گئے کہ دنیا مین کامل
سچائی اور راستی پھیلائین اور وہ کذب و ناراستی جو دینداری کے پردے مین عالمگیر تھی مٹا دین۔

دوسرا مسئلہ جہل و ناواقفی عذر ہی اسکے بیان مین جو کچھ پادری صاحب نے لکھا ہی اوسکا حاصل
یہ ہی کہ جو شریعت الٰہی کو مان کر گناہ کرے وہ زیادہ مستحق عذاب ہوگا کیونکہ اوسنے واقف ہو کر
نافرمانی کی اور جو منکر شریعت الٰہی ہی اوسے کم سزا ہوگی اسلیے کہ وہ ناواقف ہی اور سب جانتے
ہین کہ جہل و ناواقفی عذر ہی اسکے مطابق انجیل مین ارشاد ہے مگر قرآن و حدیث اسکے برخلاف ہی

جواب ہمارے مخاطب نے یہان خلط بحث کر دیا ہی جسکی وجہ ہم بجز اونکی ناواقفی کے اور کچھ نہین کہسکتے
اگر وہ قرآن مجید و حدیث شریف کو دیکھتے اور اپنی کتابون کو بغور ملاحظہ کرتے اور کامل طور سے عقل کو
دخل دیتے تو ہرگز ایسا نکرتے پادری صاحب کا یہ شبہہ تین باتون پر موقوف ہی اول یہ کہ منکر شریعت
الٰہی کی ناواقفیت عذر ہی دوم یہ کہ جہل و ناواقفی اسلام مین عذر نہین ہی سوم یہ قرآن مجید و حدیث
کی روسے عالم کو بہ نسبت جاہل کے زیادہ سزا نہ ہوگی۔

ماہرین دانشمند خوب جانتے ہونگے کہ یہ تینون باتین غلط ہین اس مین کوئی شک
نہین ہے کہ ناواقفی اسلام مین عذر ہے مگر ناواقفی دو طرح کی ہوتی ہے

ایک وہ کہ اوسکا دور کرنا انسان کے اختیار مین نہین ہے یعنی سعی و کوشش سے بھی وہ واقف
ہو سکتا ذیل کی مثالین ملاحظہ ہون ۔

(۱) ایک شخص ایسے مقام پر رہتا ہے کہ اوسے شریعت الٰہی و ہادی برحق کی اطلاع نہ پہونچی
سے وہ اوسکے ماننے اور اوسپر عمل کرنے سے مجبور رہا اس ناواقفی کو مذہب اسلام نے بلاشک

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

عذر قرار دیا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا ہے "ہم کسی پر عذاب کرتے
جب تک کہ رسول (ہدایت کے لیے) نہ بھیجین" اسکی وجہ یہی ہے کہ جب
خدا کے رسول نہ آئین اور وہ مرضی اور نامرضی الٰہی کو نہ بتا دین او سوقت تک انسان محض ناواقف
ہے اسوجہ سے اوسپر سزا کا حکم نہین دیا گیا ظاہر ہے کہ جس شخص کو رسول خدا کے آ
کی خبر نہین پہونچی وہ مرضی الٰہی کے واقف ہونے سے اوسیطرح مجبور ہے جیسے رسول
کے آنے سے اور تمام انسان مجبور رہتے اسلیے وہ شخص بموجب اس آیت کے سزا کا مستحق
نہین ہے پس ثابت ہوا کہ اسلام مین ناواقفی عذر ہے ۔

(۲) اسی قسم مین بھول چوک بھی داخل ہے جسکی نسبت قرآن شریف مین یون ارشاد ہوا

لیس علیکم جناح فیما اخطاتم به ولکن ما تعمدت قلوبکم (احزاب ۱)

یعنی جو برائی تمنے بھول چوک سے کی اوس مین تمہارے ذمے
کچھ گناہ نہین لیکن جو برائی قصداً کروگے گنہگار ٹھہروگے ۔
ظاہر ہے کہ بھول چوک کی حالت ایک ناواقفی کی حالت ہے لہذا بانی اسلام نے اوسوقت
کے گناہ سے بالکل درگذر کی اور ناواقفی کو عذر قرار دیا ۔

(۳) اون ایمانداروں کی ناواقفی بھی اسی قسم مین داخل ہے جو کفار کے ملک مین سچے نبی
کی خبر سنکر اوسپر ایمان لائے مگر شریعت الٰہی کے احکام سے ناواقف رہے اونکی ناواقفی بھی
عذر ہے غرضکہ اسلام مین ناواقفی کا عذر ہونا بخوبی ثابت ہے یہ تین صورتین مینے مثالاً بیان
کی ہین جسکو زیادہ تفصیل دیکھنا منظور ہو وہ ہمارے اصول فقہ کی مبسوط کتابونکو ملاحظہ کرے ۔
دوسری قسم ناواقفی کی وہ ہے جسکے دور کرنے پر انسان مجبور نہین ہے بلکہ کوشش سے

واقف ہو سکتا ہے مثلاً اوس منکر کی ناواقفی جو نبی برحق کی ہدایتون کو دیکھتا یا دیکھ سکتا ہے مگر اوسکی حقیقت[1] سے ناواقف ہے اور اوس سے انکار کرتا ہے اور اپنی کاہلی یا طمع دنیاوی یا تعصب اور ضد کی وجہ سے تمام عمر اسی جہل اور انکار مین پڑا رہا اور اوس دراز مدت مین بھی اوسنے رجوع نکی تو اسکا جہل کسی عاقل منصف کے نزدیک قابل عذر نہین ہو سکتا کیا ہمارے مخاطب نہین جانتے کہ جب سرکار کا قانون مشتہر ہو گیا اور کوئی اوسکے دیکھنے اور واقف ہونے سے مانع نرہا تو پھر کسی شخص کی اوس قانون سے ناواقفی عذر نہین ہو سکتی - تمام معدلت شعار سلطنتون کا اعلان ہے کہ جہل قانون عذر نہین پھر کیا تمام دنیا کے عادلون کا یہ عمل دور از انصاف کے خلاف ہے ہرگز نہین ہرگز نہین اسی طرح جب شریعت الٰہی مشتہر ہو چکی تو جہانتک اوسکا اعلان پہونچ چکا ہے وہان ناواقفی کا عذر کیونکر قابل سماعت ہو سکتا ہے الغرض اسلام نے وہی حکم کیا ہے جسپر تمام عقلا اور منصفون کا اتفاق ہے اور لطف یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد بھی بالکل اسکے مطابق ہے چنانچہ یوحنا کے باب ۱۵ ورس ۲۱ و ۲۲ مین ہے "وہ یہ سب کچھ میرے نام کے سبب تمسے کرینگے کیونکہ وے اوسے جسنے مجھے بھیجا ہے نہین جانتے اگر مین نہ آیا ہوتا اور اونہین نہ کہتا تو اونکا گناہ نہوتا لیکن اب اون پاس اونکے گناہ کا عذر نہین" ملاحظہ کیجیے کہ حضرت مسیح اونہین ناواقف بتاتے ہین مگر پھر بھی فرماتے ہین کہ اونکے گناہ کا کوئی عذر نہین اور جب گناہ کا کوئی عذر نہوا تو ثابت ہوا کہ وہ ابدی عذاب کا مستحق ہوا -

[1] واضح ہو کہ منکرین کی ایسی حالت ہے کہ اونہین ناواقف بھی کہہ سکتے ہین کیونکہ حقیقی امر اونپر منکشف نہین ہوا اور نہ وہ ہرگز انکار کرتے اور واقف بھی کہہ سکتے ہین کیونکہ اونہین شریعت الٰہی کے آنے کا علم ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ بہت سے منکر شریعت الٰہی کے احکام اس تفصیل سے جانتے ہین کہ اکثر ایمان لانے والے بھی نہین جانتے لہذا اونہین واقف کہنا نہایت صحیح ہے پس جب ایک جہت سے واقف اور ایک جہت سے ناواقف ہین تو اونکا جہل عذر نہین ہو سکتا ناواقفی وہی عذر ہو سکتی ہے جو ہر طرح سے ہو یعنی نہ حقیقی امر اوسپر کھلا ہو اور نہ اوسکے ظاہری وجود کا اسے علم ہو کیونکہ اس جہل کا ازالہ انسان کی قدرت سے باہر ہے

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ ناواقفی اسلام مین عذر ہی اور جس قسم کی ناواقفی عذر نہین ہو
اوسپر حضرت مسیح اور تمام جہان کے عقلا کا اتفاق ہی۔ یہان تک دو باتون کا ابطال کیا گیا
اب تیسرے دعوی کا ابطال ملاحظہ ہو۔ مذہب اسلام مین یہ مسئلہ مسلم ہے کہ جو واقف ہو کر جرم
کا ارتکاب کرے وہ بہ نسبت ناواقف کے زیادہ سزا کا مستحق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ (مشکوٰة)

فرماتے ہین سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن
ایسے عالم کو ہو گا جو اپنے علم سے نفع نہ پاوے یعنی عمل
نکرے اور بعض مرتبہ یون ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے ذلیل

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمًا لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ (مشکوٰة عن دارمی)

لوگون مین وہ عالم ہو گا جو اپنے علم پر عمل نہ کرے
اسی بنا پر امام فخر الدین رازی ایک آیت کی تفسیر مین
لکھتے ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہی وہ نوکر جسنے اپنے خاوند کی مرضی جانی

معنی ان المعصیة مع الجهل یکون بها معصیة یکون حاله اخف ممن اتی بها مع العلم یکونها معصیة (تفسیر کبیر جلد ٢)

اور اوسکے مطابق نہ کیا بہت مار کھاویگا پر جسنے نہ جانا
اور مار کھانے کا کام کیا تھوڑی مار کھاویگا۔ الغرض
عالم کا بہ نسبت جاہل کے زیادہ سزا پانا جس طرح حضرت
مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہی اوسی طرح حضرت محمد مصطفی علیہ الصلوٰة والثنا کا ارشاد ہی مگر یہان
ایک امر بیان کرنا نہایت ضرور ہے جسے ہمارے مخاطب نے بالکل فروگذاشت کر دیا ہے
وہ یہ کہ جس طرح علم اور جہل کے سبب سے سزا مین زیادتی اور کمی ہوتی ہی اسی طرح حیثیت جرم
کی وجہ سے بھی سزا مین بہت بڑا فرق ہو جاتا ہی بھاری جرم کی سزا بہت زیادہ ہو گی اور خفیف
کی کم۔ اس زیادتی اور کمی مین علم اور جہل کو کچھہ دخل نہین ہے جسنے بھاری جرم کیا
ہی وہ زیادہ سزا پائیگا اگرچہ وہ ناواقف ہی کیون نہ ہو اور جسنے خفیف جرم کیا ہے
وہ کم سزا پائیگا اگرچہ وہ واقف ہو۔ کیا اس مین کسی کو شک ہو سکتا ہے کہ جس نے
ڈاکہ زنی کی اور لوگون کو ناحق قتل کر کے مال و متاع لیگیا وہ ہر طرح بہت زیادہ سزا پائیگا

بہ نسبت اوسکے جسنے کسیکے ساتھ کسی قدر سخت کلامی کی یا تھوڑا سا اسباب چرا لیا۔
کسی حال مین یہ نہین ہوسکتا کہ اس چور اور سخت کلام کرنے والے کو اوس سفاک ڈاکو زن
سے سزا دیجاے اگرچہ وہ چور عالم ہی کیون نہو۔ یہان سے معلوم ہوا کہ ہر ایک جرم مین عالم
کی سزا کو جاہل کی سزا پر زیادتی نہین ہوسکتی بلکہ اس کمی اور زیادتی کا ظہور اوس وقت ہوسکتا
ہی کہ حیثیت جرم متحد ہو یعنی عالم و جاہل دونون ایک حیثیت کا جرم کرین اوس وقت عالم
کو بہ نسبت جاہل کے زیادہ سزا ہوگی یہ وہ قاعدہ ہے جسپر تمام عقلا کا اتفاق ہی اور اسکے
مطابق تمام معدلت شعار سلطنتون مین کارروائی ہوتی ہے۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ اگرچہ عالم کو بہ نسبت جاہل کے زیادہ سزا ہونا صحیح ہی مگر یہ ہرگز نہین
ہوسکتا کہ کسی حال مین گنہگار مومن کو بہ نسبت منکر کے زیادہ سزا دیجاے کیونکہ جرم کی حیثیت
ایک نہین ہی۔ نہایت ظاہر ہی کہ شریعت الٰہی کا انکار اور رسول برحق سے انحراف ایسا بڑا جرم ہے
کہ ایماندار کا کوئی جرم اس حد کو نہین پہونچ سکتا بشرطیکہ اوسکا ایمان باقی رہے۔

اس مین کوئی شبہہ نہین ہی کہ ایماندار مجرم مثل اوس چور کے ہی جسنے باوجود اطاعت سرکار کے نفسانی
خواہش کی وجہ سے چوری کا ارتکاب کیا۔ اور یہ منکر نافرمان مانند اوس سرکش باغی کے ہی جسنے
علی الاعلان اپنی سرکار سے بغاوت کی اور اوسکے قانون سے انحراف کیا۔ پھر کیا عقل و انصاف
کا مقتضا یہ ہوسکتا ہی کہ اوس غریب چور کو اس سرکش باغی سے زیادہ سزا دیجاے حاشا وکلا ہرگز نہین
علاوہ اسکے یہ امر بھی لحاظ کے قابل ہی کہ بالاتفاق ایمان حیات سرمدی کا باعث ہی اور بے ایمانی
عذاب ابدی کا سبب ہی اب اگر ایماندار مجرم کی سزا کسی حال مین بے ایمان کی سزا پر بڑھجاے تو ماننا
پڑیگا کہ ایمان کی وجہ سے سزا مین زیادتی ہوئی کیونکہ اگر ایمان نہ لایا ہوتا تو یہ زیادتی نہ ہوتی۔
لہذا جو نجات کا سبب تھا وہ عذاب کا موجب ہوگیا۔ بھلا کوئی عاقل اس غیر ممکن بات
کو تسلیم کرسکتا ہے ہرگز نہین۔

اور یہ خیال محض غلط ہی کہ ایماندار گناہ نہین کرتے۔ اہل انصاف غور کرین کہ انبیاء کرام سے

برعکس کون سچا ایماندار ہو سکتا ہے پھر جب عیسائیون کے عقیدے کے بموجب وہی معصوم نہین ہین اور بڑے بڑے گناہ اونسے ہو جاتے ہین مثل زنا اور بت پرستی وغیرہ کے تو وہ ایماندار کس شمار مین ہین علاوہ اسکے عیسائیون کے مقابہ صراحتہ اس خیال کو غلط ٹھہراتے ہین کیونکہ اونکا عقیدہ ہے کہ ہم سب اگرچہ بپتسما پاکر مسیح مین سر نو پیدا ہوے تو بھی بہت باتون مین خطا کرتے ہین اور اگر ہم کہین بیگناہ ہین تو ہم اپنے تئین بھلا دیتے ہین اور ہم مین سچائی نہین - ہو سکتا ہے کہ روح القدس پاکے کے بعد فضل سے کنارے ہو کر گناہ مین پڑین اور خدا کے فضل سے پھر اوٹھین پس جب ایماندار گناہ سے نہ بچ سکا اور پادری صاحب کے قاعدے کے بموجب مومن گنہگار کو زیادہ سزا ہوگی تو ثابت ہو گیا کہ ایمان لانے کا ثمرہ بجز زیادتی سزا کے اور کچھ نہوا فی القول شخص ایمان کیا ہوا وبال جان ٹھہرا الغرض یہ کہنا کہ ایماندار کو گناہ کی سزا بہ نسبت بے ایمان کے زیادہ ہوگی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا البتہ اس بیان سے دریافت کر سکتے ہین کہ علم اور جہل کیوجہ سے جو زیادتی اور کمی سزا مین ہوگی وہ ایک جنس مین ہو سکتی ہے یعنی اگر عالم اور جاہل دونون منکر ہین تو منکر عالم کو بہ نسبت منکر جاہل کے زیادہ سزا ملیگی خصوصًا اوسکو جو سچائی کی شناخت حاصل کرکے پھر اوس سے منحرف ہو گیا - اسی طرح اگر دونون مجرم ایماندار ہین تو یہان بھی عالم بہ نسبت جاہل کے زیادہ سزا پائیگا یہانتک اصل شبہ کا جواب دیا گیا اب بعض اقوال کیطرف توجہ کیجاتی ہے -

قولہ - ہر شخص جانتا ہے کہ اگر آقا کے دو نوکر ہون ایک اوسکے احکام اور مرضی سے کما حقہ واقف اور دوسرا ناواقف اور دونون آقا کی نافرمانی کرین تو بلاشبہ جانے بوجھکر سرتابی کرنیوالا زیادہ سزا کا مستحق ہے

جواب مومن اور منکر کے لیے یہ مثال ہرگز صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ منکر کا لفظ خود اسکا شاہد ہے کہ وہ ناواقف نہین ہے ظاہر ہے کہ ناواقف کیطرف انکار یا اقرار کی نسبت نہین ہو سکتی البتہ منکرین کی دو قسمین ہین بعضے تو احکام الٰہی کو اس تفصیل سے جانتے ہین کہ بہت سے ایماندار بھی اسطرح نہین جانتے اور بعضو نکو زیادہ نہین تو صرف شریعت الٰہی کا اطلاع نہین پہونچگیا ہے اور جان چکے ہین -

---

لہ پادری صاحب کی کتاب کا صفحہ ۳۳۸ ملاحظہ ہو

کیا سکے ماننے کا حکم قطعی ہے پس جب منکر ناواقف نہ ٹھہرا تو پادری صاحب کی مثال محض بے موقع ہے
اب باوجود اس علم کے منکر کو ناواقف کہدینا ایسا ہی ہے جیسا کہ انجیل مین منکرین کی نسبت آیا ہے
کہ دیکھتے ہوے نہین دیکھتے " اس قسم کا جہل ہرگز عذر نہین ہے جیسا کہ حضرت مسیح کے قول سے
ظاہر ہوا جسکی نقل اوپر گذری البتہ اس مقام پر یہ مثال صحیح ہو سکتی ہے کہ آقا کے دو غلام مین ایک
نے اوسکے تمام احکامات اور ہدایات کو بسر و چشم قبول کیا اور حتی الوسع اونکی بجاآوری مین سعی
کی مگر نفس سرکش کیوجہ سے بعض وقت اوس سے نافرمانی ہوگئی تاہم وہ اوسے نافرمانی جانتا ہے
اور دل مین نادم ہوتا ہے اور دوسرا غلام باوجودیکہ اوس آقا کے احکامات کا جاری ہونا دریافت
کرتا ہے مگر اوسطرف توجہ نہین کرتا اور اگر متوجہ ہوا تو سرکشی سے اونھین قبول نہین کرتا بلکہ حرف گیری
کرنے پر مستعد ہوتا ہے اور اپنی اس سرکشی اور نافرمانی کو سرکشی نہین کہتا۔ اب فرمایئے ان دونون
مین کونسا غلام زیادہ سزا کے لائق ہے بلاشبہ وہی جو آقا کے احکام کو قبول نہین کرتا اور سرکشی سے انکار
و نافرمانی کرتا ہے پھر اوسپر نادم نہین ہوتا۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ ایسا غلام کسقدر زیادہ سزا کا مستحق
ہو سکتا ہے دوسرا غلام اگرچہ نافرمانی کیوجہ سے سزا کے لائق ہے مگر اس سبب سے کہ وہ سرکش اور باغی
نہین ہے بلکہ اپنے آقا کے تمام احکام کو بدل و جان قبول کرتا ہے اور جس امر مین نافرمانی ہوگئی ہے
اوسمین اپنے آپ کو آقا کا گنہگار جانتا ہے ہرگز پہلے غلام کے برابر سزا کا مستحق نہین ہو سکتا بلکہ
کیا عجب ہے کہ رحم دل آقا اوسکی تسلیم احکام اور اعتراف قصور کیوجہ سے اوسکے گناہ سے درگذر کرے
دنیا کے تمام منصف مزاج جو نکارتا اوپر شاہد ہے اور یہی عادلانہ اور رحیمانہ حکم قرآن مجید مین جابجا مذکور ہے۔

قولہ سب جانتے ہین کہ لاعلمی عذر ہے۔

جواب جو لاعلمی کا عذر ہونا جانتے ہین وہ یہ بھی جانتے ہین کہ ہر ایک غیر مذہب والا شریعت حقہ
سے لاعلم نہین ہو سکتا اور یہ بھی جانتے ہین کہ جسوقت بادشاہ کا قانون مشتہر ہوگیا تو جہانتک اوسکے
ملک مین وہ اشتہار پونہچ گیا ہے وہان کے باشندون کو جہل قانون عذر نہین ہو سکتا لیکن
جنکے کانون تک شریعت الہی کا اعلان پونہچگیا ہے (وہ اگرچہ بسبب تعصب یا کاہلی

وغیرہ کے اوسکی تفصیل سے واقف نہون مگر اونکی لاعلمی عذر نہین ہوسکتی۔ البتہ اوس غیر
مذہب والے کی لاعلمی عذر ہوسکتی ہے جسکو شریعت الٰہی کا اعلان مطلق
نہین پہونچا اور ایسے شخص کی لاعلمی کا عذر ہونا ہم قرآن مجید سے بیان
کراآئے ہین۔

قولہ انجیل مقدس مین ہے کہ جو کلام الٰہی سے واقف نہین ہین اور گناہ کرتے ہین وہ کم سزا
پاینگے اور جو واقف ہو کر کرتے ہین وہ زیادہ سزا پاینگے۔

جواب۔ اسے ہم بھی مانتے ہین اور اپنے ہادی برحق کے کلام سے ثابت کراآئے ہین مگر آپنے
اب تک انجیل سے ثابت نہین کیا کیونکہ جتنے حوالے حاشیہ پر دیے ہین اون مین سے کوئی ایسا
نہین ہے جس سے واقفکار کی سزا مین زیادتی ثابت ہو اب مین اون حوالون کو نقل کر کے اپنے
قول کی سچائی ظاہر کرتا ہون اور طالبین حق سے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہون ذرا بنظر
غور ملاحظہ فرمایئن۔

(۱) متی کے باب ۷ درس ۲۱-۲۳ مین ہے نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے
آسمان کی بادشاہت مین شامل ہوگا مگر وہی جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے اوسکی
مرضی پر چلتا ہے اوسدن بہتیرے مجھے کہینگے اے خداوند اے خداوند کیا ہمنے تیرے
نام سے دیوؤن کو نہین نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہین کین اوس وقت
مین اونسے صاف کہونگا کہ مین کبھی تمسے واقف نہ تھا اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔

۲۔ اور متی کا باب ۲۵ درس ۱۱ و ۱۲ یہ ہے۔ تب پیچھے وے دوسری کنواریان بھی
آئین اور کہنے لگین اے خداوند اے خداوند ہمارے لیے دروازہ کھول تب اوسنے
جواب مین کہا مین تم سے سچ کہتا ہون کہ تمھین نہین پہچانتا۔

(۳) اور لوقا کا باب ۱۳ درس ۲۵ یہ ہے۔ جب گھر کے مالک نے اوٹھ کے
دروازہ بند کیا ہو اور تم باہر کھڑا ہونا اور یہ کہکے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کرو کہ اے خداوند اے خداوند

ہمارے بے گھول وہ اندرے جواب مین تسے کہیگا کہ مین تمکو نہین پہچانتا کہ کہان سے کے ہو"
ناظرین نے دریافت کیا ہوگا کہ ان تینون حوالون مین اس امر کا نشان نہین ہے کہ واقعہ
کو سزا مین زیادتی ہوگی یا کمی البتہ اگر اسکا وہی مطلب صحیح تسلیم کیا جاوے جو پادری صاحب
سمجھے ہین تو بیشک ثابت ہوگا کہ عیسیون کی نجات غیر ممکن ہے کیونکہ بیان سابق سے ثابت
ہوچکا ہے کہ مسیحی عقاید کی رو سے کوئی انسان گناہ سے نہین بچ سکتا اور جب گناہ سے
نہ بچا تو حضرت مسیح اوسکی دستگیری نہ فرماینگے پہلے حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح ان
عیسیون سے بھی بیزار اور علحدہ ہوجاینگے جو ایمان مین اظہار کرامات کے درجے کو پہونچ گئے
تھے اگرچہ یہ بیزاری کسی گناہ کی وجہ سے ہو اب قطع نظر مسیحی عقاید کے طالب نجات ذرا اسکو
جھکائین اور اپنی حالت پر خود غور فرمائین کہ کوئی بھی اپنے تئین بیگناہ پاتا ہے کوئی راستباز
ایسا دعوی نہین کرسکتا جب کوئی بیگناہ نہ ٹھہرا تو واویلا او پر جنھون نے دین مسیحی قبول کیا
کیونکہ اوس جہان مین کوئی اونکا دستگیر نہ ہوگا جہان دستگیری کی سخت ضرورت ہے
صد افسوس بر بیکسی ایشان ۔

ای گنہگارو ۔ اے نجات کے خواستگارو ادھر آؤ اور اوس نبی کریم کی شفقت کو ملاحظہ فرماؤ
جنے گنہگارون کی خستہ حالی پر رحم کرکے یون ارشاد فرمایا ہے شفاعتی لاہل الکبائر میری شفاعت
ان گنہگارون کے لیے ہے کہ صدق دل سے ایمان لاچکے ہین مگر شامت نفس سے بڑے
گناہون مین مبتلا ہوگئے ہین ۔ وہ رحیم و کریم کون رسول ہے جو گنہگارون کو اطرح
دامن عاطفت سے چھپاتا ہے وہ افضل المرسلین رحمۃ للعالمین ہے جسکا پیارا نام محمد ہے
صلی اللہ علیہ وسلم اے آخرت کے طالبو تمھارے سامنے دونون رسولون کے قول موجود
ہین اون مین غور کرو اور دیکھو تمھارے لیے کسکے پاس ٹھکانا ہے کون تمھاری دستگیری
کو موجود ہے اور کون علحدہ ہوا جاتا ہے ۔

میرے نزدیک مذکورہ حوالون مین حضرت مسیح نے وہ مسیحی مراد لیے ہین جنھون نے خلاف

نے بھی خدا حضرت مسیح کو خدائی مین شامل کیا اور اونھین خدا اور خداوند کہکر پکارا اور حضرت
مسیح کو سخت غیرت دلائی اور اپنے باطل قول کے رواج دینے مین وہ کار نمایان کیے جنھین کہ سخت
سزا چاہیے بیشک یہ گروہ بہت زیادہ سزا کا مستحق ہے کیونکہ مقتدر تو رہنما کے علاوہ خدا کی سب
کتابون نے بھی اسکی تکذیب کی مگر انھون نے ایک نہ مانی غرضکہ انجیل کے مذکورہ حوالے
سے پچھلے ایماندار کا سزا پانا ثابت ہوا بلکہ اونکا جو کفر بکتے ہین اور جھوٹے بھی ہین اس تقدیر پر
سے صرف ہم مسلمان ہی ہو سکتے ہین۔

(۴) عبرانیون کے باب ۱۰ ورس ۲۶ وغیرہ مین ہے "کیونکہ اگر بعد اسکے کہ ہمنے سچائی کی پہچان
حاصل کی ہے جان بوجھکر گناہ کرین تو پھر گناہ کے لیے کوئی قربانی نہین مگر عدالت کا ایک ہیبتناک
انتظار اور آتشی غضب جو مخالفون کو کھا لیگا باقی ہے" اسکا مطلب اگر یہی ہے کہ جو کوئی ایمان
لانے کے بعد گناہ کرے اوسکی نجات کی کوئی سبیل نہین ہے تو مسیحیون پر سخت واویلا
ہے کیونکہ بلاشبہہ وہ گناہ کرتے ہین اور انجیل ایسے گنہگارون کو قطعی جہنمی بتاتی ہے۔
ان ورسون سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے گنہگار کی توبہ بھی قبول نہین ہوگی۔ ہمکو سخت

ایک دفعہ شیخ نبی والا میہ کے پادری ... صاحب مہتمم اخبار نورافشان سے دریافت کیا تھا کہ کیا
عیسائی بعد بپتسمہ پانیکے کل گناہون سے معصوم ہوجاتے ہین اور اگر نہین ہوتے تو اونکی نجات کی کیا سبیل ہے پادری صاحب
نے اسکے جواب مین ایک طولانی تقریر کے بعد لکھا ہے "کہ سچائی کی پہچان حاصل کرکے برگشتہ ہونا ناممکن ہے اگر ممکن ہو تو
پھر کوئی کفارہ نہین کوئی توبہ نہین اور جو پطرس کی طرح بغیر سچائی کے مزہ چکھے برگشتہ ہو تو توبہ قبول نجات حاصل" (دیکھو
جلد ۳۲ نورافشان مطبوعہ ۱۱ اگست ۱۸۸۲ء ملاحظہ ہو) ہمارے خیال مین اس تقریر سے اگر سوال کا جواب نکالا جاویگا
تو یہ نتیجہ نکلا کہ ایمانداروں کی دو قسمین ہین ایک کامل الایمان دوسرے ناقص الایمان کامل الایمان معصوم ہوجاتے ہین اونکا
پھر گناہ ... برگشتہ ہونا ناممکن ہے اور ناقص الایمان توبہ کر سکتے ہین اونکا ذکر یہ ... نہین ... کہتے ہین
... خوش ہوتے ... کتاب ... نہین ہے ...
... کامل الایمان کا وجود دنیا مین ہے تو سب کامل ... مصداق ... ہو سکتے ہین مگر افسوس ... نہین ...
گنہگار ... کیا ... سچائی کی ... نہین کی تھی کیا ... معافی بخشش کا ... نہین ...
... روح القدس مین شریک ... پھر ... کتاب ... گناہ مین مبتلا ہونا ...
... ہے ... خدا کے ... رسول بھی معصوم ... کامل الایمان نہ ہوے تو ... کون شخص معصوم اور

حیرت ہے کہ ان ورسون پر ایمان لاکر عیسائیون نے اپنی نجات کی کونسی سبیل سوچ رکھی ہے۔

طالبین نجات یہان بھی بانی اسلام کے کلام مقدس کو ملاحظہ کرین کہ اوسمین کسی مقام پر گنہگارون کو ایسی مایوسی نہین دلائی گئی ہے بلکہ کمال رحمت و شفقت سے یون ارشاد ہوا ہے "اے میرے گنہگار بندو اللہ کی رحمت سے نا امید نہو بلاشبہہ اللہ تعالے تمام گناہ بخشتا ہے بیشک وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے" ہمارے ہادی برحق شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین ہین وہ اپنے گنہگارون کو ہرگز جہنم مین نہین ڈھکیلتے بلکہ وہ اپنی اولو العزمی اور شفقت سے اونہین بچانے کا وعدہ کرتے ہین۔ ہمارے مخاطب منشی صفدر علی صاحب [illegible] نہین ہین اون سے امید ہوسکتی ہے کہ ان امور پر غور فرمائینگے اور اپنی جان عزیز پر رحم کرکے اوس ہولناک راہ سے جلد پھرینگے جو اونھون نے غلطی سے اختیار کی ہے اے خدا اونہین توفیق دے تو ایسا ہی کرین۔ آمین

> یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم

قولہ۔ قرآن وحدیث محمدیون کی طرفداری سے خلاف عدالت حکم دیتے ہین کہ کلمہ گو (یعنے ایماندار) چاہے کیسا ہی فاسق ہو وہ یا تو بلاحساب وکتاب یا محمد صاحب کی شفاعت وغیرہ سے نجات پائیگا۔

جواب ہم بخوبی ثابت کرچکے ہین کہ قرآن مجید وحدیث کی تو وہی تعلیم ہے جسکو تمام عقلا تسلیم کرتے ہین اور شاہان معدلت شعار اوسے اپنا قانون بناتے ہین اور حضرت مسیح اوسکے مطابق ارشاد فرماتے ہین پھر ہم نہین کہہ سکتا کہ انبیا اور تمام عقلا کے حکم کو خلاف انصاف بتانے والا کس لقب کا مستحق ہوسکتا ہے۔ ناظرین خود اسکا تصفیہ کرین۔ طرفداری اور بے انصافی

تتمہ صفحہ ۲۷۴ - کامل الایمان ہوسکتا ہے غرضکہ عیسائیون کی کتاب اور اونکے عقاید کی رو سے معصوم کا وجود خارج مین نہین ہوسکتا پھر یہ کہنا کہ جو سچائی کی پہچان حاصل کرچکے ہین اونکا گناہ غیر ممکن ہے محض غلط ٹھہرا اور ثابت ہوگیا کہ سبھی گنہگار ہین نجات غیر ممکن ہے اسکا کچھ بیان اوپر بھی کیا گیا ہے ۱۲-

جو کچھ پادری صاحب نے ثابت کی وہ تو معلوم ہوئی اب اگر بے حساب و کتاب بخشے جانے کی
ہے تو پولوس مقدس کے کلام کو ملاحظہ کیجیے۔ نامہ رومیون کے باب ۴ ورس ۷ و ۸ مین
ہین "مبارک وے جنکے گناہ بخشے گئے اور جنکی خطائین ڈھانپی گئین مبارک وہ جسکے گناہ
کا حساب خداوند نہ لیگا" پس امت محمدیہ مبارک بندے ہین بلاشبہ اونکے گناہ ڈھانپے جاینگے
اور بہت سے بلا حساب و کتاب نجات پاینگے پادری صاحب رشک نفرمائین ذلک فضل اللہ
یؤتیہ من یشاء یعنی یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اگر شوق نجات ہے تو انھین مبارک
بندون مین شامل ہو جاوین۔ ع۔ مرفیض محمد روا ہے آئے جسکا جی چاہے۔ اور شفاعت کی
نسبت نامہ رومیون کے باب ۳ ورس ۲۴ مین پولوس یون فرماتے ہین "سو وے
اوسکے فضل سے اوس خلاصی کے سبب جو یسوع مسیح سے ہے مفت راستباز گنے جاینگے" ہم
بھی یہی کہتے ہین مگر یسوع مسیح کی جگہ محمد رسول اللہ کو قائم کرتے ہین اور یون کہتے ہین سو وے
اوسکے فضل سے اوس خلاصی کے سبب جو محمد رسول اللہ سے ہے مفت راستباز گنے جاینگے
اے پیارے مخاطب خوب سمجھ لو کہ تمام انسان خداوند تعالیٰ کے بندے اور غلام اور ہر طرح
اوسکے مملوک ہین اور اپنے بندے کے گناہ سے چشم پوشی کرنا اور اوسکی نیکوئی اور دوسری
فرمانبرداریون کی وجہ سے اوسکی خطا کو معاف کر دینا انصاف کے خلاف نہین ہے اسکو طرفداری
نہین کہتے بندہ پروری کہتے ہین اور اگر اسکو طرفداری کہا جاے تو اس قسم کی طرفداری خدا تعالیٰ
اپنے خاص بندون کے ساتھ اور اوسکے رحیم بندے اپنے خادمون کے ساتھ کرتے چلے
آئے ہین دیکھو بنی اسرائیل کے حالات اور تربیت یافتہ لوگون کے معاملات خلاف انصاف
وہی طرفداری ہے جسمین کسی کی حق تلفی ہو اور ظاہر ہے کہ اپنے خادم فرمانبردار کے گناہ سے
درگذر کرنے مین کسیکی حق تلفی نہین ہوتی لہذا اوسے ناانصافی کہنا محض نادانی ہے۔
قولہ کل گویون مین سے کوئی شخص ہمیشہ دوزخ مین رہیگا چاہے کیسا ہی گنہگار کیون نہو۔
جواب بیشک کلمہ یعنی ایمان ایسی ہی چیز ہے اور اوسے ایسا ہی ہونا چاہیے اگر ایمان

کی وجہ سے انسان نجات نہ پاسکے تو اوس ایمان سے کیا فائدہ ہوا پادری صاحب اپنے عقاید کو
ملاحظہ فرمائیں دعائے عمیم کی کتاب مین گیارہوان عقیدہ یہ ہے "ہم خدا کے حضور اپنے خداوند
اور نجات بخشنے والے یسوع مسیح ہی کے ثواب کے سبب ایمان کے وسیلے راستباز گنے جاتے
ہین اور کچھ اپنے اعمال یا ثواب کے باعث نہیں پس یہ یقین کہ ہم صرف ایمان ہی سے راستباز
ٹھہرتے ہین بہت ہی صحیح ہے" (صفحہ ۶۴۵ وغیرہ)

جب مومن صرف ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ باعث نجات ایمان ہی ہے
اسکا حاصل وہی ہوا جو پادری صاحب قرآن وحدیث سے نقل کررہے ہین اور نوین عقیدے
مین ہے کہ "انکے لیے جو ایمان لائے اور بپتسما پاتے ہین کچھ سزا کا حکم نہین" (صفحہ ۶۴۵)
اب فرمائیے کہ یہ حکم تو انصاف مین حدیث کے حکم سے بڑھگیا کیونکہ یہان ایماندار کو مطلقاً سزا کا حکم
نہین ہے اور حدیث مین مطلقاً سزا کی نفی نہین کی گئی بلکہ عذاب ابدی کی نفی کی گئی ہے۔

قولہ مگر جنہے کلمہ نہین پڑھا خواہ وہ دوسرے مذہب والے کیسے ہی کیون نہون بلاشبہ ابدی
عذاب جہنم مین گرفتار ہونگے۔

جواب بلاشبہ سرکشی اور بغاوت کی ادنی سزا حبس دوام ہے اگرچہ وہ باغی کیسا ہی کیون نہو
پادری صاحب بھلا اسلام کا یہ حکم تو آپکے نزدیک خلاف عدالت ٹھہرا اب آپ فرمائیے کہ اگر
کوئی کلمہ مسیح نہ پڑھے یعنے حضرت مسیح پر ایمان نہ لائے تو وہ عذاب ابدی مین گرفتار ہوگا یا نہ ہوگا
اگر ہوگا تو پھر اسلام پر کیا اعتراض ہے اور اگر نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے ماننے پر نجات موقوف
نہین ہے غیر مذہب والے بھی نجات پاوینگے اور یہ عقاید عیسوی کی روسے صریح غلط ہے بلکہ
ایسا عقیدہ رکھنے والا دین عیسوی سے خارج ہے دعائے عمیم کی کتاب مین اٹھارھوان
عقیدہ ملاحظہ ہو "وہ بھی دین سے خارج سمجھا چاہیے جو گستاخ ہوکر کہتے ہین کہ ہر ایک
شخص اوس شرع یا طریق سے جسکا وہ پیرو ہو نجات پاویگا بشرطیکہ وہ کوشش کرکے
اپنے چلن اوس شرع اور عقل کی روشنی کے مطابق درست کرے کیونکہ

مقدس کتاب مین صرف یسوع مسیح کا نام بتائی ہے جس سے آدمی نجات پا سکتے مین صفحہ ۹۴ ہ
اس مقام پر تیرھوان عقیدہ بھی قابل ملاحظہ ہے وہ یہ ہے "جو اعمال کہ مسیح کے فضل اور اوسکی روح کے تاثیر سے پہلے کیے جاتے سو خدا کو پسند نہین آتے کیونکہ وے یسوع مسیح پر ایمان لانے سے صادر نہین ہوتے اور نہ آدمیون کو حصول فضل کے قابل کرتے بلکہ ہمین کچھ شک نہین کہ وے گناہ مین گنے جاتے ہین" (صفحہ ۴۳۰ ہ) پادری صاحب ذرا انصاف سے فرماتے کہ غیر مذہب والون کے نیک اعمال گناہ مین گنے جانا موافق عدالت اور انصاف کے ہے سبحان اللہ اب اسکے مقابلے مین قرآن مجید کا حکم بھی ملاحظہ کیجیے - وہ یہ ہے -

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ
(سورہ زلزال)

"کہ جسنے ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اوسکی جزا دیکھ لیگا اور جسنے ذرہ کے برابر بدی کی ہے وہ اوسکی سزا دیکھ لیگا" اسوقت ہر ایک منصف مزاج اپنے اختیار کہہ اوٹھیگا کہ یہ منصفانہ حکم اوسی کا ہے جو تمام جہان کے عادلون سے زیادہ عادل ہے یہان کسیکو یہ خطرہ نہو کہ جو ابدی عذاب مین ڈالا گیا اوسنے اپنی نیکی کی کیا جزا دیکھی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دنیا ہی مین اوسکو جزا دیجاے یا آخرت کے عذاب مین تخفیف کیجاے - الغرض مسلمان کے عقیدے کے بموجب ہر ایک انسان خواہ مذہب والا ہو یا غیر مذہب والا اپنے کیے کی جزا اور سزا پائیگا - اور عیسائیون کے عقیدے کی روسے غیر مذہب والے کی نیکیان سب برباد ہین بلکہ بقول مشہور نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون صادق ہے - با اینہمہ اسلام پر نا انصافی کا الزام لگایا جاتا ہے اور مذہب مسیحی کو مطابق عدل کہا جاتا ہے حیف صد حیف بر نا انصافی ایشان -

تنبیہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو اسلیے بھیجا تھا کہ مومن گنہگار کو نجات کا مژدہ دے جسکو مذہب عیسوی نے نا امید کر دیا تھا -

تیسرا مسئلہ خدا تعالی کا فرض ہے کہ ہر انسان اپنے جملہ اقوال و افعال و افکار مین پاک و نیک ہووے اسیواسطے کلام مقدس مین ارشاد ہوا ہے کہ تم پاکی مین کامل ہو

جیسا خدا تعالی کامل ہے مگر شرائع محمدی کے بموجب سوائے چند اقوال و افعال مخصوصہ کے فرض نہین ہے اوس سے زیادہ کرے تو ثواب ہے اور نکرے تو عذاب نہین امہ مطبوعہ [illegible]

جواب ہمین نہایت حیرت ہے کہ پادری صاحب باوجود دعوی علمیت کے اسلام سے اسقدر بیخبر ہین کہ جو اعتراض پیش کرتے ہین اوسکی بنیاد محض لاعلمی یا عدم تحقیق ہوتی ہے جو کوئی اسلام کی عالیشان عمارت پر نظر ڈالیگا اوسکا انصاف دل بے اختیار کہہ اوٹھیگا کہ یہ شاندار مکان اس عیب سے بالکل پاک ہے جو اس مقام پر پادری صاحب لگانا چاہتے ہین اون مفصل ہدایات اور تعلیمات کے علاوہ جنسے جملہ اقوال و افعال و افکار مین پاکیزہ ہونا تفصیلی طورسے معلوم ہوتا ہے مین قرآنمجید کے دو جملے نقل کرتا ہون جنسے اظہر من الشمس ہوجائیگا کہ اسلام انسان کو تمام حرکات و سکنات مین پاک و نیک ہونے کی ہدایت کرتا ہے۔

پہلا جملہ — بیشک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کی اس سے پرسش ہوگی — یعنے ہر ایک انسان سے دریافت کیا جائیگا کہ تو آنکھ اور کان اور دل کو کس کام مین لایا آیا نافرمانی مین یا فرمانبرداری مین یا یون کہا جائیگا کہ تو نے ایسی چیز کیون سنی جسکا سننا تجھے حلال نتھا اور ایسی چیز کیون دیکھی جسکا دیکھنا تجھے جائز نتھا اور ایسا ارادہ کیون کیا جو روا نتھا۔ جب ان تمام اعضا خصوصا قلب کی وجہ سے بازپرس ہونیکا حکم سنادیا گیا تو انسان کو تمام افعال و افکار مین نیک ہونا لازم ہوا۔

> اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا
> (بنی اسرائیل)

دوسرا جملہ — جو کچھ تمھارے دلون مین ہے خواہ تم اوسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو اللہ اوسکا حساب لیگا اس آیت مین خاص افعال قلبی اور امور نفسانی پر محاسبہ کا ہونا بیان ہوا ہے اور اونکے اظہار اور اخفا کو یکسان ٹھہرایا ہے یعنی دلی برائیون پر حساب لیا جائیگا خواہ اونھین ظاہر کرو یا نکرو چونکہ ظاہری افعال کا منشا خواہش دلی ہوتی ہے اسلیے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تمھارے تمام افعال ظاہری اور باطنی سب کا حساب لیا جائیگا لہذا ضرور ہے کہ انسان ہر ایک فعل مین پاک ہوتا کہ محاسبہ مین نہ پڑے

> اِنْ تُبْدُوْا وَمَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (بقرہ)

ان ہدایات کے بعد بھی اگر کوئی شک کرے کہ اسلام جملہ امور مین نیک ہونیکی ہدایت نہین کرتا تو اوسکے بے علمی یا انصاف دشمن ہونے مین کسی منصف کو تامل نہین ہو سکتا۔

دوسری آیت کی نسبت پادری صاحب کا کہنا کہ یہ منسوخ ہو گئی ہے محض عدم تحقیق بلکہ نافہمی پر مبنی ہے کیونکہ اس آیت مین کوئی حکم نہین ہے بلکہ اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ انسان کے ہر ایک عمل پر حساب لیا جائیگا اور یہ مسئلہ محقق ہے کہ اخبار مین نسخ نہین ہوتا بلکہ احکام غیر مؤبدہ مین ہوتا ہے [illegible] اصول فقہ کی کتابون مین مفصلاً مذکور ہے اور مفسرین آیت مذکورہ کے منسوخ نہونے کی وجہ تان بھی اسکی تصریح کرتے ہین۔ امام فخر الدین رازی نے آیت مذکورہ کے منسوخ نہونے کی تین وجہین بیان کی ہین تیسری وجہ یہ ہے۔ "تیسرے یہ کہ نسخ خبر مین جائز نہین ہے بلکہ نسخ کا جواز صرف اوامر و نواہی مین ہے"

والثالث ان نسخ الخبر لا یجوز انما الذی [illegible] الاوامر والنواهی (جلد ۲ صفحہ [illegible])

ابو البرکات نسفی مدارک التنزیل مین لکھتے ہین۔ "اور بعض تفسیرون مین ہے کہ آیت مذکورہ اس آیت سے منسوخ ہے اور محققین اسپر ہین کہ نسخ احکام مین ہوتا ہے نہ اخبار مین یعنی آیت مذکورہ کو منسوخ کہنا خلاف تحقیق ہے۔" اور تفسیر احمدی مین ہے۔ "بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت مذکورہ کی لہذا معلوم ہوا

وفی بعضها انها نسخت بهذه الآیة والمحققون علی ان النسخ یکون فی الاحکام لا فی الاخبار (صفحہ [illegible])

کہ دلی افعال اور نفسانی ارادون کا محاسبہ نہ ہوگا لیکن یہ (یعنے منسوخ ہونا) صحیح نہین ہے کیونکہ نسخ احکام مین ہوتا ہے اور مضمون آیت از قبیل اخبار ہے" اور امام نووی صحیح مسلم کی شرح مین آیت مذکورہ کی نسبت لکھتے ہین۔ "کہ محققین کا مختار یہ ہے کہ آیت مذکورہ محکم ہے منسوخ نہین ہے"۔

قال بعضهم انها ناسخة لهذه الآیة فعلم ان افعال القلوب وعزم النفوس لا یحاسب ولکنه غیر صحیح لان النسخ انما یکون فی الاحکام وهذه من جملة الاخبار (صفحہ ۱۳۴)

والصحیح عند المحققین ان الآیة محکمة غیر منسوخة (صفحہ [illegible])

الغرض آیت محاسبہ مذکورہ ہرگز منسوخ نہین ہے اور

قرآن و حدیث کی رو سے افعال قلبی اور خیالات فاسدہ پر حساب ہوگا۔ کیا اسلام کے ماہر نہین جانتے کہ ریا اور نفاق اور تکبر اور غرور اور حسد اور بغض اور کینہ اور حرص اور بدی وغیرہم افعال قلبی اور خیالات فاسدہ ہین پھر کیا قرآن مجید و حدیث نے انکی بحث ممانعت نہین کی اور انکو سخت گناہ نہین ٹھہرایا۔ بیشک ممانعت کی ہے اور گناہ ٹھہرایا ہے باینہمہ یہ کہنا کہ اسلام مین خیالات فاسدہ پر گرفت اور حساب نہین ہے کیسا اندھیر ہے البتہ یہ بازپرس اور محاسبہ اوسی حد تک ہادی اسلام نے روا رکھا ہے جہان تک کہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے افعال ظاہری اور باطنی دو طرح کے ہین اختیاری اور اضطراری اختیاری افعال مین بازپرس ہونا مقتضای عقل و انصاف ہے اور اضطراری افعال مین مواخذہ ہونا ہرگز عقل کا تقاضا نہین ہے کیونکہ اس قسم کے افعال انسان کی طاقت سے باہر ہین اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ ارحم الراحمین اپنے عاجز بندون سے اون افعال کے صدور سے بازپرس کرے جو اونکے اختیار سے باہر ہین اسیواسطے خدا تعالیٰ نے آیت محاسبہ کے بعد ہی یہ ارشاد فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنی اللہ کسی جان کو اوسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا۔ آیت محاسبہ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا تھا کہ افعال اختیاری اور اضطراری دونون کی وجہ سے گرفت ہوگی اس آیت سے وہ وہم دفع کردیا گیا اور مژدہ سنادیا گیا کہ تمھین ایسے امر کی تکلیف نہین دی گئی جو تمھارے اختیار سے باہر ہو۔ اسی عادلانہ اصل پر اسلام کا یہ مسئلہ ہے کہ برے وسوسون پر مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ بری بات کا خطرہ آجانا انسان کی طاقت سے باہر ہے اونکی فہم پر کمال افسوس ہے جو ایسے عمدہ مسئلہ پر اعتراض کرتے ہین جس مین عدل اور رحمت دونون جوش زن ہین۔

بیان اون حوالون کا ذکر کرنا مناسب ہے جنکی سند سے پادری صاحب محاسبہ کی آیت کو منسوخ بتاتے ہین یعنے نیاز نامہ مین آیت مذکورہ کے منسوخ ہونیکا دعوی کیا ہے اور اوسکے حاشیہ پر تین کتابون کا حوالہ دیا ہے۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر مظہری۔ معالم التنزیل۔ مگر ان

کتابوں میں اس دعوے کے ثبوت کا کہیں پتہ نہیں لگتا۔ تفسیر بیضاوی میں صرف اتنا ہے کہ آیت مذکور
کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کا اصلا ذکر نہیں ہے مگر طرز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مفسر منسوخ ہونے کا
قائل نہیں ہے کما لا یخفی علی الماہر۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ حوالہ کس وجہ سے دیا گیا۔ تفسیر مظہری
میں دلی افعال پر محاسبہ ہونیکو ثابت کیا ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ دلی افعال پر زیادہ گرفت ہوگی
بہ نسبت ظاہری افعال کے اور بعضوں نے آیت مذکورہ کو منسوخ کہا ہے اونکے کلام کے
معنی بیان کیے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ کا یہ کہنا کہ اس
آیت سے وہ آیت منسوخ ہوگئی مجاز پر مبنی ہے کیونکہ حقیقت نسخ
ایک حکم شرعی کا اوٹھ جانا ہے بعد اسکے ثبوت کے اور یہ صرف
احکام میں ہوسکتا ہے نہ اخبار میں اور اوس آیت میں دل کے
کاموں پر گرفت کی خبر دی گئی ہے اور اس آیت میں طاقت
بشری سے زیادہ تکلیف نہ دینے کی خبر ہے۔ پس جب دونوں
آیتوں میں خبر ہے تو نسخ کا احتمال نہیں ہوسکتا" اسکے بعد اگرچہ نسخ کی ایک توجیہ اون لفظوں
سے بیان کی ہے جنسے ضعیف ورکیک قول بیان کیا جاتا ہے مگر خیال کرنے کا مقام ہے
کہ جس قول کو صاحب تفسیر مقدم اور قوت کے ساتھ بیان کر رہا ہے اوسکو نظرانداز کر دیا اور جس
قول کو وہ ضعیف[1] بتا رہا ہو اوسے اوسکی طرف سے پیش کرنا کیسی ناانصافی اور حق پوشی ہے۔

فقد قول ابی ہریرۃ فنسختہا مبنی علی المجاز وحقیقۃ النسخ رفع حکم شرعی بعد ثبوتہ وذا لا یتصور الا فی الاحکام دون الاخبار وتلک الآیۃ اخبار بالمواخذۃ علی افعال القلوب وھذہ اخبار بعدم وقوع التکلیف فوق الطاقۃ فلا یحتمل النسخ

معالم التنزیل میں صرف دو قول بیان کر دیے ہیں کسیکو ترجیح نہیں دی ملاحظہ کیجیے۔
ایک گروہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اوس آیت سے
جو اوسکے بعد ہے اور بعض نے کہا منسوخ نہیں ہے کیونکہ خبر

قال بعضہم ھی منسوخۃ بالآیۃ التی بعدھا وقال بعضہم الآیۃ غیر منسوخۃ لان النسخ لا یرد علی الاخبار انما یرد علی الامر والنہی قولہ یحاسبکم بہ اللہ

[1] اس قول کے ضعیف ہونیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اسلام میں یہ مسئلہ متفق ہے کہ نسخ اوسی مقام پر مانا جاتا ہے
جہاں دونوں قولوں میں جمع نہ ہو سکے اور جب تک اجتماع ممکن ہو اہل نسخ کے قائل نہونگے یہاں اس قاعدے کے
برعکس آیت کے صحیح معنوں کو چھوڑ کر نسخ ثابت کیا جاتا ہے بنا بر اں ہرگز قابل توجہ نہیں ہو سکتا۔

خبر لا یرد علیہ النسخ (صفحہ ۲۳) پر نسخ نہین وارد ہوتا بلکہ امر و نہی پر ہوتا ہے اور یہ قول کہ اللہ اوس
حساب لیگا غیب ہے اسپر نسخ وارد نہین ہو سکتا" یہ خیال بھی حیرت سے خالی نہین ہے کیونکہ یہ
کتاب مین دو قول متعارض منقول ہون اونمین سے صرف ایک قول کو نقل کرکے مذہب
اسلام کا مسئلہ بتانا اور اوسپر اعتراض کرنا کسی انصاف پسند اور دیانتدار کا کام نہین الحاصل
یہ کہنا کہ اسلام مین جملہ اقوال و افعال و اذکار مین نیک ہونے کی تعلیم نہین ہے سخت بہتان
ہے اس بیان سے صرف یہی نہین ثابت ہوتا کہ پادری صاحب نے بلا تحقیق غلط الزامات اسلام
پر لگائے ہین بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصداً حق پوشی کی ہے اللہ اونھین ہدایت کرے۔ یہ کہنا
کہ شرایع محمدی کے بموجب سوائے چند اقوال و افعال مخصوصہ کے فرض نہین ہے کمال ہی
حیرت انگیز ہے معلوم نہین کہ ان چند اقوال و افعال سے اونکی کیا مراد ہے غالباً ارکان اسلام
مقصود ہونگے مگر ایسا خیال کرنا محض غلط فہمی ہے کیونکہ اسلام کے فرائض ہمارے کتب عقاید اور
سلوک اور فقہ مین بکثرت مذکور ہین مگر اوسیقدر اور وہی باتین فرض ہین جو انسان سے ہو سکتی ہین ایسی
نہ وہ جو اوسکے اختیار و طاقت سے باہر ہین۔ اب اسلام کے فرائض کی مختصر کیفیت ملاحظہ
کیجیے۔ اس پاک مذہب مین تین قسم کے فرائض ہین۔ ایک وہ جو خدا تعالےٰ کی ذات پاک سے
متعلق ہین۔ دوسرے وہ جو خود اپنی ذات سے علاقہ رکھتے ہین تیسرے وہ جو دوسری مخلوق
سے تعلق رکھتے ہین۔

پہلی قسم کے فرائض کی مثالین

(۱) خالص خدا ہی کی عبادت کرنا (۲) اوسکی ذات و صفات مین کسیکو شریک نہ ٹھہرانا (۳)
تمام برائیون سے اوسے پاک سمجھنا (۴) تمام خوبیون سے اوسے موصوف جاننا (۵) اوسکے
حکمون کو بجا لانا (۶) جن چیزون سے اوسنے منع کیا ہے اونسے باز رہنا (۷) اپنی جان و مال
اور سب چیزون سے زیادہ اوس سے محبت رکھنا (۸) اوسکے قہر سے ڈرنا (۹) اوسکی رحمت
کی امید رکھنا۔ ان فرایض کی تفصیل کتب عقاید وغیرہ مین مذکور ہے۔

دوسری قسم کے فرائض کی مثالین

(۱) مبعوث نہ ہونا (۲) عہد و پیمان کو پورا کرنا (۳) زنا - لواطت - نظر شہوت - اور کل فحش باتون سے پرہیز رکھنا - انکی تفصیل کیطرف نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ بہت سے فرائض اسمین شامل ہین (۴) مصیبت پر صبر کرنا (۵) نعمت الہی کا شکر کرنا (۶) کل نشہ کی چیزون کا استعمال نکرنا (۷) حلال کھانا (۸) حلال پہننا (۹) فضول خرچی سے بچنا -

تیسری قسم کے فرائض

اس قسم کے فرائض دو طرح کے ہین ایک وہ جنکا تعلق خاص شخصون سے ہے دوسرے وہ جنکا تعلق عام ہے کسی ایک شخص سے مخصوص نہین جنکا تعلق خاص شخصون سے ہے وہ بھی بہت ہین مثلاً انبیاء کرام کے متعلق - بادشاہ وقت کے متعلق - والدین کے متعلق - اولاد کے متعلق - میان بی بی کے متعلق - کنبے اور قبیلے کے متعلق - بوڑھون کے متعلق - بچون کے متعلق - جانورون کے متعلق - علی ہذا القیاس اور بھی تعلقات ہین جنکے فرائض کی تفصیل ہماری مذہبی کتابون مین کماحقہ موجود ہے -

وہ فرائض جنکا تعلق عام ہے اونکی مثالین یہ ہین (۱) خون ناحق نکرنا (۲) پرایا مال ناحق نلینا (۳) بھلی بات کی تعلیم کرنا (۴) بری بات سے منع کرنا (۵) کسیکی آبرو ریزی نکرنا - (۶) حتی الوسع مخلوق خدا کی خیرخواہی کرنا (۷) حسد نکرنا (۸) دوسرے کو حقیر نہ سمجھنا - (۹) بغض نرکھنا (۱۰) بورا ناپنا - (۱۱) پورا تولنا (۱۲) امانت مین خیانت نکرنا (۱۳) کسیکی غیبت نکرنا (۱۴) کسیکو گالی نہ دینا (۱۵) بدگمانی نکرنا - وغیرہ وغیرہ اس قسم کے فرائض کی تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابون مین مذکور ہے - لیکن سخت حیرت ہے کہ ہمارے مخاطب جو مولوی کے لقب سے مشہور ہین کیا ان باتون سے بے خبر ہین جنکو ادنی مسلمان بھی جانتا ہے ہرگز ایسا خیال نہین ہوسکتا - اب ہم نہین کہہ سکتے کہ کس وجہ سے ایسی بے بنیاد باتین اونھون نے تحریر کی ہین اونکے ذمہ فرض ہے کہ ایسے فرائض کو بیان کرین جو اسلام مین نہون اور اونکا فرض ہونا

اہل انصاف کے نزدیک منظور ہو۔

یہ کہنا کہ شریعت محمدیہ مین بجز چند اقوال و افعال کے کوئی فرض نہین ہے ایسا ہی ہے جیسے کوئی یون کہے کہ شریعت عیسوی مین بجز اُن چھ سات فرضون کے جو متی کے باب ۱۵ ورس ۱۸ سے ۱۹ تک مین بیان ہوئے ہین کوئی فرض نہین ہے اور اگر اوس کلیسا کے فتوے کو دیکھا جائے جسکا ذکر اعمال کے پندرہ باب مین ہے تو بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ پادری صاحب کو بالکل معافی کا سارٹیفکٹ حاصل ہو چکا ہے۔ باب مذکور کا ورس ۲۸ و ۲۹ یہ ہے "کیونکہ روح القدس نے اور ہمنے بہتر جانا کہ ان ضروری باتون کے سوا تم پر بوجھ نہ ڈالین کہ تم بتون کے چڑھاوون اور لہو اور گلا گھونٹی ہوئی چیزون اور حرامکاری سے پرہیز کرو اگر تم ان چیزون سے آپکو بچائے رکھو گے تو خوب کروگے" اب فرمایئے کردہ جملہ اقوال و افعال مین پاکی کا فرض ہونا کدھر ہے یہان تو صرف چار فرض قرار پائے ہین اور اون مین بھی اخلاقی حکم ایک ہی ہے تین حکم رسمی ہین (جنسے پادری صاحب کے نزدیک انسان کامل نہین ہو سکتا) اس نظر سے صرف ایک ہی فرض باقی رہا باقی تمام فرائض سے معافی آگئی افسوس ہے کہ اس کتاب کے ماننے والے شریعت محمدیہ پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ اوسمین بجز چند اقوال اور افعال کے کوئی فرض نہین ہے ذرا وہ ہوش کر کے باتین کرین

چوتھا مسئلہ اسکا حاصل یہ ہے کہ تمام شریعت الٰہی واجب التعمیل ہے اگر کوئی ایک حکم بجالاوے اور دوسرا ٹال دے تو ضرور قصوروار اور سزا کا مستحق ہے مگر قرآن و حدیث اسکے بالکل برخلاف تعلیم دیتے ہین اور سکھاتے ہین کہ اگر انسان بہت سے گناہ کرے لیکن اگر فلانا حکم مانے تو سب قصور اوسکے معاف ہو جائینگے صفحہ ۴۶

جواب (۱) یہ محض تہمت ہے بلاشک و شبہہ قرآن مجید و حدیث مین تمام احکام الٰہی کو واجب التعمیل بتایا ہے اور ایک حکم کے ٹالنے والے کو بھی قصوروار اور سزا کا مستحق ٹھہرایا ہے پادری صاحب کا یہ نقل کرنا کہ فلان حکم مانے تو قصور اوسکے معاف ہو جائینگے خود ثابت کرتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نے اوسے قصوروار ٹھہرایا ہے مگر قصوروار ٹھہرانیکے یہ معنی نہین ہین کہ کسی وقت اور کسی

سبب سے اوسکا قصور معاف ہو شریعت محمدیہ نے نیک اعمال کو قصور معاف ہونے کا سبب
قرار دیا ہے اور نیک کام کے بدلے مین قصور معاف کیا جانا نہایت قرین قیاس ہے بہ نسبت
اسکے کہ حضرت مسیح کے خون کے عوض تمام جہان کے گناہ بخش دیے جائین۔

سب جانتے ہین کہ بعض وقت خادمون سے اپنے آقا کا بعض کام ایسا بن پڑتا ہے کہ اوسکی وجہ
اوس خادم کے پچھلے سب قصور معاف کر دیے جاتے ہین اور مستحق انعام کا ہوتا ہے اور ایسے وا
اکثر اوقات ہوا کرتے ہین۔ اس معاف کر دینے سے کسیکو یہ خیال بھی نہین ہوتا کہ آقا کے تمام
احکام واجب التعمیل نہین ہین پھر احکام الٰہی مین ایسا خیال کیون کیا جاتا ہے کہ بلحاظ یہ تو
ر توبہ کی وجہ سے تو عیسائیون کے نزدیک بھی سب گناہ معاف ہو جاتے ہین اور جس طر
اور احکام الٰہی ہین توبہ بھی ایک حکم ہے پھر جسطرح توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہین اگر کسی
اور حکم کی بجاآوری سے بھی معاف ہوجائین تو کیا قباحت ہوگی۔

(۲) جن احادیث مین بعض اعمال کے کفارۂ سیات ہونیکا ذکر ہے اون مین اکثر یون ارشاد ہو
کفارۂ ما لم تغش الکبائر یا یون آیا ہے مکفرات ما اجتنب الکبائر یعنی نیک کام اوسوقت کفارہ
ہو سکتے ہین کہ بڑے گناہون سے بچے اور اونکی آمیزش نہ ہونے دے اس سے صاف معلوم
کہ وہ نیک کام جنکا کفارہ ہونا حدیثون مین آیا ہے اونسے خفیف گناہ معاف ہوتے ہین
بھاری گناہ جس مقام پر کل گناہون کی معافی بیان کی ہے وہان مطلب یہی ہے کہ کل خفیف گن
معاف کر دیے جاتے ہین بھاری گناہ کا سرزد ہونا مومن کی شان کے خلاف ہے اگر اوس
کوئی گناہ ہوگا تو خفیف ہی گناہ ہوگا اسلیے حدیثون مین کل گناہون کی معافی بیان کی گئی ہے
اس معافی کی مثال اسطرح سمجھنا چاہیے کہ ایک طبیب کامل مریض کو دوا یا کوئی غذا بتا کر کہے کہ اس
استعمال سے تم بالکل اچھے ہو جاؤگے اسکے یہ معنی تو کسیطرح نہین ہو سکتے کہ جو کچھ تمہارے جی
آئے وہ کرو اور جو چاہو سو کھاؤ (اور اگرچہ وہ زہر ہی کیون نہو) مگر اچھے ہو جاؤگے کوئی عا
اوس طبیب کے کلام کے یہ معنی نہین سمجھتا بلکہ اوس طبیب کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اگر اسکے استعم

سکے قبل کوئی مہلک چیز نکھائی ہو اور بعد استعمال جن چیزون سے پرہیز واجب ہے اون سے
پرہیز کرینگے او سوقت اچھے ہو جاوینگے اسی پر اعمال حسنہ کو قیاس کرنا چاہیے کیونکہ وہ روح
کی غذا ہین اور یہی غذا حالت مرض مین بمنزلہ دوا کے ہے اور اونکا ترک بمنزلہ ترک غذا کے
ہے جو حقیقت مین زہر کی خاصیت رکھتا ہے۔ الغرض نیک کام کرنا جس طرح موجب حیات
ہے اسی طرح فرائض اور واجبات کا ترک کرنا سبب ہلاکت ہے پھر اونکے ترک سے کیونکر حیات
مل سکتی ہے اگر ایک شخص کیسی ہی عمدہ دوا یا غذا کھائے مگر اوسکے ساتھ تھوڑا زہر بھی کھالے تو وہ غذا یا دوا کیا
فائدہ کر سکتی ہے۔

(۳۴) اسلام مین یہ قاعدہ قرار پاچکا ہے کہ عقیدے کا ثبوت ظنیات سے نہین ہوتا بلکہ اوسکے لیے قطعی
اور یقینی دلیل ہونا چاہیے البتہ عملیات کا ثبوت ظنیات سے ہو سکتا ہے اور یہ ماننا کہ فلانا حکم بجالانے
سے قصور معاف ہو جاوینگے ایک عقیدہ ہے لہذا وہ دلیل ظنی سے ثابت نہ ہوگا اور جن احادیث کو
پادری صاحب نے یہ عقیدہ نکالا ہے وہ سب ظنی ہین کوئی موجب یقین نہین ہے اسوجہ سے اون
احادیث سے یہ عقیدہ ثابت نہین ہو سکتا اس قسم کی حدیثین صرف اوس عمل کی ترغیب کے لیے
ہین جسکی فضیلت اونمین مذکور ہے۔ اس بیان سے پادری صاحب کا اعتراض محض بے بنیاد اور خیال
خام ثابت ہوا ہمین امید ہے کہ اگر ہمارے مخاطب اس تحقیق مین غور فرماوینگے تو اونکے تمام شبہات رفع
ہو جاوینگے نیز اختلاف سوم کے جواب کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے وہان بھی اس اعتراض کا جواب
ملیگا۔ یہان ایک بات قابل غور اور باعث نہایت عبرت یہ ہے کہ پادری صاحب صفحہ ۲۶
مین فخریہ تحریر کرتے ہین "انجیل مقدس مین ارشاد ہوا کہ جو کوئی ساری شریعت کو مانے پر ایک
بات مین قصور کرے وہ سبھون کا مجرم ہوا" اے بھائیو تمہین اسمین تامل کرو کہ اوس خدا سے
رحیم و عادل کا ایسا حکم ہو سکتا ہے کہ اوسکا بندہ جو بدل اوسکو اور اوسکے رسولون کو مانتا
ہے اور تمام احکام الٰہی بجالاتا ہے مگر شامت نفس سے ایک حکم مین اوس سے قصور ہو گیا
تو اوسکی تمام محنت برباد گئی پادری صاحب ذرا سر جھکا کر انصاف سے دل مین غور کرین کہ

کوئی انسان ایسا ہے کہ تمام عمر کوئی قصور نکرے ہرگز نہین پھر فرمائین کہ کیونکر انسان نجات پاسکتا
ہے خصوصًا اوسوقت مین کہ تمام نیک کلام انسان پر فرض ہون جیسا کہ پادری صاحب کا مقولہ
ہے اس تقدیر پر تو ہر روز بقصد و بلا قصد سیکڑون قصور انسان سے ہونگے جب ایک قصور
کے سبب سبکا مجرم ٹھہرتا ہے تو ان سیکڑون گناہون کے ساتھ کس سخت سزا کا مستحق ہوگا۔
معاذ اللہ۔ الحاصل بیان بھی پادری صاحب عیسائیون کی نجات کو محال بتاتے ہین۔
اسے جناب۔ حضرت مسیح کے قول کے یہ معنی نہین جو آپ لکھتے ہین جس سے خدا کے رحم اور عدالت مین
فرق آتا ہے اور انسان کی نجات کا کوئی رستہ نہین رہتا بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ جو کوئی بات تمام
احکام الٰہی کو مانے اور ایک کو نہ مانے بلکہ اوس سے انکار کرے تو اوسنے سبکا انکار کیا کیونکہ احکام
الٰہی قبول کرنے مین سب برابر ہین پھر کیا وجہ کہ بعض کو مانتا ہے اور بعض کو نہین مانتا
معلوم ہوتا ہے کہ جن بعض کو مانتا ہے انکو اس لحاظ سے نہین مانتا کہ یہ احکام خدا ہین بلکہ کسی اور
وجہ سے مانتا ہے۔ پس اس نظر سے وہ کل کا منکر قرار دیا گیا۔
ہمارے سچے مذہب اسلام اور مقدس قرآن مجید کا یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی نیک کام کرے تو ارحم الراحمین
اپنے فضل و کرم سے دس گنا اجر کا مستحق کرتا ہے اور جو کوئی بد کام کرے تو اوسکو اوسی قدر سزا
کا مستحق ٹھہراتا ہے جس قدر اوسنے بدی کی ہے یہ حکم آواز بلند پکارتا ہے کہ اسکا حاکم ایسا عادل
اور کریم ہے جسکے دریاے عدالت اور رحمت کی کچھ انتہا نہین ہے سب جانتے ہین کہ تھوڑے
کام کی بہت مزدوری دیدینا مالک کی کمال عنایت اور دریا دلی پر دلالت کرتا ہے۔
قولہ صفحہ ۴۹ ۔ وہ قصہ بھی قابل غور ہے جو کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز ایک ترازو رکھی جائیگی
جسمین بندون کے اعمال تولے جائینگے۔
جواب بلاشبہہ قابل غور ہے مگر آپنے اصلا غور نہین کیا اور بے تامل اعتراض کردیا ترازو سے
مراد یہان ایسی ترازو نہین ہے جس سے آپ اپنے گھر کی اجناس تولا کرتے ہین بلکہ اوس سے مراد یہ
جس سے لوگون پر ہر ایک کے نیک و بد اعمال کی کمی و زیادتی ظاہر ہو جائیگی یا یون کہین کہ انصاف

فیصلہ مراد ہے تفسیر کبیر میں ہے "بلاشبہ ترازو سے مراد انصاف و فیصلہ ہے اور بہت متاخرین اس قول کیطرف گئے ہین"۔ اب فرمایئے کہ پھر کیا اعتراض ہے

ان المراد من المیزان العدل والقضاء و کثیر من المتاخرین ذھبوا الی ھذا القول

اسکے علاوہ سخت حیرت ہے کہ جو لوگ اوس ذات بیچون و بیچگون کا جسکی کچھ نہایت نہین ہے ایک ذرا سے جسم مین سما جانا اور اول نمبر کا اعتقاد رکھتے ہون اور اس قادر مطلق غیور کا لعنتی ہو کر عاجزانہ طور پر مارا جانا اور سب گنہگارون کے عوض تکلیف اوٹھانا باعث نجات جانتے ہون وہ میزان قیامت اہل اسلام پر اعتراض کرتے ہین۔

خدا کی قدرت۔

قولہ اور میزان عدالت بھی ایسی ہوگی کہ مسلمانون کی ایک نیکی دس شمار کیجائیگی اور بدی صرف ایک کی ایک ہی محسوب ہوگی۔

جواب ہمین نہایت حیرت ہے کہ ہمارے مخاطب حاکم ہو کے یہ بھی نہین جانتے کہ کون امر عدالت کے خلاف ہے اور کون موافق ہے تمام زمانے سے دریافت کرلین کہ تھوڑے کام کے بدلے مین بہت سی مزدوری دینا عدالت کے خلاف نہین ہے اور تمام زمانے کو جانے دیجیے انجیل ہی ملاحظہ کیجیے۔ انجیل متی کے باب ۲۰ مین حضرت مسیح کا بیان تمثیل مین مذکور ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے باغ مین مزدور لگائے اور ایک ایک دینار روزینہ مقرر کیا بعض مزدور صبح سے اور بعض دن چڑھے سے اور بعض دوپہر سے اور بعض تیسرے پہر سے اور بعض گھنٹہ بھر دن رہے سے لگے اور شام کو مزدوری سبکو یکسان دی تو جنھون نے زیادہ کام کیا تھا وے کڑکڑائے اور کہا کہ پچھلون نے ایک گھنٹہ کام کیا اور تو نے اونھین ہمارے برابر کردیا مالک نے جواب دیا مین ناانصافی نہین کرتا جو تیرا مقرر کیا تھا وہ دیا کیا مجھے روا نہین کہ اپنے مال مین سے جو چاہون سو کرون،، ہم وہی گھنٹہ بھر دن رہے کے مزدور ہین ہمارا مالک ہمپر مہربان ہے پادری صاحب کیون کڑکڑاتے ہین اگر وہ ایک کو دس گونہ شمار نکرے تو تمام دن کی مزدوری کے برابر ہماری مزدوری کیسے ہو وہ اپنے فضل سے ایک کو دس شمار کرکے تمام دن کی مزدوری کے برابر کیا چاہتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

یہی تمثیل تھوڑے سے تغیر سے حدیث شریف مین آئی ہے اور امت محمدیہ کو اونمین شام کے مزدورون سے تشبیہ دی ہے۔

یہانتک اختلاف چہارم و پنجم کا جواب تھا اس سے ناظرین نے دریافت کیا ہوگا کہ جسقدر امور اخلاقی پر پادری صاحب نے اعتراض کیے تھے اون سب کا جواب کافی طور سے دیا گیا صرف ایک جہاد کا مسئلہ باقی ہے جسکو مین بعد اسکے خاتمہ مین انشا اللہ تعالی بتفصیل بیان کرونگا۔

اس بیان سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ ان دونون اختلافون مین جو کچھ مخالفتین کتب سابقہ اور قرآن مجید و حدیث سے بیان کی گئین تھین اونکا منشا صرف لاعلمی یا غلط فہمی تھا اور اگر بعض مقام پر کچھ ہے تو وہی ہے جسے عیسائی تکمیل کہتے ہین نہ مخالفت۔

تنبیہ عظیم

جو منصف مزاج شروع کتاب سے یہانتک بغور ملاحظہ کرینگے وہ بالیقین جان لینگے کہ پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کی سخت ضرورت تھی بغیر اوسکے خدا کی راہ ہرگز دریافت نہین ہوسکتی تھی اور نہ انسان کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ ہلاکت ابدی سے نجات کیونکر حاصل ہوگی۔

بہرحال او خفیف ضرورتین جو بیان سابق سے ظاہر ہوتی ہین اونکو مین ناظرین کے ذہن پر چھوڑتا ہون اور کہین کہین مینے بعض کا ذکر بھی کردیا ہے البتہ اون چند ضرورتون پر متنبہ کرنا مناسب سمجھتا ہون جو نہایت اہم ہین۔

پہلی ضرورت۔ اس حصہ کے صفحہ ۱۳ سے ۵۵ تک نہایت روشن دلیلون سے ثابت کیا گیا ہے کہ مجموعہ عہد عتیق و جدید جسپر عیسائیون کے دین کا مدار ہے خالص الہامی کلام نہین ہے بلکہ الہامی اور غیر الہامی اسطرح مخلوط ہے کہ تمیز نہین ہوسکتی جب کتاب کا یہ حال ہے تو طالب حق کیونکر دریافت کرسکتا ہے کہ شریعت الٰہی کیا ہے اور کون امر واجب التعمیل ہے اسلیے ضرور ہوا کہ خداوند تعالے اپنی خالص شریعت کو علیحدہ کردے جس مین کسیطرح کا شک و شبہ نرہے اسیواسطے قرآن مجید نازل فرمایا اور اوسکی کامل نگہبانی کا وعدہ کیا تاکہ قیامت تک ہر ایک انسان خدا کی

کامل اور سچی شریعت کو دریافت کر سکے اور اوسپر عمل کرے۔

دوسری ضرورت۔ تیسرے اختلاف تک جو کچھ بیان کیا گیا اوس سے ظاہر و روشن ہے کہ عیسائیون نے ایسے باطل اصول اپنے مذہب مین داخل کر رکھے ہین جو سچے دین مین کسیطرح نہین ہو سکتے اور لطف یہ ہے کہ اونکو دار و مدار نجات کا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا کی کتاب ہمین یہی تعلیم کرتی ہے اس گروہ عظیم کی اصلاح کے لیے خداوند تعالے نے پیغمبر اسلام کو بھیجا اور قرآن مجید نازل فرمایا کہ جو غلط خیالات اونھون نے خدا کی طرف منسوب کر رکھے تھے اونکی غلطی یقینی طور پر ثابت ہو جاے۔

تیسری ضرورت۔ اختلاف چہارم و پنجم مین جس قدر لکھا گیا اوس سے بخوبی روشن ہے کہ احکام توریت و انجیل مین ترمیم کی ضرورت تھی اور قرآن و حدیث نے اونھین کامل کیا اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کا یہ قول نہایت سچا ثابت ہوا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی مین اسلیے بھیجا گیا ہون کہ اخلاق پسندیدہ کو کامل کرون۔ باوجود ان بحث اور اہم ضرورتون کے پادری ٹھاکرداس اپنی عدم ضرورت قرآن لیے پھرتے ہین اگرچہ ہمین ٹھاکر صاحب کے تعصب اور ہٹ دھرمی اور ناحق کوشی سے کسی قسم کی انصاف پسندی کی امید نہین ہے مگر دنیا مین بہت سے حق پسند انصاف دوست ہین جو میری کتاب کو ایک طرف اور نیاز نامہ اور ٹھاکرداس صاحب کی عدم ضرورت کو ایک طرف رکھکر نہایت سچائی اور انصاف دل سے مقابلہ کرینگے اور جب وہ ایسا کرینگے تو مجھے پوری امید ہے کہ وہ ہادی مطلق اونپر حق بات کو کھولدیگا اور اپنے پاک مذہب اسلام کی حقانیت کو اونپر روشن کردیگا یہ امر بھی معلوم کرلینا چاہیے کہ میری کتاب کا یہ حصہ خاصتہً نیاز نامہ کے جواب مین لکھا گیا ہے مگر جسوقت اہل انصاف تامل فرماینگے تو بلاشک پادری صاحب کی عدم ضرورت کا جواب اسمین پاینگے اگرچہ اس کتاب کے مقدمہ سے اونکی فصل چہارم اور پنجم کا بھی قلع قمع ہو گیا ہے مگر تفصیلی جواب انکا اوس مقام پر دیا جائیگا جہان مولف نیاز نامہ نے فصلون مین اختلاف بیان کیا ہے کیونکہ ان دونون فصلون مین جسقدر یاوہ سرائی کی ہے وہ حالات ہی کے متعلق ہے۔

سردار جہان سے کیا مراد ہی

میں نے آئینہ اسلام کے ایک حاشیہ مین لکھا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی علیہ ال
واثنا کو سرور عالم یعنے جہان کا سردار کہا ہے اوپر ایک عیسائی نے بہت کچھ شور مچایا اسو
مین مناسب سمجھتا ہون کہ جو کچھ مجھے اس باب مین تحقیق ہے اوسے بیان کرون۔

واضح ہو کہ یوحنا کے باب ۱۴ اور ۳۰ مین جو لفظ سردار جہان کا آیا ہے اگرچہ علمای مسیحیہ نے او
مراد شیطان لیا ہے مگر میرے نزدیک یہ خیال ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ عیسائیون کے نزدیک
علمای یہود کے خیالات توریت کے بعض مقامات کی تفسیر مین غلط ہین کوئی دلیل عقلی یا نقلی
قایم نہین ہو سکتی کہ اس مذکور مین سردار جہان سے مراد شیطان ہے تفصیل اسکی یہ ہے
کہ جس لفظ کا ترجمہ یہان سردار کیا گیا ہے وہ لفظ انگریزی مین PRINCE پرنس اور یونانی
مین αρχων ارخون ہے ان دونون لفظون کا اطلاق شیطان سے اوپر نہ باعتبار لغت
کے ہے نہ بلحاظ محاورہ ذیل سے لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون لفظون کے معنی مطلق سردار ا
ذیشان کے ہین کالنس میلی ڈکشنری کے صفحہ ۱۵۱ اور صفحہ ۱۵۹ مین ہے وہ پرنس ایک نہایت اعلی
اور اول درجے کا شخص اور بادشاہ یا شاہی خاندان کا کوئی شخص اور یہ لفظ عام طور سے سلطنت کے
امرا اور رئیسون پر بھی بولا جاتا ہے اور سرکاری منصب دارون پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ
اول سلاطین ۲۰ باب ۱۴ دانیل ۹ باب ۱ و ۲ و ۴ و ۶ و ۷ اور نائب بادشاہ پر بھی بولا گیا ہے استیر
۳ باب ۱۲ و ۸ باب ۹ وغیرہ اور مسیح بھی سردار ہے۔ دانیل ۹ باب ۲۵ مسیح کو یہان پرنس یعنے
کہا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے لوگون کے ہادی ہونگے اور یہ لفظ میکائیل پر بھی بولا گیا ہے۔ دانیل
۱۰ باب ۲۱ و ۱۲ باب ۱ یسوع مسیح بھی سردار کے لقب سے ملقب کیے گئے۔ اعمال ۳ باب
۱۵ و ۵ باب ۳۱ اسلیے کہ وہ ہادی اور سرگروہ تھا اپنے چرچ کا اور اسلیے کہ اوسکا مرتبہ بہت بڑا تھا
مکاشفات ۱ باب ۵ اور کپتان کو یعنے کارو کے سردار کو بھی یہ لفظ بولا گیا ہے۔ پیدایش ۳۷

باب ۲۶ و ۱۰ باب ۳ و ۱۴ باب ۴۰ —

اس ڈکشنری مین ڈیولس کے کئی معنی بیان کیے اور بیبل کا محاورہ بھی بتلایا کہ فلان مقام پر اس لفظ کے یہ معنی ہین اور فلان مقام پر یہ مگر یہ نہین کہا کہ شیطان پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے بلکہ یہ لکھا کہ حضرت مسیح پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اسکے علاوہ مین اور بھی چند حوالے پیش کرتا ہون جہان لفظ ارخون استعمال کیا گیا ہے اور وہان شیطان مراد نہین ہے متی ۹ باب ۱۸ و ۲۳ و ۲۰ باب ۲۵ و مرقس ۵ باب ۲۲ لوقا ۸ باب ۴۱ و ۱۲ باب ۵۸ و ۲۳ باب ۱۳ و ۲۴ باب ۲۰ یوحنا ۳ باب ۱ و ۱۲ باب ۴۲ اعمال ۴ باب ۵ و ۸ و ۷ باب ۲۷ و ۱۶ باب ۱۹ — الحاصل یہ لفظ شیطان کے لیے موضوع ہے اور نہ بیبل کا محاورہ اس معنی کے لیے خاص کرتا ہے پھر کیا کوئی قرینہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ یوحنا باب ۱۴ ورس ۳۰ مین ارخون یعنے سردار سے مراد شیطان ہے ہرگز نہین بلکہ یہ کہنا کسی طرح بیجا نہین ہے کہ جسطرح اعمال باب ۳ ورس ۱۵ و باب ۵ ورس ۳۱ و مکاشفات باب ۱ ورس ۵ مین اس لفظ سے حضرت مسیح مراد ہین اسی طرح یوحنا باب ۱۲ ورس ۳۱ — اور باب ۱۴ ورس ۳۰ و باب ۱۶ ورس ۱۱ مین حضرت مسیح اور فارقلیط مراد ہین — اب مین ان تینون حوالون کی تشریح کرتا ہون

پہلا حوالہ یوحنا باب ۱۲ ورس ۳۱ مین ہے "اس جہان کا سردار نکالا جائیگا" اس حوالے مین کوئی قرینہ ایسا نہین ہے جسکی وجہ سے جہان کے سردار سے شیطان مراد لیا جاے بجز اس امر کے کہ اردو ترجمہ مین اوسکی نسبت نکال دینے کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے بظاہر اوسکی حقارت سمجھی جاتی ہے مگر جب اصلی لفظ یونانی کی طرف رجوع کیجاے تو یہ وہم بالکل دفع ہو جاتا ہے کیونکہ اصل لفظ یونانی ΕΚΒαλλει اِک بل لو مشترک المعنی ہے اوسکے معنی نکالنا۔ نکال ڈالنا۔ خارج کرنا۔ بھیجنا ہین اب اگر یوحنا باب ۱۲ ورس ۳۱ مین اس جملے ΕΚΒληθησεται اِک بلی تھی سی تای کے معنی قرینہ مقام کے لحاظ سے نکالا جائیگا کیے جائین تو اس سے حضرت مسیح مراد ہونگے اور یہ سمجھنا کہ نکالنا بری شے کی نسبت کہا جاتا ہے محض نادانی ہے محاورہ عام کے علاوہ عہد عتیق اور جدید مین بھی اس لفظ کا استعمال انبیا اور عمدہ اشیا پر بھی آیا ہے اور ایسے مواقع پر بولا گیا ہو جہان کے

اوسکی تحقیر نہین کبھی جاتی چنانچہ پیدایش کے باب ۳۷ ورس ۲۸ مین ہے یوسف کو کوے سے
باہر نکالا اور خروج باب ۲ ورس ۱۰ مین حضرت موسیٰ کی نسبت ہے جنھے اوسے پانی سے نکالا[لہ] اور خروج
باب ۱۲ ورس ۵۱ مین ہے خداوند نے بنی اسرائیل کو اونکے لشکرون کے ساتھ زمین مصر سے باہر نکالا
اور یرمیاہ باب ۳۸ ورس ۱۳ مین ہے یرمیاہ کو کھینچا اور چاہ سے نکالا اور باب ۵۲ ورس ۳۱ مین
ہے یویکین کو سرفراز کیا اور قید خانے سے نکالا اور اعمال کے باب ۷ ورس ۹ و ۱۰ مین حضرت یوسف کی
نسبت ہے پر خدا اوسکے ساتھ تھا اور اوسے اوسکی سب مصیبتون سے نکالا اور متی کے باب ۱۲ ورس ۳۵
مین ہے اچھا آدمی دل کے اچھے خزانے سے اچھی چیزین نکالتا ہے انتہی ان مقامات سے بخوبی واضح
ہوگیا کہ نکالنے سے مقصود اوس شے کی تحقیر ہی نہین ہوتی بلکہ بعض مقام پر اوسکی تعظیم مراد ہوتی ہے
ان سب حوالون کے علاوہ بہت بڑا ثبوت ہمارے لیے یہ ہے کہ مرقس کے باب اول ورس ۱۲ مین یہی
یونانی لفظ حضرت مسیح کی نسبت استعمال کیا گیا ہے اگرچہ اردو ترجمون مین اسکا ترجمہ نکالا جانا نہین کیا ہے
میرے پاس جو ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ع اور انگریزی ۱۸۳۰ع کا ہے اوسمین اسیطرح ترجمہ موجود ہے ترجمہ عربی
کی عبارت یہ ہے اخرجہ الی البریۃ یعنی نکالا اوسکو جنگل کیطرف اور ترجمہ انگریزی کی عبارت یہ ہے

AND IMMEDIATELY THE SPIRIT DRIVETH IN TO THE WILDERNESS

ترجمہ اور فوراً اوسکو روح نے نکالا جنگل کی طرف بس انجیل کے محاورے سے ثابت ہوگیا کہ اس
لفظ کی نسبت اوسی شے کی طرف نہین ہوتی جسکی تحقیر منظور ہو بلکہ انبیا اور خود حضرت مسیح کی طرف
بھی اوسکی نسبت کی گئی ہے تو اب اگر یوحنا کے باب ۱۲ ورس ۳۱ مین نکالے جانے کی نسبت حضرت
مسیح کی طرف کیجاے تو کسی طرح کی قباحت لازم نہین آتی بلکہ قرینہ سابق اور لاحق اسی مدعا کو ثابت
کرتا ہے کیونکہ اوس ورس سے پہلے اور بعد حضرت مسیح اس عالم سے اپنے جانے کا ذکر کرتے ہین
لہذا اس ورس مین بھی حضرت مسیح اپنے جانے کے نسبت فرماتے ہین اس دنیا کا سردار یعنے مسیح

لہ اسیواسطے اوسکا نام موسیٰ رکھا گیا کیونکہ اس لفظ کے معنی نکالا ہوا ہین اب اگر یہ لفظ ہے
بعض مقام کے لیے مخصوص ہوتا تو حضرت موسیٰ کا نام نہ رکھا جاتا ۱۲ ... ...

دنیا سے علیحدہ اور اوسکے متعاقب سے نکالا جائیگا جیسا کہ حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت یرمیاہؑ اور بنی اسرائیل مصیبت سے نکالے گئے تھے اور یہ معنی مراد لینے سے یوحنا کے باب ۱۴ ورس ۳۰ سے بھی مطابقت ہوجاتی ہے اور کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور اگر شیطان مراد لیا جاوے تو دونوں مقامات کی تفسیر میں بڑی دقتین پیش آتی ہیں (۱) شیطان دنیا سے کب اور کہاں نکالا گیا کیا اب اوسکا ڈیرہ خیمہ دنیا میں نہیں ہے کیا اکثر دنیا کے لوگ اوسکے مطیع اور فرمانبردار نہیں ہیں بیشک ہیں پھر وہ کیونکر نکال دیا گیا جس طرح وہ پہلے سے دنیا میں تھا اوسیطرح اب تک موجود ہے (۲) یوحنا کے باب ۱۴ ورس ۳۰ میں ہے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے عیسائیوں کے نزدیک اس سے بھی مراد شیطان ہے مگر وہ فرمائیں کہ کیا پہلے سے وہ دنیا میں نہ تھا کہ اوسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آتا ہے کیا وہ اس جہان کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا (۳) یوحنا کے باب ۱۲ ورس ۳۱ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شیطان دنیا میں موجود تھا مگر آئندہ نکالا جائیگا اور اوسکے باب ۱۴ ورس ۳۰ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں موجود نہ تھا آئندہ آویگا۔

اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ یہ صریح تعارض اور تناقض نہیں تو کیا ہے اور اگر نکالے جانے سے مراد اوسکی قوت کا کم ہونا ہو تو آنے سے مراد اوسکی قوت کا زیادہ ہونا ہوگا بہرحال دونوں مقام متعارض اور متناقض رہینگے۔ الحاصل سردار جہان سے مراد شیطان لینے میں نہایت دشواریاں پیش آتی ہیں اسلیے ہم کہتے ہیں کہ یوحنا کے باب ۱۲ ورس ۳۱ میں تو حضرت مسیح مراد ہیں اور باب ۱۴ ورس ۳۰ میں اوس سے فارقلیط مراد ہے اور حضرت مسیح کا مطلب یہ ہے کہ میں (جو اسوقت سرور عالم ہوں) اس جہان سے جاتا ہوں اور فارقلیط (کہ وہ بھی سرور عالم ہے) اس جہان میں آنے والا ہے جسطرح پر لفظ فارقلیط حضرت مسیح اور اوس آنے والے کی نسبت بولا گیا ہے اسیطرح لفظ سرور عالم بھی حضرت مسیح نے اپنے اور اوس آنے والے کی نسبت استعمال کیا ہے اس تفسیر میں کسیطرح کی دقت پیش نہیں آتی علماے مسیحیہ اپنے قول کی پاسداری کو چھوڑ کر بنظر انصاف اس امر کو ملاحظہ کریں۔

یہ تفسیر تو اوس تقدیر پر کی گئی کہ اوس لفظ یونانی کے معنی نکالا جانا لیے جاوین اور اگر اوسکے معنی بھیجے جانے کے لیے جاوین تو بھی ہو سکتا ہے گو اوسوقت سردار جہان سے مراد حضرت مسیح نہ ہونگے کیونکہ وہ تو دنیا مین پہلے ہی سے بھیجے گئے تھے بلا اس کے بھی مراد وہی ذات مقدس ہوگا جسکے بھیجے جانے کا وعدہ یوحنا کے باب ۱۴ اور باب ۱۶ مین ہے اس تفسیر پر بھی کوئی دقت پیش نہین آتی گو پہلے معنی زیادہ چسپان ہین —

دوسرا حوالہ — یوحنا کے باب ۱۴ ورس ۳۰ مین ہے جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ مین اوسکی کوئی بات نہین ہے

جواب — اس مقام پر بھی کوئی قرینہ ایسا نہین ہے جسکی وجہ سے سردار عالم سے مراد شیطان لیا جاے بلکہ خاص اسی ۳۰ ورس سے ثابت ہوتا ہے کہ سردار جہان سے مراد شیطان نہین ہو سکتا ناظرین اولا اوس ورس کو ملاحظہ کرین وہ یہ ہے بعد اوسکے مین تمسے بہت کلام نہ کرونگا اسلیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ مین اوسکی کوئی چیز نہین انتہی — دو وجہ سے یہ ورس شہادت دیتا ہے کہ سردار جہان سے مراد شیطان نہین ہے **اول** یہ کہ اوسکی نسبت یہ کہا گیا کہ وہ آتا ہے حالانکہ شیطان کہین چلا نہین گیا تھا جسکی نسبت یہ کہنا صحیح ہو — **دوسرے** یہ کہ حضرت مسیح اپنے کلام نہ کرنے کی وجہ سردار جہان کا آنا بیان کرتے ہین اور یون کہہ رہے ہین کہ مین تمسے کلام زیادہ نہ کرونگا اسلیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اب غور کرنے کا مقام ہے کہ شیطان کا آنا اس بات کی کیونکر وجہ ہو سکتا ہے کہ نبی اور ہادی ہدایت سے سکوت کرے بلکہ برعکس اسکے اوسکا آنا نبی اور ہادی کے زیادہ کلام کرنے کا باعث ہوگا کیونکہ جسقدر ہادی کامل تعلیم دیگا اوسیقدر شیطان کا اثر کم ہوگا لہذا شیطان کا آنا سکوت کا باعث نہین ہو سکتا حالانکہ حضرت مسیح نے سردار جہان کے آنے کو اپنے سکوت کا باعث قرار دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سردار جہان سے مراد یہان شیطان نہین ہو سکتا — علماے مسیحیہ نے ان وجوہ کی طرف اصلا نظر نہین کی اسکے بعد مجھے یہ بھی ضرور ہے کہ اس جملے کے معنی بھی بیان کردون جو اس شیطانی مراد لینے کا باعث ہوا ہے غالبا وہ یہ ہے

کہ مجھہ مین اوسکی کوئی چیز نہین ہے مگر یہ بھی اونکی غلط فہمی ہے اوسکے معنی یہ ہین کہ میرے کمالات تو اوس آنے والے مین موجود ہونگے کیونکہ میری چیزون سے پاویگا گو اوسکے اوصاف مخصوصہ کمالیہ مین سے کوئی کمال مجھہ مین نہین ہے اس کلام سے حضرت مسیح اوس آنے والے کی فوقیت اپنے اوپر بیان کرنے مین باقی رہا یہ امر کہ وہ آنے والا کون ہے جسکی نسبت حضرت مسیح یہ کہہ رہے ہین ہمارے نزدیک فارقلیط ہے۔

تیسرا حوالہ یوحنا کے باب ۱۶ ورس ۱۱ مین ہے عدالت سے اسلیے کہ جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے انتہے۔

جواب۔ یہان بھی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی جسکے سبب سے ہم سردار جہان سے شیطان مراد لین شاید ترجمون کے بھروسے پر ایسا خیال کیا ہوگا مگر اصل کی طرف رجوع کرنے سے یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کیونکہ κεκριται کیکریتای مشتق ہے κρινω کرینو سے جسکے معنے جدا کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ ترجیح دینا۔ اگر اخیر معنی لیے جائین تو اس کلام کے یہ معنے ہونگے کہ جہان کے سردار کو ترجیح یعنی غلبہ دیا گیا ہے اور اگر حکم کرنے کے معنی لیے جائین تو کلام کا یہ مطلب ہوگا کہ جہان کے سردار کو عدالت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس فقرے کی تشریح اوسوقت بخوبی ذہن مین آسکتی ہے کہ ورس ۷ سے ۱۱ تک مسلسل دیکھا جاوے لہذا مین کل ورسون کو نقل کرکے اوسکے معنی بیان کرتا ہون "مین تمھین سچ کہتا ہون کہ تمھارے لیے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر مین نجاؤن تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا پر اگر مین جاؤن تو مین اوسے تم پاس بھیجدونگا اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائیگا گناہ سے اسلیے کہ وے مجھپر ایمان نہین لاے راستی سے اسلیے کہ مین اپنے باپ پاس جاتا ہون اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے عدالت سے اسلیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے انتہے"۔ اس مقام پر حضرت مسیح نے فارقلیط کے آنے کی بشارت دی ہے اور اوسکی نسبت فرمایا ہے کہ وہ آکر دنیا کو الزام دیگا اور اس الزام کے تین سبب باتین جنھین بیان کی ہین اول اونکا گناہ مگر مطلقاً گناہ یہان مقصود نہین ہے

بلکہ خاص یہ گناہ کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے یعنی اس سبب سے وہ دنیا کو ملزم ٹھہرائیگا کہ مسیح پر ایمان نہ لائے تھے دوم راستی یعنی وہ اپنی راستی کے سبب سے بھی دنیا کو الزام دیگا راستی سے مراد یہان مطلقاً سچائی نہیں ہے بلکہ خاص واقعہ کی سچائی مقصود ہے یعنی دنیا کو یہ مصلوب ہو جائیگا گمان ہوگا اور وہ سچی اور واقعی بات بیان کر کے دنیا کو الزام دیگا یعنی میری نسبت کہیگا کہ وہ صلیب پر نہین چڑھائے گئے بلکہ وہ بغیر سولی دیے خدا کے پاس چلے گئے سوم عدالت یعنی اس وجہ سے بھی وہ دنیا کو الزام دیگا اور اونھین زجر و توبیخ کریگا کہ خداوند تعالے کی طرف سے عدالت یعنی حکومت اور انصاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے لفظ یونانی کری نوسکے جو دو معنے ہین اور یہ بیان کیے ہین ان دونون کے لحاظ سے یہ تفسیر صحیح ہے جو ہمنے یہان بیان کی اس تقدیر پر سردار جہان سے مراد وہی فارقلیط ٹھہر گیا۔ اور عبارت مذکورہ کے دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہین وہ یہ ہین کہ فارقلیط دنیا کو اوسکے گناہ اور اوسکی راستی اور اوسکی عدالت سے اونھین تقصیروار ٹھہرائیگا گناہ سے مراد تو وہی ایمان نہ لانا ہے اور راستی سے مقصود یہ ہے کہ واقعہ صلیب مسیح کو جو اونھون نے راست سمجھ رکھا ہے اوسکی وجہ سے اونھین الزام دیگا کیونکہ یہ واقعہ غلط ہے بلکہ حضرت مسیح بغیر صلیب دیے خدا کے پاس چلے گئے اور عدالت سے مقصود یہ ہے کہ عیسائی جو مسیح کے صلیب دیے جانے کو خدا کی عدالت ٹھہراتے ہینگے اسکی وجہ سے بھی فارقلیط اونھین الزام دیگا کیونکہ خداوند تعالے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر طرح اپنے گناہگارون کو بخش سکتا ہے اس تقدیر پر سردار عالم سے مراد خداوند تعالے ہوگا جیسا کہ زبور ۴۷ ورس ۱۰ اور دیگر مقامات مین ہے۔

الحاصل سوق عبارت اس امر کا شاہد ہے کہ یہان سردار جہان سے مراد فارقلیط موعود یا خداوند تعالے ہے نہ کہ شیطان کیونکہ یہ مراد عبارت سابق اور لاحق سے بالکل بے جوڑ ہے ساتوین ورس سے مسلسل فارقلیط کا ذکر ہو رہا ہے اور دسوین ورس تک اوسیکا ذکر رہا اور پھر تیرھوین ورس مین اوسیکا ذکر ہے پھر درمیان مین شیطان کہان سے کود پڑا۔

حاصل یہ کہ جب بیبل کے محاورے نے بھی اس معنی کی تشخیص کی اور نہ ان تینون حوالون مین

مین کوئی قرینہ ایسا پایا گیا جسکی وجہ سے سردار جہان سے شیطان مراد لیا جاے پھر خواہ مخواہ اوس
شیطان مراد لینا بجز زبردستی کے اور کیا ہو سکتا ہے ۔ اب مین اپنی کتاب کے پہلے حصہ کو ختم
کرتا ہون اور خداوند کریم سے ملتجی ہون ۔ اے ہادی مطلق اور رہنماے برحق تو اپنے فضل وکرم سے
اس کتاب کے دیکھنے والون کے دل کو نور ہدایت اور کمال ایمان سے منور کر دے اور اپنے
سچے مذہب اسلام کی روشنی کو اونکے سینے مین بھر دے اور میری محنت کو قبول کر آمین
آمین اللهم احينا على الاسلام وامتنا على الاسلام واحشرنا فى زمرة المسلمين بحرمة
سيد المرسلين محمد واله واصحابه عليهم صلوة الله الى يوم الدين ۔

ضمیمہ

ہمارے معزز مخاطب منشی صفدر علی صاحب نے اپنے عریضہ نیاز مین یہ ظاہر کیا ہے کہ علمای اسلام ذاتی اور نفسانی غرض کے لیے سادے مین پھرتے ہین اور بہت اوقات اسمین صرف کر[تے] ہین مگر ہماری کتاب کے جواب مین عدم فرصت کا حیلہ کرتے ہین لہذا مین دکھانا چاہتا ہون کہ باوجود ک[سی] سرپرست اور معین کے نہونے کے اور بغیر سرمایہ اور اسباب کے کسقدر کتابین اہل اسلام نے لکھین اور علماے مسیحیہ باوجود ہر طرح کی فارغ البالی اور سرپرستی اور اعانت کے کتنی کتابون کے جواب سے ساکت رہے مگر میرے ایک قدیم رفیق نے اپنی عمدہ کتاب مراسلات مذہبی مین بہت بڑی فہرست اس قسم کی کتابون کی دی ہے لہذا مین سبکے نام لکھنا ضروری نہین سمجھ[تا] ہون بلکہ منتخب کرکے چند نام لکھتا ہون تاکہ قوت اسلام اور ضعف عیسائیت ظاہر ہو جاے اور اہل انصاف جان لین کہ مخالفین اسلام کے شکوک ایسے ضعیف ہین کہ حامیان اسلام باوجود دقت[و] بے سروسامانی کے بآسانی جواب دے سکتے ہین اور عیسائی باوجود سروسامان کے جواب سے عاجز ہین —

فہرست اون کتابون کی جو عیسائیون کے مقابلہ مین اہل اسلام نے لکھین

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۱	اظہار الحق	مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر	یہ لاجواب کتاب عربی زبان مین دوسری مرتبہ مصر مین ۱۲۹۴ھ مین اور تیسری مرتبہ ۱۳۰۵ھ مین اسٹنبول مین چھپی ہے اور فرانسیسی اور جرمنی اور انگریزی اور ترکی زبانون مین ترجمہ ہوکر یورپ مین شایع ہوئی اور مولوی سلیم اللہ صاحب نے اردو مین ترجمہ کیا مگر طبع نہین ہوا اسمین اولاً نہایت تفصیل اور کامل شواہد سے اثبات تحریف و نسخ وابطال تثلیث کیا ہے پھر قرآنمجید کا کلام الٰہی ہونا اور حضرت

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			محمد مصطفیٰ کا نبی ہونا بزور دلائل کے ثابت کیا ہی اور مخالفین کی شبہات کا جواب دیا ہی اسوقت تک کسی نے اسکا جواب نہیں دیا مطلع خندر لیہ کرمنظر میں جناب مولف سے مل سکتی ہے۔
۲	ازالۃ الاوہام	مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر	یہ کتاب بھی فارسی زبان میں اکثر مباحث ضروریہ کو جامع ہے ۱۲۶۹ھ ہجری میں ۶۴۳ صفحہ کلان پر دہلی میں چھپی ہے اور اُسکے حاشیہ پر کتاب استفسار ہی باوجودیکہ اسکو چھپے ہوئے سینتیس ۳۷ برس ہوئے مگر کسی نے ایک بحث کا بھی پورا تحریری جواب نہیں دیا۔
۳	ازالۃ الشکوک	ایضاً	یہ نادر کتاب عیسائیوں کے اونتالیس سوالوں کا جواب ہے اثبات نبوت محمدی اور تحریف انجیل کامل طور سے کیا ہی اسمیں بھی جمیع مباحث عمدہ طور سے لکھے گئے ہیں ۱۲۶۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے کل ۱۰۵۳ صفحے ہیں دو جلدوں میں قلمی میرے پاس موجود ہے۔
۴	اعجاز عیسوی	ایضاً	اس نادر کتاب میں کامل طور سے انجیل کا غیر معتبر و محرف ہونا علمای مسیحیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے ۱۲۹۰ھ میں پہلی بار آگرہ میں پھر مطبع رضوی دہلی میں چھپا ہے بہ قیمت کو علاوہ محصول ڈاک کے سید میر حسن صاحب مالک مطبع رضوی سے مل سکتی ہے۔ اسپر اولاً پادری عماد الدین نے کچھ بیہودہ سرائی کی تھی جسے خود عیسائیوں نے نہایت ناپسند

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			کیا اور عقوبت الضالین وغیرہ مین اوسکا جواب بھی دیا گیا پھر پادری ٹھاکرداس صاحب نے نوزگانی کی اسکی تحلیل بھی لکھوا دی گئی۔
۵	اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث	مولانا محمد رحمت اللہ صاحب	یہ رسالہ جسمین دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے تثلیث کو باطل کیا ہے مطبع رضوی دہلی مین ۶۴ صفحون پر ۱۲۹۳ہجری مین چھپا ہے ۳ر قیمت کو مالک مطبع سے مل سکتا ہے اسکا جواب بھی آج تک نہین ہوا۔
۶	استفسار	مولانا آل حسن صاحب مرحوم	اسمین نہایت عمدہ زور تحریر سے مذہب عیسوی کا رد کیا ہے اور عیسائیون کے شبہات کے عمدہ جوابات ہین میزان الحق اور تحقیق دین حق کا جواب بھی اسمین ہے پہلے مستقل طور دہلی مین بعہد ۱۲۶۱ہجری مین ازالۃ الاوہام کے حاشیہ پر چھپی ہے نایاب ہے
۷	استبشار		یہ رسالہ حل الاشکال مولفہ پادری فنڈر صاحب کا جواب ہے مطبع مسیحائی آگرہ مین چھپا ہے غالباً اسکے مولف بھی مولانا محمد ہین اسپر بھی کسی نے قلم نہین اوٹھایا ہے۔
۸	تشخیص المقال	حافظ ابو المعین صاحب	اس عمدہ رسالہ مین عیسائیون کے اصول کا خوب قلع و قمع کیا ہے مطبع مصطفائی دہلی مین ۸۰ صفحون کلان پر ۱۲۵۵ھ مین چھپا ہے نایاب ہے اسکا جواب بھی نہین ہوا۔
۹	خطوط	ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب مرحوم	ان خطون مین وہ مناظرہ ہے جو ڈاکٹر مرحوم اور پادری فنڈر کے درمیان آگرہ مین ہوا تھا قابل دید ہے عرصہ ہوا کہ آگرہ مین چھپا تھا۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			مگر آجتک کسی نے آخر خط کا جواب نہین دیا۔
۱۰	صولۃ الضیغم علی اعداء ابن مریم	مولوی عباس علی صاحب جاجموی	اس کتاب مین زیادہ تر اثبات نبوت حضرت سرور انبیا محمد مصطفی کیا گیا ہے خصوصا توریت وانجیل کی بشارتون سے مگر چھپا نہین البتہ اسکا خلاصہ ۱۲۵۶ھ ہجری مین ۶۰ صفحون پر چھپا ہے
۱۱	فصل الخطاب لتقریر اہل الکتاب	مولوی حکیم نور الدین صاحب	اس عمدہ کتاب مین پرجوش تحریر کے ساتھ اکثر جگہ تحقیق کا دریا موجزن ہے اسلام کی خوبی کو مختصر طور سے خوب دکھایا ہے اور غالبا عیسائیون کے کل اعتراضون کے جواب الزامی اور تحقیقی خوش اسلوبی سے دیے ہین اور نبوت حضرت سرور جہان اور ضرورت قرآن مجید کو عمدہ طرز سے ثابت کیا ہے دو جلدون مین مطبع مجتبائی دہلی مین ۱۳۰۵ھ ہجری مین چھپی ہے عہ قیمت کو مولوی عبد الاحد صاحب مالک مطبع سے مل سکتی ہے۔
۱۲	نوید جاوید	مولوی ابو المنصور صاحب دہلوی معروف بامام فن مناظرہ اہل کتاب	یہ مبسوط کتاب مولوی صاحب کی عمدہ تصانیف مین ہے ۱۳۴ صفحون پر ۱۲۹۰ھ ہجری مین مطبع نصرۃ المطابع دہلی مین چھپی ہے اسکا جواب بھی آجتک نہین ہوا ایک روپیہ قیمت پر مولوی صاحب ممدوح سے مل سکتی ہے۔
۱۳	دولت فاروقی	ایضاً	یہ کتاب بیت المقدس اور انبیا سابقین کی تاریخ ہے مگر مناظرہ کے لیے بہت مفید ہے نصرۃ المطابع دہلی مین چھپی ہے تین آنہ قیمت پر مل سکتی ہے۔
۱۴	عقوبۃ الضالین	ایضاً	یہ رسالہ ہدایت المسلمین مولفہ پادری عماد الدین ڈپٹی کا جواب ۱۲۹۰ھ ہجری مین دوبارہ ۲۶ صفحون پر نصرۃ المطابع دہلی مین

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			چھپا ہوا ہے پر کہین کہین پادری صاحب نے کچھ لکھا تھا اوسکا جواب رسالہ محاکمہ مین مولوی صاحب ممدوح نے دیا ہے ہدایت المسلمین کا دوسرا جواب مولوی حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری نے بھی لکھا تھا اوسکا نام رجم الشیاطین ہے مگر وہ چھپنے مین نہین آیا اسکا تیسرا جواب مولوی تفضل حسین صاحب سہوانی نے لکھا ہے اوسکا نام اثبات الحق ہے۔
۱۵	رحمۃ الوداد	مولوی ابو منصور صاحب موصوف	یہ رسالہ منشی صفدر علی صاحب کے نیاز نامہ کا مختصر جواب ہے ۱۲۹۵ھ ہجری مین تیسری مرتبہ ۴۸ صفحون پر نصرۃ المطابع دہلی مین چھپا ہے ہر آنہ قیمت پر مولوی سید نصرت علی صاحب مالک مطبع سے مل سکتا ہے۔
۱۶	استیصال مسیح الدجال	ایضاً	یہ جواب ہے رسالہ مسیح الدجال مولفہ رامچندر عیسائی کا ۱۲۹۰ھ ہجری مین ۷۲ صفحون پر نصرۃ المطابع دہلی مین چھپا ہے اسکا جواب بھی ابتک نہین ہوا۔
۱۷	انعام عام	ایضاً	یہ رسالہ آئینہ اسلام مولفہ پادری رجب علی کا جواب ہے اسمین عیسائیون کے بہت سے فرقون کا بیان ہے سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین ۴۸ صفحون پر مطبع فاروقی دہلی مین چھپا ہے۔
۱۸	اعجاز قرآن	ایضاً	یہ رسالہ ماسٹر رامچندر عیسائی کے اعجاز قرآن کا جواب ہے ماسٹر صاحب کے اس رسالہ کا دوسرا جواب معجزہ فرقان ہے مولوی الطاف حسین صاحب کی تالیفات سے۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۱۹	افحام الخصام	ایضاً	یہ رسالہ جان ماجرس صاحب کے رسالہ تفتیش الاسلام کا جواب ہے ۱۲۹۳ ہجری مین ۱۲۰ صفحون پر نصرۃ المطابع دہلی مین چھپا ہے جان صاحب نے پھر دم نہین مارا۔ اسی کتاب کا ایک دوسرا جواب ہمارے دوست مولوی حافظ عبد العدل صاحب ساکن پھلت نے بھی لکھا ہے۔
۲۰	میزان المیزان	ایضاً	یہ کتاب پادری فنڈر کی میزان الحق کا جواب ہے نصرۃ المطابع دہلی مین چھپی ہے مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے بھی اسکا جواب لکھا تھا جسکا نام معدل اعوجاج المیزان ہے مگر چھپا نہین۔
۲۱	مصباح الابرار	ایضاً	یہ رسالہ پادری فنڈر کے مفتاح الاسرار کا جواب ہے مولوی سید دلدار علی صاحب مجتہد لکھنوی نے بھی اسکا جواب لکھا تھا جسکا نام کشف الاستعار ہے۔
۲۲	سبیل النجات	ایضاً	یہ رسالہ پادری فنڈر کے طریق الحیات کا جواب ہے۔
۲۳	حرز جان	ایضاً	یہ رسالہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب عیسائی کے رسالہ اصلیت قرآن کا جواب ہے ۱۸۷۶ء مین ۲۰ صفحہ پر نصرۃ المطابع دہلی مین چھپا ہے۔
۲۴	تسویل التلبیس	ایضاً	یہ جواب ہے رسالہ اصل و افزائش و زوال دین محمدی کا
۲۵	تخطیہ	ایضاً	یہ جواب رسالہ اندرونہ انجیل مروجہ قدیم مولفہ مسٹر عبد اللہ آتھم کا ہے۔ یہ سب کتابین چھپ گئی ہین مولوی سید نصرت علی صاحب مالک نصرۃ المطابع دہلی سے مل سکتی ہین۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۲۶	صیانۃ الانسان عن وساوس شیطان	مولوی حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری	یہ رسالہ عمدہ جواب ہے پادری عماد الدین کے رسالہ تحقیق الایمان کا لاہور مین چھپا ہے پادری صاحب کے اس رسالہ کے کئی جواب ہوئے ہین ایک جواب اسکا معیار التحقیق نہایت عمدہ ہے اور ایک جواب اسکا حقیق الایقان ہے۔
۲۷	ابحاث ضروری	ایضاً	یہ مختصر رسالہ اسم بامسمّٰی ہے ضروری باتین مناظرہ کی اسمین مندرج ہین سنہ ۱۲۹۸ ہجری مین مطبع مصطفائی لاہور مین چھپا ہے۔
۲۸	براہین احمدیہ	مولوی غلام احمد صاحب رئیس قادیان	اس عمدہ اور مبسوط کتاب مین دو طور سے مذہب اسلام کی حقانیت ثابت کی ہے اول تو تین سو دلائل عقلیہ سے دوم اُن آسمانی نشانیون سے جو سچے دین کی سچائی ثابت کرنے کے لیے ضرور ہین حق یہ ہے کہ اثبات حقیقت مذہب اسلام مین یہ عمدہ کتاب ہے چار حصے اسکے مطبع سفیر ہند امرتسر مین چھپ چکے ہین کل کتاب کی ۲۵ روپیہ قیمت ہے مولف سے طلب کرنا چاہیے۔
۲۹	حجۃ الاسلام	مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم	اسمین پر زور تقریر سے اثبات توحید و رسالت و حقانیت مذہب اسلام کیا گیا ہے ۴۴ صفحون پر مطبع فاروقی دہلی مین چھپا ہے۔
۳۰	گفتگوی مذہبی	ایضاً	اسمین وہ بحث ہے جو مولانا ممدوح اور پادری نولس صاحب کے درمیان میلہ خداشناسی واقع شاہجہانپور مین ہوئی تھی اور اوسے مولوی ہاشم علی صاحب نے مرتب کرکے سنہ ۱۲۹۳ ہجری

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			مین ۲۴۴ صفحون پر مطبع ضیائی میرٹھ مین طبع کرایا ہے۔
۳۱	فضائل الاسلام فی ذکر خیر الانام المعروف تاریخ محمدی	مولوی محمد فیروز الدین صاحب ڈسکوی متخلص بہ فیروز	یہ کتاب عمدہ جواب ہے پادری عماد الدین کے اون ناپاک خیالات و فاسد گمانات کا جسکا نام اونھون نے تواریخ محمدی رکھا ہے مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ علی العموم اقوام غیر کے مصنفین کی کتابون سے تتبع کیا ہے مولوی صاحب مدرس اول فارسی ڈسٹرکٹ اسکول سیالکوٹ کے ہین جس کسیکو زیادہ تفصیل دریافت کرنی منظور ہو وہ مولف صاحب سے دریافت کرے پادری صاحب کی اس کتاب کا جواب مولوی چراغ علی صاحب نے بھی دیا ہے جسکا نام تعلیقات ہے ۷۹ صفحون پر مطبع منشی اصغر علی مالک اخبار مخبر صادق لکھنؤ مین سنہ ۱۸۷۲ع مین چھپا ہے۔
۳۲	تنزیہ الفرقان	مولوی سید محمد صاحب مدرس ہائی اسکول علیگڑھ	یہ نہایت عمدہ جواب ہے پادری عماد الدین کے اون اعتراضون کا جو اونھون نے ہدایۃ المسلمین مین قران مجید پر کیے ہین مطبع سفید عام آگرہ مین ۶۴ صفحون پر ۱۸۷۳ع مین چھپا ہے مولف صاحب سے اسکو طلب کرنا چاہیے تین روپیہ قیمت پر ملتا ہے اسکا جواب پادری عماد الدین نہین دیگا مگر ہدایت المسلمین درست شدہ کے عنوان پر محض ناراست دعوی اسکے جواب دینے کا کیا ہے اور اسکا نام جواب نہین کہ کسی مقام پر کچھ کہدیا ہو اور جس امر کے متعدد جواب دیے تھے اون مین ایک پر کچھ حرف گیری کر دی اور وہ بھی غلط۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۳۳	مرجع عقاید نوری	مولوی غلام جہانگیر صاحب قصوری	یہ رسالہ پادری عماد الدین کے نغمۂ طنبوری کا عمدہ جواب ہے سنہ ۱۸۷۵ع میں ۲۰ صفحون پر مطبع سوسائٹی بریلی مین چھپا ہے دوسرا جواب اسکا مولوی ابو المنصور صاحب نے لکھی ہے جو ۱۲۹۰ ہجری مین ۳۲ صفحون پر میور پریس دہلی مین چھپا ہے جسکا نام لحن داؤدی ہے تیسرا جواب مولوی سید علی محمد صاحب مجتہد لکھنوی نے لکھی ہے جو ۱۲۹۰ء مین ۹۲ صفحون پر مطبع حسینی لکھنو مین چھپا ہے اسکا نام بھی لحن داؤدی ہے چوتھا جواب اسکا راقم نے لکھا ہے جو ۱۲۹۵ ہجری مین ۹۲ صفحون پر مطبع کوہ نور لاہور مین چھپا ہے جسکا نام ترانۂ حجازی ہے اصل مین یہ رسالہ اون سوالونکا جواب ہے جو پادری عماد الدین نے نغمۂ طنبوری مین کی ہین کل لغویات سے تعرض نہین کیا مگر ان سب کے جواب سے پادری صاحب عاجز ہے۔
۳۴	صداقت قرآنی از کتب ربانی	مولوی محمد سلیم اللہ صاحب	یہ رسالہ سر ولیم میور صاحب کے رسالہ شہادت قرآنی کا جواب ہے اخبار منشور محمدی کی جلد ۶ مطبوعہ ۱۲۹۳ ہجری مین چھپا ہے
۳۵	انفع لدفع الاختلاف	ایضاً	یہ عمدہ رسالہ بطور رد یو لفتہ الکتب کا جواب ہے منشور محمدی کی جلد ۶ مین چھپا ہے۔
۳۶	اظہار الاسلام	ایضاً	اسمین وہ مناظرہ مندرج ہے جو درمیان مولوی صاحب ممدوح اور منشی الطاف مسیح صاحب کے بریلی مین ہوا تھا جسپر منشی صاحب مشرف باسلام ہوے چار رسالہ ہے ۵ صفحون پر ۱۸۷۶ع مین مطبع

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			بفیض مطبع بریلی مین چھپا ہے یہ تینون رسالے بھی اب تک لاجواب ہین۔
۳۷	تائید الفرقان	مولوی محمد علی صاحب مرادآبادی	یہ رسالہ محبوب مسیح صاحب عیسائی کے مرآۃ الفرقان کا جواب ہے منشی عبد الباقی کے نام سے ۲۰ صفحون پر چھپا ہے۔
۳۸	کشف الاوہام	ایضاً	یہ رسالہ تحفۃ الاعلم مولفہ محبوب مسیح کا جواب ہے اس مین حجر اسود کی بحث ہے ۱۵ صفحون پر چھپا ہے محبوب مسیح صاحب اب عیسائی نہین رہے۔
۳۹	شہادۃ النبیین برسالۃ سید المرسلین	ایضاً	یہ مبسوط رسالہ پادری رجب علی صاحب کے رسالہ تحریف نبیین کا جواب ہے ۱۲۰ صفحون کلان پر لکھا ہوا راقم کے پاس موجود ہے دوسرا جواب اسکا تحقیق الهائلة فی النبوۃ والرسالۃ ہے مؤلف اسکے مولوی قاضی سرفراز علی مرحوم شاہجہانپوری ہین تیسرا جواب اسکا مرزا سوجا صاحب جالندھری نے لکھا ہے جسکا نام نور محمدی ہے مطبع بحر الاسلام بنگلور مین چھپا ہے ۵۰ ورق کا ہے ان رسالون کا بھی جواب نہین ہوا۔
۴۰	تعریف القرآن	مولوی عبد الحق صاحب دہلوی مؤلف تفسیر حقانی	یہ عمدہ جواب ہے ماسٹر امچند کے رسالہ تحریف القرآن کا ۹۰ صفحون پر مطبع مجتبائی دہلی مین ۱۲۹۵ھ ہجری مین چھپا ہے بحث کیسی عمدہ لکھا
۴۱	اجلی برہان تجوید القرآن		یہ مبسوط کتاب علم ضرورۃ قرآن مولفہ پادری ٹھاکرداس صاحب کا جواب ہے منشور محمدی کی جلد ۳ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ ہجری سے اسکا

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			چھپنا شروع ہوا ہے اور اب تک چھپ رہا ہے مگر مؤلف کا نام ظاہر نہین کیا گیا۔
۴۲	غایۃ الشعور بحج الحج المبرور	مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم لکھنوی۔	یہ عمدہ رسالہ اسرار حج کے بیان مین ہے عیسائیون وغیرہ کے شبہات کا خوب جواب دیا ہے اول مرتبہ سنہ ۱۲۶۳ ہجری مین مطبع دار السلطنت کلکتہ مین چھپا تھا دوبارہ منشی نول کشور صاحب نے سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین ۴۴۲ صفحون پر چھپایا ہے طالب کو مالک مطبع سے طلب کرنا چاہیے۔
۴۳	فیض معلم	ایضاً	اسمین اس اعتراض کا جواب ہے کہ خدا تعالےٰ نے بہشت کی نعمتون مین مرد اور عورت کو یکسان نہین کیا ۹۵ صفحون پر سنہ ۱۲۹۲ ہجری مین مطبع نظامی کانپور مین چھپا ہے۔
۴۴	اجوبہ عجیبہ	ایضاً	اسمین مختلف سوالون کے تحقیقی جواب ہین کثرت ازدواج و طلاق و ازالۂ نجاست ظاہری کی بحث بھی اسمین ہے ۹۵ صفحون پر مطبع منشی نول کشور مین سنہ ۱۲۸۰ ہجری مین چھپا ہے اسپر بھی کسی عیسائی نے قلم نہین اوٹھایا۔
۴۵	شق القمر لمعجزۃ سید البشر	مولوی محمد عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ سوتیر کلکتہ	یہ عمدہ رسالہ معجزہ شق القمر کے اثبات مین ہے اور ہر ایک مخالف کے کافی جواب دیے ہین ۱۰۰ صفحون پر مطبع مفید عام آگرہ مین چھپا ہے سنہ طبع نہین لکھا گیا غالباً ۱۲۹۹ھ یا اوسکے بعد چھپی ہے
۴۶	السیف الہندی علی عذرات الکندی	ایضاً	یہ رسالہ عربی زبان مین رسالہ عذرات کندی کا جواب ہے جو لندن سے ہندوستان مین بھیجا گیا تھا ۲۰ جزو مین ہے مگر اب تک چھپا نہین ہے مولوی صاحب ممدوح

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			عربی فارسی انگریزی عبرانی وغیرہ متعدد زبانین جانتے ہین نہایت لائق شخص ہین کئی رسالے اس فن مین لکھے ہین۔
۴۷	ارشاد الغبی الی اسم النبی	مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ	اس رسالہ مین ثابت کیا ہے کہ جمیع نبی کی پیشین گوئی کے مصداق حضرت محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والثنا ہین۔
۴۸	اسلام الاحبار و الاعلام ان الدین عند اللہ الاسلام	مولوی عبدالباری صاحب سہسوانی	اس کتاب مین مذہب اسلام اور مذہب عیسوی کا مقابلہ کرکے اسلام کی افضلیت ثابت کی ہے اس عمدہ طرز مین اول کتاب ہے ۱۹۷ صفحون پر سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین مطبع ایجوکیشن پریس آگرہ مین چھپی ہے۔
۴۸	احسن الکلام فی رد مخالف الاسلام	حافظ احمد الدین صاحب لاہوری	اس رسالہ مین اثبات نبوت حضرت سرور انبیا محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والثنا کیا گیا ہے ۴۶ صفحون پر مطبع سفیر عام لاہور مین چھپا ہے۔
۴۹	دعوۃ الحق	مولوی احمد علی صاحب واعظ دہلوی مقیم لاہور	یہ رسالہ کئی حصون مین ہے اس کا نمبر ۵ مطبع گلشن رشیدی و نمبر ۶ مطبع گلزار محمدی لاہور مین چھپا ہے ان دونون نمبرون مین کفارۂ مسیح کا ابطال ہے۔
	شہادۃ الاسلام	حکیم مرزا مغل بیگ صاحب	یہ رسالہ اثبات نبوۃ حضرت سرور انبیا مین اچھا لکھا گیا ہے سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین ۴۲ صفحون پر نصرۃ المطابع دہلی مین چھپا ہے۔
	دعوۃ الاسلام	حاجی مولوی یوسف صاحب مہتمم راندیری	اس رسالہ مین مختلف اعتراضون کے جواب ہین ۷ صفحون پر سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین مطبع نصرۃ المطابع دہلی مین

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			تھوڑے نسخے چھپے تھے اور اسکے مولف برجوش اور عالی ہمت نے مفت تقسیم کیے تھے پھر اسکا ترجمہ انگریزی مین چھپوا کر یورپ اور ہند مین تقسیم کیا۔
٥٢	نیر اعظم	مولوی اشرف علی صاحب سلطانپوری	اس رسالہ مین مذہب اسلام کی حقیقت اور محمد مصطفےٰ کی نبوت کے دلائل مختصر طور سے بیان کیے ہین ۹۰ صفحون پر مطبع [illegible] کپورتھلہ مین سنہ ١٣٠٣ ہجری مین چھپا ہے۔
٥٣	خطبات احمدیہ	سر سید احمد خانصاحب بہادر کے سی ایس آئی	اس کتاب مین بارہ خطبے علمی و عقلی مضمون مین [illegible] اور ان شبہات کا خوب جواب دیا ہے جو یورپ مین عیسا[illegible] خصوصاً سر ولیم میور صاحب نے کیے تھے اگرچہ اسمین بعض مضامین اہل سنت کے خلاف ہین مگر عیسائیون کے لیے سکت ہین یہ کتاب انگریزی زبان مین [illegible] مین لندن مین چھپی ہے اور [illegible] مین اردو مین [illegible] مین چھپی ہے آٹھ روپیہ قیمت پر مؤلف سے ملسکتی ہے۔
٥٤	تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام	مسٹر سید امیر علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔	یہ اردو ترجمہ سید صاحب کی انگریزی کتاب کا اگرچہ یہ [illegible] حضرت سرور انبیا کی سیرت مین ہے مگر ایسے طرز سے لکھی گئی ہے کہ مخالفین کے شبہات دفع ہوجاتے [illegible] اور اسلام کی افضلیت ثابت ہوتی ہے مطبع جعفری مین ۲۰۲ صفحون پر [illegible] مین چھپی ہے عمدہ قیمت مطبع سے مل سکتی ہے۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
۵۵	حمایۃ الاسلام	گارڈفری ہگنس صاحب	اصل مین یہ اردو ترجمہ ہے گارڈفری ہگنس کی انگریزی کتاب اپالوجی کا اور ۱۲۹۰ھ مین مطبع صدیقی مین ۱۲۰ صفحون پر چھپا ہے اگرچہ اسکا مؤلف عیسائی تھا مگر چونکہ محقق اور آزادطبیعت کا شخص تھا اسلیے اسلام کی خوبیون کے اقرار کرنے پر مجبور ہوگیا اور اپنے متعصب ہم مشربون کے الزام کو مذہب اسلام سے اوٹھایا یہ رسالہ بھی سر سید احمد خان صاحب بہادر یا مولوی محمد یوسف صاحب وکیل علیگڈھ سے طلب کرنے پر مل سکتا ہے ان کتابون کا بھی جواب کسی عیسائی نے نہین دیا۔
۵۶	مویدالاسلام یا مظاہر الحق	جان ڈیون پورٹ صاحب	اصل مین یہ بھی دونون اردو ترجمے ہین صاحب مذکور کی انگریزی کتاب اپالوجی کی پہلا ترجمہ ۱۲۸۰ھ مین دہلی مین اور دوسرا لکھنؤ مین چھپا ہے اسکا مولف بھی اگرچہ عیسائی ہی مگر منصف مزاج ہونیکی وجہ سے متعصب عیسائیون کے الزامات خوب اوٹھائے ہین
۵۷	بشارات محمدی	مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری	اسمین اثبات نبوت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا کیا گیا ہے بالخصوص عہد عتیق اور جدید کی بشارات سے آنحضرت کے بہت سے خصوصیات کو ان کتابون سے ثابت کیا ہے مطبع الجبری سوسائٹی بریلی مین ۲۸۲ صفحون پر ۱۳۰۲ ہجری مین دوسری مرتبہ چھپی ہے ۱۱ قیمت پر مولف صاحب ساکن منگلور ضلع سہارنپور سے مل سکتی ہے۔
۵۸	ہست کونسل سے مرون بذریعے ہب	حکیم محمد حسن صاحب امروہی	اس رسالے مین چند مذاہب خصوصاً مذہب عیسوی کے مقابلے

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			مین حقیت مذہب اسلام ثابت کی ہے سال ۱۲۹۰ ہجری مین ... صفحون پر دہلی مین چھپا ہے سید حیدر حسین رضوی مالک ... رضوی سے مل سکتا ہے۔
۵۹	ازالہ صیسوی	مولوی حاجی سید احمد حسین صاحب عظیم آبادی	یہ رسالہ پادری ٹھاکرداس صاحب کے مایۂ فخر یعنی رسالہ الحما... صیسوی کا جواب ہے۔
۶۰	مراسلات مذہبی	شیخ مولا بخش صاحب چودھری کانپوری	اسمین بعینہ وہ مناظرہ تحریری ہے جو ۱۸۹۶ء مین درمیان چودھری صاحب و پادری فیلڈر یو صاحب کے ہوا تھا اس مین چار مطالب کو سلیس عبارت مین اچھے طور پر بیان کیا ہے اول ابطال کفارہ دوم انجیل کے الہامی ہونے کا ابطال سوم قرآن مجید مین تغیر و تبدل نہونے کا ثبوت - چہارم حضرت سرور انبیا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات اور چند مشہور اعتراضون کے جواب بھی ہین ۱۸۹۸ء مین ۹۶ صفحون پر نامی پریس کانپور مین چھپا ہے ایک روپیہ چار آنہ پر مؤلف صاحب ساکن توپخانہ بازار کہنہ شہر کانپور سے مل سکتا ہے۔
۶۱	تکمیل الادیان باحکام القرآن ملقب بآئینہ اسلام		یہ رسالہ راقم کا سنہ ۱۳۰۱ ہجری کا ہے ۸۰ صفحون پر مطبع نامی کانپور مین چھپا ہے اصل مین یہ نیاز نامہ کے اختلاف چہارم کا جواب ہے اسمین تعلیم محمدی کی عمدگی نمونے کے طور پر دکھائی گئی ہے نایاب ہے۔
۶۲	رفع التلبیسات		راقم نے اس کتاب کے دو حصے کیے ہین پہلے مین تعلیقات

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
			مولفہ پادری عماد الدین کا جواب ہے اور تین حصون مین منقسم ہے بطور سے اثبات نبوت حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا کیا ہے یہ حصہ سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین ہوا ۱۷۲ صفحون پر مطبع نامی کانپور مین چھپا ہے آٹھ آنہ قیمت کو مالک مطبع یا منشی محمد ابراہیم صاحب ساکن کانپور احاطہ کمال خان سے مل سکتا ہے دوسرے حصے مین تواریخ محمدی کا جواب ہے وہ اب تک چھپا نہین۔
۶۳	پیغام محمدی		یہی کتاب ہے جسکے ضمیمہ مین یہ فہرست لکھی جاتی ہے اگرچہ یہ کتاب نیاز نامہ مولفہ منشی صفدر علی صاحب عیسائی اور پادری ٹھاکر داس صاحب کی عدم ضرورت قرآن کا جواب ہے مگر اہل تحقیق دریافت کرینگے کہ فی نفسہ ایک مستقل کتاب ہے جسمین ہر ایک مطلب پر محققانہ طور سے بحث کی گئی ہے۔
۶۴	عصمت الانبیا	مولوی غلام نبی صاحب امرت سری	یہ رسالہ عیسائیون کے رسالہ نبی معصوم کا جواب ہے اسمین [illegible] سے انبیا کا معصوم ہونا ثابت کیا ہے مطبع ریاض ہند مین چھپا ہے ۲ قیمت ہے اس رسالہ کا دوسرا جواب مولوی ابو المنصور صاحب نے لکھا ہے اوسکا نام معصوم ہے۔
۶۵	تصدیق الاسلام	ایضاً	اس مختصر رسالہ مین توریت و انجیل سے حقیت اسلام کا ثبوت دیا ہے مطبع محمدی مین چھپا ہے ۳ قیمت کو مل سکتا ہے
۶۶	تحقیق الاسلام	ایضاً	یہ رسالہ مطبع ریاض ہند مین چھپا ہے باقی کیفیت اسکی مثل رسالہ سابق کے ہے۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
٦٧	معجزات محمدیہ	مولوی غلام نبی صاحب	اس رسالہ مین تین قسم کے معجزات محمدیہ قرآن مجید سے مختصر طور سے بیان کیے ہین یعنے معجزات عملی اور معجزات قدرتی اور معجزات عقلی اور آخر مین چند اہل یورپ کی شہادتین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی مدح مین نقل کی ہین مطبع ریاض ہند امرتسر مین ۴۴ صفحون پر [illegible] مین چھپا ہے۔
٦٨	صفت الطیب محمد	ایضاً	اسکی کیفیت نام سے ظاہر ہے قیمت اسکی ۲ ہے یہ پانچون رسالے امرتسر مین مولوی غلام نبی صاحب کتب فروش کی دکان سے مل سکتے ہین۔
٦٩	ضیاء النورین	مولوی سید نصر علی صاحب	یہ رسالہ پادری ٹھاکر داس صاحب کے رسالہ سیرت المسیح والمحمد کا جواب ہے منشور محمدی کی جلد ۱ نمبر ۱ مطبوعہ ۵ محرم الحرام سے اسکا چھپنا شروع ہوا ہے اور شاید نصرت المطابع دہلی مین علیحدہ بھی چھپا ہے۔
٧٠	القول الفصیح فی زبی المحمد والمسیح	مولوی حکیم سید محمد غوث علی صاحب گورکھپوری	یہ رسالہ بھی پادری ٹھاکر داس کے رسالہ مذکور کا تحقیقی جواب ہے سنہ [illegible] ہجری مین ۷۰ صفحون پر مطبع لطیف الاخبار گورکھپور مین چھپا ہے یہ سب کتابین بھی ابتک لاجواب ہین۔
٧١	منشور محمدی		سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین جب پادری صاحبون نے اسلام پر چارون طرف سے حملہ شروع کیا اور کتابون اور رسالون کے علاوہ متعدد اخبارون مین اعتراض کرنا شروع کیے اوس وقت یہ اخبار جاری ہوا اور [illegible] ریاست [illegible] سے طالبین ح

حق نمائی کا فرض ادا کیا اور متعدد اخبارونکے جواب دیئے تا آخر کو عیسائیونکے کئے اخبار لاجواب ہوکر بند
ہوگئے اور بہت سے گمگشتہ راہ ہدایت راہ پر آگئے مگر افسوس کہ باوجود اس نفع کثیر اور حمایت اسلام کے
جو اس اخبار سے ظہور مین آئی ہمارے بھائیون نے اسکی کچھ قدر نکی لہذا بجائے ترقی اسکے ایسا تنزل ہوا
کہ اب کمی بیشی سے بند ہے اللہ تعالی پھر اسے جاری کرے -- اس فہرست مین اگرچہ تمامہ کتاب مین ۱۷۷
کتابونکا نام لکھا گیا مگر ۳۰ کتابونکے نام ضمناً آگئے مین اس حساب سے ۲۰۷ کتابونکے نام اسمین لکھے گئے
اور اگر اخبار منشور محمدی کے ہر ایک جلد کو علیحدہ کتاب شمار کیا جائے تو ۱۰۵ کتابین کہ سکتے ہین --
ہمارے دوست نے مراسلات مذہبی مین ۱۸۸ کتابونکے نام لکھے ہین مگر انہمین منشور محمدی کو ایک ہی شمار کیا،
اور پانچ کتابونکے نام میری فہرست مین ایسے ہین جو انمین نہین ہین لہذا میرے حساب سے کل کتابین
۲۱۱ ہوئین اور بعد لکھنے اس فہرست کے پانچ چھ کتابونکے نام اور بھی میری نظر سے گذرے ہمارے
بھائیونکو یہ امر موجب مسرت ہو سکتا ہے کہ باوجود اونکے کمال بے توجہی اور بے سر و سامانی کے اسقدر
کتابین لکھی گئین جنمین سے اکثر کتابونکا جواب ابتک کسی عیسائی نے نہین لکھا باوجودیکہ ہر طرح کا سامان
موجود ہے اور کامل طور سے توجہ کیجاتی ہے الحمد للہ علی ذلک اب خیال کرنا چاہیے کہ اگر ہمارے علما
اور امرا عیسائیون کے آٹھوان حصہ بھی توجہ کرین تو کیا حال ہو -- اس فن کے شائقین کے خدمت مین
التماس ہے کہ ان دو فہرستونکے علاوہ جب اونکو اور نام معلوم ہون تو ضرور ہے کہ ان فہرستونپر
اضافہ کرکے اونہین مشتہر کرتے رہین تا کہ قوت اسلام کا حال مخالفین کو معلوم ہوتا رہے --

التماس

جو ذی علم نظر حمایت اسلام مناظرہ اہل کتاب کیطرف توجہ رکھتے ہین وہ نہایت وقعت کے لائق ہین
کیونکہ وہ اسلام اور اہل اسلام کے بہت بڑے سپر ہین ہمارے غافل بھائی مسلمان دشمنان دین کے
کارروائیون اور کوششون سے ہرگز واقف نہین ہین وہ نہین جانتے کہ کس کس طرح پر اونکو جال مین
پھانسنے کی تدبیرین ہو رہی ہین اور کس کس عنوان سے مقدس مذہب اسلام کو شکست دیا چاہتے ہین

اور کس کس مکر و فریب سے ہمارے پیارے ایمان کو برباد کرنیکا قصد رکھتے ہین ان تدبیرون مین
زیادہ خوفناک لڑکیون کے مدرسے ہین جو مشن کے طرف سے جاری ہوئے ہین اور گھرون مین میمونکا
آنا جو تعلیم کے پردہ مین نعمت ایمان کو چھیننے آتی ہین اہل اسلام کو ان سے نہایت پرہیز کرنا چاہیے
ان فریبون سے کم وہی لوگ واقف ہوتے ہین جنکو اس مناظرہ کی طرف میلان ہے اور حمایت
اسلام کا اونھین شوق ہے - اور حتی الوسع ان سے بچانیکی کوشش کرتے ہین نہایت تعجب و افسوس
اون بزرگ علمایئ جو اس نازک وقت مین اس ضرورت شدید کیطرف توجہ نہین فرماتے اور اس فن
کو اور اس فن کے مشغلہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین اور لغو و بیکار سمجھتے ہین مین اونکی خدمت مین
عرض کرتا ہون کہ مخالفونکو جواب دینا اور امر حق کا ثابت کرنا اور اونکو الزام دینا اگر بیکار ٹھہریگا
تو نعوذ باللہ خدا اور رسول پر الزام آئیگا کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین مشرکین سے اور یہود و
نصاری سے بہت کچھ مناظرہ کیا ہے اور اونکو الزام دیے ہین اسیوجہ سے ہمارے علمانے جہان علوم
قرآن مجید بیان کیے ہین اونمین ایک علم مناظرہ بھی داخل کیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ
باب اول فوز الکبیر مین تحریر فرماتے ہین - ان معانی القرآن المنطوقۃ لا تخرج عن خمسۃ علوم علم الاحکام
وعلم المخاصمۃ والرد علی الفرق الضالۃ الاربع من الیہود والنصاری والمشرکین والمنافقین الخ -
اور جب کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجو کی تو آپنے صحابہ کرام سے اوسکا جواب دلوایا
اور حسان بن ثابت کا جواب پسند آیا اور اونکی ایسی وقعت کی کہ اپنے منبر پر اونھین بلندی پر
یعنی منبر پر بٹھایا اور جواب پڑھوایا یہان سے کیسی وقعت اس فن کے اور اس فن مین مہارت
رکھنے والون کے ثابت ہوتی ہے جو صاحب اس فن کو اس وقت مین بیکار خیال کرتے ہین وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین اسکا بیکار ہونا زیادہ سمجھتے ہونگے کیونکہ اوسوقت تو
سطوت الہی اور قہر خداوندی نے مخالفین کے دفع شر کے لیے تلوار کو میان سے نکال رکھا تھا
اور مناظرہ سنانی درپیش تھا پھر بظاہر مناظرہ زبانی کی کیا حاجت تھی مگر حقیقت حال یہ ہے کہ نمایش
اور ثبوت امر حق کے لیئے مناظرہ زبانی تھا اور بہ مجبوری دفع شر کے لیے مناظرہ سنانی تھا

اسوقت ہمین مناظرۂ زبانی کی گنجایش نہین ہے مگر ثبوت امر حق کے لیے مناظرہ زبانی کے زیادہ تر
ضرورت ہے یہ خیال کرنا کہ ہمارے مناظرہ سے کیا ہونا ہے ہدایت اللہ کیطرف سے ہے اور
اس خیال سے اس فن کو بیکار سمجھنا سخت نافہمی ہے اسمین شبہ نہین کہ ہدایت اللہ کیطرف سے ہے
مگر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے خلق کی ہدایت کے لیے انبیا کو مبعوث فرمایا اور اونپر ہدایت
و تبلیغ کو فرض کیا اونکی پیروی کرنیوالونکو مراتب عالیہ دینے کا وعدہ فرمایا اور نہ ماننے والونکو
سخت عذاب کا مستحق ٹھہرایا پھر اگر اسی پر قناعت کرنا کافی تھا کہ ہدایت اللہ کیطرف سے ہے تو یہ
باتین بیکار ٹھہرتی ہین نعوذ باللہ منہ اب یہ آپ ہی خیال کرین کہ اللہ اور رسول کی باتونکو بیکار
اور لغو سمجھنا کیسا ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ عالم اسباب ہے خداے تعالی نے اس عالم مین ہر ایک
امر کے لیے ایک سبب ٹھہرا رکھا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے سبب کے پردہ مین کرتا ہے لہذا ہمین بہت
ضرور ہے کہ سبب کی پابندی کرین المختصر ہمارا فرض یہ ہے کہ مخلوق خدا کی خیر خواہی اور ہدایت
کے لیے جسطرح ہو سکے زبان سے ہاتھ سے پوری کوشش کرین اور جو نہ سمجھے اونہین سمجھائین
اور اسپر قناعت نکرین کہ ہدایت اللہ کیطرف سے ہے ہماری کوشش بیکار ہے اور اگر اثر کم دیکھین تو
ہمت کو نہ ہارین بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے حال کو یاد کرین کہ اللہ تعالی نے اونہین ہدایت
خلق کے لیے مبعوث فرمایا اور اونھون نے ساڑھے نو سے برس تک لوگونکو ہدایت کی اور اس
مدت دراز مین کل اسّی مرد و عورت ایمان لائے اب اگر اس عرصہ دراز کی کوشش کو اور
اوسکے ثمرہ کو مقابلہ کیا جاے تو کسقدر کمی معلوم ہوتی ہے مگر رحمت خداوندی دیکھنا
چاہیے کہ صرف اتنی ہی آدمی کی ہدایت کے لیے ایک پیغمبر مبعوث کیا
اس وقت مین وعظ و نصیحت اور تصانیف کتب سے صرف یہی اثر نہ خیال کرنا چاہیے کہ غیر مذہب والے
دین اسلام کو قبول کرلین بلکہ بہت بڑا فائدہ اس سے یہ ہے کہ بہت سے ناواقف مسلمان ہلاکت
ابدی سے بچتے ہین اور دشمنان دین کے شبہات اور مکائد اونکے قلب مین اثر نہین کرتے -
اول تو جب اونہین معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے علما مقابلہ مین جواب دیتے ہین اور یہ کتاب عیسائیون

وغیرہ کے جواب مین لکھی گئی ہے تو اونھین اطمینان ہوجاتا ہے اور اونکے دلمین خطرہ آتا بھی نہین
اور اگر کسی کے آیا بھی تو اپنے واعظون کے بیان سے یا اس فن کی کتابون کے دیکھنے سے رفع
ہوگیا دوسرون کے سامان کرنے سے اپنے بھائی مسلمانون کو ہلاکت ابدی سے بچانا بہت زیادہ اہم
ہے۔ مگر یہ امر خطرناک ہے کہ اس اہم کام کے طرف اکثر وہی صاحب متوجہ ہین جو مایہ علمی کم رکھتے ہین
اور کوئی ذی علم کامل انکا مددگار بھی نہین ہوتا اس صورت مین خوف یہ ہے کہ اگر مقابلہ مین کوئی
ذی علم آگیا اور معمولی باتون کے سوا کچھ اور اوسنے دریافت کیا تو بجز بند ہوجانے کے یا لا یعنی بحث
کرنے کے معقول جواب نہ بنے گا اور توہین اسلام ہوگی پھر کیا اس اہانت کی جواب دہی علما کے
ذمہ نہوگی ضرور ہوگی کیونکہ یہ اونھین کا کام تھا اونھون نے کیون ترک کیا اور کس لیے کہ دین کی
مدد نکی اسوجہ سے ضرور ہے کہ علما اس طرف توجہ فرمائین اور جس طرح اور علوم پڑھایا کرتے ہین اسے
بھی پڑھائین پہلے زمانہ کا جو علم کلام ہے وہ اسوقت کار آمد نہین جن فرقون کا رد اوسمین ہے اونکا
وجود دنیا مین ناپید ہے پھر اونکے رد کے درپے ہونا اپنے بیش بہا وقت کو رایگان کرنا ہے اسوقت تو
اوسی علم کلام کو پڑھنا پڑھانا چاہیے جسکی ضرورت اسوقت ہے۔ وہ فلسفہ نہ رہا جسکے رد مین ہمارے
بزرگ علماے متقدمین نے جانفشانیان کی تھین وہ گمراہ فرقے دنیا سے ناپید ہوگئے جنکے اقوال کے
ابطال مین ہمارے بزرگون نے کارنمایان دکھائے تھے اے یادگاران سلف جس طرح تمہارے
بزرگون نے اپنے زمانے کے گمراہ فرقون کو جواب دیا تھا اور کتابین تصنیف کرکے درس مین داخل
کی تھین اوسی طرح تم اپنے عہد مین اون گروہون کا رد کرو جو اس وقت دنیا کو گمراہ کر رہے ہین۔ ہمارے
اون حضرات کو مناظرہ سے زیادہ تنفر ہے جو صوفیاے کرام کی پیروی کرتے ہین اونکا تنفر بجا ہے
ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ ابتداے سلوک مین مقصود یہ ہوتا ہے کہ قلب ما سوی اللہ سے
خالی ہوجاے یعنی محبت الٰہی کے سوا دوسری شے کی محبت کیا دوئی کا خیال بھی نرہے اس امر کے لیے
ضرور ہے کہ نہایت کثرت سے اللہ کی یاد کیجاے اور اوسی طرف دھیان لگا رہے ایسی حالت مین تو
بہت سے دینی امر بھی اونھین چھوڑنے پڑتے ہین چنانچہ ماہرین علم سلوک پر ظاہر ہے اور علم مناظرہ

دو وجہ سے اونکی حالت کی منافی ہے ایک یہ کہ جب اس فن کی طرف توجہ ہوتی ہے اور خصوصاً جب کسی کا مقابلہ ہوجاتا ہے تو قلب اونکی کامل توجہ ہوجاتی ہے کہ اور طرف سے کھینچ آتا ہے اور اسمین ڈوب جاتا ہے اور یہ امر اونکی مرضی کے نہایت منافی ہے کیونکہ اونکا مقصود تو یہ تھا کہ ماسوی اللہ کا خیال بھی نرہے اور یہان شب و روز جواب و سوال کی فکر ہوجاتی ہے اور اوسمین نفس کو ایک قسم کا فرح ملنے لگتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ مخالفین کے شبہات جو سراسر باطل ہوتے ہین اونمین بطلان کی ظلمت بھری ہوتی ہے لہذا اونہین دیکھنے اور بیان کرنے سے ایک طور کی تیرگی قلب مین آتی ہے جس طرح بد آدمی کی صحبت برا اثر پیدا کرتی ہے اسی طرح بری کلام کا اثر برا ہوتا ہے جسکو ہمنے ظلمت کہا ہے اور حضرات مذکورہ کو نہایت اہتمام ہوتا ہے کہ قلب کو ہر ایک برے اثر اور ظلمت سے بچاوین اسوجہ سے اونہین اس سے بچنا ضرور ہوتا ہے مگر یہ اونکا اہتمام اوسی وقت تک ہے جب تک اونکی حالت مستحکم نہین ہولیتی اور بعد استحکام اسکی ضرورت نہین رہتی پھر اگر ظلمانی اثر پڑے تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی کو مکان صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بالضرور اوسے گرد و غبار مین آلودہ ہونا پڑتا ہے یا ڈاکٹر کسی کا معالجہ کرے اور اوسکی آلائش اسکے بدن پر لگے غرض کہ اس آلودگی مین اسکی مضرت نہین ہوتی دھونے کے بعد صاف ہوجاتا ہے ۔

الحاصل یہ بزرگ ایک وجہ خاص سے اس طرف توجہ کرنے سے معذور ہین اور چونکہ اونکی مقصود کے مضر ہے اسلیے وہ پسند نہین فرماتے مگر اونکے پسند نفرمانے سے فی نفسہ یہ فن بُرا نہیں ہوسکتا بعض وقت عذر کی وجہ سے عمدہ غذا مضر ہوتی ہے اور پسند نہین کیجاتی پھر کیا اس سے اوس غذا کی عمدگی جاتی رہتی ہے ہرگز نہین ۔ اسیوجہ سے بعض کاملین مناظرہ مین مشغول ہوئے ہین چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فلاسفہ کا رد کیا ہے اور یہ ایک قسم کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے اور ایک نوع کا جہاد ہے جسکی ضرورت تمام کاملین بیان کرتے آئے ہین حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے مکتوبات مین ٢٩ مکتوب اسی بیان مین ہے اور نہایت بسط و تفصیل سے بزرگون کے اقوال وغیرہا سے اسکی ضرورت ثابت کی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے امام ربانی حضرت مجدد

الف ثانی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداے تعالے نے اپنی [illegible]یت سے بعض کاملین
کو تصنیف کتب و تحریر علوم کیطرف مشغول کیا اور بعض کو مباحثہ کا شوق دیا الغرض ابتداے سلوک مین
جسطرح اور علوم کیطرف توجہ کرنا مناسب نہین ہوتی اسیطرح مناظرہ کیطرف غیر مناسب ہوتی ہے
بعد تکمیل مضرت نہین کرتے سوا اسکے ہم ایسے بزرگون سے توجہ کے خواستگار نہین وہ ایسے اہم
اور عمدہ ترین کام مین مصروف ہین کہ صرف اونکا وجود ہی تبرک اور غنیمت ہے اگر اونہون نے
کام پورا کر لیا تو صرف اونکی ایک صحبت اور نظر سے وہ کام نکلیگا جو اورونکی تمام عمر کی کوشش
سے ہوسکیگا ہم تو اون صاحبون کی خدمت مین عرض کرتے ہین جو اپنی اکثر اوقات غیر ضروری کا
اور غیر ضروری امور مین صرف کرتے ہین اور شب و روز باہمی جھگڑون مین رہتے ہین وہ کیون
نہین اس طرف توجہ فرماتے خیال کرنیکا مقام ہے کہ ہندوستان مین سیکڑون پادری صاحب
کوچہ و بازار مین ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے پھرتے ہین اور ہمارے
پاک مذہب اسلام کی اہانت کرتے ہین پھر کیا ہمارے علما پر انکا جواب دینا فرض نہین ہے
مگر ایک عالم بھی نظر نہین آتا جسے اس فن خاص سے دلبستگی ہو افسوس صد افسوس بیچارے
کم مایہ لوگ کسی قدر متوجہ ہین مگر اونکی توجہ سیکڑون ذی علم پادریون کا مقابلہ کیونکر کرسکتی ہے
اور جو کچھ اومین خطرہ ہے وہ سے ہم بیان ہی کرچکے ہین - یہ کہئے کہ خداے تعالی نے ہمین
وہ مذہب مقدس عنایت کیا ہے جو اپنی ذاتی عمدگی کی وجہ سے مثل آفتاب خود چمکتا ہے اور
جو اوسپر خاک ڈالے وہ خود ہی گرد آلود ہوجاتا ہے یہ اوسکی سچائی اور عمدگی کی کیسی روشن
دلیل ہے کہ جس مقام پر اوسکے مخالفون کی شان و شوکت ظاہری کا دریا موج زن ہے
وہان بھی سچے دلون مین یہ اپنا اثر دکھا رہا ہے اور اپنی خوبیون سے اونکے دلون کو فتیاب کر رہا
ہے لندن وغیرہ مین عیسائی مسلمان ہوتے جاتے ہین بہت سے تو اپنے نقصان کے خوف سے
اظہار نہین کرتے مگر بعض کے دل مین ایسا جوش زن ہوا کہ اونہون نے اعلان کردیا ہے چنانچہ
لیورپول مین انہین پرجوش نونہال مسلمانون نے ایک انجمن قائم کی ہے جسکا نام

اغلاط پیغام محمدی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴	۱۶	تفسیر منیری	تفسیر مظہری	۹۰	حاشیہ ۳	مدہب	مذہب	″	۱۶	سراہاے	سراپاے
۱۵	۴	میراثاہو	میراث ہو	″	″۹	اس قد	اس قدر	۱۱۶	۲	ہان	مان
۱۶	۵	غلط کا ثبوت	غلطی کا ثبوت	۸۷	۶	سمجے جاتنے	سمجھے جاتی	″	۱۰	اپتدا	ابتدا
۱۹	۱۱	اغریا	اغزیا	۸۷	۵	قاصرہین	قاصر ہین	۱۳۳	۲	دسا	دنیا
۱۲	۳	ازگشتنا	ازگشتنا	۹۰	۱۹	ورس بن	ورس ہین	۱۳۳	۲	بانی	بانی
۳۸	۱۳	کتاہی نہین	کتابی نہین	۹۸	۳	اوپر	اوسپر	۱۳۶	۴	صحانی	صحابی
۴۱	۱۷	اورکا	اورکیا	۹۹	حاشیہ	یومن بالقبہ	مومن بالقبہ	۱۴۷	۱۴	بنائین	بتائین
۴۷	۸	ضرورتا	ضرورتھا	۸۹	۸	ورس ۱۶	ورس ۱۶ و ۱۷	۱۴۹	۱	کمن	کُن
۴۹	۱۷	بوسی میا	بوسی میب	۹۲	۳	اورستغنا	اوراستغنا	۱۵۱	۱۱	اونگی	اوڈکی
۵۶	۱۱	اگراسکا	اگرآپکا	۱۰۵	۱۴	کیوبہ ہے	کیوجہ سے	۱۵۳	۶	ہنر	ہر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۲۱	شتری	مشتری	۱۹۸	۱۶	انجبل	انجیل	۲۴۸	حاشیہ ۱۲	دنوت	دنوف
۱۵۷	۱۶	کاہون	کاہنون	۲۰۰	۱۱	دیبائی	دیبانی	//	حاشیہ ۱۵	دروجہات	ازدواجات
۱۵۹	۱	کرنے	کرنے	۲۰۳	۴	تیرا	تیرے	۲۵۰	حاشیہ ۱۰	سعی الصفا	سعی بین الصفا
۱۶۱	۱۸	اوررہ	اوروہ	۲۰۵	۱۳	اورلوکی	+	۲۵۲	۱۶	بادشاہون کے	بادشاہون کے
۱۶۸	۱۲	بانجور	یانجور	۲۰۷	۲۱	سیدبکھین	سیوبکھین	۲۵۳	۱	جس کے بین	جس کے تین
۱۶۳	۸	معصرہ	معصرا	۲۰۸	۳	پرشلم	یروشلم	۲۵۴	۱۳	حضرت مریخ	حضرت اسحاق
۱۶۵	۸	ہین	ہین	۲۱۴	۶	خانۂ	خانۂ کعبہ	//	حاشیہ	۲۶/۲	۲۶
۱۶۸	۸	جاتا ہے	جاتا ہے	۲۱۸	۱۱	برابر	برابر	۲۵۵	حاشیہ ۱	دست مانکنہ	وہبت خانمذ
۱۶۹	۱۸	الغایت	النایب	۲۲۶	حاشیہ ۲	رکھیکا	رکھینکا	//	حاشیہ	الااحد	الا ماحد
۱۸۰	۳	اوسکے	اوسکی	//	حاشیہ ۲	نہ جانے	نہ چاہیے	۲۶۰	۱۶	چر	جبر
//	۲۱	سدہا ہے	سدہاری	//	۱۱	اورگر	اوراگر	۲۶۱	۲۰	ناصدع	فاصدع
۱۸۶	۷	نئی	نئی	۲۳۱	۱۶	چھوٹے لو	چھوٹے کو	۲۶۶	۱۰	آنے سے	نہ آنے سے
//	۱۹	تفرلی	تفرقی	۲۳۶	۲۰	راہبون	راہبون	۲۶۹	۳	سے نرا	سے زیادہ
۱۹۳	۸	کرودای	اوداسی	۲۴۳	۱۹	اگرجائی	دگرجائی	۲۷۷	۹	افضانی	تاالفضانی
۱۹۵	۱۲	جیسے آپ	جیسے آپ	۲۴۴	۱۵	اوسلے	اوسکے	۲۸۶	۲۰	نہون	نہو
//	۳۰	کرائیگا	کریگا	۲۴۷	حاشیہ ۲	سے	اسے				
۱۹۷	۱۹	طہارت	طہارت								